https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

فصوص الحکم

از

شیخ اکبر محی الدین محمد بن علی الحاتمی الاندلسی الدمشقی

ترجمہ

از مولنا محمد عبد القدیر صاحب صدیقی

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

فصوص الحکم

از

شیخ اکبر محی الدین محمد بن علی الحاتمی الاندلسی الدمشقی

ترجمہ

از مولانا محمد عبد القدیر صاحب صدیقی

نذیر سنز پبلشرز
۴۰۔ اے اردو بازار، لاہور

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

1998

نذیر حسین نے
زاہد بشیر پرنٹرز سے چھپوا کر
نذیر سنز پبلشرز ۴۰۔ اے اردو بازار لاہور سے شائع کی
قیمت : 150 روپے

www.mktabah.org
khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

مُقدّمۂ

ترجمۂ

فصوص الحکم

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

فہرست مضامین

فصوص الحکم (اردو)

عدد فص	نام فص	صفحہ
۱	۲	۳
۱	فص آدمیہ	۱
۲	فص شیثیہ	۲
۳	فص نوحیہ	۴۳
۴	فص ادریسیہ	۷۱
۵	فص ابراہیمیہ	۸۵
۶	فص اسحاقیہ	۹۷
۷	فص اسماعیلیہ	۱۱۹
۸	فص یعقوبیہ	۱۳۵
۹	فص یوسفیہ	۱۴۷
۱۰	فص ہودیہ	۱۶۳
۱۱	فص صالحیہ	۱۸۳
۱۲	فص شعیبیہ	۱۹۷
۱۳	فص لوطیہ	۲۱۵

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

عدد فص	نام فص	صفحہ
۱	۲	۳
۱۴	فص عزیریہ	۲۲۹
۱۵	فص عیسویہ	۲۴۹
۱۶	فص سلیمانیہ	۲۸۱
۱۷	فص داؤدیہ	۳۰۵
۱۸	فص یونسیہ	۳۲۱
۱۹	فص ایوبیہ	۳۲۹
۲۰	فص یحیویہ	۳۴۱
۲۱	فص ذکرویہ	۳۴۷
۲۲	فص الیاسیہ	۳۶۱
۲۳	فص لقمانیہ	۳۷۳
۲۴	فص ہارونیہ	۳۸۱
۲۵	فص موسویہ	۳۹۳
۲۶	فص خالدیہ	۴۱۹
۲۷	فص محمدیہ	۴۲۳

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وصلی اللہ علیٰ نبیہٖ ومصطفاہ۔

الفقیر الی اللہ عبد القدیر محمد الصدیقی

سابق صدر شعبہ دینیات کلیہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن، ناظرین کرام کی خدمت عالیہ میں عرض پرداز ہے کہ للہ المنۃ جامعہ عثمانیہ زادہا اللہ الیٰ ذروۃ الکمال میں ہر علم و فن کی تعلیم جاری ہے۔ جو مفید کتابیں اردو میں پہلے سے موجود ہیں، وہ نصاب تعلیم میں داخل کر لی جاتی ہیں۔ جن سے اردو کا خزانہ خالی ہے وہ بتوسط سررشتۂ تالیف و ترجمہ تیار کرائی جاتی ہیں۔ ان کا فائدہ صرف طلبۂ جامعہ عثمانیہ تک محدود نہیں ہے بلکہ تمام ہندوستان اور اردو زبان ان سے مستفید ہوتی ہے۔ چونکہ نصاب فلسفۂ اسلام میں کتاب فصوص الحکم للشیخ الاکبر محمد بن علی الحاتمی الاندلسی الدمشقی رحمۃ اللہ تجویز کی گئی۔ لہٰذا اس کے ترجمے کی ضرورت داعی ہوئی۔ چنانچہ اس کام کے لیے فقیر کو انتخاب کیا گیا۔ معلوم ہے کہ اس کتاب کا حال کیا ہے یضل بہ کثیرا و یہدی بہ کثیرا۔ یہ کام مشکل تر تھا۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

مگر فقیر نے توکلت علی اللہ کہہ کر لکھنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کام کو درجۂ اتمام تک پہنچا دیا۔ اس ترجمے کے کیا کیا خصوصیات ہیں مقدمے سے اجمالاً اور اصل کتاب سے تفصیلاً معلوم ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ مثل اصل کتاب کے اس ترجمہ و شرح کو قبول عام عطا فرمائے۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام مع ولدیت	الشیخ محی الدین محمد بن علی بن محمد العربی الطائی الحاتمی۔ یہ قبیلۂ بنی طے اور حاتم طائی کی اولاد میں سے ہیں۔
ولادت	سترھویں رمضان سنہ ۵۶۰ھ میں تولد ہوئے۔ آپ کی تاریخ ولادت "نعمت" ہے۔
مولد	مرسیہ از متعلقات اندلس یا اسپین یا ہسپانیہ۔
وفات	بائیس ربیع الثانی ۶۳۸ھ میں اس جہان فانی سے جہان باقی کی طرف توجہ کی۔ آپ کا سال وفات "صاحب الارشاد" سے نکلتا ہے۔
مزار	آپ کا مزار دمشق شام میں ہے۔ مزار پر نہایت عمدہ گنبد ہے، اور ایک بہت عمدہ مسجد اس سے ملحق ہے۔

یہ مزار محلۂ صالحیہ میں ہے۔ پاس ہی قاسون پہاڑ ہے جس پر غار اہل کہف ہے۔ اس پہاڑ پر ہابیل کا خون بھی بتاتے ہیں۔

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

طریقۂ اکبریہ

سید المرسلین حبیب رب العالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

وعنہ الامام مظہر العجائب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔

وعنہ سیدنا الحسن البصری رضی اللہ عنہ۔

وعنہ سیدنا ابو محمد حبیب العجمی رضی اللہ عنہ۔

وعنہ سیدنا داؤد الطائی رضی اللہ عنہ۔

وعنہ سیدنا معروف الکرخی رضی اللہ عنہ۔

وعنہ سیدنا السری السقطی رضی اللہ عنہ۔

وعنہ سیدنا سید الطائفہ ابو القاسم جنید البغدادی رضی اللہ عنہ۔

وعنہ سیدنا ابو بکر محمد بن خلف الشبلی رضی اللہ عنہ۔

وعنہ سیدنا عبد العزیز بن الحارث التمیمی رضی اللہ عنہ۔

وعنہ سیدنا عبد الواحد بن عبد العزیز التمیمی رضی اللہ عنہ۔

وعنہ سیدنا ابو الفرج محمد بن عبد اللہ الطرطوسی رضی اللہ عنہ۔

وعنہ سیدنا علی بن احمد الہکاری رضی اللہ عنہ۔

وعنہ سیدنا ابو سعید المبارک بن علی المخرمی المخزومی رضی اللہ عنہ۔

وعنہ سیدنا ابو محمد الغوث الاعظم محی الدین عبد القادر الحسنی الحسینی الکیلانی رضی اللہ عنہ۔

وعنہ سیدنا ابو السعود ابن الشبلی رضی اللہ عنہ۔

وعنہ الشیخ محی الدین محمد بن علی بن محمد الاندلسی الدمشقی المشہور بالشیخ اکبر رضی اللہ عنہ

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

شیخ کا ایک دوسرا طریقہ بھی ہے

سیدنا مرآۃ الذات واوّل التجلیات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

وعنہ الامام الہمام اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔

وعنہ سیدنا الشیخ الحسن البصری رضی اللہ عنہ۔

وعنہ سیدنا عبد الواحد بن زید رضی اللہ عنہ۔

وعنہ سیدنا فضیل بن العیاض رضی اللہ عنہ۔

وعنہ سلطان ابراہیم بن ادہم البلخی رضی اللہ عنہ۔

وعنہ ابو علی شقیق بن علی بن ابراہیم رضی اللہ عنہ۔

وعنہ سیدنا ابو تراب عسکر بن الحصین النخشی رضی اللہ عنہ۔

وعنہ سیدنا ابو عمرو الاصطخری رضی اللہ عنہ۔

وعنہ سیدنا جعفر الحذاء رضی اللہ عنہ۔

وعنہ سیدنا ابو عبد اللہ بن الخفیف رضی اللہ عنہ

وعنہ سیدنا الحسن الاکار رضی اللہ عنہ۔

وعنہ سیدنا ابو اسحاق بن شہریار المرشد رضی اللہ عنہ۔

وعنہ سیدنا ابو الفتح محمود بن احمد بن علی رضی اللہ عنہ۔

وعنہ سیدنا ابو الحسن علی بن محمد البصری رضی اللہ عنہ۔

وعنہ سیدنا ابو الفتح محمد بن قاسم الفاسی العدل رضی اللہ عنہ۔

وعنہ شیخ الاکبر محی الدین بن علی العربی الطائی الاندلسی الدمشقی رضی اللہ عنہ۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

شیخ کے معاصرین

الشیخ شہاب الدین عمر الصدیقی السہروردی رضی اللہ عنہ۔
الشیخ اوحد الدین الکرمانی رضی اللہ عنہ۔
الشیخ صدر الدین القونوی رضی اللہ عنہ۔
الشیخ مویٔد الدین الجندی رضی اللہ عنہ۔
الشیخ عمر بن فارض البکری المصری رضی اللہ عنہ۔
الشیخ فخر الدین العراقی رضی اللہ عنہ۔
شیخ کے آخر زمانے میں جلال الدین صدیقی رومی رحمۃ اللہ علیہ۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

شارحین فصوص الحکم

عربی میں حسب ذیل شروح فصوص الحکم میری نظر سے گذری ہیں:۔

شیخ مویدالدین بن محمود الجندی۔

شیخ صدرالدین القونوی۔

داؤد بن محمود الرومی القیصری۔

نورالدین عبدالرحمٰن جامی۔

عبدالغنی النابلسی۔

الکاشانی۔

فارسی شروح: نعمت اللہ شاہ ولی۔

مولوی احمد حسین کان پوری۔

اردو ترجموں میں: عبدالغفور دوستی

مولوی سید مبارک علی۔ جو حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی کے ترجمۂ قرآن کے ہم رنگ ہے۔

مجھے سب سے زیادہ فائدہ و مدد قیصری و جامی سے ملی ہے۔ مختلف شروح کے دیکھنے سے ایک حد تک کتاب کی تصحیح ہوتی ہے۔ مگر مجھے شرح قیصری ایسی ملی جو کسی ماہر عالم نے اس کو صحیح کیا تھا۔ رحمۃ اللہ علیہ

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

فصوص الحکم کی جو شیخ کے مصنفات میں اوسط حجم کی کتاب ہے۔ اس لیے اہمیت پیدا ہو گئی ہے کہ شیخ نے مکاشفہ میں دیکھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کتاب ان کو دی ہے اور اس کے ظاہر کرنے کی اجازت بھی دی ہے۔

فصوص الحکم میں شیخ قرآن شریف میں انبیا کے قصوں۔ اور ان کے حالات میں جو کچھ آیا ہے۔ اُن سے یا تو بطور تفسیر کے یا بطور اعتبار کے مسائل توحید و تصرف کو استنباط کرتے ہیں۔ شارحین اس کتاب سے ایسے مرعوب ہیں کہ آیات قرآنی کی تاویل کرتے ہیں۔ مگر شیخ کے قول کی تاویل نہیں کرتے۔ نہ اُن کے عقاید سے جو فتوحات مکیہ کے شروع میں بیان کیے گئے ہیں، توفیق و تطبیق دینے کی سعی کرتے ہیں۔

دوسرے شارحین کے برخلاف، فقیر شیخ کے قول کی تاویل کرتا ہے اور اُن کے عقاید کے ساتھ توفیق دیتا ہے۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

شیخ کے تصنیفات

عقلۃ المستوفزہ۔
عقیدہ مختصرہ۔
مُقائے مُعزّب۔
قصیدہ البلادرات العینیہ۔
القول النفیس۔
کتاب تاج الرسایل۔
کتاب الثمانیہ والثلاثین وہو کتاب الازل۔
کتاب الجلالہ۔
کتاب ما اتی بہ الوارد۔
کتاب النقبا۔
کتاب الیاء وہو کتاب الھود۔
مجموعۂ رسایل ابن العربی۔
مراتب الوجود۔
مواقع النجوم
فتوحات مکیہ چار بڑی بڑی جلدوں میں ہے۔

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

نقش النصوص	اس کی شرح مولانا جامی نے کی ہے اور اس کا نام نقد النصوص ہے بمبئی میں ملتی ہے
تفسیر صغیر	جو مطبوعہ مصر ہے عام طور سے ملتی ہے۔
تفسیر کبیر	جو سنتے ہیں کہ فرانس کے کتب خانے میں قلمی ہے۔

کتب مندرجۂ بالا کتب خانۂ آصفیہ میں موجود ہیں۔ اور ان میں کی بہت سی کتابیں خود فقیر کے پاس بھی موجود ہیں۔ ان کے سوا شیخ کی بہت سی تصنیفات ہیں جو دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں۔

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

طریق ترجمہ و شرح

لوگوں کو شیخ کی طرزِ تحریر سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے بڑی بڑی غلط فہمیاں ہو رہی ہیں۔ بعض اُن کو قطب معرفت سمجھتے ہیں۔ اور قرآن شریف کی آیتوں کی تاویل کرتے ہیں۔ مگر شیخ کے اقوال کی تاویل نہیں کرتے اور بعض اُن کے برعکس شیخ کی تکفیر میں بھی تقصیر نہیں کرتے۔

بعض نادان یورپ زدہ شیخ کے فلسفے یا حکمت کو افلاطون کا فلسفہ سمجھتے ہیں۔ مگر اُن کی سمجھ میں نہیں آتا، کہ تمام کتاب جنید بغدادی، ابو یزید بسطامی۔ سہیل بن عبد اللہ تستری کے اقوال اور آیات قرآن مجید و احادیث شریف سے بھری پڑی ہے۔ اور اپنے کشف کا بھی جابجا ذکر کرتے ہیں۔ مگر اس میں افلاطون کا کہیں، ایک جگہ بھی ذکر نہیں ہے۔ اول تو یہ ثابت ہی کب ہوا ہے۔ کہ فلسفۂ افلاطون کی کتاب شیخ کو پہنچی بھی تھی۔ کسی دشمن مسلمانان نے لگا دیا کہ شیخ نے افلاطون سے لیا۔ اور معتقدوں کے لیے بس آیت اُتر آئی۔ ظالم اُڑاتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ نے روم لا سے لیا۔ یا تورات انوشیروان سے لیا۔ اُن کو معلوم نہیں کہ عقاید و فقہ کے اصول ہیں کیا۔ یہاں قرآن و حدیث کی شرح و تفسیر تو ہو سکتی ہے۔ اُن سے احکام استنباط کیے جاتے ہیں۔ مگر اُن کے خلاف ایک مسئلہ بھی

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

چل نہیں سکتا۔ یہ کمال جہل و تقلید میں۔ کمال علم و تحقیق کا دعا ہے ہم کو دشمنوں کے کہنے سے تکلیف نہیں ہوتی۔ دوستوں کے دشمنوں کا ساتھ دینے سے ایذا ہوتی ہے۔

فقیر کی عادت یہ ہے کہ ہر فص سے پہلے ایک تمہید لکھتا ہے۔ جس میں نفس مسئلہ کی تحقیق کرتا ہے۔ اگر کسی مسئلے میں دوسرے ائمۂ فن کا اختلاف ہو تو وہ بھی لکھ دیتا ہے۔

چونکہ فن تصوف میں مختلف کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اور مختلف حضرات نے ایک ہی معنی کو مختلف تعبیرات سے ادا کیا ہے۔ لہذا فقیر بھی ایک ہی وقت متعدد الفاظ واصطلاحات لکھ دیتا ہے اور اُن کے معنی بھی بتا دیتا ہے۔ تاکہ طالب کے کان آشنا ہو جائیں اور مختلف کتابوں کے مطالعے کے وقت کسی قسم کی پریشانی واقع نہ ہو۔ اگر کہیں قرآن شریف کی آیت آجاتی ہے۔ تو اول تفاسیر کے مطابق اس کا ترجمہ کرتا ہے پھر شیخ کے اعتباری معنی بیان کرتا ہے۔ اعتباری معنی کیسے ہوتے ہیں؟ اس کو اجمالی طور سے آئندہ بیان کرے گا۔

فقیر کوشش کرتا ہے کہ شیخ کے مختلف اقوال میں تناقض پیدا نہ ہو۔ ہر قول کا محمل بیان کر دیتا ہے۔ فتوحات مکیہ سے شیخ کے عقاید کا بھی ترجمہ کر دیتا ہے تاکہ دوسرے اقوال کا مرجع ہو سکیں۔ اور ان کے مطابق تاویل ممکن ہو۔

شیخ کے کلام میں بکثرت مشاکلہ ہے۔ مشاکلہ عربی زبان میں بھی ہے۔ اور دوسری زبانوں میں بھی۔ اشعار میں بھی ہے اور نثر میں بھی۔ کلام اللہ میں بھی ہے۔ اور دوسروں کے کلام میں بھی۔

مشاکلہ کیا ہے۔ ایک لفظ پہلے آتا ہے اور اپنے اصلی معنی میں رہتا ہے۔ پھر وہی لفظ دوبارہ آتا ہے۔ اور اس سے دوسرے معنی مراد لیے جاتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص کہے تم نے مجھ سے خباثت کی۔ اب میں بھی دیکھو کیسی خباثت کرتا ہوں۔ یعنی خباثت کا انتقام لیتا ہوں

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

عرب شاعر کہتا ہے

قالوا اقترح شیئا نجد لک طبخہ   قلت اطبخوا لی جبۃ و قمیصا

لوگوں نے کہا کچھ کھانے کی فرمائش کرو ہم تمہیں کر اچھی طرح سے پکائیں گے۔ میں نے کہا ایک جبہ و قمیص پکاؤ۔ یعنی ایک جبہ و قمیص سی دو۔ قرآن مجید میں ہے۔ ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین انہوں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کی سزا دی۔ اللہ مکاروں کو سزا دینے والوں میں بہت سخت ہے۔ شیخ کہتے ہیں فیعبدنی و اعبدہ حق تعالیٰ کے صفات اضافیہ۔ مثلاً رزاق یعنی رب کا اپنے ظہور میں عبد کی ضرورت ہے۔ اور عبد تو اپنے رب کی طرف وجود میں، اور تمام قوتوں میں محتاج ہے ہی۔ ایسی صورت میں فقیر لفظی ترجمہ کرنے کو مناسب نہیں سمجھتا۔ بلکہ مرادی معنی بیان کرتا ہے۔ تاکہ سوئے ادبی کی صورت بھی پیدا نہ ہو۔

شیخ جب ایک دفعہ ایک مسئلہ کو جامع، مانع اور قیود و شرائط لگا کر بیان کر دیتے ہیں، تو طالب پر اعتماد کرتے ہیں کہ وہ اس کو ہمیشہ پیش نظر رکھے گا۔ اور بار بار شرائط و قیود نہیں لگاتے۔ مثلاً ایک دفعہ لکھ دیا کہ موجود بالذات خدا کے سوا کوئی نہیں۔ سب ما سوا اللہ موجود بالعرض ہیں۔ پھر کہیں لکھ دیں گے کہ خدا کے سوا کوئی نہیں۔ یعنی بالذات کوئی نہیں۔ اس کے معنی ہرگز یہ نہیں۔ کہ حقائق اشیا باطل ہیں۔ عبد و رب میں کوئی فرق نہیں۔

ادیبوں کی عادت ہے۔ کہ کمزور اور ناقابل لحاظ شے کو معدوم کے سمجھتے ہیں۔ جیسے کہتے ہیں کہ آپ کے سوا دینے والا ہی کون۔ یعنی آپ کے جود و سخا کے مقابل دوسروں کی داد و دہش ناقابل ذکر ہے۔ ہیچ پوچ ہے۔ اسی طرح خدا کے بالذات وجود و قوت کے مقابل بندوں کا وجود اور قوتیں ناقابل شمار ہیں۔ حکم عدم میں ہیں۔ ادبی جملے میں جو لطف ہے۔ وہ منطقی قضیے میں کہاں۔ ہر جگہ منطق لطف سخن کو نابود

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

کر دیتی ہے۔

بعض الفاظ کے خود لغت میں مختلف معنی ہوتے ہیں۔ مثلاً عین۔ آفتاب۔ ذات۔ طلا یعنی سونا۔ چشمہ۔ آنکھ۔ گھٹنا۔ ایسے لفظ کو مشترک کہتے ہیں۔ بعض لفظ کے معنی لغت اور زبان میں کچھ اور ہوتے ہیں۔ اور عرف شرع یا اصطلاح خاص میں کچھ اور۔ مثلاً پیغامبر پیغام لانے والا اور عرف شرع میں۔ وہ خدا کا معصوم و ممتاز بندہ، جو پیغام الٰہی اس کے بندوں کے پاس لاتا ہے۔ رسول کی بھی یہی حالت ہے۔ وحی۔ اشارہ الہام۔ رسول پر نازل ہونے والے احکام و اوحیٰ الی النحل شہد کی مکھی کے دل میں ڈالا و اوحینا الی ام موسیٰ ہم نے موسیٰ کی ماں کو الہام کیا۔ نبی۔ با خبر واقف۔ پیغمبر خدا۔ ان سب مقامات میں قرآن سے معنی متعین ہوتے ہیں۔ بعض جگہ شیخ نے نبی کا لفظ واقف و خبردار کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ نہ کہ بمعنی پیغمبر و صاحب نبوت۔ مخالفوں کو موقع مل گیا کہ شیخ خاتم النبیین کے بعد بھی سلسلۂ نبوت کے جاری رہنے کے قائل ہیں۔ ایسی صورت میں فقیر مترجم مسئلے کو صاف کر دیتا ہے کہ یہاں شیخ نے اس لفظ کو لغوی معنی میں استعمال کیا ہے۔ نہ کہ عرفی شرعی معنی میں۔ فصوص میں اس قسم کے متعدد مقامات ہیں۔ شیخ کا قلم بتانے سے زیادہ وکونسا قرینہ ہو سکتا ہے۔ کہ یہاں لغوی معنی مراد ہیں نہ کہ اصطلاحی شرعی۔

بعض دفعہ متضاد الفاظ معاً استعمال کرنے سے لطف کلام بڑھ جاتا ہے مثلاً ھو الاول والآخر والظاھر والباطن۔ مجبوراً فقیر مترجم کو وجہ اعتبار و لحاظ دکھانی پڑتی ہے۔ مثلاً وہ اول ہے بلحاظ احدیت و ذات کے اور آخر ہے باعتبار واحدیت و اسما و صفات کے۔ وہ ظاہر ہے بلحاظ آثار کے۔ اور باطن ہے باعتبار کنہ حقیقت کے۔ غرض کہ فقیر مترجم کو ہر امر کی وجہ بیان کرنی پڑتی ہے شیخ بکثرت اعتبار کا استعمال کرتے ہیں۔ ایک شخص کے قول کو یا

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

شعر کو اپنے حسب حال معنی پر ڈھال لینا اعتبار ہے۔ حضرت سلطان العاشقین شیخ عمر بن فارض بکری کا دیوان مشہور ہے۔ ہر مذہب کے لوگ اس سے لطف اُٹھاتے ہیں۔ اُن کا قصیدہ خمریہ اور تائیۃ الکبریٰ معروف ہے۔ بڑے بڑے فاضلوں نے اس کی شرحیں لکھی ہیں۔ ان میں سے مولانا عبدالرحمٰن جامی کی لوامع مطبوع و متداول ہے۔ اس سے ہر شعر کو حقائق معانی پر ڈھال لینے کی طرف راستہ ملتا ہے۔ کونسا نادان سمجھے گا کہ سلطان العاشقین شراب خوار تھے۔ اور ام الخبائث کی ثنا خوانی کرتے تھے۔ اور مرزا عبدالقادر بیدل۔ یا خواجہ شمس الدین حافظ کا مقصود شراب سے ام الخبائث تھا۔ اس سے مراد جوشِ محبت ہے لیلیٰ مجنوں کی ہڈیاں تک باقی نہیں، کونسا شاعر اس خاص مرد خاص عورت پر شعر کہتا ہے۔ مجنوں سے مراد عاشق ہے اور لیلیٰ سے مراد محبوب ہے۔

میں نے حکیم عمر بن ابراہیم خیام کے چند رسائل کے ترجمے کیے ہیں۔ بڑا مذہبی، محب خدا و رسول شخص ہے۔ اس کو تذکروں نے ایسا شرابی کبابی بنا دیا کہ توبہ بھلی۔ ہر رباعی کے متعلق اس کے منظر کی تصویر بنا دی اس پر جھوٹی کہانیاں بھی گھڑ لیں۔

ایک بزرگ ہاتھ میں تسبیح لیے خلوت گاہ میں بعض اسمائے الٰہیہ کی زکوٰۃ دے رہے تھے۔ اُن کی خلوت گاہ کے قریب دو عورتیں گفتگو کر رہی تھیں۔ ایک نے پوچھا تو نے آج کیا کمایا۔ دوسری نے بتایا کہ اتنے روپے۔ پہلی نے مصارف پوچھے۔ دوسری نے چند مصارف بتائے۔ پہلی نے کہا۔ کیوں تو نے اپنے یار کو اتنے روپے نہیں دیے۔ دوسری نے کہا۔ حسابِ دوستاں در دل۔ یہ سنتے ہی اس خلوت نشین صاحب نے تسبیح توڑ دی اور اُٹھ کھڑے ہوئے کہ حسابِ دوستان در دل نہ کہ در تسبیح۔

بعض حضرات نے قرآن مجید سے اعتبار لینے اور عبرت حاصل کرنے کے اصول میں رسالے لکھے ہیں۔ شیخ نے بھی آیاتِ قرآنی سے اعتبارات

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

پیدا کیے ہیں۔ وہ تفسیر قرآن شریف نہیں ہیں۔ تفسیر سمجھنا اور شیخ سے لڑنا، ظلم ہے ظلم سے "سخن شناس نئی دلبرا خطا ایں جاست"۔ شیخ اعتبار لیتے ہیں کہ موسیٰ قلب سلیم اور ہارون عقل مستقیم فرعون نفس لعین کے پاس تبلیغ حق کرنے کو پہنچے۔ توحید الٰہی کی طرف دعوت دی۔ وہ سرکش بھلا کیا مانتا تھا۔ موسیٰ قلب سلیم نے چند آثار قدرت الٰہی و معجزات پر متوجہ کرایا اور معجزے دکھائے۔ اُس نے بھی چند قوت ارادی کے کرتبوں کے ساحروں کو پیش کر دیا۔ موسیٰ قلب سلیم کے عصا کے سامنے وہ کیا ٹھیر سکتے تھے قوت ارادی کے کرتب بھی روحانیت کی جنس سے تھے۔ اُنھوں نے آثار قدرت الٰہی دیکھ کر حق المعبود کے سامنے سر جھکا دیئے۔ فرعون نفس چونکہ روحانیت سے ناآشنا تھا، اُس نے نہ سمجھا اور نہ مانا۔ موسیٰ قلب سلیم مع تبعین خیالات طیبہ، فرعون نفس کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے دریائے وحدت حق میں سے پار نکل گئے، اور سرزمین بقا باللہ میں پہنچ گئے۔ فرعون نفس نے اپنے خطرات واہیہ کے لشکر کے ساتھ اُن کا تعاقب کیا۔ دریائے وحدت میں ڈوبنے لگا تو چلا اٹھا کہ میں بھی موسیٰ قلب سلیم و ہارون عقل مستقیم کے رب پر ایمان لاتا ہوں۔ لہٰذا فرعون نفس ایمان کے ساتھ طاہر و مطہر فنا ہو گیا۔ آگے بقا باللہ کی سرزمین میں قلب سلیم اور عقل مستقیم تو رہتے ہیں۔ مگر نفس اور اُس کے وساوس و خطرات کا بالکل پتا نہیں۔ یہ تفسیر نہیں ہے اعتبار ہے۔

اعتبارات کے مقامات میں فقیر مترجم اول تفسیر کرتا ہے۔ پھر اعتبار بتاتا ہے۔ تاکہ کوئی نادان اعتبار کو تفسیر نہ سمجھے۔ یہ عجیب بات ہے کہ اعتبارات بھی جس قدر آیات قرآن مجید سے حاصل ہوتے ہیں کسی اور کلام سے نہیں ہوتے۔ قرآن مجید تو اس حیثیت سے بھی معجزہ ہی ثابت ہوتا ہے۔ سبحان اللہ و بحمدہ و سبحان اللہ العظیم۔

شیخ جا بجا مختلف علوم مثلاً ہیئات، منطق، کلام کے مسائل کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں۔ ترجمے میں ان مسائل کی توضیح کرنی پڑتی ہے۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

عقاید شیخ اکبر

شیخ فتوحات مکیہ جلد اول صفحہ (۳۶) میں فرماتے ہیں۔

اے میرے برادران و احباب اللہ تعالیٰ تم سے راضی رہے۔ تم کو گواہ بناتا ہے عبد ضعیف مسکین جو ہر آن ہر لحظہ فقیر و محتاج الی اللہ ہے۔ وہ اس کتاب کا مصنف و منشی ہے۔ وہ تم کو اپنے نفس پر گواہ کرتا ہے۔ بعد اس کے کہ وہ گواہ کرتا ہے، اللہ کو، اُس کے فرشتوں کو، اور تمام حاضر مومنین کو، اور جو سنیں اُن کو بھی اپنے قول و عقیدے پر شاہد بناتا ہے کہ

اللہ ایک ہے۔ الوہیت میں اُس کا ثانی نہیں۔ وہ بیوی بچوں سے پاک ہے، منزّہ ہے۔ وہ سب کا مالک ہے۔ اُس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہ ہے۔ اُس کا کوئی وزیر نہیں۔ صانع ہے اُس کو کوئی تدبیر سکھانے والا نہیں۔ وہ بذاتہٖ موجود ہے۔ وہ کسی موجد کا محتاج نہیں۔ اللہ کے سوا جتنی چیزیں ہیں، اپنے وجود میں سب اُس کے محتاج ہیں۔ پس تمام عالم اُس سے موجود ہے۔ وجود بالذات و بنفسہٖ سے صرف وہ موصوف ہے۔

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

وہ عرض نہیں ہے کہ اُس کی بقا مستحیل ہو۔ وہ جسم نہیں ہے کہ اُس کے لیے جہت اور مقابلہ ہو۔ وہ جہات و اقطار سے مقدس و پاک ہے۔ اُس کا دیدار دل سے بھی ہو سکتا ہے اور آنکھوں سے بھی۔ جب چاہے اپنے عرش پر مستوی و جلوہ گر ہوتا ہے۔ اس استواء سے اللہ کی جو مراد ہو میں اُس پر ایمان رکھتا ہوں۔ عرش و ماسواے عرش حق جل و علا ہی سے قائم ہے۔ دُنیا بھی اُسی کی ہے آخرت بھی اُس کی۔ اول تا آخر سب اُسی کا ہے اُس کا حل معقول نہیں۔ اُس کی بے نظیری مجہول نہیں۔ زمانہ اُس کو محدود نہیں کر سکتا۔ مکان اُس کو بلند نہیں کر سکتا۔ وہ اُس دم بھی تھا جب مکان نہ تھا۔ وہ جیسا تھا ویسا ہی رہا اور رہے گا۔ مکان اور تمکن دونوں کو اُس نے پیدا فرمایا۔ زمانے کو بھی اس نے پیدا کیا۔ وہ فرماتا ہے میں ایک ہوں۔ زندہ ہوں مجھے حفاظت مخلوقات دشوار نہیں۔ اُس کی کوئی صفت ایسی نہیں جو مصنوعات کے پیدا کرنے میں پہلے سے نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ اس سے اعلیٰ ہے کہ حوادث اس میں حلول کریں۔ یا اُس کے صفات اس کے بعد پیدا ہوئے ہوں۔ یا اللہ تعالیٰ اپنے صفات سے پہلے ہو۔ کیونکہ یہ قبل و البعد زمانے کے لحاظ سے ہیں۔ جو اُس کا مخلوق ہے۔ وہ تھا اور اُس کے ساتھ کوئی دوسری شے نہ تھی۔ وہ قیوم ہے۔ جس پر سب کا قیام و دار و مدار ہے۔ وہ کبھی نہیں سوتا۔ وہ قہار ہے۔ اُس کی ساحت عزت تک کسی کی رسائی نہیں۔ اس کا مثل کوئی نہیں۔ اُس نے عرش پیدا کیا۔ اور استواء کو سلطنت کی حد بنایا۔ اُس نے کرسی پیدا کی پست زمین اور بلند آسمانوں سے اُس کو وسیع تر پیدا کیا۔ اُس نے لوح و قلم کو پیدا کیا اور روز قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے۔ اپنے علم کے مطابق قلم سے لکھوایا۔ اُس نے بغیر کسی سابقہ نمونے کے عالم کو پیدا کیا۔ مخلوقات کو پیدا کیا۔ اور اُن کو کہنہ بھی کر دیا۔ ارواح کو اجساد میں امین بنا کر اُتارا۔ اور ارواح کو اجساد میں جن میں روح اُترتا ہے اپنا خلیفہ بنایا۔ آسمان زمین میں جو کچھ ہے اس کو اپنی قدرت سے انسان کا مطیع فرما دیا جو ذرہ حرکت کرتا ہے اُس سے اُسی کی طرف حرکت کرتا ہے۔ سب کچھ

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

اس نے پیدا کیا۔ اس کو کسی کی حاجت نہ تھی۔ اس پر ان کے پیدا کرنے کو کسی نے واجب نہیں کیا۔ جب پیدا کرنے سے پہلے اس کو ان سب کا علم تھا۔ لہذا وہی اول ہے وہی آخر۔ وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے۔ وہ شے پر قادر ہے۔ سب کو علم سے احاطہ کیا ہوا ہے۔ تمام اشیا کے عدد سے وہ واقف ہے۔ وہ رازوں کو اور مخفی تر چیزوں کو جانتا ہے۔ آنکھوں کی خیانت اور سینے جن چیزوں کو چھپاتے ہیں سب کو جانتا ہے۔ بھلا جس کو اس نے پیدا کیا ہو اس کو کیوں نہ جانے گا۔ کیا خود خالق بھی ہو۔ اور پھر مخلوق کو نہ جانے گا۔ وہ لطیف و خبیر ہے۔ اشیا کے پہلے ان کو جانتا تھا۔ پھر اپنے علم کے موافق ان کو پیدا کیا۔ جب علم کے مطابق اشیا مخلوق ہوئے تو اس کا علم متجدد نہ ہوا۔ تمام چیزوں کو اتقان و ضبط سے پیدا کیا۔ اسی علم کے موافق تمام اشیا پر حکومت کرتا ہے۔ اور ان پر دوسروں کو حاکم بناتا ہے۔ وہ تمام کلیات کو جانتا ہے جیسے وہ تمام جزئیات کا علم رکھتا ہے۔ اس مسئلے پر تمام عقل سلیم و رائے صحیح رکھنے والوں کا اتفاق و اجماع ہے۔ پس وہ عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ جن چیزوں سے لوگ شرک کرتے ہیں، ان سے وہ اعلیٰ و ارفع ہے۔ اس کی قدرت کسی شے سے متعلق ہوتی ہے تو اس سے پہلے اس کا ارادہ متعلق ہوتا ہے۔ اس کا ارادہ کسی شے سے متعلق نہیں ہوتا مگر یہ کہ اس سے پہلے علم متعلق رہتا ہے۔ یعنی جان کر ارادہ کرتا ہے، ارادہ کر کے کام کرتا ہے۔ عقل محال سمجھتی ہے، کہ بغیر علم کے ارادہ کرے اور پھر فاعل مختار صاحب قوت و اقتدار بھی ہو۔ ترک فعل کی طاقت رکھتا بھی ہو۔ اسی طرح محال ہے کہ علم و ارادہ و قدرت ایسی چیزوں میں پائی جائیں جن میں حیات نہیں۔ اسی طرح محال ہے کہ صفات بغیر ذات کے قایم رہیں۔ پس پہلے ذات کا مرتبہ ہے، پھر صفات کا۔ صفات میں پہلے حیات ہے، پھر علم پھر ارادہ پھر قدرت و کلام۔ الغرض یہ معلوم ہو گیا کہ تمام چیزیں ارادۂ الٰہی ہی سے ہیں۔ خواہ طاعت ہو

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

خواہ عصیاں۔ خواہ فائدہ ہو خواہ نقصان۔ بندہ ہو یا آزاد۔ حیات ہو یا موت۔ حصول ہو یا توقع۔ دن ہو یا رات۔ اعتدال ہو یا میل۔ بر ہو یا بحر۔ جفت ہو یا طاق۔ جوہر ہو یا عرض۔ صحت ہو یا مرض۔ خوشی ہو یا غمی۔ روح ہو یا جسد۔ روشنی ہو یا تاریکی۔ زمین ہو یا آسمان۔ ترکیب ہو یا تحلیل۔ کثیر ہو یا قلیل۔ صبح ہو یا شام۔ سپیدی ہو یا سیاہی۔ سونا ہو یا جاگنا۔ ظاہر ہو یا باطن۔ متحرک ہو یا ساکن۔ خشک ہو یا تر۔ پوست ہو یا مغز۔ یہ نسبتیں جو متضاد بھی ہیں، مختلف بھی، مماثل بھی۔ سب تحت ارادہ حق جل وعلا ہیں۔ یہ تحت ارادہ الٰہی کیونکر نہ ہوں گی۔ جبکہ اللہ ان کا ایجاد کرنے والا ہے۔ کیا بے ارادہ کام کرنے والا مختار بھی ہو سکتا ہے۔ کوئی اس کے ارادے کو روک نہیں سکتا۔ کوئی اس کے حکم سے پیچھے نہیں پھیر سکتا۔ جس کو چاہتا ہے ملک و حکومت دیتا ہے جس سے چاہتا ہے ملک و حکومت کو نکال لیتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔ جو چاہا ہوا۔ جو نہ چاہا نہ ہوا۔ بغیر اللہ کے ارادے کے کوئی ارادہ بھی نہیں کر سکتا۔ بندے کسی کام کا ارادہ کریں جب تک خدا نہ چاہے وہ کام نہ ہوگا۔ نہ اس کے کرنے کی استطاعت و قوت ہی پیدا ہوگی۔ پس کفر و ایمان، طاعت و عصیاں اس کی مشیت و حکمت و ارادت سے ہیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارادہ ازلی ہے۔ عالم بالذات معدوم ہے۔ غیر موجود فی الخارج ہے۔ اگرچہ ذات الٰہی میں ثابت موجود ذہنی کے طور پر ہے۔ عالم کو خدا نے ایجاد کیا۔ مگر اس نے نہ فکر کی نہ جہل و عدم علم سے تدبیر کیا۔ اور نہ تفکر و تدبر سے علم مجہول حاصل ہوا۔ وہ اس سے اعلیٰ و ارفع ہے۔ اللہ نے عالم کو ایجاد کیا۔ تو اپنے علم سابق کے موافق، اور ارادہ منزہ ازلی کے فیصلے اور تعیین کے مطابق، خواہ مکان ہو یا زمان یا اکوان حسی و بالذات ارادہ اللہ ہی کا ہے۔ وہ خود فرماتا ہے وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ

khatmenabuwat Android Application

اللہ تعالیٰ نے علم کے موافق حکم کیا۔ ارادے کے موافق خصوصیتیں عطا کیں۔ اندازہ و تقدیر کے موافق ایجاد کیا۔ جو متحرک و ساکن ہے جو عالم اعلیٰ و اسفل میں ناطق و گویا ہے۔ سب کو دیکھتا سنتا ہے۔ بعد اُس کی سماعت کا حجاب نہیں ہو سکتا۔ لہذا وہ قریب ہے۔ قرب، اُس کی بصارت کا حجاب نہیں ہو سکتا۔ لہذا وہ بعید ہے۔ دل ہی دل میں جو گفتگو کرو اُس کو وہ سنتا ہے۔ ہاتھ کی رگڑ کی خفیف سی خفیف آواز سنتا ہے۔ سیاہ چیز کو اندھیری و ظلمت میں۔ پانی کو پانی میں دیکھتا ہے۔ نہ رنگ عکس و امتزاج حجاب ہوتا ہے نہ ظلمات و نور مانع۔ ھو السمیع البصیر

اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا، مگر اس سے پہلے نہ وہ صامت تھا نہ ساکت۔ جیسا اُس کا علم۔ ارادہ اور قدرت قدیم ہیں۔ اسی طرح اُس کا کلام بھی قدیم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا۔ اپنے کلام کا نام تنزیل و زبور و تورات و انجیل رکھا۔ اس کا کلام نہ انسان کی طرح حرف ہے نہ صوت و نغمہ و لغات۔ بلکہ وہ خالق اصوات و حروف و لغات ہے۔ اُس کے کلام کے لیے نہ زبان کی ضرورت ہے نہ کوے کی حاجت۔ جس طرح کہ اُس کی سماعت کے لیے نہ سوراخ گوش کی ضرورت ہے نہ کان کی۔ جس طرح اُس کی بصر کے لیے نہ دیدے کی ضرورت ہے نہ پپوٹے کی۔ جیسے اُس کے ارادے کا اقتضا نہ دل ہے نہ دماغ۔ اُس کا علم نہ اضطرار سے ہے، نہ دلیل و برہان میں غور و فکر سے۔ نہ اُس کی حیات اُس بخار سے ہے جو امتزاج ارکان سے تجویف قلب سے نکلتا ہے۔ اُس کی ذات نہ قابل زیادت ہے نہ نقصان۔ سبحان اللہ وہ قریب بعید ہے۔ اُس کی سلطنت عظیم ہے۔ اُس کے احسانات عمیم ہیں۔ اُس کا امتنان کثیر ہے۔ ماسوا اللہ اُس کے جود و سخا سے فائض ہیں۔ اُس کا فضل و عدل، باسط ہے قابض ہے۔ عالم کی پیدائش کو کامل و عجیب و غریب بنایا۔ جب کہ اُس کو ایجاد کیا۔ اختراع کیا۔ اُس کا اُس کے ملک و سلطنت میں کوئی شریک نہیں۔ نہ اس کے ملک میں کوئی اس کے ساتھ

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/
khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

مدبر ہے نہ مشیر ہے۔ مگر اُس نے انعام عطا کیا اور اچھا انعام عطا کیا تو یہ اُس کا فضل ہے۔ اگر عذاب میں مبتلا کیا، تو اُس کا عدل ہے۔ اپنے غیر کے ملک میں اُس نے تصرف نہیں کیا۔ کہ جور و ستم کی اُس کی طرف نسبت کی جائے۔ کوئی اس پر حکم نہیں لگا سکتا کہ اُسے جزع و فزع کرنا پڑے۔ ہر ایک اُس کے سلطانِ قہر کے ماتحت ہے وہ اپنے ارادہ و امر سے متصرف ہے۔ وہ نفوس مکلفین میں تقویٰ و فجور ڈالتا ہے۔ لوگوں کے گناہوں سے جس سے چاہتا ہے تجاوز کرتا ہے۔ اور جس سے چاہتا ہے مواخذہ کرتا ہے۔ یہاں بھی اور روز قیامت میں بھی فضل کے موقع پر عدل نہیں کرتا اور عدل کے موقع پر فضل نہیں کرتا۔ عالم کو دو مٹھیوں سے نکالا۔ اور وہاں کے دو درجے کیے پھر فرمایا یہ جنت کے لیے ہے اور مجھے اس کی کیا پروا ہے اور یہ دوزخ کے لیے ہے اور مجھے اس کی کچھ پروا نہیں۔ اس وقت اُس پر کسی نے اعتراض نہ کیا۔ کیونکہ اُس وقت اُس کے سوا کوئی تھا ہی نہیں۔ سب اُس کے اسما کے زیر تصرف ہیں۔ ایک مٹھی میں سے تو بلا انگیز اسما کے ماتحت ہیں۔ اور ایک مٹھی میں سے انعام و اکرام بخش اسما کے ماتحت ہیں۔ اللہ سب کو خوش بخت کرنا چاہتا تو ہو سکتا۔ بدنصیب کرنا چاہتا تو کر سکتا۔ مگر اُس نے ایسا نہ چاہا۔ ہوا وہی جیسا کہ اُس نے چاہا۔ لہٰذا ان میں سے بعض شقی ہیں، بعض سعید۔ یہاں بھی اور آخرت میں بھی۔ اللہ کے حکم قدیم میں تغیر و تبدل نہیں ہے۔ نماز کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ بظاہر یہ پانچ ہیں اور درحقیقت پچاس ہیں۔

میری بات بدل نہیں سکتی۔ میں بندوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا۔ یہ تصرف میرے ملک میں ہے۔ اور میری مشیت میری ملک میں ہے۔ اس کی ایک حقیقت ہے جہاں تک نہ بصارت کی رسائی ہے، نہ بصیرت کی۔ اور نہ فکر و ضمیر کو اس سے واقفیت ہے مگر یہ کہ اللہ کی موہبت اور رحمان کی سخاوت ان بندوں سے متعلق ہو۔ جن پر توجہ خاص مبذول ہے۔ اُس کے نظام نامے میں مکتوب ہے۔ ان سب سے معلوم ہو گیا کہ شانِ الوہیت نے یہ تقسیم کی ہے۔ اور اس میں حکمت قدیم ہے۔ سبحان اللہ اس کے سوا کوئی فاعل نہیں۔ وہ سب کا خالق ہے

khatmenabuwat Android Application

اس کا کوئی خالق نہیں خلقکم وما تعملون اللہ نے تم کو بھی پیدا کیا اور تمہارے افعال کو بھی لایسئل عما یفعل وھم یسئلون اس کے کام پر کسی کو سوال کرنے کا مقدور نہیں۔ بندوں سے جواب پرسی کا اس کو حق ہے فللہ الحجۃ البالغۃ لوشاء لھدٰکم اجمعین اللہ کی حجت تام ہے۔ وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت کر دیتا۔

دوسری شہادت میں گواہ بناتا ہوں نیز اس کے فرشتوں کو اور تمام خلق کو اور تم کو اپنے نفس پر کہ میں توحید الٰہی کا قایل و معتقد ہوں نیز اللہ سبحانہٗ کو گواہ بناتا ہوں۔ اور فرشتوں کو اور تم کو اپنے نفس پر کہ میں حضرت مصطفیٰ مختار و مجتبیٰ برگزیدہ خلائق و موجودات محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام لوگوں پر بشیر و نذیر بنا کر بھیجا۔ آپ اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ آپ سراج منیر یعنی شمع روشن ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر جو کچھ اتارا اس کی تبلیغ کی اور اللہ کی امانت کو آپ نے ادا کیا۔ آپ نے حجۃ الوداع آخری حج میں تمام حاضرین کے سامنے خطبہ پڑھا۔ آپ نے نصیحت کی، ڈرایا دھمکایا۔ خوشخبری دی۔ وعدہ وعید فرمایا۔ گویا آپ برسے بھی گرجے بھی۔ آپ کی نصیحت کسی سے خاص نہ تھی پر سب بحکم واحد و صمد تھا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ دیکھو کیا میں نے تبلیغ نہیں کر دی۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ۔ آپ نے تبلیغ کی سب کچھ پہنچا دیا۔ آپ نے فرمایا اللہ تو گواہ رہ۔ پھر آپ سے کہتا ہوں کہ حضرت جو کچھ خدا سے وہ احکام لائے ہیں میں اس پر ایمان لایا ہوں۔ میں اس کا مومن ہوں۔ احکام نبوی میں سے جن کو جانتا ہوں جن کو نہیں جانتا سب پر ایمان ہے۔ میں ایسا ایمان رکھتا ہوں جس میں نہ شک ہے نہ شبہ۔ میں ایمان رکھتا ہوں کہ وقت مقرر پر موت حق ہے۔ میں ایمان رکھتا ہوں کہ قبر میں منکر نکیر کا سوال حق ہے۔ اجساد کا قبروں سے بعث اور اٹھنا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے عرض اور پیش ہونا حق ہے۔ حوض کوثر حق ہے میزان حق ہے اعمال ناموں کا اڑ کر ہاتھوں میں آنا حق ہے۔ صراط پر سے گزرنا حق ہے جنت بھی حق ہے اور دوزخ بھی حق ہے

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

بعض لوگوں کا جنت میں جانا اور بعض کا دوزخ میں جانا حق ہے بروز قیامت بعض لوگوں پر کرب و بے قراری بھی حق ہے۔ بعض لوگوں کو اس پریشانی کے وقت حزن و غم نہ ہونا بھی حق ہے۔ انبیاء۔ ملائکہ اور مومنین کی شفاعت بھی حق ہے۔ ارحم الراحمین کا سب کی شفاعتوں کے بعد بعض کو دوزخ سے نکالنا بھی حق ہے۔ بعض کبیرہ گناہ کرنے والے گناہگاروں کو دوزخ میں ڈالنا پھر نکالنا بھی حق ہے۔ خواہ شفاعت سے خواہ امتنانی و احسانی سے۔ مومنین و موحدین کا جنت میں دائمی نعمتوں میں ابد الآباد رہنا بھی حق ہے۔ دوزخیوں کا ابد تک دوزخ میں رہنا بھی حق ہے۔ کتب آسمانی اور انبیاء سے جو کچھ پہنچا ہے حق ہے۔ خواہ ہم کو معلوم ہو یا نہ ہو۔ یہ میری شہادت ہے میرے نفس پر۔ یہ میری امانت ہے۔ جس کے پاس یہ امانت پہنچے۔ اگر اس سے کوئی سوال کرے تو وہ اس کو ظاہر کر دے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو تم کو اس ایمان سے نفع بخشے۔ جب ہم اس دار فانی سے انتقال کریں اس پر ثابت و قائم رکھے۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

شیخ کا فلسفہ

شیخ کے فلسفے یا تصوّف کا دارومدار ان اصول پر مبنی ہے۔

(۱) وجود بالذات حق تعالیٰ میں منحصر ہے۔ ماسوا اللہ کا وجود بالعرض ہے۔

ممکن کا بالعرض وجود (صرف) ہستی حق ہی حقیقت ہے

(۲) وجود بمعنی ما بہ الموجودیۃ عین ذات حق ہے۔ حق تعالیٰ کے سوا جتنے ہیں سب انتزاعی ہیں۔ ان کا وجود مستقل تو کجا۔ وجود انضمامی بھی نہیں ہے۔

خارج میں بے اصل وجود (صرف) علم میں ساری حقیقت ہے

(۳) اسمائے الٰہیہ نیز ممکنات لاعین ولاغیر ہیں۔ یعنی ان کا منشا ذات حق ہے۔ اور بعد انتزاع ومفہوم ہونے کے غیر ہیں۔

ذات وصفت میں علم میں غیر منشا میں عینیت ہے

(۴) علم ومعلومات حق یعنی اعیان ثابتہ کا مرتبہ قبل قدرت وارادہ ہے۔ یعنی غیر مخلوق ہیں۔

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

کُن سے پہلے جو کچھ ہے (حضرت) وہ مافوق القدرت ہے

(۵) اعیان ثابتہ و حقائق اشیا مظہرات اسمائے الٰہی کے امکانات ہیں۔ جن کو وجود خارجی کی بو تک نہیں پہنچی۔

اعیاں امکانات ہی ہیں (حضرت) الا ہیں کیا موجودیت ہے

(۶) کُن سے پہلے مراتب داخلی و الٰہی ہیں۔ اور کُن کے بعد، مراتب خارجی و مخلوقات ہیں۔

(۷) اعیان ثابتہ مخلوقات و حقائق کونیہ یعنی ممکنات پر اسما و صفات الٰہی کی تجلی ہوتی ہے۔ یا یوں کہو کہ علم کے ساتھ قدرت الٰہی ملتی ہے۔ تو ان دونوں کے ملنے سے ہر چیز نمایاں ہوتی ہے۔ وہ مخلوقات و ممکنات ہیں۔

میں سے جب کُن کہتا ہے (حضرت) حادث ساری خلقت ہے

(۸) اعیان ثابتہ و حقائق ممکنات پر ویسی ہی تجلی ہوتی ہے۔ جیسا اُن کا اقتضا ہے۔

دیتا ہے ہر اک کو حکیم جس کی جیسی لیاقت ہے
(حضرت)
وہی نمایاں ہوتا ہے جس کی جیسی فطرت ہے

(۹) حقیقت کلی پر تجلی کلی، اور حقیقت جزئی پر تجلی جزئی ہوتی ہے۔

قدر وسیع آئینہ (حضرت) ظاہر ہوتی صورت ہے

(۱۰) اعیان و حقائق کے متعلق سوال نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ایسے کیوں ہیں۔

کیونکہ سوال کی حد بھی ہے خارج اس سے حقیقت ہے

(۱۱) تقدیر کیا ہے۔ عالم میں جو کچھ نمایاں ہونے والا ہے اس کا نظام العمل یا پروگرام ہے۔

ترتیب اعیاں میں ظہور (حضرت) میں قدر و قسمت ہے

(۱۲) اسے باپیدا ہوا سبب کا نتیجہ ہے بیج کو دانہ لازم ہے تو

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

یہ استلزام ہے، کہ جبر، جبر کیا ہے۔ کسی کو اس کے افعال طبعی سے کسی خارجی قوت کا روکنا۔

استلزام نہیں ہے جبر (حسرت) جبر تو غیر کی قوت ہے

(۱۳) وجود مطلق، خیر مطلق ہے۔ اور عدم محض شر محض۔ وجود اضافی کے ساتھ عدم اضافی لگا رہتا ہے۔ لہٰذا اس سے کچھ خیر کچھ شر ظاہر ہوتا ہے۔

شریت سب عدم سے ہے ہست میں سب خیریت ہے
فہم میں جو شر آتا ہے (حسرت) مرجع اس کا اضافت ہے

(۱۴) مرکبات گو جزاً اعتباری مگر واقعی ہوتے ہیں۔ مخلوقیت مجعولیت یعنی پیدا ہونا عارض ہوتا ہے۔ مرکب یا بسائط کو۔

(۱۵) مرکب گو اعتباری ہوتا ہے۔ مگر اس کی بھی ایک طبیعت حقیقت ہوتی ہے اور اس کے لوازم و آثار ہوتے ہیں۔ جو اجزا کے آثار کے سوا ہیں۔

خلق بسیط نہیں ہوتا غیر میں مخلوقیت ہے
اجزا کے احکام ہیں اور (حسرت) کُل کی اور علامت ہے

(۱۶) علم معلوم کا تابع ہوتا ہے۔ یعنی جیسی چیز ہوتی ہے ویسا ہی خدائے تعالیٰ جانتا ہے۔ یہ کہ چیز کچھ اور ہے اور جانتا کچھ اور طرح ہے۔

(۱۷) انقلاب حقایق جائز نہیں۔ پس عدم وجود نہیں ہو سکتا نہ وجود عدم

نیست بھلا کیا ہو گا ہست (حسرت) باطل قلب حقیقت ہے

(۱۸) وجود علمی کو ثبوت اور وجود خارجی کو وجود کہتے ہیں۔ بعض دفعہ ثبوت و وجود علمی کو عدم بھی کہہ دیتے ہیں۔ لہٰذا اعیان ثابتہ جو معلومات حق ہیں۔ غیر موجود فی الخارج اور معدوم ہیں۔

(۱۹) عین ثابتہ کی استعداد کلی کے مطابق عین خارجی کے استعدادات پیدا ہوتے ہیں۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

(۲۰) حق تعالیٰ سے ہر دم و ہر لحظہ امداد وجود ہے اور ممکن و مخلوق ہر لحظہ اس کی طرف محتاج ہے۔ حق تعالیٰ قیوم السماوات والارض ہے۔

(۲۱) ظہورات و تعلقات کے حدوث سے اصل شے کا حدوث لازم نہیں آتا۔

(۲۲) شے کے دو تعین ہوتے ہیں۔ ایک تعین ذاتی، ذات کے لحاظ سے جو کبھی نہیں بدلتا۔ دوم تعین وصفی جو اوصاف کی وجہ سے بدلتا رہتا ہے۔ اس تعین کے بدلنے سے ذات کی جزئیت و تشخص پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

ترجمہ

فصوص الحکم

جزو اوّل

(۱) فصِ آدمیہ

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید فص آدمیہ

شیخ اپنے ایک ایک مقالے کو فص سے تعبیر کرتے ہیں۔ فص کے معنے ہیں نگینے اور خلا سے کے۔ جس طرح نگینے پر عبارت کندہ ہوتی ہے۔ اسی طرح ایک ایک نبی کے دل کو ایک ایک حکمت اور مسئلے اور تجلی اور انکشاف سے نسبت خاص رہتی ہے۔ فص آدمیہ میں شیخ نے مسئلہ خلافت کو بیان کیا ہے۔ تمام عالم کو بمنزلہ جسد کے فرض کرتے ہیں۔ اور تجلی اعظم اور شان الوہیت کو بمنزلہ روح کے۔ شیخ تمام عالم کو انسان کبیر سے تشبیہ دیتے ہیں۔ عالم میں جو کچھ ہے وہ مظاہر اسمائے الٰہیہ ہیں۔ انسان جب تک پیدا نہیں ہوا تھا عالم تن بے جان تھا۔ اس میں حاکمانہ شان کا مظہر نہ تھا۔ انسان پیدا ہوا تو گویا عالم کے تن میں جان آگئی۔ اور وہ مکمل انسان ہو گیا۔ جس طرح انسان میں قویٰ ہیں اور اُن کے محل ہیں۔ اسی طرح انسان کبیر یعنی عالم میں ملائکہ ہیں۔ انسان میں قوت عقلی ہے اور اُس کا مرکز دماغ ہے۔ انسان کبیر یا عالم میں بھی قوت عقلی ہے۔ اور اس کا مرکز جبرئیل ہیں انسان میں قوت حیات ہے۔ انسان کبیر میں بھی قوت حیات ہے۔ اور اس کا محل میکائیل ہیں۔ حیات کے ساتھ موت لگی ہوئی ہے۔ انسان کبیر کی موت کا مظہر عزرائیل ہیں۔ انسان میں خیال ہے۔ انسان کبیر کا خیال عالم مثال ہے۔ اور اس کا مرکز اسرافیل ہیں۔ بعض ناواقف لوگ جو ہر غیب و ملائکہ کو غیر موجود سمجھتے تھے۔ قوتوں کے محل سے انکار کرتے تھے اور ملائکہ کو صرف قوائے عقلیہ مانتے تھے۔ اور پھر شیخ کے اقوال سے استدلال بھی کرتے تھے۔

khatmenabuwat Android Application

ہر قوت خود کو دوسری قوتوں سے اعلیٰ و افضل سمجھتی ہے۔ مگر اُسے معلوم نہیں کہ
دوسری قوتیں کیا کرتی ہیں اور انسان سب پر حاکم و مدبر کرتی ہے۔ حاکم کو ان اعلیٰ و ادنیٰ سب سے نسبت و ربط
رہتا ہے۔ جزا دینا بھی اُس کا کام ہے اور سزا دینا بھی اُسی کا کام ہے۔ جب تک
جامعیت نہ ہو حکومت محال ہے۔ وہ کبھی اپنے اپنے کمالات پر خوش ہیں مثل جن و دیگر نیستی کا
شکار ہے ہیں جب حضرت انسان سے سابقہ پڑا علم کا علم سے مقابلہ ہوا۔ تو سب کو
اُس کے سامنے سر تسلیم خم کرتے بنی۔ اور انسان کا کلمہ پڑھتے ہی بنی۔

شیخ کہتے ہیں ماسوا اللہ میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو مستند الی اللہ نہ ہو مادہ
جس صورت میں آئی ہیں یہ اسماء و صفات کا پرتو ہوتا ہے۔ وہ جب کیا۔ وہ اعیان ثابتہ
ہیں۔ معلومات الٰہی کو جو علم الٰہی میں ہیں اعیان ثابتہ کہتے ہیں۔ اُن کی اصطلاح میں
وجود علمی کو ثبوت اور وجود خارجی کو وجود کہتے ہیں۔ اعیان ثابتہ کے علم میں نمایاں
ہونے کو فیض اقدس اور موجودات کے خارج ہونے کو فیض مقدس کہتے ہیں۔ فیض اقدس سے
چونکہ صرف ماہیات و حقائق علم میں نمایاں ہوتے ہیں لہٰذا اس کو جعل بسیط کہتے ہیں اور
فیض مقدس سے ماہیات اور وجود کا اقتران ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کو جعل مرکب کہتے ہیں۔
جس طرح موجودات خارجی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔ اسی طرح معلومات یا
اعیان ثابتہ بھی علم میں نمایاں ہونے میں ذات حق کے محتاج ہیں۔ صفت اپنے موصوف
کی طرف ہمیشہ محتاج ہی ہوتی ہے۔ پس مادہ بھی جو عین ثابتہ ہے محتاج الی اللہ ہے۔
اسی طرح تجلیات الٰہی بھی ذات الٰہی کے محتاج ہیں کیونکہ وہ اُس کے مناسبات ہیں۔
بعض لوگ مادے اور روح کو غیر مستند الی اللہ سمجھتے ہیں۔ اور ان کو بالذات اور مستقل
موجود کے قائل ہیں۔ مثلاً آریہ سماج۔ روح یا جبریل یا روح القدس یا تثلیث کے
کہ وہ بیٹے میں کیسے ہو سکے ہیں۔ شیخ کہتے ہیں اعیان ثابتہ و تجلیات سب اللہ
کی طرف مستند تھا اور اُسی کی ذات متعین سے متفرع و معلوم ہو گئی جو ذات
صرف منبع حق ہے۔ حقیقی مستقل ذات ہے جو مستقل میں شرک لازم آتا ہے۔
بعض صوفیہ کے محاورے میں اسم اللہ بھی ذات حق کے لیے کہا جاتا ہے چونکہ
وجود اُس کا عین ذات ہے لہٰذا اس کے مقابل صرف عدم ہے۔ ظاہر ہے کہ عدم
تو موجود ہے ہی نہیں۔ لہٰذا اللہ کا کوئی نظیر نہیں۔ اور کبھی اسم اللہ سے مراد صفات کلیہ کا

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جامع اسم مراد لیتے ہیں۔ گویا یہ اجمال ہے تمام تفصیل اسماء صفات کا۔ اُس کا مظہر اُس کی مراٰتِ امت اُس کا بندہ وہ ہے جس کی بالکل نمائش وہ ہو۔ اور تمام اسماء و صفات الٰہیہ اُن سے نمایاں و تاباں ہوں۔ ہر عین ثابتہ پر تجلی خاص ہوتی ہے۔ اور وہ اُن کے محاورے میں اُس کا رب کہلاتی ہے۔ اور عین ثابتہ اُس کا مظہر بندہ کہلاتا ہے تجلی الوہیت رب الارباب اور جامع جمیع صفات ہے۔ تو اُس کا بندہ۔ جس کا مظہر بھی عین الاعیان اور عین محمدی ہے تمام اوصاف و تجلیات الوہیت کے تفاصیل ہیں۔ تو تمام اعیان بھی عین الاعیان کے تفاصیل ہیں۔

شیخ کہتے ہیں ممکن میں بندے میں خواہ وہ کتنا ہی عظیم الشان ہو عالی مرتبہ ہو صاحب کمالات ہو مظہر اسماء صفات ہو کہ اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں نہیں پائی جاتیں۔ ایک وجوب ذاتی، موجود بالذات ہونا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے۔ عدم احتیاج ذاتی کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے۔ ممکن بندہ، اللہ تعالیٰ سے موجود ہوتا ہے۔ اس کا وجود بالعرض ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وجود بالذات ہے۔ بالعرض ہمیشہ بالذات کا محتاج رہے گا۔ ممکن حالت وجود میں بھی موجود بالعرض ہی رہے گا۔ اس کا امکان ذاتی اس کی بندگی کبھی اس سے دور نہ ہوگی۔ ورنہ انقلاب ماہیات و حقائق لازم آئے گا۔ یاد رکھو تین مفہوم ہیں۔ واجب بالذات۔ ممکن بالذات۔ ممتنع بالذات۔ واجب کا وجود ضروری ہے۔ ممتنع کا وجود محال۔ ممکن بذاتہ معدوم ہے۔ وہ وجود واجب تعالیٰ سے موجود ہوتا ہے۔ لہٰذا واجب بالذات، نہ ممکن بالذات ہو سکتا ہے نہ ممتنع۔ نہ ممکن واجب ہو سکتا ہے نہ ممتنع۔ نہ ممتنع واجب ہو سکتا ہے نہ ممکن ورنہ انقلاب حقائق لازم آئے گا۔ بہرحال ممکن اور بندے سے وجوب ذاتی و استغنائے ذاتی کبھی نمایاں نہ ہوں گے۔ بندہ ہمیشہ سر افگندہ۔

العبد وما ملکت یداہ لمولاہ

شیخ فرماتے ہیں۔ کمالات، وجود واجب تعالیٰ کی وجہ سے نمایاں ہوتے ہیں۔ نقائص، عدم اور امکان ذاتی کا تقاضا ہیں۔ تو بندے کو چاہیے عیوب و نقائص میں

ے یہ اہل تصوف کے محاورے ہیں اس سے واقف رہنا ضروری ہے۔

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

خود کو اللہ کی سپرد نہ کرے اور ذات حق تک نقائص کو پہنچنے نہ دے اور کمالات و محاسن ذات حق کو اپنی سپرد نہ کرے۔ یعنی کمالات کو اُس کی طرف منسوب کرے الیہ یصعد الکلم الطیب الحمد للہ رب العالمین۔ ما اصابک من حسنۃ فمن اللہ وما اصابک من سیئۃ فمن نفسک۔ سجدہ کو مری بندگی مبارک ۔ تجھ کو تری شان کبریائی۔

اس فص سے شیخ کا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو پہچانیں۔ اور حق تعالیٰ کی طرف راہ نکالیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ فانساھم انفسھم یعنی ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو خدا کو بھول گئے۔ تو خدا نے اُن سے خود اُن کے نفسوں کو بھلا دیا۔ یعنی معرفت نفس سے محروم ہو گئے۔ مشہور قول ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ یعنی خود شناسی ہی خدا شناسی ہے جس نے خود کو جتنا جانا اُتنا ہی اپنے رب کو جانا۔ ذرا غور کرو اگر وجود ہمارا ذاتی ہوتا تو ہمیشہ ہم کو لازم رہتا۔ کیونکہ ذات سے ذاتیات جدا و منفک نہیں ہو سکتے حالانکہ ہم بین العدمین ہیں۔ یعنی دو عدم کے درمیان ہیں پہلے بھی معدوم تھے اور چند روز کے بعد پھر معدوم ہوں گے۔ جب وجود ہمارے لئے ذاتی نہیں ہے بلکہ بالعرض ہے تو کوئی بالذات موجود ہونا چاہیے۔ ورنہ تسلسل اور وجود بالعرض کا بغیر بالذات کے لازم آئے گا۔ وہ موجود بالذات اللہ ہی ہے۔ مادے اور جسد کی شان نے علم نہیں ہے۔ ارادہ نہیں ہے۔ آجکل مادے کی سنت بتلائی جاتی ہے استمرار یعنی مادہ متحرک ہے تو ہمیشہ متحرک رہے گا جب تک کوئی اس کو ساکن نہ کرے۔ ساکن ہے تو ہمیشہ ساکن رہے گا جب تک کہ کوئی اس کو متحرک نہ کرے۔ جب مادے کی یہ حالت ہو تو پھر مادہ میں حرکت کہاں سے آئی۔ ضرور محرک غیر مادہ ہے۔ غیر مادی ہے۔ جب ہم غیر مادی ہیں تو خدائے تعالیٰ بھی غیر مادی ہوگا۔ مات ان سائنس سے پہلے یہ مفروضہ کار فرما تھا کہ مادہ قدیم ہے اب یہ تسلیم ہے کہ قدیم مادہ گل جاتا ہے اور غذا وغیرہ سے نیا مادہ بنتا جاتا ہے۔ مگر یہی اطمینان رہتی ہے۔ میری معلومات علوم بھی پرانے مادہ سے وہ فنا نہیں ہوتے۔ لہٰذا میں مادی نہیں ہوں تو میرا رب کیونکر مادی ہوگا۔ جب مادی وجود کا آثر صفات مادہ سے منزہ و پاک ہوگا۔

ہمارے جسد کی طرف ایک روح مدبر ہے۔ تو تمام عالم کی بھی ضرور ایک

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

ذات واجبہ مدبر ہے۔ بہرحال ہمارے عجز سے اُس کی قدرت کا، ہمارے جہل سے اُس کے علم کا۔ ہماری بیدگی و موت سے اُس کی حیات کا۔ ہمارے عدم سے اُس کے وجود کا پتا ملتا ہے۔

امام ابو حامد غزالی فرماتے ہیں۔ کہ بغیر معرفت نفس کے ہم وجود باری پر استدلال کر سکتے ہیں۔ اور آپ نے وہ دلائل بیان فرمائے جو اثبات واجب میں پیش کیے جاتے ہیں۔ شیخ فرماتے ہیں کہ ان دلائل سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ ایک ذات حقہ ہے۔ ایک واجب الوجود ہے۔ مگر اُس کے اسماء صفات اور تفصیلات کا پتا اُس وقت تک نہیں ملتا۔ جب تک خود پر غور و کرے۔ وفی انفسکم افلا تبصرون ط۔

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

ترجمہ فص آدمیہ

خدا کے اسمائے حسنیٰ بے حد و بے حساب ہیں۔ خدائے تعالیٰ نے چاہا کہ اعیانِ اسماء۔ اور حقائق اور صور علمیہ کو ملاحظہ فرمائے۔ یا یوں کہو۔ کہ خدا نے آپ کو ملاحظہ فرمائے۔ مگر کس طرح۔ ایک موجود معائن میں جو جامع ہو اسرار کا اور مظہر تام ہو اسمائے الٰہیہ کا ایسا ملاحظہ کریں؟ اس لیے کہ کسی کا اپنے آپ کو خود ہی اپنے میں دیکھنا ایسا نہیں جیسا کہ اپنے آپ کو آئینے میں دیکھنا۔ یہ ملاحظہ تجلی کے حسب حیثیت ہوگا۔ جو سامنے پیش نظر ہو۔ یہ ملاحظہ گو ہوتا ہے جب تک آئینہ ہو وہ اپنی تجلی نہ ڈالتا ہو آئینے سے اس کا انعکاس و ظہور ہوتا ہے

جلوۂ وسیع آئینہ ہما آئینہ گر ظاہر (حق) بنگر آئینہ خادمی تماشا ہے

خدائے تعالیٰ نے انسان کے پیدا کرنے سے پہلے تمام عالم کو پیدا کیا تھا۔ مگر یہ عالم کیسا تھا۔ ہر طرح ٹھیک تھا لیکن تن بے جان تھا۔ آئینہ بے آب تھا۔ جلا شدہ نہ تھا

یاد رکھو کہ یہ عادت الٰہی ہے۔ یہی حکم الٰہی کی شان ہے کہ وہ جب کسی محل کو مستوی اور درست کر لیتا ہے اور اس میں تجلی قبول کرنے کی قابلیت آجاتی ہے۔ تو اس پر تجلی فرماتا ہے۔ اس محل میں تجلی (ان) ہی کو نفخ روح کہتے ہیں۔ پھر نفخ کے بعد کیا ہوتا ہے وہ مستوی اور مستعد کیا ہوا محل اپنی استعداد میں ترقی کرتا ہے ہر کہ تازہ بتازہ

[illegible]

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جعل

تجلی علم بزل حالی حال کو قبول کرتا ہے۔ اللہ قدیم ہے۔ اس کی تجلیات اسماء و صفات سب قدیم ہیں۔ اور مستند الی اللہ ہیں۔ تسویہ یعنی درست کرنا۔ ٹھیک بنانا بھی اللہ کا فعل ہے۔ اور اسی کی طرف مستند ہے۔ پھر غیر مستند الی اللہ ہے کون؟ کیا وہ جو قابل ہے یعنی جو تجلیات الٰہیہ کو قبول کرتا ہے؟ نہیں، کوئی غیر مستند الی اللہ نہیں قابل تو یعنی ثابتہ معلوم الٰہی و صورت علمیہ حق جل جلالہ ہے۔ پس یہ بھی ازل سے ثابت و نمایاں فی علم اللہ ہے۔ غرض کہ عالم میں جو کچھ ہے۔ اس کی ابتدا بھی حق تعالیٰ سے ہے۔ اور اس کی انتہا بھی حق تعالیٰ پہ ہے۔ جس طرح وہ سب کا مرجع ہے۔ اسی طرح وہ سب کا مبدا بھی ہے۔

جب یہ عالم بغیر آدم کے وجود کے آئینہ بے جلا تھا۔ تو امر الٰہی کا اقتضا ہوا کہ آئینۂ عالم کو جلا دی جائے۔ آدم ہی آئینۂ عالم کی جلا تھا اور جسم عالم کے لیے مثل جان تھا۔ آدم سے پہلے ملائکہ بھی تو تھے۔ کیا وہ جان عالم یعنی مدبر عالم نہ تھے۔ نہیں۔ جان تن کے تمام قویٰ پر حاکم ہوتی ہے۔ جسم عالم کو قوم یعنی عرفا کی اصطلاح میں انسان کبیر اور جسم انسان کو انسان صغیر، یا عالم کو عالم کبیر اور انسان کو عالم صغیر کہتے ہیں۔ ملائکہ انسان کبیر یعنی عالم کے لیے مراکز قویٰ ہیں یعنی قوتوں کے محل ہیں جیسے جسم انسان میں قوائے روحانیہ و جسمیہ کے مرکز و محل۔ ہر ایک قوت کا مرکز اپنے سوا دوسری قوت کے مرکز سے ناواقف ہے۔ اور اپنے آپ کو سب سے افضل و اعلیٰ جانتا۔ اور ہر ایک کو منصب عالی و منزل رفیع کا اہل و مستحق سمجھتا ہے۔ اسی طرح انسان کبیر کی قوتوں کے محل یعنی ملائکہ عالم ایک دوسرے کے کمالات سے اور جامع کل یعنی حضرت انسان کے کمالات سے بے خبر ہیں۔ اور اپنی افضلیت کے مدعی ہیں۔

اب ذرا فطرت انسانی پر غور کرو۔ اس میں کیا کیا ودیعت ہے۔ وہ مظہر تام ہے شان الوہیت کا۔ وہ جامع ہے صفات کمالیہ کا۔ جس کو واحدیت کہتے ہیں۔ اس میں حقیقۃ الحقائق یعنی مرتبۂ احدیت کی بے رنگی و تنزیہ بھی ہے۔ اس میں خلقت عنصری و مادی کے لوازم بھی داخل ہیں۔ جو اوصاف و کمالات انسانی کے حامل ہیں یہاں تک کہ اس میں طبیعت انسان کبیر یعنی عالم کے اقتضا کے مطابق بن جانا بھی شامل ہے۔ اس میں طبیعت عالم کی تمام قابلیتوں کو حاوی ہونے کی صلاحیت بھی ہے عام اس سے کہ

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

چنانچہ یہ قابلیتیں اعلیٰ ہوں یا اسفل۔ اور اس مسئلے کو یعنی انسان کامل کے مظہر تام و تجلی گاہ و تجلی اکمال ہونے کو کسی کی عقل۔ نظر و فکر نہیں جان سکتی۔ بلکہ اس قسم کا ادراک صرف کشف الٰہی سے ہوتا ہے۔ کشف الٰہی سے معلوم ہوتا ہے کہ صور عالم کو قبول کنندہ ارواح عالم ہیں۔ ان کی اصل کیا ہے۔

اس خلقت جامع و مظہر تام کو انسان و خلیفہ کا نام دیا گیا۔ انسان کا نام ایسا لیے رکھا گیا کہ انسان، مردمک چشم اور آنکھ کی پتلی کو کہتے ہیں چونکہ انسان کی نشأت و خلقت، تمام تفصیلات کو تام شامل ہے۔ اور تمام حقائق عالم کو حاوی ہے اور وہ حق تعالیٰ کے لیے بلا تشبیہ ایسا ہے جیسے آنکھ کی پتلی۔ پتلی ہی سے دیکھا جاتا ہے۔ اور اسی کو بصر کہتے ہیں۔ اسی لیے اس خلقت جامع کا نام انسان رکھا گیا۔ گویا کہ انسان ہی کے توسط سے حق تعالیٰ اپنی مخلوقات کو ملاحظہ فرماتا ہے۔ اور اس پر رحم فرماتا ہے۔ اور اس کو وجود عطا کرتا ہے۔ کیونکہ مقصود تخلیق انسان ہی ہے ؎

مقصود خلق جہاں مرآت اسماء و صفات   زینت ملوے سفید و افسر شاہا دہم
آفتاب تو فرخ فن زیب و رنگ قبی (شعر)   زر چشم صاحب خانہ چراغ خانہ ہم

پس حقیقت کلیہ انسانیہ باعتبار خارج اور افراد کے حادث ہے۔ اور باعتبار علم الٰہی کے ازلی و ابدی و دائمی ہے۔ اور ایک ایسا کلمہ ہے جو فاصل و جامع ہے تفصیلی بھی ہے اور اجمالی بھی۔

انسان کے وجود سے عالم تام و مکمل ہوا۔ عالم میں انسان ایسا ہے جیسے انگشتری میں نگینہ۔ یہ معلوم ہے کہ نگینے پر نقش و علامت شاہی کندہ ہوتی ہے۔ اسی نقش و علامت سے بادشاہ اپنے خزانوں پر مہر کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان خلیفہ کہلاتا ہے۔ خیال رکھو کہ آدم سے اور انسان سے مراد انسان کلی۔ تجلی اعظم شان الوہیت ہے۔ جس کے مظاہر انسان جزئی ہیں۔ انسان ہائے جزئی میں بھی بعض مظہر ناقص ہوتے ہیں۔ ہر زمانے میں صرف ایک ہی مظہر تام ہوتا ہے۔ جس کو غوث یا قطب زمان کہتے ہیں۔ انسان سے خدا تعالیٰ عالم اور خلق کی حفاظت کرتا ہے جس طرح کہ مہر شاہی سے خزانوں شاہی کی حفاظت کی جاتی ہے جب تک خزانوں پر مہر شاہی رہتی ہے۔ کسی کو جرأت نہیں رہتی کہ ان کو بے اذن و اجازت شاہی کھول سکے۔ پس حق تعالیٰ نے انسان کو حفظ عالم میں اپنا

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جاعل

خلیفہ بنایا جب تک انسان کامل جو مرکز نظر الٰہی ہے۔ عالم میں موجود ہے۔ عالم بربادی و تباہی سے محفوظ اور قائم ہے۔ تم ہمیشہ دیکھتے رہتے ہو کہ مہر ٹوٹ جاتی ہے تو خزانے میں جو کچھ رہتا ہے نکل جاتا ہے۔ اور دوسری جگہ منتقل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب مہر شاہی (یعنی انسان کامل جو خزانۂ دنیا پر بطور مہر کے ہے) زائل اور معدوم ہو جائے گی تو اس میں جو کچھ رکھا گیا تھا کچھ بھی باقی نہ رہے گا۔ بعض اسی جگہ ادھر اُدھر ہو جائے گا وہ سب آپس میں مل جائیں گے اور تجلیات الٰہی جو دنیا پر ہوتے تھے وہ سب آخرت میں منتقل ہو جائیں گے۔ اور انسان کامل منتقل ہو کر خزانۂ آخرت پر ابدی ختم اور مہر ہو جائے گا۔

چونکہ صور علمیہ میں اسمائے الٰہیہ میں جو کچھ ہے اس نشأت انسانیہ میں ظاہر ہے اس لیے انسان نے اپنے وجود جامعی کے سبب سے رتبۂ احاطہ و جمع حاصل کر لیا ہے یعنی انسان اسمائے حق تعالیٰ کا مظہر تام و جامع ہے۔ انسان کی اس جامعیت ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی حجت ملائکہ پر قائم ہوئی۔

اس بات کو خوب یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے غیر کا قصہ بیان کر کے تم کو پند و نصیحت کی ہے کہ اپنی استعداد سے زیادہ کا ادعا نہ کرو اور اپنے آپ کو دوسروں سے افضل نہ سمجھو۔ اے طالب غور کر کہ یہ بلا کہاں سے آئی۔ اور کس پر آئی۔ ملائکہ کو کیا خبر تھی کہ اس خلیفہ کی خلقت میں کیا کیا ودیعت ہے۔ فرشتوں کو کیا معلوم کہ حق تعالیٰ کی عبادت ذاتی کس طرح کی جاتی ہے۔ کیونکہ ہر شخص حق تعالیٰ کی وہی عبادت کرتا ہے جو اس کی ذات کا تقاضا ہے۔ ملائکہ کو حقیقت آدمیہ کی جامعیت یعنی تجلی اسم اعظم کہاں نصیب جو تمام اسما کو جامع ہے۔ ملائکہ تام و جامع نہیں ہے۔ ان اسما کے ساتھ بھی جو انہی ملائکہ سے خاص تھے۔ اور وہ ان اسما کے واسطہ و علم سے حضرت حق کی تسبیح و تقدیس کرتے تھے۔

ملائکہ کیا جانتے تھے کہ حق تعالیٰ کے ایسے اسما بھی ہیں جن کا علم ان تک پہنچا نہیں۔ اور نہ ملائکہ نے ان کے توسط و معرفت سے حضرت حق کی تسبیح و تقدیس کی ہے۔ ان ناواقفیتوں کا نتیجہ ہے کہ انسان پر ملائکہ نے اعتراض کیا۔ اور اپنی فضیلت کا ادعا کیا۔ ان کے اس حال نے ان پر اپنا حکم چلایا اور معاملہ ان کی

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

خلقت عنصری کو دیکھ کر کہہ اُٹھے۔ اتجعل فیہا من یفسد فیہا (کیا تو زمین میں ایسے کو جدا مثل
خلیفہ بناتا ہے جو اس میں فساد کرے گا)۔

کیا ملک میری حقیقت کو سمجھتے غلطی ان کا اُستاد و سجاد و مصلا ہوں میں

بیشک یہ بھی نزاع ہے۔ اور آدم کے حق میں ان ملائکہ نے جو کچھ کہا تھا، وہی تو ہے جو حق تعالیٰ کے ساتھ کر رہے ہیں (یعنی نزاع)۔ اگر ان ملائکہ کی فطرت مقتضیات سے یہ بات پیدا ہوئی تو آدم کے حق میں جو کچھ کہا تھا وہ کہتے۔ مگر کیا کرتے ان کو شعور نہ تھا۔ اگر ان کو اپنی حقیقت کی معرفت ہوتی۔ تو جانتے۔ اور جانتے تو نزاع سے محفوظ رہتے۔ پھر انھوں نے آدم پر جرح کرنے میں بس نہیں کیا یہاں تک کہ اپنی تقدیس و تسبیح کی فضیلت کا دعویٰ کر دیا۔ حالانکہ آدم ایسے اسماء سے بھی واقف تھے، جن کا ملائکہ کو علم تک نہ تھا۔ ملائکہ نے ان اسماء کے توسط سے تسبیح کی نہ تقدیس جیسی کہ آدم نے کی تھی۔

خدائے تعالیٰ نے فرشتوں کا قصہ ہمارے سامنے اس لیے بیان فرمایا کہ ہم ساحت قرب سے دور نہ ہوں۔ اور خدائے تعالیٰ کا ادب کرنا سیکھیں جن اسمائے الہیہ کا علم و تحقیق بھی ہو تو ان کے احاطہ و تقیید کا ادعا کریں۔ پھر ایسے امور کے متعلق ہماری کس طرح درست ہو سکتے ہیں جن کا علم و تحقیق ہم کو کبھی ہوا ہی نہیں۔ اس کا انجام رسوائی اور فضیحت ہے۔ غرضکہ حق تعالیٰ معرفت اور ادب کی تعلیم اپنے با ادب و باکمالات خلفا کو دے رہا ہے۔ اب ہم پھر حکمت الٰہیہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور کہتے ہیں

واضح ہو کہ امور کلیہ موجود خارجی نہیں ہیں۔ بلکہ وہ معقول و معلوم ہیں۔ اور ذہن و علم میں موجود ہیں۔ اور ہمیشہ باطن ہی میں رہیں گے کبھی وجود ذہنی سے نکل کر وجود خارجی نہ پا سکیں گے مگر اس کے باوجود ان کا تمام موجودات خارجیہ پر حکم و اثر ہے۔ بلکہ امور کلیہ، عین موجودات خارجیہ ہیں۔ اور انہی سے منتزع و مفہوم و موجود ہیں یعنی امور موجودات خارجہ سے ذوات و اعیان خارجیہ ہیں۔ گو کہ وہ امور کلیہ فی نفسہا معقول اور موجود فی الذہن ہونے سے جدا نہیں ہوئے۔ یہ امور کلیہ اپنے منشا اور منتزع عنہ کے لحاظ سے ظاہر ہیں۔ اور موجودات خارجیہ معقولیت اور موجود فی الذہن اور معلوم ہونے کے لحاظ سے باطن ہیں۔ پس امر کلی و موجود خارجی میں باہم استناد و نسبت ہے۔ امر کلی، موجود خارجی کا

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو اوّل

وجود و ترتب اثر میں محتاج ہے۔ اور موجود خارجی، امر کلی کا تعقل و فہم میں محتاج ہے۔ امر کلی سے ارتباط اور اس سے نسبت پیدا کرنے سے موجود خارجی پر گوناگوں آثار پیدا ہوتے ہیں۔ اور امر کلی موجود فی الخارج معلوم ہوتا ہے۔ مگر وہ ایسا موجود فی الخارج ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اس نے وجود ذہنی سے منتقل ہو کر وجود خارجی لیا ہو۔ یہ حکم عام ہے خواہ موجود خارجی موقت و زمانی ہو یا غیر موقت و غیر زمانی یعنی ممکن ہو یا واجب۔ مخلوق ہو یا غیر مخلوق۔ غرضکہ امر کلی کو سب سے ایک ہی نسبت ہے۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مجردات کو جو حقیقت میں جزئی ہی ہوں۔ ان کے مظاہر کے لحاظ سے کلی کہہ دیتے ہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ موجودات خارجی کے اقتضا کے مطابق اس امر کلی کو نسبتیں لاحق ہوتی ہیں۔ جیسے علم کی نسبت عالم کی طرف، اور حیات کی نسبت حی کی طرف۔ یہ معلوم ہے، کہ حیات ایک عقلی حقیقت ہے، اور علم بھی ایک معقول حقیقت ہے۔ اور حقیقت علم حقیقت حیات سے ممتاز اور جدا ہے جس طرح کہ حقیقت حیات، حقیقت علم سے ممیز ہے۔ جب یہ معلوم ہو چکا تو اب ہم کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے لیے علم و حیات ثابت ہیں۔ لہٰذا وہ عالم بھی ہے اور حی بھی۔ فرشتے کے لیے بھی کہتے ہیں کہ اس کے لیے علم و حیات ثابت ہے، اور وہ عالم و حی ہے، اسی طرح انسان کے لیے علم و حیات ثابت ہے اور وہ عالم و حی ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ علم، ایک حقیقت ہے۔ اور حیات بھی ایک حقیقت ہے۔ اور علم و حیات کو عالم و حی سے ایک ہی نسبت ہے۔ اس کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ علم حق قدیم ہے۔ اور علم انسان حادث ہے۔ ذرا غور کرو کہ اس اضافت و نسبت نے اس حقیقت معلوم پر کیا کیا احکام لگائے اور معقولات و موجودات خارجیہ کے ارتباط پر بھی غور و نظر کرو کہ علم نے اپنے موصوف پر عالم ہونے کا حکم لگا دیا۔ تو موصوف نے بھی علم پر حکم لگا دیا کہ وہ حادث میں حادث ہے اور قدیم میں قدیم۔ پس امر کلی و موجود خارجی دونوں ایک دوسرے پر محکوم بھی ہیں اور محکوم علیہ بھی۔ یہ بات معلوم ہے کہ امور کلیہ اگرچہ معقول ہیں۔ مگر خارج میں معدوم ہیں۔ اور موجود خارجی پر حکم لگانے میں موجود ہیں، اور جب موجود خارجی کی طرف امور کلیہ کی نسبت کی جاتی ہے تو

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

ان امور کلیہ پر بھی اعیان موجودہ یعنی موجودات خارجیہ سے احکام لگ جاتے ہیں مگر امور کلیہ نے تفصیل کو قبول کیا نہ تجزی و تقسیم کو۔ یہ باتیں امور کلیہ پر محال ہیں کیونکہ وہ بتمامہا موصوف میں موجود ہیں۔ یہ نہیں کہ ان کا کچھ حصہ کسی موصوف میں موجود نہیں۔ جیسے انسانیت کہ اپنی نوع خاص کے تمام افراد میں موجود ہے۔ انفصال و تعدد اشخاص سے انسانیت میں نہ انفصال پیدا ہوا نہ تعدد بلکہ معقول کی معقول ہی رہی۔ جب موجود خارجی و غیر خارجی یعنی امور کلیہ میں ارتباط پایا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ عدمی ہیں۔ بالذات خارج میں موجود نہیں۔ تو بعض موجودات خارجیہ کا ارتباط بعض سے تو زیادہ قابل قبول و تسلیم ہے کیونکہ موجودات خارجیہ میں ایک جامع تو ہے یعنی وجود خارجی۔ اور امر کلی عقلی و موجود خارجی میں کوئی شے مشترک نہیں۔ بغیر جامع کے ارتباط پایا جا سکتا ہے تو وجود جامع کی صورت میں ارتباط کا ہونا اقویٰ و احق ہے۔ یہ بات بے شک و شبہ ثابت ہے کہ محدث یعنی حادث کا حدوث اور اس کا افتقار و احتیاج موجد و محدث کی طرف ثابت ہے۔ کیونکہ حادث کی ذات میں امکان ہوتا ہے۔ اور امکان ہی باعث احتیاج ہوتا ہے تو حادث و ممکن اپنے غیر یعنی موجد سے مرتبط اور اس کی طرف مستند ہو گا۔ یہ ارتباط یعنی افتقار و احتیاج دائمی کے طور پر ہے وہ غیر یعنی موجد جس کی طرف ممکن کو احتیاج ہے کیسا ہو گا۔ بالذات واجب الوجود ہو گا اپنے وجود ذاتی میں غنی ہو گا کسی کا محتاج نہ ہو گا۔ کیونکہ موجد ہی نے بذاتہ اس حادث کو وجود بخشا ہے۔ تو حادث و ممکن جب واجب الوجود کی طرف منسوب ہو گا تو وہ بھی واجب الوجود ہو گا مگر بالغیر۔ یاد رکھو کہ ہمیشہ موثر و اثر میں مناسبت و مشابہت ہوتی ہے دیکھو ثمرہ اور اس کے تخم میں۔ باپ اور بیٹے میں مشابہت ہوتی ہے۔ الولد سر لابیہ۔ وکل اناء یترشح بما فیہ چونکہ ممکن کا استناد ذات واجب کی طرف ہے جس سے وہ ظاہر ہوا ہے تو ممکن ذات واجب ہی کی صورت پر ہو گا۔ اور جو اسماء صفات واجب الوجود میں ہیں۔ ممکن الوجود میں بھی ہوں گے البتہ وجوب ذاتی ممکن بالذات میں نہ ہو گا۔ ورنہ انقلاب ماہیت لازم آئے گا۔ جو محال اور کسی طرح صحیح نہیں ہے بلکہ ممکن بعد اخذ وجود واجب الوجود ہو جاتا ہے مگر اس کا وجوب بالغیر ہے بنفسہ نہیں ہے۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو اول

جب واقعہ یہ ٹھیرا کہ اثر موثر کے مناسب ہوتا ہے اور حادث واجب کی صورت پر رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے متعلق علم حاصل کرنے کے لیے حادث میں غور و فکر کرنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا سنریہم ایتنا فی الآفاق وفی انفسہم حتی یتبین لہم انہ الحق اور فرمایا وفی انفسہم افلا تبصرون۔ اور ذکر فرمایا کہ اُس نے ہم کو حادث میں اپنی آیات و نشانیاں دکھائیں پس ہم نے اپنی صفات سے معرفت حق پر استدلال کیا پس وہی صفت حق تعالیٰ کے لیے ثابت کی جو ہم میں تھی بجز وجوب ذاتی و وجود ذاتی کے جو حق تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے جب ہم نے حق کو اپنے نفوس سے اور اپنے سے پیدا ہونے والے دلائل سے جان لیا تو جن چیزوں کو ہم اپنی طرف نسبت کرتے ہیں ان کی ذات حق کی طرف بھی نسبت کی اسی طرح مترجمین الٰہی یعنی انبیا کی زبانوں سے اخبار عن الٰہیہ وارد ہوئے ہیں پس حق تعالیٰ نے ہماری تفہیم کے لیے اپنے آپ کو ہماری صفات سے بیان فرمایا۔ ید اللہ فوق ایدیہم اینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ ان اللہ خلق آدم علی صورتہ۔ مرضت فلم تعدنی وغیرہا پس جب ہم نے حق کو دیکھا تو ہمیں کو دیکھا اور اُس نے جب اپنے آپ کو دیکھا تو ہم کو دیکھا۔

اس میں شک نہیں کہ اہل عالم انواع و اشخاص کے اعتبار سے کثیر ہیں۔ مگر کہ ایک حقیقت اُن کو جمع کرتی ہے۔ اور ہم یہ بھی قطعاً جانتے ہیں کہ کوئی امر فارق اور مابہ الامتیاز بھی ہے جس سے بعض اشخاص بعض سے ممیز ہوتے ہیں اگر یہ مابہ الامتیاز نہ ہوتا تو وحدت میں کثرت ہی نہ ہوتی۔ پس یہی حال افراد انسان کا بھی ہے۔ اگرچہ حق تعالیٰ نے ہم کو ان تمام اوصاف کے ساتھ بیان فرمایا جن سے اُس نے خود اپنے کو بیان کیا۔ مگر یہاں بھی ایک امتیاز باقی ہے۔ اور وہ ہمارا حق تعالیٰ کی طرف وجود میں محتاج ہونا ہے اور ہمارے وجود کا حق تعالیٰ پر موقوف رہنا ہے۔ کیونکہ ہم ممکن ہیں اور وہ اپنے وجود میں ہمارا محتاج نہیں۔ اسی بے نیازی کی وجہ سے حق تعالیٰ کے لیے ازل اور قدم ثابت ہیں۔ اور وہ اوّلیت منتفی ہے جو عدم کے بعد ابتدائے وجود کے معنی میں ہے۔ اسی بے نیازی قدم کی وجہ سے حق تعالیٰ کو آخر بھی کہتے ہیں۔ اگر حق تعالیٰ کی اوّلیت ایسی ہوتی جیسے مقیدات یعنی ممکنات کی اوّلیت

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

ہوتی ہے تو حق تعالیٰ آخر نہ ہو سکتا۔ ممکنات کے لحاظ سے ہی ہی۔ کیونکہ ممکن کا آخر نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ممکنات غیر متناہی ہیں تو اُن کا آخر کس طرح ہوگا۔ خدائے تعالیٰ کو آخر اس لیے کہتے ہیں کہ ہر کام ہر چیز جو ہماری طرف منسوب ہے اُس کا مرجع حق تعالیٰ ہے پس وہ آخر ہے عین اوّلیت میں اور اوّل ہے عین آخریت میں ؂

تو اوّل و بے بدایت ترا   تو آخر و بے نہایت ترا

یہ بات بھی مخفی نہ رہے کہ حق تعالیٰ نے اپنی توصیف کی ہے کہ وہ ظاہر و باطن ہے لہٰذا اُس نے عالم کو بھی عالم غیب و عالم شہادت بنایا۔ تاکہ ہم باطن حق کو اپنے غیب سے اور ظاہر حق کو اپنی شہادت سے ادراک کریں۔ حق تعالیٰ نے اپنے نفس کی توصیف کی غضب و رضا سے۔ لہٰذا عالم کو صاحب خوف و رجا پیدا کیا۔ کہ ہم غضب خداوندی سے ڈریں۔ اور بُرے کام نہ کریں۔ اور رضا سے امید رکھیں اور نیک کام کریں۔ خدائے تعالیٰ نے اپنے نفس کی توصیف کی کہ وہ صاحب جمال و جلال ہے لہٰذا اُس نے ہم کو ہیبت و اُنس پہ پیدا کیا۔ اسی طرح اُن تمام اوصاف کا حال ہے جو حق تعالیٰ کی طرف منسوب اور حق تعالیٰ کے اسماء ہیں۔ انسان کامل جامع حقائق و مفردات عالم ہے اس کی تخلیق میں حق تعالیٰ کی صفت جمال و جلال دونوں نے توجہ کی انہی صفات جمال و جلال کو حق تعالیٰ نے دو ہاتھوں سے تعبیر کیا جن سے آدم بنایا گیا۔ پس یہی وجہ ہے کہ عالم ظاہر ہے۔ اور خلیفہ غیب و باطن ہے۔ اسی لیے سلطان پردوں میں چھپا ہوا رہتا ہے۔ حق تعالیٰ نے اپنی توصیف کی کہ وہ حجاب ہائے نور و ظلمت میں پوشیدہ ہے۔ حجاب ہائے ظلمانیہ کیا ہیں۔ اجسام طبیعیہ اور حجاب ہائے نور کیا ہیں۔ ارواح لطیفہ و تجلیات اسمائیہ۔ اسی طرح عالم کثیف بھی ہے اور لطیف بھی۔ خود عالم ذات حق پر ایک حجاب ہے۔ لہٰذا حق تعالیٰ کو ایسا ادراک نہیں کر سکتا جیسا کہ وہ خود اپنے آپ کو ادراک کرتا ہے۔ پس عالم ہمیشہ ایسے حجاب میں رہے گا جو کبھی نہ اُٹھے گا کیونکہ وہ اپنی احتیاج ذاتی و افتقار کی وجہ سے اپنے موجد کو اپنا غیر جانتا ہے۔

طلب محبوب کی لازم اور اُس کو دو مہجوری (مترجم) خیال لقا بھی ہے بیہودہ بات ہے

اور وجوب ذاتی جو حق تعالیٰ کا خاصہ ہے اُس میں ممکن کا کوئی حصہ نہیں ہے لہٰذا

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جدا کامل

حق تعالیٰ ورا ما الورا ثم ورا ورا الورا ہے اور رہے گا۔ اور ممکن کبھی تنزیہ ذات حق کو ادراک نہ کر سکے گا۔ پس ممکن کو دائماً ابداً حق جل جلالہٗ بحیثیت تنزیہ معلوم بعلم ذوق و شہود نہ ہوگا۔ کیونکہ میدان تنزیہ میں حادث۔ ممکن۔ خلق کی رسائی نہیں۔ مختصر یہ کہ حق تعالیٰ نے آدم کی تخلیق میں اپنے دونوں ہاتھ یعنی جلال و جمال کو لگا کر امتیاز و شرف عطا فرمایا۔ اس لیے حق تعالیٰ نے ابلیس سے کہا۔ ما منعک ان تسجد لما خلقت بیدی۔ تجھے کس چیز نے روکا کہ اس کو سجدہ کرے جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا۔ اس سے کیا مراد ہے۔ آدم کا صورت عالم صورت حق کو جامع ہونا ہے۔ یہی تو ہیں دونوں ہاتھ حق تعالیٰ کے۔ ابلیس عالم کا ایک جزو ہے۔ اس کو ایسی جامعیت کہاں۔ اسی جامعیت کی وجہ سے آدم خلیفہ ہوا۔ اگر کوئی شخص جس بات میں خلیفہ ہوا ہے۔ اپنے مستخلف اور خلیفہ بنانے والے کی صورت میں ظاہر نہ ہو تو وہ خلیفہ ہی کیا ہوا۔ اگر خلیفہ کے پاس وہ تمام چیزیں نہ ہوں جس کی رعایا کو ضرورت ہے تو وہ خلیفہ ہی کیا ہوا۔ خلیفہ کی طرف تمام رعایا رجوع کرتی ہے تو ان کی ضرورتوں کا پورا کرنا بھی خلیفہ کا کام ہے۔ جامعیت ہی کی وجہ سے صرف انسان کامل کے لیے خلافت صحیح ہوئی۔ اسی حکمت سے حق تعالیٰ نے ظاہری صورت عالم کو حقائق عالم سے اور اس کی باطنی صورت کو اپنی صورت کے مطابق بنایا۔ اس لیے انسان کامل کے حق میں فرمایا کنت سمعہٗ وبصرہٗ۔ میں انسان کامل کی سماعت و بصارت ہو جاتا ہوں۔ اور یہ نہیں فرمایا۔ میں اس کی آنکھ اور کان بھی ہو جاتا ہوں۔ کیونکہ سمع و بصر باطنی امور ہیں۔ اور آنکھ اور کان ظاہری امور ہیں۔ اسی لیے صورت ظاہری و باطنی میں فرق فرمایا۔ یہی حال ہے حق تعالیٰ کا ہر موجود میں موجودات عالم سے۔ مگر اس کی حقیقت استعداد اور اس کے اقتضا کے موافق کسی موجود میں وہ جامعیت نہیں ہے۔ جو اس خلیفہ یعنی انسان کامل میں ہے۔ اگر حق تعالیٰ اپنی صورت یعنی اسماء صفات کے ساتھ عالم میں سرایت نہ فرماتا۔ تو عالم موجود ہی نہ ہوتا۔ اسی طرح ان کے ارتباط کی وجہ سے عالم اپنے وجود میں حق تعالیٰ کی طرف محتاج ہے۔ ہر ایک کو دوسرے کی طرف

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

احتیاج ہے۔ کوئی مستغنی نہیں۔ واجب تعالیٰ اظہار کمالات اسماء و صفات میں جلد اول
ممکن کا ممکن اپنے وجود میں واجب کا محتاج ہے۔ یہی بات حق ہے۔ ہم نے
اس کو صاف کہہ دیا ہے

میں یہی نکلا کا ہی کا مجھ میں آثابت ہے (حق) فقر کہ ایل سے ظاہر ہوتی جود و سخاوت ہے
اگر تم حق تعالیٰ کی استغنا و عدم افتقار کا ذکر کرو تو تم کو معلوم ہے کہ اس سے کیا مراد ہے۔
یعنی حق تعالیٰ کی غنائے ذاتی اور اپنے وجود میں عدم احتیاج مقصود ہے۔ واجب
اور ممکن ہر دو فعل ایک دوسرے سے مرتبط ہیں۔ کسی کا کسی سے انفصال درست
نہیں جو کچھ میں نے کہا اس کو خوب یاد رکھو۔

تم جسد آدم و انسان کامل کی نشأۃ و پیدائش کی حکمت یعنی صورت ظاہری
سے واقف ہو چکے ہو۔ اور نشأۃ روح آدم یعنی صورت روح آدم اور اسماء و
صفات حق کا تم کو علم ہو چکا ہے۔ تو سمجھ لو کہ اس کی دو جانب ہیں۔ ایک حق کی طرف۔
دوسری خلق کی طرف سے

اُدھر اشد سے واصل اُدھر منفعل ہے یعنی شامل خواص اس برزخ کبریٰ ہیں ہے حرف مشدد کا
تقدیر یک ناقہ نشانید دو محمل لیلائے حدوث و قدم سلمیٰ کے قدم را
یہی تم کو معلوم ہے کہ اس کی نشأت و خلقت کا عالم میں کیا رتبہ ہے کہ وہ جامع اسماء و
صفات الٰہیہ کا مظہر ہے۔ وہ واسطۂ حق و خلق ہے۔ وہ جامع اجمال و تفصیل احدیت و
واحدیت ہے۔ اسی وجہ سے تو وہ مستحق تاج خلافت ہوا۔ آدم سے ہماری مراد
وہ نفس واحدہ ہے جس سے یہ نوع انسانی پیدا ہوئی ہے جس کو بعض لوگ
وحدت و حقیقت محمدی کہتے ہیں۔ انا من نور اللہ وکلھم من نوری
جس کے مظاہر عین الاعیان اور روح الارواح ہیں۔ اس پر یہ آیت دلالت
کرتی ہے یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا
زوجھا وبث منھما رجالا کثیرا ونساء۔ لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو
ایک ذات سے پیدا کیا۔ خود اس سے اس کا جوڑا بنایا۔ اور ان دونوں سے مرد و
اور عورتوں کو پھیلایا۔ واضح ہو کہ تفسیر و اعتبار دو جدا جدا چیزیں ہیں تفسیر مطابق الفاظ
اور سیاق و سباق کے ہوتی ہے۔ اور اعتبار دوسرے کے کلام کو اپنے مطلب پہ

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو اول

ڈھال لیتا ہے۔ ع بے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید۔ تفسیر:- اگر تم سے بوڑھا شراب فروش کہے کہ تم اپنی جانماز شراب سے رنگ لو تو ضرور رنگ دو۔ اعتبار:- اگر تم کو شیخ کامل کہے کہ تم اپنے وظائف و اوراد و نوافل پر جذبات محبت الٰہیہ پیدا کرنے والے اشتغال کو ترجیح دے تو ضرور ترجیح دے غرضیکہ اتقوا ربکم کا اعتبار یہ ہے کہ تم اپنے ظاہر کو رب کے بچاؤ کی سپر بناؤ۔ اور تمہارے باطن یعنی حقیقت حقہ کو اپنی سپر بناؤ۔ تمام اور چیز بد بھی ہوتی ہے اور نیک بھی۔ بدی و مذمت کو اپنی طرف لو کہ وہ تمہارے وجود ناقص اور تمہارے ہی عین ثابت اور فطرت ردیہ کی وجہ سے ہے۔ اور بدی کو حق جل مجدہٗ کی طرف منسوب نہ کرو۔ بلکہ تم رب کی سپر بن جاؤ۔ لائق حمد کام کو اپنی طرف منسوب نہ کرو۔ حق تعالیٰ کی طرف نسبت دو۔ اور خیر و کمال میں حق کو اپنی سپر بناؤ۔ الیہ یصعد الکلم الطیب ایک ہی کا ہمیشہ خیال رکھو۔

اے ذات تو مجمع الکمالات (حضرت) میں بھی ہوں کمال بیکمالی

خدائے تعالیٰ نے آدم یا حقیقت محمدیہ کو ان تمام اسرار کا علم عطا فرمایا جو انسان میں ودیعت ہیں اور سارے عالم کو ایک مٹھی اور لپیٹے میں۔ اور اس ظاہری آدم و بنی آدم کو ایک مٹھی اور لپٹے میں رکھا اور بنی آدم کی آدمیت میں کیا مراتب و درجے دکھلائے۔ اور جب حق تعالیٰ نے مجھ کو میرے باطن میں ان اسرار پر اطلاع دی جو اس ابوالارواح امام الائمہ والعاکبر یعنی حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں ودیعت تھے تو میں نے ان اسرار میں سے اس کتاب میں اس قدر اسرار بیان کیے جن کی تعیین کی گئی۔ ان تمام اسرار کو اس کتاب میں بیان نہیں کیا جن سے میں واقف کیا گیا۔ کیونکہ ان کی کسی ایک کتاب میں وسعت کہاں۔ بلکہ موجودہ عالم میں بھی ان کی گنجائش نہیں۔ میں نے جو کچھ مشاہدہ کیا اور دیکھا وہی اس کتاب میں لکھوں گا اور وہ بھی اسی قدر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعین و مقرر فرمایا۔ میں نے جو مشاہدہ کیا اور لکھنے والا ہوں وہ حسب ذیل ہے۔

حکمت الٰہیہ کلمہ آدمیہ کے بیان میں۔ اور وہ یہی باب یعنی فص ہے پھر حکمت نفثیہ ہے کلمہ شیثیہ میں۔ پھر حکمت سبوحیہ ہے کلمہ نوحیہ میں۔ پھر حکمت قدوسیہ ہے

khatmenabuwat Android Application

کلمہ ادریسیہ میں۔ پھر حکمت مہیمیہ ہے کلمہ ابراہیمیہ میں۔ پھر حکمت حقیہ ہے کلمہ اسحاقیہ میں۔ پھر حکمت علیہ ہے کلمہ اسماعیلیہ میں۔ جدا امل
پھر حکمت روحیہ ہے کلمہ یعقوبیہ میں۔ پھر حکمت نوریہ ہے کلمہ یوسفیہ میں۔ پھر حکمت احدیہ ہے کلمہ ہودیہ میں۔ پھر حکمت فاتحیہ ہے کلمہ صالحیہ میں۔ پھر حکمت قلبیہ ہے کلمہ شعیبیہ میں۔ پھر حکمت قدریہ ہے کلمہ عزیریہ میں۔ پھر حکمت نبویہ ہے کلمہ عیسویہ میں۔ پھر حکمت رحمانیہ ہے کلمہ سلیمانیہ میں۔ پھر حکمت وجودیہ ہے کلمہ داؤدیہ میں۔ پھر حکمت نفسیہ ہے کلمہ یونسیہ میں۔ پھر حکمت غیبیہ ہے کلمہ ایوبیہ میں۔ پھر حکمت جلالیہ ہے کلمہ یحیویہ میں۔ پھر حکمت مالکیہ ہے کلمہ ذکریہ میں۔ پھر حکمت ایناسیہ ہے کلمہ الیاسیہ میں۔ پھر حکمت احسانیہ ہے کلمہ لقمانیہ میں۔ پھر حکمت امامیہ ہے کلمہ ہارونیہ میں۔ پھر حکمت علویہ ہے کلمہ موسویہ میں۔ پھر حکمت صمدیہ ہے کلمہ خالدیہ میں۔ پھر حکمت فردیہ ہے کلمہ محمدیہ میں۔ ہر حکمت کا نفس وہ پیغمبر ہے جس کی طرف وہ حکمت منسوب ہے۔

فائدہ۔ یہ بھی یاد رکھو کہ کلمے سے کبھی تجلی خاص اور کبھی شخص معنی متعین مراد ہوتے ہیں۔ اس کتاب میں میں نے صرف انہی حکمتوں پر اقتصار و انحصار کیا ہے جو ام الکتاب، تقدیر، علم الٰہی حضرت خود علیہ میں محدود و متعین تھے۔ جو مقدر تھا اس کی تعمیل و امتثال و بجا آوری کی۔ اور میرے لیے جو حد معین کی گئی تھی وہیں ٹھیر گیا۔ اگر میں زیادت چاہتا بھی تو اس کی استطاعت و طاقت نہ ہوتی کیونکہ اس وقت اس عالم کا اقتضا مانع ہوتا ہے۔ اللہ میرا موفق اور وہی میرا رب ہے۔

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

ترجمۂ

فصوص الحکم

جزو دوم

(۲) فصِّ شیثیہ

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

تمہید فص دوم شیثیہ

فقیر مترجم قارئین کرام سے عرض کرتا ہے کہ اس مقام میں شیخ عربی نے جو مسائل بیان کیے ہیں۔ کچھ ایسے انداز سے ہیں کہ لوگ یا تو غلط طور پر ان کو مطلب میں پڑ جاتے ہیں۔ یا ان امور کا مصداق خود کو ظاہر کر کے لوگوں کو عظیم غلط میں گرا دیتے ہیں۔ یا شیخ پر زبان طعن و تشنیع کھول کر خود اپنا نقصان کر لیتے ہیں۔ بہر حال یہ بڑا پریشان کن مقام ہے۔ فصوص کے اس مقام کا ترجمہ کرنے سے پہلے چند تحقیقات لکھ دیتا ہوں۔ اور بعض الفاظ و اصطلاحات کی تشریح بھی ضروری سمجھتا ہوں۔

نبی۔ اس لفظ کے لغوی معنی خبر دینے والے یا خبر رکھنے والے کے ہیں۔ اس معنی کے لحاظ سے ہر قاصد، ہر عالم، ہر مجتہد حتیٰ کہ ہر استدراج والا جیسے سطیح، مسیلمہ وغیرہ جس کو قبل از وقت کچھ نہ کچھ معلوم ہو جائے لغوی نبی ہے۔ جبرائیل، عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ۔ بی بی مریم، دوسرے اولیاء صاحب الہام سب نبی کہلا سکتے ہیں اور جب نبی کے معنی خبر رکھنے والے کے ہیں تو جانوروں کو بھی کچھ نہ کچھ القا ہوتا ہے۔ غرضکہ نبی کا لغوی مفہوم بہت وسیع ہے۔ دوسرے نبی کے شرعی اور اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ نبی خدا کا وہ معصوم بندہ ہے جو

جو صاحب وحی ہے۔ اس شرعی معنی کے لحاظ سے معصوم صاحب وحی کے سوائے کوئی نبی نہیں۔ ایک لفظ کے دو معنی ہونے کی وجہ سے لوگ اس طرح مغالطہ دیتے ہیں کہ ابتداءً لغوی معنی کے لحاظ سے اپنے کو نبی کہتے ہیں۔ لوگ اس کو گوارا کرلیں تو پھر وہ اپنے کو بروزی نبی کہتے ہیں۔ پھر دعوے میں ترقی کرتے ہیں تو اصطلاحی نبی بن بیٹھتے ہیں۔ حتیٰ کہ انبیاء سے بھی افضلیت کا دعویٰ کرتے ہیں اور ان مسلمانوں کو جو ان کے دعاوی تسلیم نہیں کرتے کافر کہتے ہیں۔ حالانکہ ایسے دعاوی کی وجہ سے خود کوہ کفر پر چڑھتے چلے جاتے ہیں۔

۷ بروز کی تحقیق یہ ہے کہ اولیاء میں سے بعض کی فطرت کسی خاص نبی کی فطرت سے مشابہ ہوتی ہے۔ ہر چند کہ اولیائے کرام کو انبیائے عظام کے کمالات کی سیر کرائی جاتی ہے اور اولیاء انبیاء کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں۔ یا یوں کہو کہ انبیاء کے کمالات کا پرتو ان پر پڑتا ہے۔ یا یوں کہو کہ انبیاء کی صفات مختلفہ ان میں سے ظہور و بروز کرتی ہیں۔ مگر تکمیل سیر کے بعد ہر ایک اپنی فطری مناسبت کے اصلی مقام پہ پہنچتا ہے۔ مثلاً محبت دین والا ولی نوحی المشرب۔ یا محبت قدم نوح یا مظہر نوح یا بروز نوح کہلاتا ہے۔ اور رضا و تسلیم والا ابراہیمی المشرب۔ اور عشق و محبت والا موسوی المشرب اور وحدت و فنائیت والا عیسوی المشرب اور جذبیت والا جو سب کا جامع ہے محمدی المشرب کہلاتا ہے۔ بعض دفعہ کہہ دیتے ہیں کہ فلاں ولی میں فلاں نبی کا بروز ہوا ہے جیسے قمر میں شمس کا بروز ہوتا ہے۔ الغرض نبی اصل اور ولی اس کی نقل ہوتا ہے اور انبیاء کی اصل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کوئی صحابی، کوئی امام، کوئی ولی کسی نبی سے بڑھ نہیں سکتا اور کوئی نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں بڑھ سکتا۔ لہٰذا کسی نبی یا صحابی یا ولی کو نبی اکرم پر ترجیح دینا کفر ہے۔ آپ کے برابر سمجھنا بھی کفر ہے انبیاء کی تحقیر بھی کفر ہے۔ اولیاء اللہ کو برا بھلا کہنا حق تعالیٰ کے اعلان جنگ کے لیے تیار ہونا ہے اللّٰہم احفظنا من کل بلاء۔

ولی کے معنی متقرب الی اللہ کے ہیں۔ بعض اہل بدع ولی کے معنی

جلد دوم

اولی بالتصرف کے لیتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ وہ جو چاہیں کریں۔ جس امر کو چاہیں حلال کریں جس کو چاہیں حرام کر دیں۔ دین محمدی ناقابل نسخ ہے۔ حرام و حلال کا حکم اللہ دیتا ہے پیغمبر اس کے معلم ہیں۔ حلال و حرام کے سوا جو چیزیں ہیں وہ قابل اجتہاد ہیں۔ اجتہاد سے جو چیز معلوم ہو وہ ظنی غیر قطعی ہوتی ہے۔ اس کے انکار سے کفر لازم نہیں آتا۔ غرضکہ محلل و محرم اللہ ہے۔ نہ رسول نہ ولی۔ نہ امام لہذا ولی بمعنی محلل و محرم خدا کے سوائے کوئی نہیں۔ ہاں اس کے معرف و معلم انبیا و ائمہ ہیں۔

رسول و مرسل کے معنی لغت میں فرستادہ و قاصد کے ہیں۔ اصطلاح شرع میں نبی باکتاب کے ہیں۔ بعض دفعہ اہل تصوف جانب قرب الٰہی کو ولایت اور جانب تعلق امت کو رسالت کہتے ہیں لہذا ہر نبی یا رسول میں دو جانب ہوتے ہیں۔ جانب اخذ و جانب تبلیغ۔ تا حیات دنیا رہتی ہے اور جانب قرب حق دائمی ہے لہذا نبی کی جانب قرب۔ نبی کی جانب تبلیغ سے اعلیٰ ہے یہ معنی ہیں الولایۃ افضل من النبوۃ کے۔ اس کے معنی ہرگز یہ نہیں ہیں کہ پیغمبر کی رسالت سے ولی تابع کی ولایت افضل ہے۔ پیغمبر کے کمالات ذاتی ہوتے ہیں ولی تابع کے کمالات بالعرض۔ جو توسط پرتو کمالات نبی متبوع۔

یہ بات بھی یاد رکھو کہ کبھی ولی کہتے ہیں اور اس سے مراد انبیاء و دیگر مقربین لیتے ہیں۔ اس وقت ولی کا لفظ نبی سے عام ہوتا ہے۔ کبھی ولی کا لفظ کہتے ہیں نبی کے ساتھ مثلاً انبیاء و اولیاء تو اس وقت ولی کا لفظ اصحاب، ائمہ ہدیٰ و دیگر مقربین پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ بعض دفعہ اولیا کا لفظ اصحاب و ائمہ کے مقابل کہا جاتا ہے۔ اس وقت اس لفظ سے انبیاء و اصحاب و ائمہ نکل جاتے ہیں۔

ایک اور لفظ ہے جو بحث طلب ہے اور وہ لفظ ختم ہے۔ خاتم بفتح تا۔ مہر جس سے کسی شے کو ختم و اختتام کرتے ہیں۔ جب مہر کر دی جاتی ہے تو اس کے بعد کوئی عبارت نہ داخل ہو سکتی ہے نہ خارج۔ خاتم بکسر تا۔ ختم کرنے والا۔ تمام کرنے والا۔ شرع میں خاتَم اور خاتِم کے لفظ جب مستعمل ہوتے ہیں تو آخری کے معنی ہیں جس کے بعد پھر کوئی نہ ہو۔ بعد کو بعض حضرات نے بطور استعارہ کے خاتم کے معنی

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

اعلیٰ و ارفع لیے جس کے مرتبے میں کوئی اُس کا ہمسر نہ ہو۔ قرآن شریف میں یا حدیث شریف میں خاتم کے معنی محض اعلیٰ کے لینا قطعاً درست نہیں۔ کیونکہ اس زمانے کے محاورے کے خلاف ہیں بلکہ اس کے معنی ہیں آخر کے جس کے بعد نہ اعلیٰ، نہ مساوی، نہ ادنیٰ کوئی نہیں۔ اعتبار کے طور پر۔ اصطلاح جدید کے طور پر خاتم کے معنی اعلیٰ لیں دوسری بات ہے۔ مگر اس اصطلاح پر احکام شرعی مترتب نہیں ہوتے۔ پس واضح ہو گیا کہ خاتم الانبیا کے معنی کیا ہیں۔ عرف زمانۂ رسالت میں خاتم الانبیا سے مراد وہ نبی ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ ہاں اگر کوئی پہلے سے نبی ہو تو ہو۔ کوئی جدید نبی نہ ہو۔ پس خاتم الانبیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم زبان شرع و محاورۂ زمانۂ رسالت کے لحاظ سے آخر الانبیا ہیں۔ اور جدید اصطلاح کے اعتبار سے بھی افضل الانبیا ہونا مسلّم ہے۔

اب خاتم الاولیا کو لیجیے۔ اوّل تو قرآن و حدیث میں لفظ خاتم الاولیا کی کوئی سند نہیں اور اگر خاتم الانبیا پر قیاس کر کے خاتم الاولیا کے معنی پیدا کیے جائیں تو خاتم الاولیا بمعنی آخر الاولیا۔ وہ ولی جس کے بعد کوئی ولی نہ ہو۔ یہ لفظ اُس شخص پر صادق آئے گا جو قریب قیامت کے ہوگا اور اُس کے بعد کوئی ولی نہ ہوگا۔ اور اصطلاح جدید کے لحاظ سے اعلیٰ درجے کا ولی و مقرب الٰہی مراد لیجیے تو اس کا مصداق صرف صاحب مقام محمود حبیب خدا ہیں۔ کیونکہ ان سے زیادہ خدائے تعالیٰ کا کوئی مقرب نہیں۔

ان محاورات و اصطلاحات کے نہ دیکھنے اور باہم نہ ملانے سے حیرت و پریشانی لاحق ہوتی ہے اور اختلافات پیدا ہوتے ہیں۔ گمراہی کی نوبت آتی ہے۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزء دوم

ترجمہ فص حکمت نفثیہ کلمہ شیثیہ میں

ف۔ نفث کے لغوی معنی پھونکنے کے ہیں یہاں افاضۂ وجود و عطایا القا مراد ہے۔ اور شیث کے لفظی معنی ہبہ کے ہیں۔ اور آدم کے فرزند کا نام ہے۔ جو نبی تھے۔

واضح ہو کہ بعض عطایا بتوسط انسانوں کے حاصل ہوتے ہیں۔ مثلاً استاذ و مرشد وغیرہ۔ بعض غیر انسانوں کے توسط سے مثلاً حق تعالیٰ و ملائکہ وغیرہ کے پھر عطایا دو قسم پر ہیں۔ (۱) عطایائے ذاتیہ جن کا منشا ذات حق اور بلا واسطہ ہیں (۲) عطایائے اسمائیہ جو بتوسط اسما کے ہیں۔ یہ دونوں اہل ذوق کے پاس باہم ممتاز ہیں۔ نیز بعض عطایا وہ ہیں جن کے لیے سوال میں تعین کیا جاتا ہے۔ یا تعین نہیں کیا جاتا۔ نیز بعض عطایا میں زبانی سوال نہیں ہوتا۔ بلکہ زبان حال یا دواعی اقتضا کی طلب ہوتی ہے۔ خواہ عطیہ ذاتی ہو یا اسمائی۔ عطیہ معین جیسے کوئی کہے خدایا مجھ کو فلاں چیز عطا کر۔ وہ سائل ایسے عطیے کو معین کرتا ہے جو اس کے دل میں اس کے سوا کسی اور شے کا خطرہ نہیں ہوتا۔ عطیۂ غیر معین سے سوال جیسے کوئی کہے یا رب! مجھ کو وہ عطا فرما جس میں میرا فائدہ اور مصلحت ہے۔ یہ شخص نہ لطیف و کثیف کسی شے کا تعین نہیں کرتا۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزء دوم

سائلین کی دو قسمیں ہیں۔ ناواقف سرِ قدر۔ واقف سرِ قدر۔ ناواقف سرِ قدر کی بھی دو قسمیں ہیں۔ جلد باز۔ محتاط۔ واقف سرِ قدر کی بھی دو قسمیں ہیں۔ واقف جمیع مقدرات دفعتہً۔ واقف مقدرات تدریجاً۔ واقف مقدر بلحاظ تدریجاً کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جن کو علم تقدیر قبل از وقوع ہو جاتا ہے۔ ایک وہ جن سے بعد وقوع آدمی واقف ہو جاتا ہے۔

جلد باز و مستعجل وہ شخص جس کی طبیعت کی بے صبری و عجلت نے سوال پر برانگیختہ کیا ہو۔ کیونکہ انسان جلد باز پیدا ہوا ہے۔ بعض لوگ اس لیے سوال کرتے ہیں کہ اُن کو معلوم ہے کہ خدائے تعالیٰ کے پاس نظام ظہور موجودات اسی طرح واقع ہے اور علم الٰہی میں یہ مقدر ہے کہ عطیہ بغیر سوال و دعا کے حاصل نہ ہوگا۔ وہ اپنے دل میں کہتا ہے کہ شاید وہ چیز جو میں چاہتا ہوں۔ اسی قبیل سے ہو۔ لہٰذا اس کا سوال احتیاطاً ہے۔ کیونکہ یہ سوال امکان اجابت پر مبنی ہے۔ اس شخص کو معلوم نہیں کہ خدا کے علم میں کیا ہے۔ نہ اس کو اپنے استعداد جزئی کے قابل قبول ہونے کا علم ہے۔ کیونکہ ہر وقت ہر شخص کی استعداد جزئی پر واقف ہونا اور باریک تر معلومات سے ہے کیونکہ ایسا باریک بین اگر استعداد سے واقف نہ ہوتا تو کبھی سوال نہ کرتا۔

وہ لوگ جن کو استعداد کا مل علم نہیں۔ ان کو علم استعداد اس وقت ہوتا ہے۔ جبکہ اس کا وقت آ جاتا ہے۔ اور اپنے حضور سالی الشہرے اس شے کو جان لیتے ہیں۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے اُن کو عطا فرمایا۔ یہ لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ اُن کو جو کچھ ملا ہے اُن کی استعداد کی وجہ سے ملا ہے۔ ان کی بھی دو قسمیں ہیں۔ بعض لوگ مقصد کے ملنے کے بعد سمجھتے ہیں کہ یہی استعداد تھی۔ اور بعض لوگ پہلے ہی سے استعداد سے واقف رہتے ہیں پھر اُن کو مطلوب ملتا ہے۔ یہ لوگ اُن لوگوں سے زیادہ بہتر ہیں، جن کو وقوع کے بعد استعداد کا علم ہوتا ہے۔

اہل حضور ہی کی ایک قسم وہ ہے جن کا سوال نہ جلد بازی پر مبنی ہے نہ امکان اجابت پر بلکہ سوال سے امر الٰہی و حکم خداوندی کی تعمیل و امتثال مطلوب ہے۔ ادعونی استجب لکم، مانگو میں قبول کرتا ہوں۔ اس دعا کرنے والے کی ہمت

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

مطلوب ومعین ومنحصر معین کسی سے متعلق نہیں۔ اس کا راز معرفت اس قدر ہے کہ مالک کے حکم کو بجالائے۔ اقتضائے حال ہوا تو از راہ بندگی سوال کیا۔ تفویض الی اللہ، اور سکوت کا اقتضا ہوا تو چپکے اور خاموش رہا۔

ذرا ایوب علیہ السلام وغیرہ انبیا اور اولیا کے احوال پر غور کرو۔ ایک زمانے تک صبر و بلا یار ہے۔ اور رفع کے لیے منہ سے ایک لفظ تک نہ نکالا۔ پھر جب دوسرے وقت ان کے حال نے اقتضائے دعائے رفع بلا کیا تو سوال کیا رب انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین۔ اور خدا نے بلا کو دفع بھی کر دیا۔

اجابت دعا کے دو معنی ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ کا لبیک کہنا۔ (۲) مطلوب کا پورا کرنا۔ لبیک کہنا تو ہر دعا کے ساتھ فوراً ہوتا ہے، اب رہا مطلوب کا پورا ہونا یہ وقت مقدر پر موقوف ہے۔ اگر اجابت کا وقت آگیا ہے تو فوراً مقصود عطا کر دیا جاتا ہے۔ اگر اس کا وقت آخرت میں یا دنیا میں بدیر مقدر ہے تو اسی وقت مقصد پورا کیا جاتا ہے۔ اس مسئلے کو خوب خیال کر رکھو۔ قسم ثانی جو بے سوال عطا ہو اس کی تحقیق یہ ہے کہ کوئی عطا بے سوال کے نہیں ملتی۔ سوال زبانی بھی ہوتا ہے بغیر زبان کے بھی ہوتا ہے۔ جہاں سوال زبان قال سے نہیں ہوتا۔ زبان حال یا زبان استعداد سے ہوتا ہے جس طرح کہ حمد مطلق کبھی لفظ میں ہوتی ہے کبھی معنی میں۔ ہر حال حمد کو حال متعین کر دیتا ہے۔ جو شے باعث حمد الٰہی ہوتی ہے۔ وہی تم کو اس اسم فعل سے متعین کر دیتی ہے۔ مثلاً تم الحمد للہ کہتے ہو۔ پس اگر اللہ تعالیٰ نے کھانا کھلایا ہے تو فی الحقیقت تم نے یہ کہا ہے۔ الحمد للمطعم یعنی کھلانے والے کا شکریہ۔ تشنہ پانی پی کر تم نے الحمد للہ کہا تو دراصل تم نے الحمد للساقی کہا۔ یعنی پانی پلانے والے کا شکریہ۔ یا اسم تنزیہ سے متعین کر دیتی ہے۔ الصمد۔ القدوس سے۔ بندہ اپنی استعداد کو نہیں سمجھتا مگر اپنے حال کو سمجھتا ہے۔ کیونکہ باعث دعا کو جو حال ہے، بندہ سمجھتا ہے۔ غرضیکہ سوال استعداد مخفی تر سوال ہے۔ ان لوگوں کو سوال سے یہ امر روکتا ہے کہ وہ جانتے ہیں اور ان کو علم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نظام علم میں پہلے سے کیا مقدر کر دیا ہے۔ وہ اپنے دل کو غور کرتے ہیں کہ تقدیر کے موافق اللہ جل مجدہٗ کی طرف سے جو وارد ہوا دیتا ہے اُسے قبول کریں۔ وہ اپنے

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

غرض شہوانیہ و اغراض نفسانیہ سے غائب ہیں۔ ان اہل حضور میں سے ایسے عارف بھی ہیں جو جانتے ہیں کہ خارج میں اشیا موجود ہونے سے پیشتر اپنے عین ثابتہ کے علم الٰہی میں رہنے کی حالت میں ان اشیا کے خاص خاص اقتضاءات تھے۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ حق تعالیٰ وہی عطا کرتا ہے جو عین ثابتہ کا اقتضا اور فطرت کا تقاضا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ بندے کے متعلق حق تعالیٰ کا علم کہاں سے حاصل ہوا۔ ایسے اہل اللہ سے کوئی اور صنف اولیا کی زیادہ اعلیٰ و صاحب کشف نہیں کیونکہ یہ واقف سرّ قدر ہیں۔ واقف سرّ قدر کی دو قسمیں ہیں۔ ان میں سے بعض تو سرّ قدر کو اجمالاً جانتے ہیں اور بعض سرّ قدر کو تفصیلاً جانتے ہیں جو سرّ قدر کو تفصیلاً جانتے ہیں وہ اُن حضرات سے اعلیٰ و اتم ہیں جو اجمالاً جانتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ علم الٰہی میں بندے کے حق میں کیا حقیقت ہے۔ خواہ اُس کو حق تعالیٰ ہی نے اُس کی اطلاع دی ہو۔ جو کچھ بندے کے عین ثابتہ کا اقتضا علم الٰہی میں ہو۔ یا حق تعالیٰ نے بندے کے عین ثابتہ کو منکشف کر دیا ہو۔ اور اُس کے غیر متناہی احوال جو ہمیشہ اُس پر بدلتے اور منتقل ہوتے رہتے ہیں ظاہر ہو گئے ہیں۔ کیونکہ اُس کا اپنے عین ثابتہ کو جاننا بمنزلہ علم اللہ کے ہے۔ دونوں کا علم ایک مقام، ایک معدن یعنی عین ثابتہ سے ہے مگر جہاں علم الٰہی کو علم عبد پر حق تعالیٰ کی سابقہ عنایت ہوتی ہے تو بندے کو ایسا کشف ہوتا ہے۔ بندے کا وجود بالعرض ہے تو اُس کا علم بھی بالعرض ہو گا۔ یہ عنایت حق بھی اُس کے عین ثابتہ کے اقتضاءات سے بندے کو ایسا کشف اُسی وقت ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ اُس بندے کو اُس کے عین ثابتہ کے حالات پر اطلاع بخشے۔

عین ثابتہ کی دو حالتیں ہیں (۱) موجود بوجود خارجی (۲) قبل وجود خارجی۔ اگر حق تعالیٰ بندے کو حالت وجود خارجی میں عین ثابتہ پر بھی مطلع کر دے تو کیا ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ تو بندے کو اُس کے موجود فی الخارج ہونے سے پہلے ہی جانتا ہے۔ اس لیے کہ اعیان ثابتہ بندے کے حال عدم میں یعنی قبل وجود تا ریخ اللہ تعالیٰ کے نسب ذاتیہ ہیں۔ ان کی کوئی صورت ہی نہیں کہ غیر حق ان سے

khatmenabuwat Android Application

جزء سوم

مطلع ہو۔

ف۔ واضح ہو کہ علم حق تین طرح پر ہوتا ہے (۱) علم ذاتی۔ اس میں حق تعالیٰ خود ہی عالم خود ہی معلوم، اور خود ہی علم ہے۔ حق تعالیٰ نے مرتبۂ ذات میں خود کو جانا تو سب کو بھی جان لیا۔ کیونکہ وہی سب کا منشا و اصل ہے (۲) علم فعلی۔ ذات حق سے بذریعہ فیض اقدس یہ تمام اشیا کے حقائق و صور قبل خلق علم الٰہی میں نمایاں ہوتے ہیں۔ اگر یہ علم نہ ہو تو حق تعالیٰ کے افعال اضطراری بے اختیار ہوں گے۔ اور اشیا کو پیدا کرنے کے بعد جاننا لازم آتے گا؛ جو مستلزم جہل حق ہے۔ اور یہ محال ہے۔ (۳) علم انفعالی۔ تمام اشیا کو پیدا کرنے کے بعد عالم شہادت میں شہود ہوتا ہے۔ علم ذاتی و علم فعلی خدائے تعالیٰ سے خاص ہیں۔ بندے کو ان سے کچھ بہرہ و حصہ نہیں۔ اشیا کے خلق و موجود فی الخارج ہونے کے بعد اعیان و حقائق اشیا منکشف ہوتے ہیں تو خالق و خلق کا علم ایک وضع کا اور ایک معدن سے اور بطور شہود کے ہوا۔ کیونکہ یہیں تک ہی۔ اور وہ شے جو موجود فی الخارج ہے منکشف ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو بھی اور بندہ کو بھی علم شہودی سے حتی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حتی نعلم (کہ ہم جان لیں) و لما یعلم اللہ (اور جو اللہ نے نہ جانا) یہاں علم سے علم شہودی مقصود ہے۔ جو بندہ کو بھی ہوتا ہے اور نعلم اپنے حقیقی معنی میں ہے۔ ظاہر المراد ہے جس کا مشرب دنیا جہاں وہ نعلم میں تاویل کرتے ہیں مثلاً حتی یعلم خلیفتی و رسولی محمد یہاں تک کہ ہم جان لیں یعنی میرا خلیفہ اور رسول محمد جان لے۔ حقیقۃً نعلم کی تاویل کی گئی ہے۔ متکلمین کی طرف سے جو حتی نعلم کا جواب دیا کرتے ہیں ع زیادہ سے زیادہ جواب حدوث علم الٰہی کا یعنی حتی نعلم سے پہلے علم نہ ہوتا بعد ہوتا معلوم ہوتا ہے جو حدوث پر دلیل ہے کہ علم کا اس حادثہ سے تعلق و نسبت حادث ہے۔ نہ کہ اصل علم حادث ہے۔ مگر افسوس ہے کہ انہوں نے علم الٰہی کو زائد از ذات سمجھا۔ علم کا تعلق ذات سے سمجھا۔ علم کا منشا ذات کو سمجھا۔ یہی سے متکلم محقق۔ اہل اللہ صاحب کشف شہود سے جدا ہو گیا۔ کیونکہ ان کے پاس سب کا منشا حق تعالیٰ ہے۔ اب ہم پھر مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ عطایا دو قسم کے ہیں (۱) عطایائے ذاتیہ

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

(۲) عطایا بے اسمائیہ۔ انعامات اور ہبات و عطایائے ذاتیہ ہمیشہ تجلی الٰہی سے
ہوتے ہیں۔ یعنی اسماء و صفات کا ظہور اعیان ثابتہ پر ہوتا ہے ورنہ اسم کبھی ذات واحدہ پر
اطلاق و استعمال کیا جاتا ہے۔ کبھی ذات مع جمیع صفات کا لیکن یہاں
اطلاق مقدم ہی مقصود ہے۔ کیونکہ مرجع ذات مقدسہ واحدیت ہر ایک صفت ہے۔
وہاں ذات اسم ہے نہ (۳) اور تجلی الٰہی ہمیشہ تجلی۔ یعنی عین ثابتہ کی استعداد و اقتضا
کے مطابق ہوتی ہے۔ اس کے خلاف ہرگز نہیں ہوتا ہے

دیتا ہے ہر ایک کو حکیم (ترجمہ) جس کی جیسی فطرت ہے

جب یہ ظاہر ہوا کہ حسب استعداد عین ثابتہ تجلی حق ہوتی ہے۔ تو متجلی یعنی
دیکھنے والا مرآت حق میں اپنی صورت کے سوا اور کچھ نہیں دیکھتا۔ اس نے
ذات حق کو اور شان حقیقی کو ہرگز نہیں دیکھا۔ اور ہرگز دیکھ بھی نہیں سکتا۔ ہاں اس کو
اتنا علم ضرور ہے کہ وہ حق میں اپنے کو دیکھ رہا ہے۔ جیسے تم آئینے میں اپنی صورت
یا دوسروں کی صورتیں دیکھتے ہو مگر کیا آئینے کو بھی دیکھتے ہو۔ ہرگز نہیں۔ آئینے کا کام
دکھانا ہے نہ کہ دکھائی دینا۔ آئینہ اگر نظر آجائے تو وہ آئینہ نہ رہا بلکہ ایک شیشے کا
ٹکڑا ہوا۔ مگر اتنا بھی ضرور سمجھتے ہو کہ میں آئینے ہی میں خود کو اور سب کو دیکھ رہا ہوں سے

آئینہ ہے کیا کیا تجھ میں ہے رعنائی (ترجمہ) پہچان لے اپنی شبیہ تیرا ہے جو خیالی
اور دل تو آراستہ ملک تن بدست او چوں آئینہ بدست من و رخ من در آئینہ

خدائے تعالیٰ نے آئینے کو ایک مثال اور نمونہ بنایا ہے اپنی تجلی ذاتی کا
تاکہ متجلی لہ یعنی جس پر تجلی ہوتی ہے۔ جان لے کہ اس نے حق تعالیٰ کو دیکھا ہی نہیں۔
رویت و تجلی کی کوئی مثال آئینے سے زیادہ بہتر اور مناسب نہیں۔ ذرا آئینہ دیکھتے وقت
کوشش تو کرو کہ آئینے کا جرم دیکھو تو ہرگز نہ دیکھ سکو گے۔ بعض لوگ جنہوں نے
اس قسم کا ادراک کیا سمجھے کہ آئینے کے دیکھنے میں خود رائی یعنی دیکھنے والے
کی صورت حجاب رائی ہو گئی ہے۔ ان لوگوں کا زیادہ سے زیادہ علم یہی ہے۔
مگر حق وہ ہے جو ہم نے کہا کہ نہ آئینہ نظر آسکتا ہے نہ وجود حق مرئی ہو سکتا ہے۔
اس مسئلے کو ہم نے فتوحات مکیہ میں بھی بیان کیا ہے۔ اگر تم کو اس کا ذوق و وجدان
حاصل ہو گیا ہے تو جان لو کہ اس سے اوپر کوئی مرتبہ علم و وجدان کا نہیں ہے۔

khatmenabuwat Android Application

جسم

اس وجہ سے اس پر ترقی کرنے کی کوشش بیکار ہے۔ اس سے اوپر کچھ نہیں، اس کے بعد عدم محض یعنی صرف کے سوا کچھ نہیں۔

فص بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ تمہارے اپنے آپ کو دیکھنے والا آئینہ حق تعالیٰ ہے۔ اور حق تعالیٰ کے اپنے اسما اور ظہور احکام کے دیکھنے کا آئینہ تم ہو اور یہ اسمائے الٰہیہ گو مفہوم میں جدا ہیں مگر ان کا منشا ذات حق ہی ہے۔ پس اس طرح حق اور عبد ایک دوسرے سے متشابہ ہو گئے

دو آئینوں میں جیسے عکس ہیں آئینہ تو ہے جس طرح مقابل آئینے جب کشادہ یہ عکس جس کا دو نما

بعض عرفا نے علم میں اظہار عجز ہی کو جو کیا۔ اور کہا یہ اس لئے کہ ان کا ماحصل یہ ہے کہ ذات حق احاطۂ ادراک سے خارج ہے یعنی ادراک ہے۔ کیونکہ غیر ممکن کو غیر ممکن یا محال کو محال سمجھنا بھی علم ہے۔ اور بعض عرفا یہ جان کر کہ ذات حق احاطۂ ادراک سے خارج ہے خاموش رہ گئے۔ بہر حال ایک خاموش ہے۔ دوسرا اظہار عجز کرتا ہے۔ اظہار عجز کرنے والا آزمودہ کار ہے۔ اس لیے صاحب خاموش سے حق تعالیٰ کو زیادہ جاننے والا ہے۔

یہ شہود و معرفت و القاء بلا واسطہ یا بالذات یا بالاصالت صرف خاتم الرسل و خاتم الاولیا کو ہے۔ انبیا و رسل جو دیکھتے ہیں وہ مشکوٰۃ خاتم الانبیا والرسل سے دیکھتے ہیں۔ اور کوئی ولی کچھ نہیں پاتا مگر مشکوٰۃ خاتم الاولیا سے کیونکہ رسالت و نبوت یعنی انتہائی یعنی خبر دینا بلکہ مطلق نبوت تشریعی و رسالت تشریعی انتقال کے بعد منقطع ہو جاتی ہے اور انبیا و رسل ظاہری تبلیغ نہیں کرتے اور ولایت کبھی منقطع نہیں ہوتی۔ انبیا و رسل اولیا ہونے کی وجہ سے مشکوٰۃ خاتم الاولیا یعنی افضل الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی دیکھتے ہیں۔ تو پھر دوسرے اولیا کا کیا ذکر ہے۔ خاتم الاولیا جو خود خاتم الانبیا ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ خود عمل میں اس شریعت کے تابع ہوتے ہیں جس کی وہ تبلیغ کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے خاتم الاولیا کی حیثیت کا خاتم الانبیا کی حیثیت سے کم ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ حیثیت خاتم الاولیا حیثیت خاتم الانبیا سے ایک طرح سے کم ہے تو ایک طرح سے زیادہ بھی ہے۔

ایک کامل ایک اہم مسئلے کی طرف توجہ کرتا ہے۔ اس کا شاہکار وہی ابن عربی ہے

ایک چھوٹے سے ضروری مسئلے کی طرف مبذول کرنا ہے۔ یہ ضروری مسئلہ بھی
خود آدمی کامل سے سیکھا جاتا ہے۔ ہمارے اس خیال کی تابیر خرما کے مسئلے سے
تائید ہوتی ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہ کرم قیدیان بدر کو
چھوڑ دینا چاہا۔ اور جناب عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے قتل کا مشورہ دیا۔ اور حضرت
رسول اکرم نے مادہ کھجور کے درخت کو نر کے پھول ڈالنے کا قاعدہ جس کو تابیر
کہتے ہیں اٹھا دینا چاہا۔ اور دوسروں نے ایک خیال باطل آنے کی وجہ سے
بے صبری کی۔ اور درخواست کی کہ تابیر یعنی پھول ڈالنے کی اجازت دی جائے
اور دے دی گئی۔ اس واقعے کے ساتھ ایک دوسرا واقعہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ
ایک بی بی نے ایک بکری پکائی۔ حضرت نے دست مانگا۔ اس بی بی نے
دے دیا۔ پھر مانگا۔ اس بی بی نے دے دیا۔ پھر مانگا۔ اس بی بی نے کہا کہ بکری کے
دو ہی دست ہوتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر تو دیتی ہی جاتی تو دست نکلتا چلا جاتا۔
غرضیکہ مردان خدا کی نظر معرفت الٰہی اور اس کے اظہار کمال میں مصروف رہتی ہے
کیونکہ وہی ان کے مدنظر رہتا ہے۔ اور دنیا کے دھندوں کی طرف ان کا تعلق خاطر
نہیں رہتا۔ اس تحقیق کو جو ہم نے بیان کیا خوب یاد رکھو۔

ایک دفعہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ دیوار نبوت
طلائی اینٹوں سے مکمل ہو چکی ہے صرف ایک اینٹ کی جگہ باقی ہے۔ وہ آخری
اینٹ ذات مقدس خاتم الانبیا تھی۔ مگر چونکہ آپ نے حیثیت رسالت کو ملاحظہ
فرمایا تھا اس لیے آپ نے ایک ہی خشت ملاحظہ فرمائی۔ بہر حال ذات گرامی کے بعد
دیوار رسالت و نبوت مکمل ہو چکی اور آپ کے بعد کوئی نبی و رسول پیدا
نہ ہوگا۔

بحیثیت خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں حیثیت خاتم الاولیا
بھی ایسا ہی خواب دیکھے گی۔ اور آپ کے سامنے جو مثال آئی۔ اور آپ نے
خواب میں دیکھا ویسا ہی بحیثیت خاتم الاولیا بھی دیکھے گی۔ اور دیوار ولایت میں
دو خشت کی جگہ ہوگی۔ ایک خشت سونے کی اور ایک خشت چاندی کی جن
دو اینٹوں سے دیوار ولایت میں دو خشت کی جگہ باقی ہوگی۔ ایک خشت سونے کی

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

ترجمہ

اور ایک خشت چاندی کی لگ جانے کے بعد دیوار ولایت مکمل ہو گئی۔ اور بغیر ان کے غیر مکمل و ناقص رہے گی۔ ایک سونے کی اور ایک چاندی کی خشت اس لیے ہوگی کہ خاتم الانبیا ہی خاتم الاولیا ہے۔ نبوت سونے کی اینٹ کی صورت میں اور ولایت چاندی کی اینٹ کی صورت میں۔ چونکہ ولایت نبی، نبوت نبی سے افضل ہوتی ہے۔ لہٰذا ولایت نبی سونے کی اینٹ اور نبوت نبی چاندی کی اینٹ کی صورت میں نمایاں ہوگی۔ اور خاتم الاولیا اپنے آپ کو ان دو اینٹوں کی جگہ چسپاں دیکھے گا۔ اور خود خاتم الاولیا جو خاتم الانبیا ہی ہے وہ دو خشتیں ہوگا جن سے دیوار ولایت مکمل ہوگی۔

خاتم الاولیا صلی اللہ علیہ وسلم کے بحیثیت ولایت دو خشتیں دیکھنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ ظاہر شرع میں خاتم الرسل کے تابع ہوتے ہیں۔ یہ اتباع چاندی کی اینٹ میں متمثل ہوگی۔ ظاہر شرع سے مراد احکام شرعیہ ہیں، جن کی وہ خود اتباع کرتے ہیں۔ حالانکہ بحیثیت خاتم الاولیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام احکام باطنی میں اللہ تعالیٰ سے لیتے ہیں اور ظاہر میں خود ان کی اتباع فرماتے ہیں۔ نماز روزہ و دیگر احکام بجالاتے ہیں، تو اتباع رسالت میں بجالاتے ہیں۔ خاتم الاولیا صلی اللہ علیہ وسلم واقعے اور نفس الامر کو ایسا ہی پاتے ہیں، تو عالم مثال اور خواب میں ایسا ہی دیکھیں گے۔ خاتم الاولیا صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب باطن میں سونے کی اینٹ ہے۔ آپ اسی مقام یعنی جانب قرب الٰہی سے لیتے ہیں، اور ملک یعنی فرشتہ وحی لے کر جانب رسالت کو پہنچاتا ہے۔ سچ پوچھو تو خود فرشتہ جانب قرب و ولایت محمدی سے لیتا ہے، اور جانب رسالت کو پہنچاتا ہے۔ اگر تم نے اس تحقیق کو خوب سمجھ لیا تو تم کو بڑا نافع علم حاصل ہو گیا۔

واضح ہو کہ حضرت شیخ نے بحیثیت خاتمیت، مظہر خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم خود کو ایسا ہی خواب میں دیکھا اور فتوحات مکیہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ شیخ کی عبارت سے کبھی یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور ولی کی مشکوٰۃ ولایت سے لیتے ہیں یا کسی اور ولی کو راست قرب حق نصیب

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جلد دوم

ہوتا ہے ۔

دکھاتا ہے: آگے کو کبھی پہنچ سے پہلے ہمارے نور خدا بیشک حجاب ہے
ہر ایک نبی آدم سے آخر نبی تک مشکوٰۃ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے
اخذ کرتا اور لیتا ہے۔ خاتم النبیین اگرچہ وجود خارجی میں جناب اور بعد ہیں۔ مگر
اپنی حقیقت روحانیت کی وجہ سے پہلے ہی سے موجود ہیں۔ یہی معنی ہیں کنت
نبیا و آدم بین الماء والطین کے۔ یعنی میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم
آب و گل میں تھے۔ دوسرے انبیاء اس وقت نبی ہوئے جبکہ پیدا ہوئے اور
مبعوث ہوئے۔ اسی طرح خاتم الاولیاء صلی اللہ علیہ وسلم ولی تھے اور آدم علیہ السلام
پانی اور مٹی میں تھے۔ وہ اولیاء جو غیر خاتم الاولیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم ہیں
اس وقت ولی ہوتے ہیں۔ جبکہ شرائط ولایت کی تکمیل کر لیں۔ وہ شرائط ولایت
کیا ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ان اخلاق و اوصاف سے جن سے وہ ولی حمید کے
اسم سے مسمیٰ ہے متصف ہو جائیں۔ خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم سے انبیاء کو
جو نسبت ہے وہی نسبت خاتم الاولیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے اولیاء کو ہے۔
حضرت صلعم ولی بھی ہیں اور رسول و نبی بھی ہیں۔

اب رہ گیا خاتم الاولیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر جو ولی وارث ہے۔
وہ اپنی قناعت و عمومیت کی وجہ سے بظاہر اصل و معدن سے لیتا ہے۔ اور
تمام مراتب کا مشاہدہ کرتا ہے۔ وہ مظہر ختم ولایت ایک نیکی ہے نیکیوں سے،
خاتم الرسل و الاولیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
مقدم جماعت پیشوائے انبیاء و اولیاء ہیں۔ اور باب شفاعت کے کھولنے میں
سید اولاد آدم ہیں۔ یہ خدائے تعالیٰ کا فضل خاص ہے۔ جو اور انبیاء کو حاصل نہیں
ہر چند کہ تمام مخلوقات میں اسمائے الٰہیہ کا ظہور ہے۔ اور مخلوق کا جب وجود ہی
بالعرض ہے تو اس کی اور کیا۔ چیز ذاتی ہوگی تاہم بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ
شفیع للمذنبین کو حق میں رحمت حق منتقی ہے۔ بظاہر اسمائے الٰہیہ پر تقدم ہے۔
کیونکہ اسم رحمٰن اسم منتقم کے پاس عاصیوں کی سفارش نہیں کرتا۔ مگر شفاعت
کرنے والوں کی شفاعت کے بعد۔ لہٰذا امر شفاعت میں تاج سیادت

khatmenabuwat Android Application

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سر حق را جو شخص مراتب و مقامات کو سمجھتا ہے۔ اس پر ہمارے اس کلام کا سمجھنا بھی دشوار نہیں۔

اب ہم پھر عطایا کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے کہ عطایا دو قسم کی ہیں (۱) عطایائے ذاتیہ۔ (۲) عطایائے اسمائیہ۔ سو جب اللہ تعالیٰ بندوں پر رحمت فرما کر عطایائے اسمائیہ عطا فرماتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے عطایا اسمائے الٰہیہ ہی سے پیدا ہوں گے نہ کہ ذات محض سے۔ عطایائے اسمائیہ کی تین قسمیں ہیں۔ کیونکہ رحمت کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) رحمت محض (۲) دنیا و نفس کے مخالف (۳) آخرت و روح کے موافق اور جسم کے ناموافق۔ اب ہم ان کی تفصیلی بحث کرتے ہیں۔ بعض عطایائے رحمت خالص ہوتے ہیں جو کہ دنیا و آخرت دونوں میں راحت و لذت ہے۔ جیسے رزق حلال لذیذ کہ دنیا میں بالذات اور آخرت میں بغیر آمیزش عذاب و مصیبت ہے۔ رحمت محض اسم رحمٰن سے ہوتی ہے لہذا اس کی عطایا عطایائے رحمانی کہلاتی ہیں۔ بعض رحمت تکلیف کے ساتھ آمیختہ رہتی ہے۔ جیسے بیمار۔ کڑوی دوا کا پینا۔ جس کا انجام راحت ہے۔ ایسی ہو گی تو پھر ملا کر عطایائے الٰہی کہتے ہیں۔ کیونکہ جو عطایا ہوں گی وہ کبھی کسی اسم کے توسط سے جاری ہوں گی۔ ایسی عطایا کو عطایائے الٰہیہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہاں اللہ سے مقصود وہ ذات جامع جمیع صفات کمالیہ ہے نہ کہ ذات محض۔ کہ وہ دو جہان سے مستغنی اور غنی عن العالمین ہے۔ اس کی کوئی نظیر نہیں ہے۔

کبھی اللہ تعالیٰ عطایا بخشتا ہے۔ بدست رحمٰن سے تو یہ عطایا فی الحال ناملائم طبع و ناموافق طبیعت۔ اور غیر مقصود وغیرہ کی آمیزش سے پاک رہتی ہیں یعنی خالص موافق ہوتی ہیں۔ کبھی بدست اسم واسع سے عطا کرتا ہے تو وہ عطایا عام ہوتی ہیں۔ اور کبھی بدست حکیم تو وہ اسم فی الحال بندے کی مصلحت کو دیکھتا ہے۔ یا بدست وہاب عطا کرتا ہے تو وہ طالب عمل ہوتا ہے نہ عوض شکر۔ بلکہ عطا سے صرف انعام و احسان مقصود رہتا ہے۔ یا بدست جبار تو موقع اور بندے کا استحقاق پیش نظر رہتا ہے۔ یا بدست غفار تو وہ عبد کے محل اور

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

حسبِ حال کو پیشِ نظر رکھتا ہے۔ اگر وہ گنہگار اور مستحقِ عقوبت ہے، تو عذاب سے بچا لیتا مقدم
اور رحمت میں چھپا لیتا ہے۔ اگر بندہ بے گناہ اور مستحقِ عذاب ہی نہیں ہے تو نفسِ گناہ
اور اس حال سے بچا لیتا ہے جس سے مستحقِ عذاب ہو یعنی گناہ صادر ہونے ہی نہیں
دیتا۔ اس وقت پیغمبر کو معصوم اور متقی ہ اور کل عنایت کہتے ہیں۔ اور اولیاء کو
محفوظ وغیرہ حسب نام دیتے ہیں۔ اسمائے الٰہیہ کو ذات سے زائد سمجھ کر تجلیات کا یکجا
عالم مثال میں دیکھ کر، ذات حق سے ایسی غفلت ہو گئی کہ ہر ایک اسم کو جدا جدا دیتا
اور رب النوع وغیرہ سمجھے اور لگے بت پرستی کرنے حالانکہ دینے والا اللہ ہی ہے۔
مگر باعتبار اس اسم کے جو اس کے خزانوں کا مختار ہے۔ اللہ تعالیٰ جو کچھ اپنے
خزانے سے عطا فرماتا ہے۔ اس میں علومِ الٰہی یعنی عین ثابتہ کی شے استعداد قابلیت
و فطرت کا لحاظ کیا جاتا ہے نیز حق تعالیٰ کے اسم خاص کا بھی لحاظ کیا جاتا ہے۔ ؎

(نظم)

وہی عطا یاں ہوتا ہے — جس کی جیسی فطرت ہے
دیتا ہے ہر ایک کو حکیم — جس کی جیسی لیاقت ہے
قدر وسیع آئینہ — ظاہر ہوتی صورت ہے
نظم جہاں پر غور کرو — جو ہے یہی حکمت ہے

اللہ تعالیٰ ہر شے کو مخلوق کرتا ہے، تو عین ثابتہ کی استعداد کے موافق،
جو تسلط اسم عدل و حکیم وغیرہ مخلوق کرتا ہے۔ اور جو تقاضائی اور اس کے
احکام و لوازم عطا کرتا ہے۔

اسمائے اللہ تعالیٰ غیر متناہی اور بے حد ہیں۔ کیونکہ اسمائے الٰہیہ پر آثار
و افعالِ الٰہیہ دلالت کرتے ہیں۔ اور افعال و آثار غیر متناہیہ ہیں۔ جو اسماء سے
نمایاں ہوتے ہیں۔ لہٰذا اسمائے الٰہیہ بھی غیر متناہیہ ہوں گے۔ مگر ان غیر متناہی اسماء کا
مرجع اور ان کے اصول متناہی ہیں۔ ان اصلی اسماء کو، امہات الاسماء اور
حضرات الاسماء کہتے ہیں۔ اور وہ سات ہیں۔ حیات۔ علم۔ سمع۔ بصر۔ قدرت۔ ارادہ اور
کلام ہیں۔ اور حقیقت و نفس الامر و نشاء میں صرف ایک حقیقت الحقائق،
و حقیقت حقہ، و ذات واجب ہے۔ اسمائے الٰہیہ نسبتیں و اضافتیں ہیں جو ایک
ذات حقہ پر وارد و متجدد اور اس سے منتزع و موسوم ہوتے ہیں حقیقت حقہ ہی

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو دوم

جو واحد ہے مقتضی ہے کہ وہ اسم جو غیر متناہی طور پر ظاہر ہوتا ہے۔ اس کی بھی ایک حقیقت و طبیعت کلیہ ہو۔ جو دوسرے اسما کی حقیقتوں سے ممتاز اور جدا ہو۔ مثلاً غفار کی ایک جدا حقیقت ہے اور منتقم کی بھی ایک ممتاز حقیقت ہے اور ہاں ان دونوں میں جو مشترک ہے مثلاً موجود اس سے یہ دونوں ممتاز و جدا نہیں۔ جس طرح کہ ایک عطیہ دوسرے عطیے سے اپنے تشخص و تعین کی وجہ سے جدا ہے۔ اگرچہ تمام عطایا رحمت الٰہی سے حاصل ہوئی ہیں۔ جو ان کی ایک ہی اصل ہے قطع نظر کہ یہ عطیہ اور ہے اور وہ عطیہ اور ہے۔

عطایا کے امتیاز کا سبب اسمائے الٰہیہ کا امتیاز ہے چونکہ حضرت اسم اعظم اللہ بہت وسیع ہے، اس لیے کسی تجلی میں تکرار نہیں۔ یہی حق ہے۔ اور قابل اعتماد تحقیق ہے۔

علم اسما شیث علیہ السلام سے متعلق ہے۔ انہی کی روح مبارک تمام ارواح و اشخاص کا ممد و منبع ہے، جو علم اسمائے الٰہیہ میں بحث و کلام کریں مگر یاد رکھو کہ خاتم الانبیاء والاولیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مواد و امداد صرف اللہ تعالیٰ سے ملتا ہے، اور سب کی روحوں کو آپ کی روح مقدس سے مواد و امداد ملتی ہے۔ تجلیات و عطایا میں سے حضرت ختم ولایت و نبوت صلعم اگرچہ کسی عطیے خاص کو عدم التفات کی وجہ سے، یا مقتضائے ترکیب عنصری نہ جانیں۔ مگر آپ اپنی حقیقت اور ابتدا کی طرف توجہ فرماتے ہیں تو عطایا و اسما کو ان کی خصوصیات و تعینات کے ساتھ جانتے ہیں، گو کہ جہت عنصری سے نہ جانتے ہوں۔

ذات ختم ولایت و نبوت صلعم عالم بھی ہے۔ نہیں بھی ہے اور قابل اتصاف بہ اضداد بھی ہے، جیسے کہ اصل حقیقۃ الحقائق یعنی اللہ تعالیٰ متصف باضداد ہے۔ جلال ہے تو اس کا ہے جمال ہے تو اس کا ہے۔ وہی ظاہر ہے، وہی باطن ہے۔ وہی اول ہے، وہی آخر ہے۔ ختم ولایت و نبوت عین حق ہے، باعتبار نشاءِ اصل حقیقت کے اور غیر حق بھی ہے، باعتبار انتزاعیت و مفہومیت کے۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علم بھی رکھتے ہیں۔ نہیں بھی رکھتے ہیں۔ درایت بھی رکھتے ہیں اور نہیں بھی رکھتے ہیں۔ شہود بھی رکھتے ہیں نہیں بھی رکھتے ہیں۔ سہ

khatmenabuwat Android Application

جلال اک شان ہے تیری جمال اک شان ہے تیری ٭ عجب تیری حقیقت ہے کہیں ہے نور و ظلمت ہے

اسی علم اسمائے الٰہیہ کی وجہ سے شیث نام رکھا گیا۔ کیونکہ اس لفظ کے معنی هبة الله کے ہیں۔ شیث علیہ السلام کے ہاتھ میں مختلف قسم اور نسبتوں کی عطایا کی کلید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو سب سے پہلے شیث ہی کو دیا، اور آدم کو جو دیا گیا وہ تو خود ان میں سے نکلا تھا کیونکہ الولد سر لابیہ۔ یعنی بیٹا باپ کا راز ہوتا ہے جیسے شیث آدم سے نکلا اور آدم ہی کو پہنچا۔ حق شناس و عقلمندوں کو یہ بات کوئی عجیب و غریب اور راز کی نہ معلوم ہوگی کہ دنیا میں تمام عطایا اسی طرح سے جاری ہوتے اور ملتے ہیں۔ سب کو خدا ہی سے ملتا ہے کیونکہ وہ اصل اصول اور حقیقت الحقائق ہے۔ اور ہر ایک کو وہی ملتا ہے جو اس کے نفس میں ہے۔ اور جس کی استعداد اس کو ہے۔ اگرچہ اس پر کئی صورتیں وارد ہوں، مگر ہے اُسی کی اور اُسی سے پیدا شدہ۔

ہر شخص اس تحقیق سے واقف نہیں۔ اور عطایائے الٰہی کے اس طرح ملنے کو جانتا نہیں۔ جانتے بھی ہیں تو چند اہل اللہ۔ اگر تم ایسے عارف کو دیکھو تو اس پر اعتماد کرو وہ عالم اہل اللہ میں سے خاصۂ خداشناسی اور علوم صافیہ کا سرچشمہ ہے۔ جو صاحب کشف ایسی صورت کا جو اس کا معنی ہے ذکر فرماوے جو اس کو مشاہدہ پہلے سے معلوم اور اس کے قبضے میں نہ تھی۔ مشاہدہ کرتا ہے تو وہ اپنے درخت کا پھل توڑتا ہے۔ اور ہر صاحب کشف اپنے کسب و عمل اور اپنی استعداد کا ثمرہ پاتا ہے۔

واضح ہو کہ بعض اولیا کی نظر شہود پہلے تعین پر پڑتی ہے۔ وہ دیکھتے ہیں کہ عین ثابتہ آئینہ ہے اور اس میں اسمائے الٰہیہ کا ظہور ہے۔ اور بعض کی نظر وجود حقیقی پر پڑتی ہے۔ اور وہ دیکھتا ہے کہ آئینہ وجود میں اعیان ثابتہ کا ظہور ہوتا ہے جیسے جلا دار و صیقل شدہ جسم کے مقابل کوئی صورت ظاہر ہوتی ہے، تو کیا شخص و عکس جدا جدا ہیں۔ ہرگز نہیں۔ مگر محل یعنی عالم شہادت یا عالم مثال جس میں وہ شخص دیکھتا ہے اس صورت کو منعکس کر دیتا ہے۔ مگر صورت میں کبھی ایک قسم کا تغیر ہو جاتا ہے۔ یہ تغیر اس مقام و حضرت کی وجہ سے ہوتا ہے جیسے بڑی چیز کا عکس

چھوٹی چیز میں چھوٹا اور مستطیل میں مستطیل اور متحرک میں متحرک معلوم ہوتا ہے کبھی آئینوں ہی میں سر نیچے پیر اوپر
یہ سب اختلافات خصوصیات آئینہ کی وجہ سے ہیں بعض آئینے ایسے ہیں بالکل ہو بہو نظر آتا ہے
اور سیدھا جانب سیدھا بایاں بایاں ہی دکھائی دیتا ہے مگر اکثر آئینوں میں سیدھا بایاں اور بایاں
سیدھا معلوم ہوتا ہے۔ عام عادت آئینوں کی یہی واقع ہوتا ہے اور بہت کم آئینوں میں
سیدھا سیدھا۔ یا آدمی سر نگوں نظر آتا ہے۔ ان انعکاسات کا مشاہدہ چاہئے ہو تو انگلیاں
یعنی مشحکہ خیز مقام کو دیکھو یا مرات بلوری کا الٹ پلٹ کر دیکھو جس صفت سے مقام میں موجود
ہو رہا ہے ویسا اس کا اثر ہے اس مقام کو تمثیل میں مشاہدہ ہوا ہے جس نے صورت آئینہ کے خیر کا دیکھا ہے
بقدر وسعت آئینہ ہر آئینہ گزر ساہر (شعر) بلکہ آئینہ خادم ہی مرتسم ہوتا ہے
جو اپنی استعداد کو سمجھتا ہے وہ یہی کہتا ہے کہ یہ کیسی صورت اللہ کا ہے مگر یہ ضرور
نہیں کہ جو صورت قبول کرے وہ پہلی ہی سے اپنی استعداد کو جانتا ہو اس لئے قبول صورت
جان لی گیا کہ میری استعداد ایسی ہی تھی استعداد کا سمجھنا ایسی وجہ سے ہوتا ہے۔ بعض ناجاننے اور
بعض نہیں جاننے ہیں یہ نکتہ اور مسئلہ کا ترجمہ کیا جائے گا وہ ایک مشکل مسئلہ ہے۔ لہذا
اس کے متعلق یہ چند ضروری مسائل بیان کروں گا تاکہ اصل مسائل کے سمجھنے میں سہولت ہو۔

یہ بات مخفی نہیں ہے کہ جو شخص علم و حکمت سے بہرہ ور ہوتا ہے اس کے افعال
ارادے کے تابع اور ارادہ تابع علم و حکمت اور علم تابع معلوم ہوتا ہے۔ وہ جیسا معلوم ہے ویسا ہی اس کو
سمجھتا ہے۔ یہ ہرگز وہ نہیں کہ معلوم کچھ اور ہے اور وہ سمجھتا کچھ اور ہے کیونکہ خلاف واقعہ
جاننا جہل مرکب ہے اس کا ارادہ بھی حکمت پر مبنی ہوگا اس کے افعال مقتضائے علم
کے مطابق ہوں گے خلاف حکمت و مقتضائے علم کے کام کرنا سفاہت و حماقت ہے یا مادہ
کام کرنا جنون یا اضطرار ہے۔

کیا خود حکیم مقتضائے حکمت کا معترض ہے ہرگز نہیں۔ حکمت جو حکیم کے مقتضٰی ہوتی ہے
وہ حکیم سے متحقق نہیں ہوتی پھر حکیم سے حکمت کا منفک ہونا جائز نہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ خدا ایک
دوسرے خدا کو پیدا کر سکتا ہے۔ کون کہتا ہے کہ خدا ازل سے پہلے ازل پیدا کر سکتا ہے یا آخر
کے بعد آخر پیدا کر سکتا ہے یہ سب اوہام باطلہ ہیں۔

کیا خدا کی ذات مقتضٰی فنا ہے۔ مقتضائے حکمت ہے ہرگز نہیں تو پھر خودکشی کر سکتا ہے
کیونکہ اس کا جینا واجب نہیں سو خدا خودکشی ہرگز نہیں کر سکتا کیونکہ وہ واجب الوجود ہے۔ ممکنات

اُس کے تحت متوجہ ہیں وہ کہ واجب۔ وہ ایسا کامل ہے کہ خدا اپنے مثل شخص نہیں پیدا کر سکتا۔ جلد دوم
خدائے تعالیٰ جمیع صفات کاملہ ہے اُس کی صفات کا منشا ذات حق ہے۔ اُس کے اسما
عین حق ہیں جیسے ذات حق ہی کامل ہیں۔ وہ ناقابل تغیر ہے۔ الآن کما کان ہے۔
غرضکہ تعینات اور صفات واجب کی ناقابل تغیر ثابت ہے اس کے بعد واضح ہو کہ بعض
ضعیف العقل اہل نظر تعجب سے دیکھا کرتے ہیں یہ مسئلہ کہ اکثر لوگ جو یہ جانتے ہیں کہ کرتا ہے جو خدائی کما یرید
تو خدائے تعالیٰ پر ایسے امر کو بیان کرنے لگے جو منافی کمال اور خلاف نفس الامر سے ہیں مثلاً ایجاد مثل
نقیض یا تحقق اقسام یا امکان کذب باری تعالیٰ اور امکان نظیر آنحضرت قبل آمدن اور امکان خلق آنحضرت
بعد تخریب جو مستحیلات و محالات ہیں جن کے پیدا کرنے سے مجبور ہے اس کو پیدا نہ کر سکنے کے پیدا کرنے
کرنے کو مجبور کہتے ہیں بعض اہل نظر نے وجوب پیدا کرنا اور امکان کو بالکل ہی بیان اور صرف وجوب بالذات
و بالغیر کے قائل ہو گئے جو منطق اور جبریہ کے مسائل ہیں مگر حق امکان کا ہی قائل ہوتا ہے۔
اور اُس کے کل کا ہی ممکن کو ممکن بیان کر واجب بالغیر ہی مانتا ہے۔ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ
واجب البعدم کس طرح مستغنی امکان قدیم ہے اس تفصیل کو صرف عارف باللہ ہی جانتے ہیں۔

نوع انسانی میں جو شخص سب سے آخر پیدا ہوگا وہ قدم شیث علیہ السلام پر ہوگا۔ وہ
حامل اسرار شیث ہوگا اس کے بعد نوع انسانی سے کوئی پیدا نہ ہوگا۔ اور وہی خاتم الاولیاء یعنی آخر الاولیاء
ہوگا اور خاتم ختم ولایت ہوگا اُس کے ساتھ اُس کی توام بہن پیدا ہوگی۔ وہ پہلے ہی پیدا ہوگی بعد
بھائی پیدا ہوگا شکم مادر میں بھائی کا سر بہن کے پیروں کے پاس ہوگا۔ وہ چین میں پیدا
ہوگا۔ اپنے شہر کی بولی بولے گا۔ اُس کے پیدا ہونے کے بعد مردوں اور عورتوں میں عقم
اور بانجھ پن سرایت کرے گا۔ نکاح و جماع تو بہت ہوگا مگر اولاد نہ ہوگی۔ وہ خدا کی طرف تو
بلائے گا۔ مگر اُس کی کوئی نہ سنے گا۔

جب اللہ تعالیٰ اس کو اور اُس کے ہمزمانہ مومنین کی روح قبض فرمائے گا تو
باقی لوگ مثل بہائم کے رہ جائیں گے نہ حلال کو حلال سمجھیں گے نہ حرام کو حرام
خواہش نفسانی و شہوت طبعی کے موافق کام کریں گے۔ ان کے کام عقل و شرع کے
منافی ہوں گے۔ انہی لوگوں پر قیامت قائم ہوگی۔

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

ترجمہ

فصوص الحکم

جزو سوم

(۳) فص نوحیہ

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

فصِّ نوحیہ تمہید

فقیر مترجم اس فص کے ترجمے سے پہلے چند مسائل کی توضیح کر دیتا ہے۔ جس سے شیخ کا کلام سمجھنے میں سہولت ہوگی۔ اس فص میں حادث وقدیم جیسا علاقہ میں جو ربط ہے۔ بیان کیا گیا ہے۔

تنزیہ:۔ ذات حق سبحانہ کو تمام قیود، تمام نقائص امکانیہ وعیوب مخلوقات سے پاک سمجھنا۔

تشبیہ:۔ اس سے مراد کبھی مخلوقات وممکنات لیتے ہیں اور تنزیہ وتشبیہ کے معنی احد وابد کے لیتے ہیں کبھی تشبیہ کے معنی بندوں کی طرح خدائے تعالیٰ کو محدود ومحل عیوب ونقائص سے سمجھنا۔ کبھی تشبیہ کے معنی عالم مثال میں، کسی ایسی شے کا جس کی حقیقت صورت سے پاک ہو، بتوسط صورت کے ظاہر ہونا۔ مثلاً حضرت ختم رسالت نے علم کو دودھ کی شکل میں دیکھا۔ یا مصوروں کی بنائی ہوئی تصویروں کو دیکھو۔ کہ محبت، شفقت، رحم، غضب، انتقام وغیرہ کو جو اپنی حقیقت کی وجہ سے بے صورت ہیں مگر مصور ان کو تصاویر کے ذریعے دکھاتے ہیں۔

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

جزو سوم

عبد و رب میں کیا ربط ہے؟ اس کے متعلق لوگوں کی مختلف رائے وخیال ہیں۔ چند اہم رائیں اور خیالات یہاں بیان کیے جاتے ہیں۔

۱۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ دنیا میں چند چیزیں ہیں۔ ہیولیٰ، صورت، زمان اور مکان۔ زمان و مکان کے لحاظ سے ہیولیٰ پر صورتیں آتی ہیں۔ ہیولیٰ کی مختلف حالتیں ہیں۔ ان کے مجموعہ کا نام عالم مقدمات ہیں۔ بھلا یہ تو بولو دنیا میں صورتوں کے وارد ہونے کا کوئی انتظام کوئی سسٹم کوئی نوامیس فطرت۔ اور ان میں کوئی ترتیب کوئی باقاعدگی بھی ہے یا دنیا یونہی بغیر ربط کے، علت و معلول کے، بغیر کسی ہم آہنگی کے چل رہی ہے۔

۲۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہر کام کا ایک خدا ہے۔ ان میں بعض نر ہوتے ہیں ان کو دیوتا کہتے ہیں۔ اور بعض مادہ، ان کو دیبی کہتے ہیں۔ ان کے اجتماع سے بچے بھی پیدا ہوتے ہیں۔ ان میں ہمیشہ جنگ رہتی ہے۔ کوئی نیا کام، نئی حالت نہیں پیدا ہوتی جب تک پہلے کام کے خدا کو شکست اور نئے کام کے خدا کو فتح نہیں ہوتی۔ ان لوگوں کی نظر نہ عالم نظام پر پڑتی ہے نہ اتقان صنعت الٰہی پر۔ ان کے پاس دنیا کیا ہے؟ درحقیقت یا دہ خیال کا ایک جنگل ہے۔ سچ پوچھو تو یہ لوگ خدا کے معنی ہی نہیں سمجھتے

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ

۳۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ عالم کیا ہے۔ ہم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم کا فیضان ہے کہ ہو رہا ہے۔ اجسام ہیں کہاں؟ اور ہم جس احساس میں کچھ بلا ہے بھی یا نہیں۔ ہم بذاتہ قائم ہیں یا کسی پر ہمارا قیام ہے۔

۴۔ بعض لوگ کہتے ہیں صرف ایک مادہ ہے۔ اس کے تمام اجسام ہیں۔ آخر مادے کی تعریف کیا ہے؟ طبیعیات میں تو مادے کے یہ خواص بتائے جاتے ہیں۔ استقرار یعنی ساکن ہے تو ہمیشہ ساکن جب تک کوئی متحرک نہ کرے۔ متحرک تو ہمیشہ متحرک جب تک کوئی ساکن نہ کرے۔ تحیز، جگہ گھیرنا، تقسیم قبول کرنا وغیرہ۔ کیا مادہ کی صفت ارادہ بھی ہے۔ کیا مادہ حرکت بالارادہ بھی کرتا ہے۔

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

khatmenabuwat Android Application

جزوسوم

حرکت بالارادہ تو مادّے کی صفت ہی نہیں۔ نہ اس کی شان سے علم ہے۔ ہم کو تو علم ہے۔ ارادہ ہے۔ ہم بالارادہ حرکت کرتے ہیں۔ شاید تم تو بے جان ہو۔ ہم زندہ ہیں اور علم بھی رکھتے ہیں۔ تمہارے خیال میں نہ تم زندہ ہو نہ صاحبِ علم۔

۵۔ بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ تمام عالم کے مجموعے کا نام خدا ہے۔ عالمِ شہادت بمنزلۂ تن ہے۔ اور عالمِ ارواح بمنزلۂ روح ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ایک چیز فنا ہو جائے، تو کیا خدا میں سے کچھ کم ہو جاتا ہے۔ کل شیء ھالک الا وجھہ۔ خدائے تعالیٰ وجود بالذات ہے۔ ناقابلِ فنا ہے۔ وہ الآن کما کان ہے ناقابلِ تغیر ہے۔ وہ کامل ہے۔ ناقص میں کمی زیادتی ہوتی ہے۔ یہ اہلِ تجسیم ہیں۔ ان کو مجسمہ کہتے ہیں۔

۶۔ بعض لوگ کہتے ہیں۔ تمام مخلوقات سے جدا ہے۔ عرش پر بیٹھا ہوا ہے وہیں سے ان کا تماشا دیکھتا ہے۔ اور خدائے تعالیٰ کے لیے تمام اعضا و لوازمِ بشری ثابت کرتے ہیں۔ یہ لوگ عالمِ مثال سے واقف نہیں۔ شانِ احدیت۔ بیچونی۔ تنزیہ کو جانتے ہی نہیں۔ یہ اہلِ تشبیہ ہیں۔ ان میں سے ایک کو مشبّہ کہتے ہیں۔

کیا عبد و رب میں کوئی تعلق ہے یا نہیں؟ تعلق ہے تو کیا دونوں عین یا دو ایک ہیں؟ عین اور ایک ہیں تو ایک قدیم اور ایک حادث کیسا؟ اس الجھن کے سلجھانے میں ہر ایک نے حتی المقدور کوشش کی۔ مگر اس کی معرفت میں جاہل کو بھی حیرت ہے اور عارف کو بھی حیرت ہے ؎

تو ہم ہے نہ تُم ہے نہ قلت ہے نہ کثرت ہے (حیرت) نہ دیکھیں یہ تو حیرت ہے جو سمجھیں یہ تو حیرت ہے

بعض تو سمجھتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ایک لفظ کن فرما کر تمام مخلوقات کو نیست سے ہست کر دیا۔ رب الگ ہے اور عبد الگ۔ رب قدیم ہے، بالذات موجود ہے۔ بندہ حادث ہے، اس کا وجود بالعرض ہے۔ کن کا مخاطب کون تھا؟ تاویل و فی انفسکم تاویل اینما تولوا فثم وجہ اللہ تاویل وھو معکم۔ تاویل۔ جو بات سمجھ میں نہیں آئی جس کی توجیہ نہ کر سکے۔ تاویل۔ یہ طریقہ معتزلیوں کا ہے ماتریدی و اشعری بھی اس کے قریب ہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ کے صفات وجودی ہیں۔ موجود ہیں۔

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

ہر صفت کے متقابل ایک عدم ہے۔ مثلاً حیات کے متقابل موت۔ علم کے متقابل جہل۔ سمع کے متقابل صم (بہرا پن)۔ بصر کے متقابل عمی (نا بینائی)۔ قدرت کے متقابل عجز۔ ارادہ کے متقابل مجبوری یا بے ارادگی۔ کلام کے متقابل بکم (گونگا پن)۔ کوئی ذرا غور کرے۔ یہ اعدام کیا عدم محض ہیں یا عدم ثابت نہیں۔ عدم محض اور تجلی کا و اسماء وصفات الٰہی۔ ثبوتُ شیئٍ لشیئٍ فرعٌ ثبوتِ مثبت لہ پہلے کوئی شے ہوگی تو اس کے لیے کوئی دوسری شے ثابت کی جائے گی۔ وہ تجلی گاہ ہوگی۔ عدم ثابت ہے تو اُس کا قیام کس پر ہے۔ کیا ممتنع پر، یا واجب تعالیٰ پر؟ ان سوالات کے جوابات پر اس مذہب کا قیام ہو سکتا ہے۔ ثَبِّتِ الْعَرْشَ ثُمَّ النَّقْش۔ پہلے تخت کو ثابت کرو۔ پھر اُس پر نقش و نگار کرنا۔

صوفیۂ وجودیہ کا مذہب ہے کہ وجود کے دو معنی ہیں۔

(۱) وجود بمعنی بودن و حصول یہ ایک مصدری معنے ہیں، ہونا۔ بودن۔

(۲) وہ چیز جس کو دیکھ کر "ہے" کہتے ہیں۔ وہ منشائے منتزع عند واقع ہوتا ہے، کون و حصول کا۔ یعنی خارج میں کوئی چیز ہے جس کو دیکھ کر ہم "ہے" کہتے ہیں۔ مثلاً اگر خارج میں زید نہ ہو اور ہم کہیں "زید ہے" تو چونکہ یہ ایک بے منشا، خلاف واقعہ بات ہے، لہٰذا غلط ہے۔ زید ہے، بکر ہے، خالد ہے ان سب میں "ہے" مشترک ہے۔ لہٰذا ان تینوں میں "ہے" کا منشا بھی مشترک ہے۔ اسی طرح تمام چیزوں میں "ہے" کا منشا اور واقع مشترک ہے۔ اسی کو ہم وجود بمعنی مابہ الموجودیۃ کہتے ہیں۔

اب کہو۔ وجود بمعنی مابہ الموجودیۃ، جو حقیقی وجود ہے، اُس کے متقابل کیا ہے؟ کچھ نہیں۔ جو ہے، وجود کی ایک صورت، اور اُس کا ایک تعین ہے۔ کیا وجود کے متقابل عدم ہو سکتا ہے؟ بھلا عدم کیونکر ہوگا۔ اگر عدم محض موجود ہو تو انقلاب ماہیت یا اجتماع نقیضین لازم آئے گا۔ وجود حقیقی بذاتہٖ موجود ہوگا۔ یا اُس کو کوئی دوسرا موجود کرے گا یا وہ دوسری شے سے منتزع سمجھا جائے گا۔ اگر وجود حقیقی کو کوئی دوسرا موجود کرے یا دوسری شے سے وجود حقیقی منتزع ہو تو وہ دوسری شے ہی وجود حقیقی ہوگی۔ اور یہ وجود بالغیر یا وجود بالعرض اور وجود غیر حقیقی ہو جائے گا۔

khatmenabuwat Android Application

جلد دوم

اور یہ خلاف فرض اور اجتماع نقیضین ہے۔ کیا وجودِ حقیقی سے پہلے عدم یا بعد عدم ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ ورنہ انقلاب حقایق لازم آئے گا اور دوسرے وجودات کس سے رونما ہیں۔ وجودِ حقیقی سے یا بہ الموجودیۃ سے۔

بتاؤ جو شے سب کی اصل ہو، ایک ہو، حقیقی وجود ہو، بالذات موجود ہو۔ کسی کا محتاج نہ ہو۔ ازلی ابدی ہو جس کی ساحت عزت تک عدم کو قدم نہ ہو۔ تمام موجودات کا مرجع و مآب ہو۔ کسی سے پیدا نہ ہو۔ نہ اس کے برابر کوئی پیدا ہو سکے۔ اس کا کوئی نہ ضد ہو نہ مقابل ہو۔ وہ ہے کیا؟ لاریب۔ وہ واجب الوجود ہے۔ منبع الجود ہے۔ حق معبود ہے۔ قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد۔

اور سنو! ممکنات، جائزات، مخلوقات کا وجود کیا ان کے عین ذات ہے یا اُن کی ذوات کو لازم ہے؟ ہرگز نہیں۔ اگر وجود، ذوات ممکنہ کا عین یا اُن کا لازم ہوتا تو ان وجود سے جدا و منفک نہ ہوتا۔ کیونکہ شے سے اس کی ذات و ذاتیات اور لوازم کبھی چھوٹ نہیں سکتے۔ منفک نہیں ہو سکتے۔ پس جب وجود ذات ممکن کو لازم نہیں اور ممکن، موجود بالذات نہیں، تو ضرور ایک ایسی ذات بھی ہوگی جس کا وجود عین ذات ہو۔ اور وہ واجب الوجود بالذات ہو۔ اور ممکنات کو اپنے وجود سے واجب بالغیر بنائے۔

وجودِ حقیقی کے دو تعین ہیں۔ ایک تعین و تشخص ذاتی، جو الآن کما کان ہے۔ دوم تعین و تشخص باعتبار اسماء و صفات کے۔ اس کے لحاظ سے اس کے کئی مراتب ہیں۔ مرتبہ داخلی۔ مرتبہ خارجی۔ مرتبہ داخلیہ کن فیکون سے پہلے ہے۔ لہٰذا یہاں مخلوقات کو دخل نہیں۔ اور نہ یہاں متعدد ذوات موجود فی الخارج ہیں۔ مرتبہ خارجیہ کن کے بعد ہے۔ یہ مرتبہ مخلوقات، موجودات بالعرض، حوادث کا ہے۔

واضح ہو کہ ترکیب و اجتماع صفات الٰہیہ سے نسبتیں پیدا ہوتی ہیں۔ ان نسبتوں کو دو اعتبار لاحق ہوتے ہیں۔

(۱) نسبت و ترکیب سے ایک حقیقت ذاتیت و طبیعت کا

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جو موجود نظر معلوم ہوتا ہے حقیقت ممکنہ اور عین ثابتہ کہلاتا ہے۔

(۲) خود یہ نسبت و ترکیب جس پر حقیقت ممکنہ کا قیام ہے حقیقت الٰہیہ اور اسم الٰہی کہلاتی ہے جب اس حقیقت و عین ممکنہ کے مطابق حقیقت الٰہیہ یا اسم خاص کا ظہور ہوتا ہے، تو یہ اعتباری یا بالعرض شے عین خارج کہلاتی ہے اور اس پر آثار و احکام مرتب ہوتے ہیں۔ مثلاً پانی ایک حقیقت اعتباری اور موجود بالعرض شے ہے۔ پانی کا قیام ہائیڈروجن و آکسیجن کی نسبت خاصہ پر ہے یعنی دو حصے ہائیڈروجن آکسیجن کے ایک حصے کے ساتھ ترکیب کھاتی ہے۔ کیمیادان ہائیڈروجن و آکسیجن کی مختلف نسبتوں سے پیدا ہونے والے مختلف حقایق کو جانتا ہے۔ مثلاً پانی۔ ہائیڈروجن پرآکسائیڈ وغیرہ۔

یہ عین ثابتہ معلومات و حقائق ممکنہ کی مثال ہے اور یہ نسبتیں جن پر حقائق ممکنہ کا قیام ہے حقیقت الٰہیہ یا اسم خاص یا تجلی خاص کی مثال ہے۔ جب کیمیادان پانی کی حقیقت کے مطابق دو حصے ہائیڈروجن اور ایک حصہ آکسیجن کو ملا دے تو پانی جو خیالی اور علمی چیز تھی حقیقی و واقعی شے ہو جائے گی۔ اور اس وقت اس کو خارجی پانی کہیں گے۔ اور اس وقت پیاس بجھانے درختوں کو سرسبز رکھنے کی صفت اس کی طرف رجوع ہو جائے گی۔ دیکھو۔ کیمیادان کے علم میں پانی کی حقیقت ہے۔ پانی میں ہائیڈروجن و آکسیجن کی جو نسبت ہے وہ کی ہے خارج میں آکسیجن و ہائیڈروجن ہیں جن سے پانی بھی خارجی شے معلوم ہوتی ہے۔ ان میں سے اسمائے الٰہیہ کی مثال ہائیڈروجن و آکسیجن ہیں۔ ان میں کی باہمی نسبت اسم خاص یا حقیقت الٰہیہ کی مثال ہے۔ پانی عین خارجی کی مثال ہے۔ دیکھو بظاہر جو پانی معلوم ہوتا ہے، جس کا قیام نسبت خاصہ آکسیجن و ہائیڈروجن پر ہے۔ خود یہ نسبت ہائیڈروجن و آکسیجن سے قائم ہے۔

کیا پانی حقیقی شے ہے؟ عامۃ الناس کہیں گے بیشک حقیقی شے ہے۔ ہم اس کو پیتے ہیں۔ ضرور توں میں استعمال کرتے ہیں کیمیادان سے پوچھو۔ وہ کہتا ہے، کہ حقیقی شے صرف ہائیڈروجن و آکسیجن ہے۔ فلاسفر سے پوچھو وہ کہتا ہے، مادہ ہے۔ شہودی سے پوچھو وہ کہتا ہے اسمائے الٰہیہ ہیں۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزوم

وجودی سے پوچھو! وہ کہتا ہے۔ صرف ذات حق ہے۔ اللہ اللہ۔ خیر صلا۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ ہائیڈروجن و آکسیجن اور پانی میں کون معقول اور علمی شے ہے، اور کون مشہود و محسوس! ظاہر ہے کہ پانی ایک منتزع شئی وانتزاعی شے ہے۔ اور ہائیڈروجن و آکسیجن حقیقی خارجی اشیا ہیں۔ لہذا پانی معقول اور اس کے عناصر محسوس ہیں۔ اسی طرح مخلوقات معقول ہیں اور اسماء کے الٰہیہ محسوس۔ غور کرو تو اسمائے الٰہیہ ہی انتزاعی و معقول اور سمجھنے کی بات ہیں۔ اور حق محسوس و مشہود ہے۔ مگر ہماری نظر پر غفلت کا پردہ پڑ گیا ہے کہ معقول کو محسوس اور محسوس کو غیر مشہود سمجھتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ کَمَا هِیَ۔

یہاں ایک لطیفہ ہے۔ کہ وجود حقیقی بے کیف و بے رنگ اور بے چون و چگونہ ہے۔ گو بے خارج میں۔ اور ایک ہے۔ لہذا جو صورت اس میں نمایاں ہوگی، خارج میں معلوم ہوگی۔ بعض پرندے آئینے میں اپنی صورت دیکھ کر سمجھتے ہیں، کہ آئینے میں کوئی پرندہ ہے۔ اور اس سے لڑتے ہیں۔ بعض بچے آئینے میں اپنی صورت دیکھ کر سمجھتے ہیں، کہ اس میں کوئی بچہ ہے اور اس کو پیار کرتے ہیں بعض ہوشیار بچے آئینے میں دیکھتے رہتے ہیں جب کوئی ان کے پیچھے آکر اپنا عکس آئینے میں ڈالتا ہے، تو پلٹ کر دیکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ آئینے کی یہ صورت نہیں بصورت کسی اور جگہ سے آرہی ہے۔ یہی حال نادان کا ہے، کہ کسی صورت کو وجود خارجی میں دیکھتا ہے، تو سمجھتا ہے کہ صورت موجود بوجود خارجی ہے مگر عارف سمجھتا ہے۔ کہ صورت موجود فی الخارج نہیں۔ بلکہ وہ علم الٰہی سے آئی ہے۔ بلکہ علم ہی میں ہے۔ اور خارج میں صرف وجود خارجی ہے تماشا یہ ہے، کہ میں اپنے آپ کو دیکھ نہیں سکتا۔ نہ خود آئینے کو دیکھ سکتا ہوں۔ مگر آئینہ نظر آجائے تو وہ آئینہ ہی نہیں ہے۔ ایک شیشے کا ٹکڑا ہے۔ فرشکہ حقیقت یہ ہے کہ اوّل آئینہ نظر آتا ہے، پھر اس کے توسط سے صورت نظر آتی ہے۔ مگر وارے آئینہ تو نظر آتا ہے، اور پھر نظر نہیں آتا۔ یہ کیا؟ یا وجید۔ و وجید الوجید۔ انت الموجود وانت المعبود وانت المشهود۔ وماسواک معدوم و مفقود۔

جز نمود بستی کی نمود ہے نہ ستعال وجود ہے ستر جمہ تیری کمی کیا بتائے کمال جز ہے خیال شعبدہ بانیاں

(حضرت صدیقی)

جزو دوم خود نہاں اور عیاں اُس سے بنا ہائے جہاں حیرت انگیز ہے پیدائی کا پنہاں ہونا

فرق اسلامیہ میں کوئی ایسا نہیں ہے جو وجود بالذات کو حق تعالیٰ میں منحصر نہ سمجھتا ہو۔ ان میں سے بعض لوگ ان آیات کو جو تشبیہ پر دلالت کرتے ہیں۔ امنا بمراد اللہ کہہ کر خاموش ہو جاتے ہیں۔ بعض لوگ تاویل کرتے ہیں اور آیات والفاظ قرآنی کے ایسے معنی لیتے ہیں۔ جو حقیقی معنی نہیں ہوتے۔ بلکہ مجازی ہوتے ہیں۔ صوفیہ کے پاس جب موجود فی الحقیقت حق تعالیٰ ہی ہے اور وجود حقیقی کے مراتب ہیں، تو ہر ایک حکم اپنے موقع و مرتبے پر ثابت ہے۔ تنزیہ اپنے مقام پر حق ہے تو تشبیہ اپنے محل پر ثابت ہے

اے بُردہ گماں کہ صاحبِ تحقیقی اندر صفتِ صدق ویقیں صدیقی
ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد (احیائی علیہ الرحمہ) گر حفظِ مراتب نہ کنی زندیقی

وجودیوں میں بھی بعض کا خیال ہے۔ کہ خود حق تعالیٰ اپنے تعینات میں نمایاں ہوتا ہے۔ حق کو تعینات، اعیان ثابتہ کے حقائق ماہیت و ہویات کے تقابل سے پیدا ہوتے ہیں۔ مگر اُن کا قول ہے، ہمہ اوست ہے

ہمسایہ و ہمنشین و ہمرہ ہمہ اوست در دلقِ گدا و اطلسِ شہ ہمہ اوست
دنیا انجمنِ فرق و نہاں خانۂ جمع (جامی) واللہ ہمہ اوست ثم باللہ ہمہ اوست

مرآتِ حقائق ہے یہ دنیا مرے آگے ہر ایک میں ہے یار کا جلوا مرے آگے
نیرنگیٔ اشکال ہے نیرنگ سراپا سو رنگ میں ہے ایک ہی جلوہ مرے آگے
بے وجہ نہیں مولکشی صورتِ باطل باطل میں بھی ہے حق کا تماشا مرے آگے

بعض وجودیوں کا خیال ہے کہ معلومات الٰہیہ یا اعیان ثابتہ پر اسمائے الٰہیہ کا پرتو پڑتا ہے، تو موجودات خارجیہ پیدا ہوتے ہیں۔ یا یوں کہو کہ علم و قدرت کے اجتماع سے ایک تیسری ہی چیز یعنی وجود خارجی پیدا ہوتا ہے۔ ان کے خیال میں دُنیا علم الٰہی کا ایک تماشا ہے۔ اور اہل دُنیا خیالی پتلے ہیں۔ جن میں صفات و اسمائے الٰہیہ کا ظہور ہو رہا ہے۔ مگر ان میں سے کوئی ذات حق سے جدا اور اُن سے باہر نہیں۔ تمام صُور موجود بالعرض، حادث و مخلوق ہیں۔

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

حصہ سوم ان علمی تبدلوں کے احکام ذات عالم و حقیقت حقہ پر نہیں لگتے۔ اور ان کے تغیر سے ذات عالم و ذات حقہ میں تغیر لازم نہیں آتا۔ عالم جوں کا توں رہتا ہے ؎

مری یہ دوئی کی نمود ہے حقیقت اور مجاز ہیں
میں کہاں کہ لاکھوں نقش ہیں ابھی ہنوز پیچیدہ راز ہیں
جو نہ ہو ماسی کی نمود ہو نہ نمود ایں وجود ہو
دہ مستی عشق کی کیا بتائے کمال جو ہے خیال شعبدہ بازیں

نمود جنبش نوک قلم ہیں ساری تحریریں
تماشا گاہ ہے عالم کسی استاد کامل کا
(حضرت صدیقی)
وہ عالم کیا ہیں عالم ذات کی ہیں چند تفسیریں
یہ ہم تم کیا ہیں گویا سینما کی چند تصویریں

ان سب مسائل کی تحقیق و تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو فقیر کا رسالہ "حکمت اسلامیہ" اور رسالہ "بذل المجہود فی تحقیق الوجود" اور مضامین ایک "میرا خیال" عینیت و غیریت اور وحدیت۔

اس تمہید کے بعد اب فقیر مترجم فص حکمت سبوحیہ کے ترجمے کی طرف توجہ کرتا ہے۔

واضح ہو کہ تنزیہ محض اہل حقائق یعنی صوفیہ صافیہ کے پاس عین تحدید اور تقیید ہے۔ کیونکہ وجود حقیقی کو تنزیہ سے مقید کرنا ہے۔ کہ وہ تشبیہ میں نمایاں نہیں ہو سکتا۔ تنزیہ محض کرنے والا یا تو جاہل ہے یا بے ادب۔ کیونکہ شریعت و قرآن و کتاب اللہ کا معتقد اور ان پر ایمان رکھنے والا، اگر تنزیہ محض کرے اور تنزیہ کے پاس ٹھیر جائے۔ اور اس کی رائے اس کے یعنی تنزیہ کے سوائے نہ ہو۔ اور وہ تشبیہ کا قائل نہ ہو تو وہ سوئے ادب کا مرتکب اور حق تعالیٰ اور رسل صلوات اللہ علیہم کی اپنی بے شعوری کی وجہ سے تکذیب اور مخالفت کرتا ہے۔ وہ خیال کرتا ہے کہ اس کو حقیقت سے کچھ حصہ ملا ہے۔ حالانکہ اس سے بہت کچھ فوت ہو گیا ہے۔ وہ تو ایسا ہو گیا، جیسے کہ "امن ببعض و کفر ببعض"۔ یعنی بعض آیات پر ایمان لاتا ہے اور بعض سے کفر کرتا ہے۔ قرآن شریف میں تنزیہ کے لیے لیس کمثلہ شی۔ اس کے جیسی کوئی شے نہیں۔ اللہ الصمد لم یلد ولم یولد اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس کی اولاد ہے نہ ماں باپ۔ تعالی اللہ عما یصفون۔ خدا ان سے بہت بلند ہے جن صفات سے کہ یہ بیان کرتے ہیں۔ یہ تو تشبیہ کے لیے آیات تنزیل بھی ہیں۔ وھو معکم اینما کنتم وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں تم ہو

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزوسوم

وهو السميع البصير وہی سنتا ہے وہی دیکھتا ہے وفی انفسکم افلا تبصرون وہ تمہارے نفوس میں ہے کیا تم نہیں دیکھتے۔ وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ چند لوگوں کے چہرے ایسے تر و تازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے۔ ونحن اقرب الیہ منکم ولکن لا تبصرون ہم اُس سے بہ نسبت تمہارے زیادہ قریب ہیں مگر تم نہیں دیکھتے۔ بھی ہے۔

یہ معلوم ہے کہ شرائع الٰہیہ حق تعالیٰ کے حق میں جو کچھ کہتے ہیں حق ہی کہتے ہیں۔ اب اس سے عامۃ الناس تو وہی معنی و مراد سمجھتے ہیں جو ظاہری الفاظ سے نکلتے ہیں۔ اور خاص خاص لوگ اس زبان کی وضع سے جو احتمالات نکل سکتے ہیں مراد لیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا ہر مخلوق میں ظہور خاص ہے۔ وہ ظاہر ہے ہر مفہوم کلی و جزئی میں۔ وہ باطن ہے ہر فہم و عقل سے۔ البتہ وہ شخص کچھ سمجھتا ہے جو اس بات کا قائل ہے کہ عالم حق تعالیٰ کی صورت بھی ہے۔ اور اُس کی ذات و ہویت مقدسہ سے جدا بھی نہیں ہے۔ عالم میں ہو الظاہر کا ظہور ہے۔ اور حق تعالیٰ ممکنات و مخلوقات میں جو حق تعالیٰ کے اسماء و صفات کے مظاہر ہیں بمنزلہ روح کے ہے۔ حق تعالیٰ کو اپنے مظاہر اور صُور عالم سے وہی نسبت ہے، جو روح مدبّر انسانی کو اُس کی صورت اور جسم سے ہے۔ دیکھو انسان کی حد اور تعریف میں روح و تن اور باطن و ظاہر دونوں کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ کیونکہ انسان صرف تن نہیں ہے بلکہ روح و تن دونوں کا مجموعہ ہے۔ یہی حال ہر محدود و معرَّف۔ یعنی اُس شے کا جس کی تعریف کی جاتی ہے کہ اُس کے ظاہر و باطن دونوں کا لحاظ کیا جاتا ہے۔

پس حق تعالیٰ اپنی ذات مقدسہ اور شان تنزیہ کی وجہ سے غیر محدود ہونے کے باوجود اپنے اسماء اور اُن کے ظہور کے لحاظ سے ہر حد اور تعین سے محدود و متعین ہے۔ عالم کی صورتیں بے انتہا اور خارج از ضبط و احاطہ ہیں۔ کسی صورتِ کسی شے کو آدمی جانتا بھی ہے، تو صرف اس قدر جس قدر کہ اس شے کی صُور و حالات معلوم ہوں۔ اس لیے حق تعالیٰ کی تعریف نامعلوم ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ کو اُتنا ہی جان سکتے ہیں جتنا صُور عالم کے حالات کا علم ہو۔ تمام صورتوں اور اشیا کا علم

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جلد سوم

حاصل ہونا محال ہے تو خدائے تعالیٰ کی حد اور تعریف کرنا بھی محال اور ناممکن ہے۔ جو تشبیہ محض کا قائل ہے اور تنزیہ نہیں کرتا ہو، وہ صاحب تجسیم یعنی خدائے تعالیٰ کو صاحب جسم سمجھتا ہے۔ اور وہ فرقۂ مجسمہ سے ہے۔ وہ حق تعالیٰ کو مقید اور محدود سمجھتا ہے۔ اس کو حق تعالیٰ کی معرفت سے کچھ نصیب نہیں۔ جو عرفان حق میں تنزیہ و تشبیہ دونوں کا قائل ہے اس کو اجمالاً کچھ معرفت نصیب ہوئی تفصیلاً کیونکر معرفت نصیب ہوگی۔ جبکہ عالم کے غیر متناہی، لا محدود صُوَر کا احاطہ ناممکن ہے انسان خود اپنے نفس کو جانتا ہے تو اجمالاً ہی جانتا ہے۔ تفصیلاً کب جانتا ہے؟ یہی تو وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معرفت حق کو معرفت نفس سے مرتبط کیا ہے۔ اور من عرف نفسہ فقد عرف ربّہ فرمایا۔ جس نے خود کو جانا تو خدا کو جانا۔

خود فہمی سے خدا فہمی (حضرت صدیقی) خود میں سرِ حقیقت ہے

حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ہم تم کو اپنی نشانیاں آفاق میں دکھائیں گے۔ یہاں آفاق سے مراد وہ شے ہے جو تم سے باہر ہو وفی انفسھم اور ان کے انفس میں انفس سے مراد تمہاری ذات، تمہارا عین ہے حتّٰی یتبیّن لھم تاکہ ان کو یعنی ناظرین کو ظاہر ہو جائے کہ وہی موجود حقیقی ہے اس لحاظ سے کہ تم اس کی صورت ہو اور وہ تمہاری روح ہے۔ روح الارواح ہے۔ سر الاسرار ہے۔ تم ذات حق کے لیے ایسے ہو جیسے تمہاری جسمانی صورت تمہارے لیے۔ اور حق تعالیٰ تمہارے لیے اس طرح ہے جس طرح تمہاری روح جو ہر بدن ہے۔ تمہارے بدن اور جسم کی صورت کے لیے۔ تمہارے جاننے میں تمہارے ظاہر و باطن کا جاننا شامل ہے۔ جب روح مدبر تن سے نکل جائے اور خالی تن رہ جائے تو انسان کہاں رہا۔ اُس تن بیجان کو اتنا کہہ سکتے ہیں۔ کہ اُس کی صورت انسان کی صورت سے مشابہ ہے۔ اس کو صورت بت کی صورت اور لکڑی یا پتھر کی صورت میں کیا فرق رہا۔ اس کو انسان نہیں کہہ سکتے مگر بطور مجاز کے۔ ذکر بطور حقیقت کے جسم انسانی روح انسانی سے جدا ہو جاتا ہے۔ مگر صُوَر عالم ممکن نہیں کہ ذات حق سے جدا ہوں۔

الوہیت حق عالم کے لیے بالحقیقۃ ہے نہ کہ بمجاز جیسے تعریف انسان بحالت حیات

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

تعریف حقیقی ہے۔ کیونکہ اس حال میں روح وجسم دونوں ملے ہوئے ہیں جیسے انسان کی ظاہری صورت یعنی جسم اپنی زبان حال سے اپنی روح ومدبر نفس کی ثنا وتعریف کرتی ہے۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے صُوَرِ عالم کو ایسا پیدا کیا کہ اس کی تسبیح وحمد کریں۔ مگر ہم اس کو نہیں سمجھتے۔ کیونکہ ہم عالم کے تمام صُوَر کو احاطہ نہیں کر سکتے۔ سب حق کی زبانیں ہیں، جو حق کی ثنا میں گویا ہیں۔ اسی لیے فرمایا الحمد للہ رب العالمین یعنی حامدیت یعنی حمد کرنا اور محمودیت یعنی حمد کیا جانا۔ دونوں کا مرجع اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ جزو سوم

فَاِنْ قُلْتَ بِالتَّنْزِیْهِ کُنْتَ مُقَیِّدًا۔ اگر تم تنزیہ محض کے قائل ہو گے تو تم حق تعالیٰ کو مقید کر دو گے۔

وَاِنْ قُلْتَ بِالتَّشْبِیْهِ کُنْتَ مُحَدِّدًا۔ اگر تم تشبیہ محض کے قائل ہو گے تو حق تعالیٰ کو محدود کر دو گے۔

وَاِنْ قُلْتَ بِالْاَمْرَیْنِ کُنْتَ مُسَدَّدًا ، وَکُنْتَ اِمَامًا فِی الْمَعَارِفِ وَسَیِّدًا

اگر تم تنزیہ وتشبیہ دونوں کے قائل ہو گے تو راست رو ہو گے اور معارف میں امام اور سردار ہو گے۔

فَمَنْ قَالَ بِالْاِشْفَاعِ کَانَ مُشْرِکًا۔ اگر تم دوئی کے قائل ہو اور حق وخلق کو بالکل جدا سمجھو گے تو تم شرک فی الوجود کرو گے۔

وَمَنْ قَالَ بِالْاِفْرَادِ کَانَ مُوَحِّدًا۔ اگر عبد ورب کو وجود حقیقی اور منشا کے لحاظ سے مین یک دیگر سمجھو گے اور یکی ویکتائی کے قائل ہو گے تو تم موحد ہو گے۔

فَاِیَّاکَ وَالتَّشْبِیْهَ اِنْ کُنْتَ ثَانِیًا۔

وَاِیَّاکَ وَالتَّنْزِیْهَ اِنْ کُنْتَ مُفْرِدًا

تشبیہ محض سے بچو اگر دوئی کے قائل ہو۔ تنزیہ سے بچو اگر یکی ویکتائی کے قائل ہو۔

فَمَا اَنْتَ هُوَ بَلْ اَنْتَ هُوَ وَتَرَاهُ فِی
عَیْنِ الْاُمُوْرِ مُسَرَّحًا وَمُقَیَّدًا

تم اس کے عین نہیں ہو، باعتبار آثار واحکام وحقائق کے۔ بلکہ تم اس کے عین ہو بلحاظ وجود حقیقی کے۔ اس کو اطلاق وتقیید دونوں میں تمام اشیاء میں

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

میں دیکھو گے۔

جزو سوم

حق تعالیٰ فرماتا ہے لیس کمثلہ شیٔ کاف زائد بمعنی لیس مثلہ شیٔ اس کے جیسا کوئی نہیں۔ پس یہ تنزیہ ہے وھو السمیع البصیر۔ وہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے۔ یہ تشبیہ ہے کیونکہ سننا دیکھنا بندوں کی صفت کے مشابہ ہے قال تعالیٰ لیس کمثلہ شیٔ کاف زائد نہیں۔ اس کے ظل یعنی انسان کامل کے جیسا کوئی نہیں۔ اس میں تشبیہ بھی ہے اور دوئی بھی ہے سے

اُس کی تصویر کے سوا حسرت کوئی ویسا نظر نہیں آتا

وھو السمیع العلیم خبر پر لام ہے جس سے حصر کے معنی پیدا ہوتے ہیں۔ وہی سنتا ہے اور وہی جانتا ہے۔ اس سے تنزیہ اور افراد و توحید کی تائید ہوتی ہے۔

اب میں تفسیر و اعتبار کا فرق بیان کر دینا چاہتا ہوں۔ کیونکہ شیخ عربی اور دیگر شیوخ اکثر آیات قرآنی کو ایسے معانی پر ڈھالتے ہیں جو قرآن شریف کے سیاق و سباق کے موافق نہیں۔ اور علما اُن پر اعتراض کرتے ہیں۔

اعتبار: گزر جانا۔ عبرت لینا۔ بزرگوں کی عادت ہوتی ہے۔ ہر شے سے، ہر قول سے، ہر واقعے سے عبرت لینا، نصیحت پکڑنا، متاثر ہونا۔ اس کو اپنے پر ڈھال لینا۔ وہ قرآن شریف میں پڑھتے ہیں۔ اور ہر ایک آیت کو اپنے آپ پر منطبق کرتے جاتے ہیں۔ شیطان، کفار، اور دوسروں کے بُرے حالات کو اپنے نفس امارہ پر منطبق کرتے ہیں۔ پیغمبروں کا ذکر سنتے ہیں اور نفس لوامہ کو مراد لیتے ہیں قلب سلیم کا ارادہ کرتے ہیں۔ لیلیٰ و مجنوں کا شعر سنتے ہیں۔ لیلیٰ سے محبوب حقیقی کی طرف جاتے ہیں۔ اور مجنوں سے اپنے آپ کو مُراد لیتے ہیں۔ جہاں شراب کا ذکر آیا، انھوں نے محبت مراد لی۔ ملا نور الدین عبد الرحمٰن جامی نے شیخ عمر بن فارض کے قصیدۂ تائیہ کی شرح کی ہے۔ اور اس میں اعتبار ہی کو دکھلایا ہے خواجہ شمس الدین حافظ کے دیوان کی شرح بعض حضرات نے کی ہے۔ اور تمام اعتبارات سے بھر دیا ہے۔ بلکہ حافظ کے اشعار کے لفظی معنی کوئی نہیں لیتا۔ لوگوں نے اعتبارات پر کتابیں لکھی ہیں۔ چند الفاظ کے اعتبار یہاں لکھتا ہوں۔ جس سے اُن کا مقصد ظاہر ہو جائے۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جلد سوم

میکدہ ۔ خانقاہ ۔ شراب محبت ۔ پیرمغاں شیخ کامل ۔ گیسو ۔ شان احدیت ۔ اشارۂ ابرو ۔ الہام ۔ ہاتف غیبی ۔ تہمت ۔ محبوب حقیقی ۔ غمخانہ ۔ مقام عشق و محبت ۔ صاحب عقل ۔ مجوب ۔ تمسخ ۔ عاشق ۔ ترنگ ۔ ظہور ذات و صفات و افعال ۔ قتل ۔ خانقاہیت ۔ تسبیح ۔ بیڈ ۔ شام تیغش ۔ صبا ۔ نفحات رحمانیہ ۔ کیمیا ۔ نظر و توجہ شیخ کامل ۔ کافر تجربیت محض کا منکر ۔ نفس امارہ ۔

غرض اس قسم کے اُن کے محاورے ہیں ۔ ان کے نہ سمجھنے سے پریشانی ہوتی ہے ۔ شیخ عربی نے اسی لیے فتوحات کے شروع میں اپنے عقائد بیان کر دیے ہیں ۔ تاکہ اس قرینے سے اُن کے کلام کی تاویل کی جائے ۔ اور حقیقی و لفظی معنی مراد نہ لیے جائیں ۔ یہاں نوح سے مراد تنزیہ محض ہے ۔ اور محمدی سے مراد جامع تنزیہ و تشبیہ ہے ۔

یہ بات یاد رکھو کہ اعتبار میں ضرور نہیں کہ پورا قصہ منطبق ہو جائے ۔ بعض حصے سے بھی اعتبار لیا جاتا ہے ۔ گو بعض دوسرا حصہ اعتبار کے ناموافق ہی ہو ۔ یہ تفسیر تو ہے ہی نہیں کہ ماقبل و مابعد سب مرتبط ہوں ۔

یہ بھی معلوم رہے ۔ کہ جس قدر اعتبار آیات قرآنیہ سے لیا جا سکتا ہے کسی اور کلام سے نہیں لیا جا سکتا ۔

تفسیر ۔ تفسیر تو وہ معنی ہیں جو الفاظ سے نکل رہے ہیں ۔ سیاق و سباق اگلی پچھلی عبارتیں اس پر دلالت کرتی ہیں ۔ زبان کا محاورہ اس کی تائید کرتا ہے ۔ شان نزول اور غرض متکلم اس کی مدد کرتی ہے ۔ یہ بات اعتبار میں نہیں ہوتی ۔

اگر نوح یعنی عقل منزہ یعنی قائل تنزیہ اپنی قوم (خطرات و خیالات کو) تنزیہ و تشبیہ دونوں کی طرف دعوت دیتے تو ان کی قوم (خطرات و خیالات) کو اُن کی ہدایت و دعوت قبول کر لینا دشوار نہ ہوتا ۔ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ لَکُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِیْعُوْنِ ۝ یَغْفِرْ لَکُمْ مِّنْ ذُنُوْبِکُمْ وَیُؤَخِّرْکُمْ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ ۘ لَوْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَارًا ۝ فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْۤ اِلَّا فِرَارًا ۝

کہا اے میری قوم میں تم کو صاف صاف ڈراتا ہوں کہ اللہ کی بندگی کرو ،

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو ۲۹

اور اُس سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ خدا تم کو تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور تم کو مقررہ وعدے تک ڈھیل دے گا۔ خدا کا وعدہ جب آ جاتا ہے تو پھر دیر نہیں کرتا۔ کاش تم سمجھتے۔ کہا میرے پروردگار میں اپنی قوم کو بلاتا رہا رات اور دن۔ پھر وہ میرے بلانے سے اور بھاگنے لگے۔

پھر نوح (عقل منزہ) نے قوم (خطرات) کو تنزیہ کی طرف بآواز بلند بلایا پھر پوشیدہ طور پر بلایا۔ پھر قوم (خطرات) سے کہا اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا۔ "تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو۔ وہ بڑا غفار ہے"۔ نوح (عقل منزہ) نے کہا میں نے اپنی قوم (خطرات) کو رات دن تنزیہ کی طرف بلایا مگر میرے بلانے نے اُن کو اور بھگایا۔ اور اپنی قوم (خطرات وخیالات) کا حال بیان کیا۔ کہ وہ اُن کی دعوت کے سننے سے بہرے بن گئے ہیں حالانکہ وہ جانتے تھے کہ تنزیہ کو قبول کرنا اُن پر واجب تھا۔ علمائے عارف باللہ نے اعتبار کے طور پر نہ کہ تفسیر کے طریقے پر قول نوح علیہ السلام سے جو اپنی قوم کے حق میں فرمایا۔ ایک اشارہ پایا۔ یہ قول اعتبار میں بظاہر ذم اور بباطن ثنا تھا۔ عرفا نے یہ سمجھا کہ قوم (خطرات وخیالات) نے دعوت نوح (عقل منزہ) کو اس لیے قبول نہیں کیا۔ کہ تنزیہ محض فرقان یعنی دوئی وغیریت پر مبنی ہے۔ اور حقیقت و نفس الامر قرآن پر مبنی ہے۔ یعنی تنزیہ و تشبیہ۔ عینیت و غیریت یکی و دوئی کا جمع کرنا مقصود ہے۔ نفس الامر فرقان یعنی غیریت محض پر واقع نہیں۔ جو عینیت میں تمام ہو وہ غیریت کی کیا سنے گا اگرچہ جمع عینیت و غیریت میں عینیت موجود ہے صرف تشبیہ یا تنزیہ میں جامعیت کہاں۔ یہی وجہ تھی کہ خاتم الانبیا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کی اُمت اس جامعیت سے خاص کیے گئے۔ یہ اُمت بھی کیسی ہے؟ بہترین نبی کی بہترین اُمت جو لوگوں کی ہدایت کے لیے انتخاب کی گئی۔

آیت لیس کمثلہ شی کو دیکھو کہ تنزیہ و تشبیہ دونوں کو ایک ذات حقہ میں جمع کر دیا۔ اور وہ بھی ایک آیت میں۔ ایک جملے میں۔ اگر نوح (عقل منزہ) کوئی ایسی بات کہتے۔ تو قوم (خطرات) قبول بھی کر لیتی۔ کیونکہ صاحب جمع یعنی خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم تشبیہ و تنزیہ دونوں کو جمع کرنے والے نے تشبیہ و تنزیہ وحدت و کثرت اجمال و تفصیل عینیت و غیریت یکی و دوئی دونوں کو جمع کر لیا۔ ایک آیت

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جز سوم

ایک بات میں۔ بلکہ نصف آیت میں۔

نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو دعوت دی۔ رات کو۔ یہ اُن کے عقول و روحانیت کے لحاظ سے کیونکہ وہ غیر مرئی غیب ہیں۔ اور دن کو بھی دعوت دی۔ یعنی اُن کے ظاہری صُور کے لحاظ سے۔ یہ سب اعتبار ہے۔ نہ کہ تفسیر۔ مگر اپنی دعوت میں جمعیت و مظہریت۔ تنزیہ و تشبیہ کو جمع نہیں کیا جیسے لیس کمثلہ شئی میں جمع ہیں۔ اس دوئی کی وجہ سے اُن کے باطن نفرت کرنے لگے۔ اور وہ اور سے بھاگ گئے پیچھے اپنے متعلق نوح علیہ السلام نے کہا کہ انھوں نے اپنی قوم کو بلایا۔ دعوت دی۔ تبلیغ کی۔ تاکہ حق تعالیٰ اپنی تنزیہ میں چھپالے۔ اور وہ فنا ہو جائیں۔ نہ اس لیے کہ اُن پر حقیقت امر یعنی جمع تشبیہ و تنزیہ منکشف ہو جائے۔ تنزیہ میں فنا کی دعوت اس لیے دی۔ کہ وہ تشبیہ پر اڑے ہوئے تھے۔ قوم نے اپنی فنائیت کو قول نوح علیہ السلام سے سمجھا۔ یہ سب اعتبار ہے تفسیر نہیں ہے۔

فنائیت کے خوف ہی سے اُنھوں نے اپنی انگلیاں کانوں میں رکھ لیں۔ اور اپنے اوپر چادریں اوڑھ لیں۔ یہ تمام کام جو وہ کر رہے تھے۔ یہ بھی تو چھپنا اور ایک طرح کی فنائیت تھی کیونکہ کانوں میں انگلیاں رکھنے سے سماعت فنا ہو جاتی ہے اور چادر اوڑھنے سے اُن کا جسم غائب و فنا ہو جاتا تھا۔ اس قوم نے دعوت و تبلیغ پر لبیک تو نہ کہا۔ مگر عمل وہی کیا جس کی دعوت دی جاتی تھی۔ یہ سب اعتبار ہے

پس لیس کمثلہ شئی میں کاف زائد نہ ہو تو اثبات مثل یعنی خلیفۃ اللہ ہے اور کاف زائد ہو تو نفی مثل ہے یعنی کوئی خدائے تعالیٰ کے جیسا نہیں۔ اسی جامعیت کی وجہ سے کہ اپنی ذات مقدسہ کے متعلق خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میں جوامع الکلم" کر دیا گیا ہوں۔ یعنی کلام مبارک مختلف پہلوؤں پر پورا اُترتا ہے۔ لہذا آپ نے اپنی قوم کو رات دن کی طرف دعوت دی یعنی تنزیہ و تشبیہ کی الگ الگ تبلیغ نہیں کی۔ بلکہ محمدیوں کو رات میں دن یعنی تنزیہ میں تشبیہ اور بطون میں ظہور ہے اور دن میں رات یعنی تشبیہ میں تنزیہ اور ظہور میں بطون ہے۔

پس فرمایا نوح علیہ السلام نے اپنی حکمت و معرفت میں اپنی قوم سے

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

(جز و سوم) اگر تم تنزیہ ذات حق کے قائل ہو گئے تو تم پر حق تعالیٰ ایسے ابر باراں بھیجے گا جو لگا تار برسیں گے۔ اس سے مراد معارف عقلیہ اور نظر اعتباری معانی بیان ہے۔ اور تم کو اموال سے امداد دے گا۔ یعنی ایسے معارف دے گا جو تم کو ذات حق کی طرف مائل کر دیں گے۔ اگر وہ معارف تم کو اسی کی طرف مائل کر دیں گے تو تم اپنی صورت وحقیقت وعین کو ذات حقہ میں دیکھو گے جس طرح تم آئینے میں اپنی صورت دیکھتے ہو۔ جس نے خیال کیا کہ اس نے حق تعالیٰ کو دیکھا اس کو کچھ معرفت نہ ملی۔ اور جس نے سمجھا کہ میں نے اپنی حقیقت کو ذات حق میں دیکھا۔ وہ بیشک عارف ہے۔ اسی لیے لوگوں کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) عارف (۲) غیر عارف۔

پوری آیت یہ ہے۔ قال نوح رب انہم عصونی واتبعوا من لم یزدہ مالہ وولدہ الا خسارا۔ نوح علیہ السلام نے عرض کیا۔ میرے پروردگار! انہوں نے میری نافرمانی کی۔ اور اس کی پیروی کی جس کو مال و اولاد نے نقصان ہی نقصان کیا۔ یہاں ولد سے مراد "واعتبار لیا جاتا ہے: نتائج نظر فکری یعنی ان کے غور وفکر نے ان کو کوئی فائدہ نہیں دیا۔ اور معرفت الٰہی شاہد ہے پر موقوف ہے۔ نتائج فکر و نظر سے بالکل دور ہے۔

ان کی تجارت نے ان کو کچھ فائدہ نہ دیا۔ ان کے ہاتھ میں جو کچھ تھا وہ بھی جاتا رہا۔ جن چیزوں کو وہ اپنی سمجھتے تھے، اپنی ملک خیال کرتے تھے کچھ بھی نہ رہا۔ اس وقت امت نوح علیہ السلام سے اہل فنا مراد لے رہے ہیں۔ اور امت محمدی سے اہل بقا۔ محمدیوں کے لیے وارد ہو رہا ہے۔ وانفقوا مما جعلکم مستخلفین فیہ۔ ترجمہ۔ اور خرچ کرو اے محمدیو! اے اہل بقا! اس چیز میں سے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اس کے متعلق خلیفہ بنایا۔ اہل فنا جو کچھ اپنا اپنا جانتے تھے کھو دیتے ہیں۔ اور اہل بقا ملک خدا کو بحیثیت خلافت دیتے ہیں دلاتے ہیں۔ قوم نوح علیہ السلام کے بارے میں ہے لا تتخذوا من دونی وکیلا۔ میرے سوائے کسی کو اپنا وکیل نہ بناؤ۔ ملک تو امت نوح کی رہی۔ اور اس میں وکالت اللہ کی۔ یہ حال اہل قرب نوافل کا۔ قرب نوافل :- اپنی ملک سمجھنا۔ اپنی غرض پیش نظر رکھنا۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو سوم

ذاتی ارادہ رکھنا۔ خود کام نہ کرنا۔ خدا سے کام لینا۔ اس کے واسطے خدا کو وکیل بنانا۔

محمدیوں یعنی اہل قرب فرائض کی کچھ بھی مِلک نہیں۔ بلکہ مِلک اللہ ہی کی رہتی ہے۔ اور یہ اللہ کے خلیفے رہتے ہیں۔ اُس کی طرف سے کارگزار بنتے ہیں یہ حال اہل قرب فرائض کا ہے۔ قرب فرائض کیا ہے؟ حکم الٰہی پر چلنا۔ تحت امر رہنا۔ بے ارادہ جینا۔ مردہ بدست زندہ رہنا ہے

ہاتھ میں اُن کے ہوں میں کٹھ پتلی	وہ جو چاہے ہے وہی کرتا ہوں میں
آپ جو کہتے ہیں۔ کہہ دیتا ہوں	میں نہ زندہ ہوں نہ مُردہ ہوں میں

مقصد مرا وہی ہے جو مطلب ہے یار کا (امت صدیقی) میں آپ بے اختیار ہیں بے اختیار ہوں

گویا نوافل خدا پر حکومت کرتا ہے۔ اور فرائض پر خدا حکومت کرتا ہے۔ اس کو یوں بھی بیان کرتے ہیں۔ کہ نوافل میں خدا بندے کا ہاتھ پاؤں ہو جاتا ہے۔ اور فرائض میں بندہ خدا کا ہاتھ پاؤں ہو جاتا ہے۔ یعنی اُس کے امر کو عرض کو پورا کرتا ہے۔ بہرحال قوم نوح علیہ السلام کی مِلک ثابت کی گئی۔ اور خدا کی وکالت۔ اور اُمت محمد صلعم کی خلافت ثابت کی۔ اور مِلک خدا ہی کی رہی۔ دوم نوح علیہ السلام کی مِلک بھی کیسی تھی؟ حقیقت میں مِلک خلافت ہی تھی۔ نہ کہ اصلی مِلک جب خدا وکیل ہوا۔ اور بندہ موکل۔ اور موکل کی وکیل پر حکومت چلتی ہے۔ تو بندے کی حکومت خدا پر چلی۔ تو خدا مِلک ہوا۔ اسی لیے ترمذی نے کہا۔

"یا رب میں اگر تیری مِلک ہوں تو تو بھی میری مِلک ہے"

اور اُنھوں نے بڑا مکر کیا۔ اس میں اعتبار یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف بلانا اُس شخص کے ساتھ مکر ہے جس کو بلاتے ہیں۔ کیونکہ حق سے کب فصل تھا کہ اب وصل ہوگا۔ (ادعوا الی اللہ) میں خدا کی طرف بلاتا ہوں۔ یہ سامعین کی بصیرت کے ساتھ مکر ہے۔ پس اُنھوں نے متنبہ کیا کہ تمھارا کچھ نہیں سب خدا کا ہے۔ سامعین نے بھی عملی طور پر فنائیت پیدا کر کے

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جلد دوم

یعنی کانوں میں انگلیاں دے کر انکار کی صورت پیدا کی۔ ان کے بعد محمدی آیا۔ سمجھ گیا کہ دعوت الی اللہ کے معنی ذات حق کی طرف بلانا مقصود نہیں۔ بلکہ تجلیات اسمائیہ کی طرف بھی بلانا مقصود ہے۔ پھر کہا یوم نحشر المتقین الی الرحمٰن وفدا۔ جس دن کہ ہم متقیوں کو رحمٰن کی طرف جمع کریں گے۔ حرف الی کو رحمٰن سے ملایا۔ اس سے ہم نے سمجھ لیا۔ کہ عالم زیر تجلی اسم الٰہی تھا جس کی وجہ سے اُن کو متقی و پرہیزگار بننا پڑا۔

انھوں نے اپنے مکر میں کہا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا۔ تم اپنے معبودوں کو نہ چھوڑو۔ اور نہ چھوڑو ود بت۔ سواع بت۔ یغوث بت۔ یعوق بت اور نسر بت کو

اعتبار:- اگر ان بتوں کو چھوڑ دیتے تو اُن ظہورات سے جو ان بتوں میں تھے جدا ہو جاتے۔ کیونکہ حق تعالیٰ کی ایک وجہ، ایک تجلی ہر معبود، بلکہ ہر مخلوق، ہر شے میں ہے۔ جو اُس شے کو چھوڑ جائے گا اُس میں کی وجہ حق کو جان لے گا۔ اور جو کسی شے کو نہ جانے گا تو اس میں کی وجہ حق سے بھی جاہل رہے گا۔

مرآت حقائق ہے یہ دنیا بڑے آئے　　(حضرت میکش)　　ہر ایک میں ہے یار کا جلوا برے آگے

بے وجہ نہیں دل کشی صورت باطل　　باطل میں بھی ہے حق کا تماشہ برے آگے

محمدیوں کے لیے نازل ہوا وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ۔

ترجمہ۔ تمہارے پروردگار نے حکم دیا۔ کہ تم عبادت کرو مگر اُس کی اور صرف اُس کی۔ کیونکہ وہ واجب الوجود ہے۔ جمیع الوجود ہے۔ عالی جناب ہے رب الارباب ہے۔

اعتبار:- عارف محمدی جانتا ہے کہ دراصل کس کی پوجا کی گئی۔ اور حق تعالیٰ کس صورت میں، کس مظہر میں جلوہ گر ہوا کہ لوگ لگے اُس مظہر کو پوجنے۔ تو خود پوجنے والا جاہل ہو ہے اور حق کی جلوہ گری نہ دیکھے سہ رباعی

مسجد میں رہو تو تم کو میں مانتا ہوں　　(حضرت میکش)　　مندر میں چھپو تو تم کو میں جانتا ہوں

جس رنگ میں آؤ کچھ نہیں ہے پروا　　اس ناز و ادا سے تم کو پہچانتا ہوں

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو سوم

موجود بالذات، مستجمع صفات و کمالات، اللہ رب العلمین ہے۔ عرش سے فرش تک۔ ذرۂ بے مقدار سے خورشید پُرانوار تک سب اُس کے مظاہر، مجالی، جلوہ گاہ ہیں۔ وہ کُل ہے سب کچھ ہے۔ سب اُس کے مظاہر ہیں ؎

تو جمعی و حق کُل است گر زودنے چند ... اندیشۂ کُل پیشہ کنی کُل باشی
جامیؒ

یہ کثرت اور تفرق۔ بلا تشبیہ ایسی ہے جیسے اعضا صورت محسوسہ میں مثلاً ہاتھ پاؤں۔ آنکھ۔ ناک، صورت محسوسہ میں۔ یا جیسے قوائے معنویہ صورتِ روحانیہ میں مثلاً حس مشترک۔ حافظہ متخیلہ، مفکرہ۔ وہم۔ خیال۔ کوئی دوست اپنے دوست کا مثلاً منہ دیکھے تو کہے گا۔ یہی کہ میں نے اپنے دوست کو دیکھا۔ یہ نہ کہے گا کہ میں نے اُس کی صورت دیکھی۔ یہ بات یاد رکھو کہ اگر صورت مقصود بالذات ہو جائے، تو وہ بیشک دوست کے دیدار سے بعید ہے ؎

از لطف قد و صباحت خد چہ کنی ... وز سلسلۂ زلف مجعّد چہ کنی
جامیؒ
از بہر فرے جمال مطلق تاباں ... اے بیخبر از حسن مقید چہ کنی

غیر اللہ کی پوجا تو ہوتی ہی نہیں۔ آقا و سلطان میں شان ربوبیت، حق کی جلوہ گری ہے۔ طبیعت ڈاکٹر میں شان شافی ہے۔ گر اپنی اپنی معرفت اور اپنا اپنا حصہ ہے۔ ادنیٰ بت کا پجاری اپنے بت میں الوہیت کا تخیل کرتا ہے۔ اگر یہ تخیل نہ ہوتا تو وہ پتھر کی پوجا ہوتی نہ کسی اور شے کی۔

اسی لیے خدائے تعالیٰ نے فرمایا قُلْ سَمُّوْهُمْ اُن سے کہو جن کی تم پوجا کرتے ہو۔ ان کے نام تو رکھو۔ اگر نام بتلاتے تو کہتے پتھر، درخت یا ستارہ۔ اگر اُن سے کہا جائے کہ تم کس کی عبادت کرتے ہو، تو کہیں گے ایک "دیوتا" کی۔ نہ اللہ کہیں گے نہ مطلق الٰہ و معبود۔

بڑے لوگ، عارف اور وہ بھی اعلیٰ درجے کے نہ کسی کو الٰہ کہتے ہیں نہ کسی میں الوہیت سمجھتے ہیں۔ الوہیت تو سب کا مرجع و مآب ہے۔ الیہ المصیر یعنی انجام اسی کی طرف ہے۔ بلکہ ہر شے کو دیکھ کر کہیں گے کہ

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو سوم

تجلی گاہ حق ہے۔ اور اس تجلی کے لائق واجب التعظیم ہے۔ وہ تجلیات الٰہیہ کو کسی ایک مظہر میں منحصر سمجھیں گے۔ کسی ایک مقام پر اڑے رہیں گے۔

ادنیٰ شخص جو کسی چیز و شے میں تجلی الوہیت کرتا ہے تو کہتا ہے مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى۔ ہم ان کی پوجا اسی لیے کرتے ہیں کہ قرب حق ہم کو بخشیں۔ اعلیٰ عالم کہتا ہے اِنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا۔ تمہارا معبود تو ایک ہی ہے اس کی اطاعت کرو خود کو اس کے لئے جہاں سے جلوہ گر ہو۔ رونما ہو سے

خوش ہم سے رہے جاناں ہم جیسا کہتے ہیں
بس ایک کے ہو رہنا توحید اسے کہتے ہیں } امجد حیدرآبادی

وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ اور صابروں اور عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری دو۔

اعتبار: ان لوگوں کو خوشخبری دو جن کی آتش طبیعت خاموش ہو گئی ہو۔ وہ کہیں گے اللہ نے یہ کیا۔ اللہ نے وہ کیا۔ وہ نہ کہیں گے فلاں نے یہ کیا۔ یا فلاں شخص نے وہ کیا۔ یا فلاں طبیعت کا یہ اثر ہے۔

وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا۔ انہوں نے بہتوں کو گمراہ کر دیا۔

اعتبار: انہوں نے واحد حقیقی، ذات مطلق کو مختلف وجوہ و نسبتوں (۷) میں مبتلا کر لوگوں کو حیران کر دیا۔

ان ظالموں کو اور گمراہی بڑھا دے۔

اعتبار: آدمی تین قسم کے ہیں جو آیت ذیل میں ہیں۔ مِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ ان میں سے بعض تو وہ ہیں جنہوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔ اور بعض میانہ رو ہیں۔ اوسط حالت میں ہیں۔ اور بعض خیر کے کاموں کی طرف دوڑنے والے ہیں۔ ان لوگوں کو حیرانی ہی عطا کر جنہوں نے اپنے نفس کو پامال و مظلوم کیا تیرے برگزیدہ ہیں۔ وارث کتاب ہیں۔ تینوں قسم میں ظالم ہی پہلے

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو دوم

اور سابق سے بھی مقدم ہیں۔

دلم در عاشقی آوارہ شد آوارہ تر بادا

محمدیوں کی دعا ہے رَبِّ زِدْنِیْ فِیْکَ تَحَیُّرًا۔ خدایا مجھے تجھ میں حیرت بڑھا

حیرت دو قسم کی ہے۔ مذموم۔ محمود۔

حیرت محمود۔ حیرت کے وجود کا یقین ہے۔ مگر تعلیل و توجیہ میں حیرانی ہے۔ کیونکہ نظام عالم عقل سے پرے ہے۔

سر گشتۂ عقل مجنوں پایا تری گلی میں ۔۔۔ گر ہوشمند کوئی پہنچا تری گلی میں
دیوانگی پہ میری ہنستے ہیں عقل والے ۔۔۔ تیری گلی کا رستہ پوچھا تری گلی میں
ہم نے تو لاکھ ڈھونڈا کچھ بھی پتہ نہ پایا ۔۔۔ مجنوں کدھر چھپا ہے لیلیٰ تری گلی میں

حیرت مذموم:۔ تعلیل ایک طرف، خود شے کے ہونے نہ ہونے میں شک ہے۔ نہ وجود کا یقین ہے نہ عدم کا۔

كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُمْ مَشَوْا فِيهِ وَإِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا۔ ان منافقین، حیرت مذموم والوں پر روشنی پڑتی ہے، تو کچھ چلتے ہیں تصدیق کرتے ہیں۔ اور جب ان پر ظلمت چھا جاتی ہے، تو کھڑے ہو جاتے ہیں تصدیق نہیں کرتے۔ ایمان نہیں لاتے۔

اعتبار:۔ ان حیرت محمود والوں پر واحدیت اسماء و صفات کی تجلی ہوتی ہے تو کچھ توجیہ کرتے اور سمجھتے ہیں۔ اور جب احدیت اور ذات بیرنگ بیچون و بیچگونہ کی تجلی ہوتی ہے، تو حیران و بیخود کھڑے رہ جاتے ہیں۔ ان کو سر کی خبر رہتی ہے نہ پاؤں کی۔ صاحب محبت، حیران محبت تو گھومتا رہتا ہے۔ اس کو تو حرکت دوری رہتی ہے۔ کیونکہ قطب محبت کے اطراف حرکت دوری ہی کرتا رہتا ہے۔ محبوب کے صدقے ہوتا رہتا ہے۔ محبوب کو چھوڑ کر جائے کہاں؟ جو سیدھا رستہ چلتا ہے، حقیقۃً وہی ٹیڑھا راستہ چلتا ہے۔ وہ مقصد سے دور ہے۔ حالانکہ جس کا وہ طالب ہے اس سے وہ خود مقصود ہے۔ اس کا ایک خیال ہے جس کا انجام ہے۔ کامل ہے۔ پھر اس کے لیے من بھی ہے الیٰ بھی ہے

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جلد دوم

سے بھی ہے تک بھی ہے۔ مبدا بھی منتہیٰ بھی ہے۔ دونوں کے درمیان کا فاصلہ بھی ہے۔

جو ہر کسب دوری کرتا ہے۔ وہ ذات کا بندہ ہے۔ نہ اُس کی ابتداء ہے کہ "من" یا "سے" اس سے ملے۔ نہ اُس کے کمال کی انتہا ہے کہ "الیٰ" یا "تک" بجے۔

ایک گردش ہے صورت پرکار (مستقیم) اور مقصد کا نام نظر نہیں آتا

اُس کا وجدان تام ہے۔ اُس کا ادراک کامل ہے۔ اُس کے کلمات جوامع الکلم ہیں۔ اس کے احکام مبنی بر حکمت ہیں۔ ومما خطیاتہم اغرقوا فادخلوا نارا فلم یجدوا لہم من دون اللہ انصارا۔ اور اپنے گناہوں کی وجہ سے وہ غرق آب ہوئے۔ پھر آتش جہنم میں داخل ہوئے۔ پھر انہوں نے خدا کے سوائے اپنے مددگار نہ پائے۔

اعتبار۔ سابقہ اعمال نے اُن کو یہاں پہنچایا۔ دریائے علم و معرفت الٰہی میں غرق ہو گئے۔ جو عین حیرت و چشمۂ محویت ہے۔ ادخلوا نارا۔ آگ میں ڈالے گئے۔

اعتبار۔ آتش محبت میں داخل ہوئے جو چشمۂ محویت و کون ہے محمدیوں کے لیے آیا واذا البحار سجرت جب دریا سلگائے جائیں گے یہ مشتق ہے سجرت التنور سے جیسا کہ تم نے تنور سلگایا۔

فلم یجدوا لہم من دون اللہ انصارا۔

اعتبار۔ سرگشتگان عشق و محبت کو فنا کر دینا ہی عین مدد ہے۔ اللہ ہی اُن کا معین و مددگار ہے۔ اپنے آپ کو فنا کر دینا بندے کا فعل نہیں۔ خدا کا کام ہے۔ فانی فی اللہ ابد الآباد تک مستہلک ہیں نیست و نابود ہیں۔ اگر اللہ اُن کو اُن کی طبیعت اُن کی ابتدائی حالت پر راجع کر دے تو اس مرتبۂ بلند درجۂ رفیعہ سے اُتار دے۔ سچ پوچھو تو ہر مرتبہ اللہ ہی کا ہے اللہ ہی کے ساتھ ہے۔ بلکہ اللہ کے سوا ہے کیا۔

قال نوح رب۔ نوح نے کہا یا رب۔ اے میرے پروردگار!

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو دوم

اعتبار۔ الٰہی نہ کہا کیونکہ شان ربوبیت کو ثبوت سے قیام ہے
اور اللہ مختلف اسماء میں جلوہ گر ہے۔ وہ کل یوم ھو فی شان ہے۔ لہٰذا رب
سے ان کی مراد ثبوت تلوین و تبدل رنگا رنگی ہے۔ کیونکہ اس مقام میں
اس کے سوا دوسرا اسم مناسب نہیں۔ نہ تلوین کے سوا کچھ اور مقصود ہے
لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا۔ زمین پر کسی کافر کو نہ چھوڑ۔ ان کو
فنا کر دے۔ دفن کر دے۔

اعتبار۔ محبت کے کافر عشق کے سالک کو ختم کر دے۔ اس کو
مار کر فنا کر کے شان احدیت میں دفن کر دے ؎

کچھ نشہ نہیں ہوتا ساقی مئے خالص سے
اب ساغر و مینا میں کچھ زہر ہی ملوا دے } جگر صدیقی

محمدی کہتا ہے لو دلیتم بحبل لہبط علی اللہ۔ اگر رسی کو رسی
کے ساتھ چھوڑو گے تو خدا ہی پر اترے گا۔ لہٗ ما فی السمٰوٰت وما
فی الارض۔ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے سب اللہ کا ہے۔

اعتبار۔ تحت و فوق جو کچھ ہے سب میں تیرے جلوے ہیں۔ تجھ ہی
سے ان کا قیام ہے۔ جب زمین میں تم دفن ہو جاؤ گے تو تم اس ہی ہو جاؤ گے۔
وہ تمہارا ظرف بن جائے گی۔ وفیہا نعیدکم ومنہا نخرجکم تارۃ اخریٰ۔
ہم نے تم کو زمین سے پیدا کیا پھر زمین ہی میں پہنچا دیں گے۔ اور پھر ایک دفعہ
اس سے باہر نکالیں گے۔

اعتبار۔ ہم سب احدیت سے نکلے تھے فنا ہو کر پھر احدیت میں
جا چھپیں گے۔ پھر تجلی آئے گی۔ اور دوبارہ پھر نمودار ہوں گے۔

من الکافرین الخ۔

اعتبار۔ اے رب ان کافروں میں سے کسی ایک کو بھی زمین پر نہ چھوڑ۔
جنہوں نے اپنی شیطانی انانیت سے وجود و صفات و افعال حق کو اپنے وجود
و صفات و افعال میں چھپا لیا۔

غفر کے لغوی معنی ستر اور چھپانے کے ہیں۔ کہ قرآن میں مغفرت وغیرہ کے معنی

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو دوم

مراد ہیں۔ یہ لوگ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ چھپانے کے لیے۔ کیونکہ نوح علیہ السلام چھپانا طلب کرتے تھے۔ ان کافروں میں سے کسی کو نہ چھوڑ۔ تاکہ جیسی عجرت عام تھی بنصت بھی عام ہو۔

اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ۔ اگر تو ان کو چھوڑ دے گا اور اُن پر عذاب نہ لائے گا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے۔

اعتبارًا۔ اگر تو ان کو یونہی چھوڑ دے گا۔ تو یہ لوگوں کو مقام حیرت میں ڈال دیں گے۔ اور لوگوں کو احکام عبودیت سے اسرار ربوبیت کی طرف نکالیں گے۔ اور وہ اپنے آپ کو ارباب اور صاحب تصریف سمجھیں گے۔ بعد اس کے کہ اپنے آپ کو بندے سمجھتے تھے۔ پس وہ یقینی تشخص اور مظہر اسم ظاہر ہونے کی حیثیت سے بندے ہیں اور وجود حقیقی اور ہویت حق کی حیثیت سے ارباب ہیں وَلَا يَلِدُوْا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا اور نہ جنیں گے مگر کھلے نافرمان اور سخت کفر کرنے والے حق پوشوں کو۔

اعتبارًا۔ ان کے آراتیجہ جنس ہوں گے۔ وہ ظاہر کریں گے ان اسرار ربوبیت کو جو مستعد تھے۔ اور چھپائیں گے احکام عبودیت کو جو ظاہر ہیں۔ بہر حال وہ ظاہر کو چھپائیں گے۔ اور باطن کو ظاہر کریں گے۔ اور ناظرین حیران رہ جائیں گے۔ کہ ان ظاہر کرنے والوں اور چھپانے والوں کا مقصد کیا ہے حالانکہ ہویت حقہ اور صفات اور ذات واجبہ تو ایک ہی ہے۔

رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ۔ یا رب تو مجھے اور میرے ماں باپ کو بخش دے۔

اعتبارًا۔ مجھے میری نظر سے چھپا دے۔ میری قدر کھلنے نہ پائے جس طرح کہ تیری قدر نامعلوم ہے۔ بموجب تیرے قول وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ کے یعنی لوگوں نے اللہ کی قدر جیسا کہ جیسی کہ قدر کرنی چاہیے۔

وَلِوَالِدَيَّ۔ اعتبارًا۔ میں جن کا نتیجہ ہوں یعنی کے ملنے سے میں پیدا ہوا ہوں یعنی عقل و طبیعت روح و جسد۔ ان کو بھی شان احدیت میں چھپا دے۔

وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزوسوم

الا تبارًا۔ خدا یا ان کو بخش دے جو میرے گھر میں با ایمان داخل ہوں اور ایماندار مردوں اور عورتوں کو بھی بخش دے۔ اور ظالموں کی تباہی و بربادی بڑھاتا ہی جا۔

اعتبار:۔ میرے دل میں جو وساوس و خیالات جو احادیث نفس کر تصدیق اخبار الٰہیہ کریں۔ اُن کو اپنی تجلیات میں۔ اپنے وجود حقیقی میں شان احدیت و یکجوئی میں چھپالے۔ اور با ایمان عقول و نفوس کو بھی۔ ولا تزد الظالمین الا تبارًا۔ جو اہل غیب ہیں پردہائے ظلمت طبائع کے اُس طرف ہیں۔ اُن کو فنا کر دے۔ نیست و نابود کر دے مستہلک کر دے۔ محو و محق کر دے۔ کہ روئے حق کو دیکھ کر خود کو نہ دیکھ سکیں ؎

تو مجھے دیکھے بھلا تیرے سوا کیا دیکھے

محویوں کے حق میں ہے

کل شیء ھالک الا وجھہ۔ وجہ حق کے سوائے جو کچھ ہے۔ اپنے عدم اصلی اور امکان ذاتی کے لحاظ سے باطل ہے۔ ہالک ہے نیست و نابود ہے جو اسرار توحید یعنی تنزیہ ذات حق سے واقف ہونا چاہتا ہے۔ وہ فلک شمس کی طرف ترقی کرے۔ یہ اسرار ہماری کتاب تنزلات موصلیہ میں مذکور ہیں۔ والسلام۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

ترجمہ

فصوص الحکم

جزو چہارم

(۴) فصّ کلمہ ادریسیہ

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جلد چہارم

حکمتِ قُدوسیہ

فصِ کلمۂ ادریسیہ کے بیان میں

(۱) ——— (۲)

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کسی مسئلے کی تحقیق جدا ہوتی ہے اور مثال کے طور پر یا عبرت لینے یا نصیحت پکڑنے کے لیے کسی جانور کے فرضی قصے کا بیان کرنا یا غلط گر مشہور روایت کی طرف اشارہ کرنا درست ہے کیونکہ اس وقت مقصود صرف تمثیل اور عبرت ہوتی ہے۔

واقعات اور مسائل کی تحقیق و تنقید کا مقام دوسرا ہوتا ہے۔ مثلاً کوئی کہے کہ حریص کو کچھ نہیں ملتا۔ بلکہ جو کچھ اپنا تھا اس کو بھی کھو دیتا ہے۔ جیسے ایک حریص کتا جس کے منہ میں گوشت کا ٹکڑا تھا۔ ندی پر سے گزر رہا تھا۔ اس نے ندی میں اپنا سایہ دیکھا، اس نے سمجھا کہ ایک دوسرا کتا منہ میں گوشت کا ٹکڑا پکڑے لیے جا رہا ہے۔ حریص کتا اپنا منہ کھول کر اس کے گوشت کے ٹکڑے کو چھیننے کے لیے جھپٹا۔ اور اپنا گوشت کا ٹکڑا بھی کھو دیا۔ دیکھو اس قصے سے صرف حرص کی مذمت مقصود ہے۔ اور وہ اس سے حاصل ہے۔ یہ بات کہ کیا واقعی کسی کتے نے ایسا کیا، یا نہیں، ہمارے مقصود سے خارج ہے۔

ہیئت دانوں کے دو فرقے ہیں۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

نمونہ عالم

(۱) بعض زمین کو مرکز عالم سمجھتے ہیں اور یہ بطلیموسی کہلاتے ہیں۔
(۲) اور بعض آفتاب کو اپنے سیاروں کا مرکز سمجھتے ہیں۔ اور یہ فیثاغورثی کہلاتے ہیں۔

تا بعض فیثاغورث کے خیال میں ہر ایک ثابتہ آفتاب ہے اور اس کا نور ذاتی ہے بعض ثابتے ہمارے آفتاب سے بہت بڑے ہیں۔ کہکشاں میں، جس کو عربی میں مجرّہ کہتے ہیں کروڑ ہا کروڑ آفتاب ہیں۔ دو دو ثابتے یا آفتاب باہم ایک دوسرے کے اطراف گردش کرتے ہیں۔ اور دو دو کا جوڑا۔ اور ایک جوڑے کے اطراف گردش کرتا ہے۔ بعض کے پاس قمر زمین کے اطراف گردش کرتا ہے اور زمین مع قمر کے آفتاب کے گرد گردش کرتی ہے۔ آفتاب مع تمام سیارات کے کسی بہت بڑے آفتاب کے گرد گردش کرتا ہے۔ اور تمام آفتاب اپنے عالم ایک شمس الشموس کے اطراف گردش کرتے ہیں۔ یہ زمین کو ساکن ماننے والوں کے پاس ستاروں کی جو ترتیب ہے اس کو شیخ نے یہاں بطور تمثیل کے بیان کیا ہے اور یہاں صرف علوئے مکان کی مثال مقصود ہے نہ کہ تائید نظام بطلیموسی۔ ہم کو بحیثیت مذہبی آدمی اور صوفی ہونے کے نہ نظام فیثاغورث سے غرض ہے نہ نظام بطلیموسی سے۔ اس مسئلے کو یاد رکھو۔ یہ بہت سی جگہ نفع دے گا۔

علو و بلندی و تفوق چار قسم پر ہے۔

(۱) علو ذاتی۔ ذات کا بذات خود موجود ہونا۔ (۲) علو صفاتی۔ صفات کا کسی دوسرے سے حاصل نہ ہونا۔ بلکہ اس کا منشا صرف اسی کی ذات کا ہونا۔ (۳) علو مکانی۔ مکان کا بلند ہونا۔ (۴) علو مکانت یعنی مرتبہ عالی۔

پہلے دو علو ذات واجب سے خاص ہیں۔ علو مکان و علو مکانت و مرتبت ممکنات میں بھی پائے جاتے ہیں۔ اور ایسا علو نسبت و اضافت سے ہے۔ دوسرے کے لحاظ سے ہے۔ جیسے ورفعناہ مکانا علیا ہم نے ادریس علیہ السلام کو مکان عالی پر چڑھا دیا۔ مکانات میں اعلیٰ مکان نظام فیثاغورثی کے اصول پر یا سیارات کو نور بخشی کے لحاظ سے وہ مکان ہے، جس پر عالم افلاک کی چکی گردش کرتی ہے! اور وہ فلک الشمس ہے۔ اسی میں ادریس علیہ السلام کی روحانیت کا مقام ہے۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جلد چہارم

دیکھئے۔ میں یا نظام بطلیموسی کے مطابق۔ فلک الشمس کے نیچے سات فلک ہیں۔ اور اس کے اوپر سات فلک ہیں۔ فلک الشمس پندرھواں فلک ہے۔ اصلی ترتیب یہ ہے۔ (۱) کرۂ زمین یا خاک (۲) کرۂ آب (۳) کرۂ ہوا (۴) کرۂ آتش اثیر یا نار (۵) قمر (۶) عطارد یا کاتب یا دبیر فلک (۷) زہرہ (۸) شمس (۹) مریخ یا احمر (۱۰) مشتری (۱۱) زحل یا کیوان۔ اب ان کے اوپر یورنس اور نیپچون کے سیارے بھی دریافت ہوئے ہیں (۱۲) فلک منازل یا فلک بروج یا فلک ثوابت (۱۳) فلک الاطلس جس پر کوئی ستارہ نہیں ہے۔ کاتبوں کی غلط نویسی سے فلک اطلس کو فلک بروج لکھ دیا گیا ہے۔ حالانکہ ثوابت ہی میں بروج ہیں (۱۴) فلک الکرسی۔ (۱۵) فلک العرش۔ عرش و کرسی عالم دنیا میں شامل نہیں۔ نہ وہ افلاک ہیں۔ بلکہ عالم مثال میں ہیں۔ بہرحال اس وجہ سے کہ فلک الشمس افلاک کا قطب ہے۔ حضرت ادریس رفیع المکان ہوئے۔ اور آفتاب کی طرح ان کے فیوض دنیا پر جاری ہیں۔

اور علو مکانت و مرتبت ہم محمدیوں کے لیے ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وانتم الاعلون۔ تم لوگ درجے اور مرتبے میں دوسروں سے اعلیٰ ہو۔ وھو معکم۔ وہ تمہارے ساتھ ہے۔ اس علو درجہ میں اللہ بھی تمہارے ساتھ ہے۔ حق تعالیٰ علو مکان سے پاک ہے۔ مگر علو مکانت و مرتبت اس کے لیے ثابت ہے۔

جب عبادت و عمل کرنے والوں کے نفوس معیت الٰہی سے ڈرے تو آیت معیت کے بعد ہی فرمایا۔ ولن یترکم اعمالکم۔ اللہ تمہارے اعمال کو ضائع نہ کرے گا۔ عمل علو مکان کا طالب ہے اور علم مکانت و عزت و قرب الٰہی کا طالب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم محمدیوں کے لیے دونوں قسم کے علو و رفعت سے سرفراز کیا۔ علو مکان عمل سے اور علو مکانت علم سے ہے۔ پھر علو مکانت و درجے میں شرکت جو معیت سے ثابت ہوتی ہے اس سے بھی تنزیہ کے لیے فرمایا۔ سبح اسم ربک الاعلیٰ۔ تم اپنے پروردگار اعلیٰ و ارفع کے نام کی اس شرکت معنوی سے تسبیح و تنزیہ کرو۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

وجہ چہارم

بڑے تعجب کی بات یہ ہے کہ انسان کامل تمام مخلوقات میں اعلیٰ و بلند تر ہے مگر اس پر بھی اس کی طرف علو بالذات منسوب نہیں۔ بلکہ اس کی طرف علو بالتبعیت منسوب ہے۔ خواہ وہ علو مکان کی طرف منسوب ہو خواہ مکانت و مرتبت کی طرف۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کامل ہی اپنی عبدیت ذاتی و نیستی اصلی کو سمجھتا ہے۔ اور ادعائے باطل سے اور جھوٹے دعووں سے اجتناب کرتا ہے۔

اے ذات تو مجمع الکمالات ✿ میں بھی ہوں کمال بے کمالی

یہ ہم نے بیان کر دیا ہے کہ علو مکانت سے مراد درجہ و مرتبہ و نیکی کی رفعت و تفوق ہے بہرحال انسان کامل کو علو ذاتی نہیں بلکہ وہ علی بلند اور سرفراز ہے مکان و مکانت کے علو کے لحاظ سے۔ یعنی اس کے لیے علو مکانی و مکانتی ثابت ہے۔ حق سبحانہ کا علو عالم مثال میں علو مکان سے مشابہ معلوم ہوتا ہے جیسے الرحمٰن علی العرش استویٰ یعنی شان رحمانیت عرش کو محیط ہو رہی ہے۔ عالم مثال میں عرش ہی سب مکانوں سے اعلیٰ ادراک کیا جاتا ہے۔

علو مکانت خدائے تعالیٰ کے لیے ان آیتوں میں ہے۔ کل شیء ھالک الا وجہہ ہر شے فانی ہے۔ باطل ہے سوائے ذات حق کے۔ والیہ یرجع الامر کلہ اسی کی طرف رجوع کرتا ہے سارا کام۔ ءالٰہ مع اللہ۔ کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود بھی ہے۔

جب خدائے تعالیٰ نے ادریس علیہ السلام کے حق میں فرمایا ورفعناہ مکانا علیا ہم نے اس کو مکان بلند پر چڑھا دیا۔ تو علو مکان کی صفت ہوئی اور اس آیت میں علو مکانت ہے۔ واذ قال ربک للملٰئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ۔ اس واقعے کو بھی یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ اور فرشتوں اور ابلیس کے بارے میں فرمایا۔ اے ابلیس کیا تو نے اپنے آپ کو بڑا سمجھا۔ اور تکبر کیا۔ یا تو بلند مرتبے والوں سے تھا پس فرشتوں کے لیے علو ثابت کیا گیا۔ اگر یہ علو ان کے فرشتے ہونے کے سبب سے ہوتا تو کل فرشتے اس علو میں شریک ہوتے مگر یہ علو تو عام نہیں۔ باوجودیکہ وہ سب فرشتے ہونے میں شریک ہیں۔ اس سے سمجھنے

khatmenabuwat Android Application

جان لیا کہ یہ علو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرتبہ و درجہ و مکانت کا ہے۔ ایسا ہی حال آدمیوں میں کے خلیفوں کا ہے کہ ان خلفا کا علو، علو ذاتی ہوتا تو ہر انسان کا علو ہوتا کیونکہ انفکاک وجدانی ذات کی ذاتیات ولوازم ذات سے جائز نہیں۔ جب علو تمام انسانوں کا عام نہ ہوا۔ تو معلوم ہوا کہ یہ علو مکانت و مرتبت ہے نہ کہ علو ذاتی۔

شیخ اب علو ذاتی سے بحث فرماتے ہیں حق تعالیٰ کے اسمائے ذاتیہ میں سے اسم العلی بھی ہے۔ یعنی بلند۔ پس اس کا علو کس پر ہوگا۔ علی کا لفظ اگر مشتق ہے یا مادہ علی علیہ سے جس کے معنی ہیں فلاں فلاں پر غالب۔ عالم میں تو اس کے سوا کوئی بالذات ہے ہی نہیں۔ تو وہ کس کی اضافت سے علی ہے۔ پس وہ بذاتہ علی ہے۔ یا علی کا لفظ مشتق ہے مادہ علی عنہ سے جس کے معنی ہیں فلاں فلاں سے بلند ہے۔ اس کے سوا مرتبہ جمع صفات میں اور ہے ہی کیا۔ کہ اس سے اعلیٰ ہو۔ پس اس کو بنفسہ علو ہے اور باعتبار وجود، وہ موجودات کا عین۔ اور سب کا منشا ہے الیہ یرجع الامر کلہ۔ وہی سب کا مرجع ہے اور مطلق عین مقید ہے تحقق و وجود میں۔ او غیر ہے تعقل و فہم میں۔ پس موجودات جس کو محدثات و مخلوقات کہتے ہیں۔ وہ بھی اپنی ذات حقہ و منشا اصل کے لحاظ سے علی و بلند ہیں۔ کیونکہ موجودات اس لحاظ سے غیر حق نہیں۔ پس حق تعالیٰ بذاتہ علی ہے۔ باضافت علی نہیں۔ کیونکہ اعیان ثابتہ و معلومات الٰہیہ کو وجود خارجی نصیب نہیں وہ ہنوز کتم عدم میں ہیں۔ ان کو وجود خارجی کی ہوا تک نہیں لگی۔ پس اعیان ثابتہ باوجود موجودات خارجیہ میں متعدد معلوم ہونے کے ہنوز اپنے عدم اصلی پر ہیں۔ اور وہ ذات کہ جو جمیع صور میں متجلی ہے مجموع اور کثرت سے بحیثیت تقیید ظاہر ہے اور مجموع اور کثرت میں بحیثیت اطلاق باطن ہے۔

کثرت اسماہی میں پائی جاتی ہے اور اسما نسبتیں اور عدمی امور ہیں۔ اور وجود میں وہی ایک عین ہے جو ذات واحدہ ہے۔ پس حق تعالیٰ بنفسہ علی ہے اور باضافت اس کو علو نہیں۔ اور عالم میں بھی اس حیثیت سے یعنی ذات کے منشائے کثرت ہونے کے لحاظ سے عینیت کے لحاظ سے علو

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

اضافی نہیں۔ بلکہ اس کے لیے علو ذاتی ہے۔ اگرچہ جہت غیریت سے علو اضافی ہے۔ کیونکہ وجود کے جہات وجود میں تفاضل و تفاوت ہے پس یہی واحد عین باعتبار کثرت جہات کے علو اضافی ہے۔ اسی لیے ہم ہر مظہر میں کہتے ہیں کہ وہ، وہ نہیں ہے اور تو نہیں ہے۔

ابو سعید خراز رحمۃ اللہ علیہ جو وہ بھی جہات حق میں سے ایک جہت ہیں۔ اور مظاہر کاملہ میں سے ایک مظہر ہیں، اور حق کی زبانوں میں سے ایک زبان ہیں اپنے نفس اور ذات سے خبر دیتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ بغیر اضداد کا حکم اس پر لگائے جانے کے معلوم نہیں ہو سکتا۔ پس وہی اول ہے وہی آخر ہے۔ اور وہی ظاہر ہے اور وہی باطن ہے۔ وہ عین ظاہر ہے اپنے بطون کے وقت۔ اور عین باطن ہے اپنے ظہور کے وقت۔ وجود میں اس کو سوائے اس کے کوئی دوسرا دیکھنے والا نہیں۔ اور کثرت میں بھی جس میں وہ مخفی ہے کوئی دوسرا نہیں ہے۔ پس وہ اپنے ہی نفس پر ظاہر و نمایاں ہے۔ اور وہ اپنے ہی نفس سے مخفی و باطن ہے۔ ابو سعید خراز رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر پیدا شدہ ممکنات کے نام بھی فی الحقیقت اسی کے نام ہیں۔

اب اسماء کے امتیاز کو دیکھو جب اسم الظاہر انا کہتا ہے تو اسم الباطن کہتا ہے کہ میں نہیں ہوں۔ اور جب اسم الباطن انا کہتا ہے تو اسم الظاہر کہتا ہے کہ میں نہیں ہوں اور یہ حکم اشتراک و امتیاز تمام اضداد میں ہے۔ ایک اور مثال پر غور کرو۔ متکلم کے معنیٰ اور اس کی حیثیت الگ ہے۔ اور سامع کے معنیٰ اور اس کی حیثیت جدا ہے۔ مگر ایک ہی شخص سنتا بھی ہے اور دیکھتا بھی ہے۔ اور متکلم و سامع کی ذات و عین تو ایک ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ تَجَاوَزَ عَنْ اُمَّتِیْ مَا حَدَّثَتْ بِهٖ اَنْفُسُهَا۔ اللہ تعالیٰ نے ان وساوس و خطرات کو معاف فرما دیا جن کے متعلق ان کے نفسوں نے گفتگو کی۔ دیکھو یہاں آدمی اپنے نفس میں آپ، یا یوں کہو کہ اپنے آپ سے گفتگو کرتا ہے۔ پس ان خطرات و احادیث نفس میں خود ہی بولتا ہے اور خود ہی اپنی باتیں سنتا ہے۔ اور اس کے نفس نے جو کچھ کہا اس کو جانتا ہے۔ حالانکہ ذات تو

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو چہارم

ایک ہی ہے۔ اگرچہ مختلف حیثیتوں سے اُن پر مختلف احکام لگے ہیں۔ اور ایک ذات پر مختلف اعتبار سے مختلف احکام لگنے سے کوئی ناواقف نہیں۔ کیونکہ اس بات کو ہر شخص اپنے نفس میں پاتا اور جانتا ہے جس طرح ایک ہی انسان مختلف جہات سے متضاد امور سے موصوف ہوتا ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ بھی مختلف جہات سے مختلف و متضاد اوصاف سے موصوف ہے۔ اور اُس پر مختلف احکام لگتے ہیں۔ اس تحقیق سے ناواقف ہونے سے محجوبین گڑبڑ میں پڑ گئے۔ اور حق و باطل میں ان کو اشتباہ ہو گیا۔

ایک اور مثال پر غور کرو کہ مراتب عینیہ میں واحد کے بار بار آنے سے اعداد پیدا ہوئے ہیں۔ واحد ہی نے عدد کو موجود کیا ہے۔ اور عدد نے واحد کی تفصیل کی۔ اور عدد کا حکم بغیر معدود اور خارجی شے کے ظاہر نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ عرض ہے۔ غیر مستقل ہے۔ قائم بنفسہ نہیں۔ واضح ہو کہ واحد مثال ہے عین واحدۂ ذات حقہ کی۔ اور عدد مثال ہے کثرت اسمائی جو مختلف شانوں میں۔ اور مختلف ذاتی نسبتوں میں نمایاں ہوتے ہیں۔ یا عدد مثال ہے علم میں کثرت اعیان ثابتہ کی۔ اور معدود مثال ہے حقائق کونیہ مظاہر خلقیہ، موجودات خارجیہ کی۔ بعض معدود معدوم ہوتے ہیں اور بعض موجود رہتے ہیں کبھی ایک شے باعتبار حس کے معدوم ہوتی ہے اور وہی باعتبار عقل کے موجود ہوتی ہے۔ اسی طرح اعیان ثابتہ و حقائق ممکنہ کو ضرور نہیں کہ سب خارج میں موجود ہوں۔

پس عدد و معدود یعنی اُس چیز کا جو گنی جاتی ہے نیز واحد کا ہونا ضرور ہے۔ عدد سے واحد کی تفصیل ہوتی ہے۔ معدود سے احکام عدد نمایاں ہوتے ہیں۔ واحد عدد کو بناتا ہے اور اس کے سبب سے عدد بنتا ہے۔ اگرچہ اعداد میں سے ہر ایک مرتبے کی ایک ممیز اور معین حقیقت ہے۔ مثلاً نو سے نیچے تک ۹، ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱ اور ۱۰ سے اوپر غیر متناہی تک معدود ہے۔

واضح ہو کہ واحد میں دو اعتبار ہیں۔ ایک وہ جو تمام اعداد میں ہے۔ دوم وہ جو ترتیب میں ہے۔ یعنی دو سے پہلے، یہ واحد ۲، اور ۳ سے نہیں ملتا۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جز چہارم

اور وہ واحد جو منشائے اعداد ہے سب میں ہے۔ لیکن ہر عدد کی حقیقت متمیزہ، مطلق عدد کی عین نہیں ہے۔ مطلق عدد کی حقیقت مطلق جمع اعداد ہے۔ اور وہ ہر عدد کی حقیقت متمیزہ سے جدا نہیں ہوتی۔ اثنین یعنی دو کی ایک جدا حقیقت ہے اور ثلث یعنی تین کی بھی ایک جدا حقیقت ہے۔ ایسا ہی جہاں تک یہ مرتبے بڑھتے جائیں ہر ایک کی حقیقت خاص ہوتی جائے گی۔ اگرچہ سب کی حقیقت ایک ہے۔ یعنی مجموعہ احاد مگر اعداد سے ایک کی حقیقت بعینہ دوسرے کی حقیقت نہیں ہے اور جمع احاد کا لفظ سب اعداد کو شامل ہے۔ اسی واسطے تم ان مراتب اعداد کو اُس حقیقت جامع سے کہتے ہو۔ اور ان مراتب اعداد پہ اس حقیقت جامعہ و مطلق عدد کا حکم کرتے ہو۔ اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ مراتب اعداد میں ہیں ۱-۲-۳-۴-۵-۶-۷-۸-۹-۱۰-۲۰-۳۰-۴۰-۵۰-۶۰-۷۰-۸۰-۹۰-۱۰۰-۱۰۰۰۔ انہی مراتب میں ترکیب داخل ہو کر غیر متناہی اعداد پیدا ہوتے ہیں۔ پس واحد ہی پر کثیر کا حکم لگا رہے ہو جو تمہارے نزدیک اس سے بالذات منفی ہو۔ جس نے اس تحقیق کو سمجھ لیا جس کو ہم نے اعداد میں بیان کیا ہے تو وہ جان لے گا کہ حق جو کثرت سے منزہ ہے، وہی منشا اور اصل ہے خلق مشبہ کا۔ کیونکہ واحد سے عددیت کی نفی کرنا ہی اس کا اثبات ہے۔ اگرچہ خلق، خالق سے متمیز ہے۔ مگر حقیقت وجود کے لحاظ سے ایک ہی شے خالق بھی ہے اور مخلوق بھی۔ اور وہی مخلوق بھی ہے اور خالق بھی۔ تمام مخلوقات ایک ہی عین حقہ سے ہیں؟ نہیں۔ بلکہ وہی عین ذات واحدہ حقہ، اعیان و ذوات کثیرہ میں نمایاں ہے۔

اب دیکھو تمہاری رائے کیا ہے۔ کیا تمہاری رائے میں وحدت عین ذات واحدہ ہے۔ کہ رویت حق، رویت خلق سے مانع نہ ہو۔ یا کثرت اعیان و ذوات کثیرہ ہے۔ کہ رویت خلق رویت حق سے مانع ہو۔ یا وحدت فی الکثرت اور کثرت فی الوحدت ہے۔ کہ ایک دوسرے کی رویت سے مانع نہ ہو۔

کہا اسماعیل علیہ السلام نے بربنائے قول جمہور علمائے اسلام اور اسحق علیہ السلام نے (بربنائے قول شیخ عربی) ابراہیم علیہ السلام سے کہ اے میرے باپ!

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو چہارم

تعمیل کیجیے جس کا آپ کو امر کیا گیا ہے۔ اور بیٹا تو باپ کا عین ہی ہے پس ابراہیم علیہ السلام نے اپنے سوا کسی اور کو ذبح کرتے نہیں دیکھا۔ حق تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کے بدلے ایک بڑی قربانی دی۔ مینڈھے کی صورت میں وہی تو ظاہر ہوا جو انسان یعنی ابراہیم کی صورت میں ظاہر ہوا تھا۔ اور بیٹے یعنی اسماعیل علیہ السلام کی صورت میں ظاہر ہوا تھا نہیں۔ بیٹے کے حکم کے ساتھ وہی ظاہر ہوا جو والد کا عین تھا۔

اور اسی نفس سے اس کے جوڑے کو پیدا کیا۔ تو گویا اس نے اپنے ہی نفس سے نکاح کیا۔ پس اسی سے اس کا جوڑا اور بیوی ہے اور اسی سے اس کی اولاد ہے۔ جب اعداد میں واحد ہی کا ظہور ہے۔ تو طبیعت و صورت نوعیہ یا مادۂ عالم کیا ہے؟ اور طبیعت سے پیدا ہونے والے جزئیات کیا ہیں؟ ہم نے تو نہیں دیکھا۔ کہ طبیعت سے جو جزئیات ظاہر ہوتے ہیں، اس سے طبیعت میں کچھ کمی ہو گئی ہو۔ یا نہ ظاہر ہونے سے کوئی چیز زیادہ رہتی ہو طبیعت سے جو ظاہر ہوا ہے اس کا غیر نہیں۔ اور طبیعت میں ظاہر بھی نہیں ہے۔ کیونکہ صُوَر جدا ہیں، ان کے احکام جدا ہیں۔ یہ سرد و خشک ہے، وہ گرم و خشک ہے، خشکی دونوں میں مشترک ہے۔ سرد و گرم مابہ الامتیاز ہیں۔ ایک کو دوسرے سے جدا کرنے والے ہیں۔ ان جزئیات کو جمع کرنے والی طبیعت ہے؟ نہیں بلکہ جزئیات میں طبیعت ہے عالم طبیعت یا عالم حقائق ممکنات کیا ہے؟ ایک آئینے میں نظر آنے والی مختلف صورتیں ہیں؟ نہیں بلکہ ایک ہی صورت مختلف صورتوں میں اعیان کے نمایاں ہے۔ یہاں حیرانی ہی حیرانی ہے۔ کیونکہ ہر ایک کی دید جدا ہے۔ مگر ہم نے جو کہا اگر اس کو سمجھ جاؤ تو کوئی حیرانی نہ ہو۔

اگر کوئی عارف علم کی ترقی میں ہو اور ربِّ زِدنی علما کی دعا کرتا ہو، تو یہ ترقی و زیادت محل ہی کے اقتضا سے ہے۔ اور محل بعینہٖ عین ثابتہ ہے۔ پس انھیں عین ثابتہ کے سبب سے حق تعالیٰ مظاہر میں نئی نئی تجلیات سے جلوہ فرما ہے۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

کل یوم ھو فی شان (حضرت صدیق) ہر دم تازہ جلوت ہے

پھر ان مختلف مظاہر کے اقتضا سے حق تعالیٰ پر حیثیت ظہور نئے نئے احکام لگتے ہیں۔ اور حق تعالیٰ ان احکام کو قبول بھی فرماتا ہے اور حق تعالیٰ پر مظہر تجلی ہی حاکم ہے۔ پس یہاں اس کے سوائے دوسری شے ہے ہی نہیں ؎

کوئی نہیں ہے اس کے سوا لا الہ الا اللہ (حضرت صدیق)

فَالْحَقُّ خَلْقٌ بِهٰذَا الْوَجْهِ فَاعْتَبِرُوْا

پس حق تعالیٰ بوجہ تقیید و تعیین کے عین خلق ہے۔ اس کو خوب سمجھو۔

وَلَيْسَ خَلْقًا بِذَاكَ الْوَجْهِ فَاذْكُرُوْا

اور بجہت اطلاق سے خلق نہیں ہے اس کو یاد رکھو۔

مَنْ يَدْرِ مَا قُلْتُ لَمْ تَخْذُلْ بَصِيْرَتُهٗ

جس نے میری بات سمجھ لی اس کی دل بصیرت مدد سے عاجز نہ ہوگی۔

وَلَيْسَ يَدْرِيْهِ اِلَّا مَنْ لَّهٗ بَصَرٌ

اس کو سوائے دل بینا رکھنے والے کے دوسرا نہیں سمجھ سکتا۔

جَمِّعْ وَفَرِّقْ فَاِنَّ الْعَيْنَ وَاحِدَةٌ

تم جمع و فرق کرو۔ اطلاق و تقیید کے قائل رہو کیونکہ ذات حقہ تو ایک ہی ہے۔

وَهِيَ الْكَثِيْرَةُ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ

وہی ذات واحدہ کثیرہ بھی ہے۔ اور وہ نہ کثرت کو رکھتی ہے، نہ چھوڑتی ہے۔

پس علی بنفسہ وہ ہے جسکو ایسا کمال ہو کہ وہ اس کے سبب سے تمام صفات حقیقیہ موجودہ اور صفات عدمیہ، خواہ اضافیہ ہوں خواہ سلبیہ سب کو محیط اور شامل ہو۔

واضح ہو کہ خیریت و محمودیت وجود سے اور شریت و مذمت عدم سے پیدا ہوتی ہے۔ پس حق جل مجدہ جو عین وجود اور اصل کمال ہے، اس سے خیریت ہی منسوب ہوگی۔ مگر بظاہر اصل کل ہونے کی وجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

کوئی صفت اُس کے کمال سے خارج اور اُس سے فوت نہیں۔ خواہ وہ صفات عرفاً وعقلاً شرعاً محمود ہوں یا مذموم۔ یہ کمال مجید لفظ اللہ کے مسمّی اور ذات حقہ کے ساتھ خاص ہوگا جو مسمّائے اللہ کا غیر ہوگا۔ وہ یا وجود مطلق و ذات حقہ کے مظاہر و مجالی اور تجلی گاہ سے ایک مظہر ہوگا۔ یا اُس میں کوئی صورت یعنی اسم الٰہی یا صفت حقہ ہوگی۔ اگر وہ غیر اللہ اُس کا مظہر ہے تو ضرور تفاوت واقع ہوگا۔ کیونکہ ہر ہر مظہر میں ایک خاص تجلی ہے۔ اور اگر اس میں کوئی خاص صورت ہوگی تو وہ صورت یا اسم الٰہی ذات حقہ اور مسمّائے اللہ کا کمال ذاتی ہی ہوگا۔ کیونکہ یہ صورت اُس ذات کی عین ہے جس میں یہ نمایاں ہوتی ہے۔ اس لیے کہ اسمائے الٰہیہ باعتبار منشا کے عین ذات ہیں۔ جو کمال مسمّائے اللہ کے لیے ہے وہی اُس صورت کے لیے ہے۔ بہرحال اسمائے الٰہیہ لا عین ولا غیر ہیں۔ عین ہیں باعتبار ذات و منشا کے غیر ہیں باعتبار مفہوم و انتزاع ذہنی کے۔

اور ابوالقاسم بن قسی نے اسی تحقیق کی طرف اپنی کتاب خلع النعلین میں ان لفظوں سے اشارہ کیا ہے۔ کہ ہر اسم الٰہی پر دوسرے کا اطلاق کیا جاتا اور اس کی صفت ہوتا ہے۔ مثلاً کہتے ہیں۔ ھو اللہ الخالق البارئ المصور۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر اسم میں دو امر ہوتے ہیں (۱) ذات (۲) صفت۔ صفت اس معنی پر دلالت کرے گی جس کے لیے یہ لفظ موضوع اور مقرر کیا گیا ہے مثلاً الرحمٰن۔ کہ اس میں ذات حقہ ہے اور صفت رحم یا رحمانیت ہے۔ اور ان دونوں پر اسم الرحمٰن دلالت کرتا ہے۔ پس باعتبار اسم الٰہی کے ذات الٰہی پر دلالت کرنے کے تمام اسما اسی اسم الٰہی کے ہیں اور باعتبار صفت خاص پر دلالت کرنے کے ہر ایک اسم الٰہی دوسرے سے ممتاز و جدا ہے۔ جیسے الرب۔ الخالق۔ المصور وغیرہ وغیرہ۔ پس اسم عین مسمّی ہے باعتبار ذات کے اور غیر مسمّی ہے باعتبار صفت خاصہ کے جس کے لیے لفظ وضع کیا گیا ہے۔

جب تم نے علو کے جو معنی ہم نے بیان کیے ہیں، سمجھ لیے تو تم یہ بھی سمجھ گئے ہوگے۔ کہ حق تعالیٰ باعتبار تنزیہ ذات کے علو مکان و علو مکانت سے پاک ہے۔ کیونکہ علو مکانت حاکموں اور والیوں سے مختص ہے جیسے

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو چہارم

سلطان۔ حکام۔ وزرا۔ قاضی۔ اور عہدہ دار۔ خواہ اس منصب کی ان میں قابلیت ہو یا نہ ہو۔ جیسے آجکل کے حکام۔ اور علو صفات ایسا نہیں ہے بلکہ علو صفات، صفات کے ساتھ ہوتا ہے کیونکہ بڑے بڑے عالموں پر نہایت جاہل عہدہ دار حکومت کرتے ہیں۔ کیونکہ ان جہال کو علو مکانت و مرتبت ہوتا ہے۔ اُن کے عہدے کی وجہ سے بالتبع۔ یہ جہال بذاتہٖ علی و بلند نہیں ہیں۔ جب عہدے سے معزول ہوتے ہیں تو سارا علو رفو چکر ہو جاتا ہے۔ عالم کا علو ایسا نہیں ہے۔ اُس کا علو دائمی ہے۔ لازوال ہے۔

والحمد للہ۔ لنا علو و للجہال مال

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

ترجمۂ

فصوص الحکم

جزو پنجم

(۵) فصِّ حکمتِ مہیمیۃ

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

فصِّ حکمتِ مہیمیّہ

کلمۂ ابراہیمیہ کے بیان میں

حضرت ابراہیم کا نام خلیل رکھا گیا۔ اس لیے کہ وہ تمام صفات الٰہیہ میں سرایت کر گئے تھے یعنی حضرات اسما میں داخل اور ان کا مجلی و مظہر ہو گئے تھے۔ ان تمام صفات کو حاوی و جامع تھے جن سے ذات الٰہیہ متصف ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

قَدْ تَخَلَّلْتَ مَسْلَکَ الرُّوْحِ مِنِّیْ ۔۔۔ وَبِذَا سُمِّیَ الْخَلِیْلُ خَلِیْلاً

تو میرے جسم میں وہاں وہاں داخل ہو گیا ہے۔ جہاں جہاں میری روح داخل ہوتی ہے۔ یہی تو وجہ ہے کہ دوست کو خلیل کہتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اسمائے الٰہیہ میں داخل ہونا ایسا ہے جیسے رنگ، جو عرض ہے کپڑے میں، جو جوہر ہے داخل ہوتا ہے اور کپڑے کے ہر حصے میں رنگ سرایت کرتا ہے۔ خلیل کا اسما میں داخل ہونا ایسا نہیں ہے جیسے مکین، مکان میں حلول کرتا ہے۔

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

یا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام خلیل اس لیے ہوا کہ حق تعالیٰ صورت وجودی ابراہیم میں داخل ہو گیا ہے۔ خواہ یہ صورت روحانی ہو یا جسمانی۔ دنیوی ہو یا اُخروی۔ یا اس لیے کہ حق تعالیٰ ہر ایک حکم ہر ایک اثر میں داخل ہو گیا ہے جو بوجہ صورت ابراہیمی ہے صحیح ہے۔ یا یہ کہ سریان خلیل اسمائے حق میں اور سریان حق احکام و آثار خلیل میں۔ دونوں صحیح ہیں۔ کیونکہ ہر حکم کے لیے ایک محل ہے۔ جہاں وہ ظہور کرتا ہے اور وہ حکم اس محل سے تجاوز نہیں کرتا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حق تعالیٰ بحیثیت تعین و تقیید کے صفات محدثات و مخلوقات سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس کو خود حق تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے۔ اور صفات نقص و صفات ذم سے بھی موصوف ہوتا ہے مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقۃً و بالذات وہ نقص تعین ظہور کی وجہ سے اور اُس کی صفت سے ہے جیسے اَللّٰہُ یَسْتَھْزِئُ بِھِمْ۔ اللہ ان کا ٹھٹھا اُڑاتا ہے۔ یعنی اُن کے ٹھٹھا اڑانے کا بدلا کرتا ہے۔ اور وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ۔ اُنھوں نے مکر کیا۔ اور اللہ نے بھی اُن کے ساتھ ویسا ہی کام کیا۔ اور اُن کے مکر کا بدلا کیا۔ اور خفیہ و پوشیدہ کام کرنے والوں میں خدا سے بڑھ کر کون ہے اور مرضت فلم تعدنی میں بیمار ہوا تھا، تو نے میری عیادت نہیں کی۔

اور سریان حق ہے صور محدثات و مخلوقات میں۔

اور کیا تم نہیں دیکھتے کہ انسان کامل حق تعالیٰ کے تمام صفات سے بجز وجوب و استغنائے ذاتی کے موصوف ہوتا ہے۔ تمام صفات حق کے مخلوق، خصوصاً انسان کامل کے لیے ثابت ہیں۔ جیسے کہ مخلوقات و محدثات کے صفات حق کے اصل وجودات خاصہ ہونے کے لحاظ سے حق تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں۔

الحمد للہ۔ تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔ یعنی تعریف کرنا اور تعریف کیا جانا انجام کے لحاظ سے دونوں حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ بس وہی حامد ہے۔ وہی محمود ہے۔

والیہ یرجع الامر کلہ۔ اللہ کی طرف تمام کاروبار رجوع کرتا ہے۔ بس یہ ارشاد مذموم و محمود دونوں کو عام ہے۔ اور واقع اور عالم میں کوئی چیز محمود و مذموم

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

ہونے سے خالی نہیں۔

واضح ہو کہ کوئی چیز کسی چیز میں سرایت کرتی اور اس میں داخل ہوتی ہے تو شئے ساری کو وہ شے جس میں سریان ہوا ہے لے لیتی اور چھپا لیتی ہے پس متخلل (بصیغۂ اسم فاعل) یعنی ساری متخلل فیہ (بصیغۂ اسم مفعول) یعنی جس میں سریان ہوا ہے پوشیدہ و مخفی رہتا ہے۔ اور وہ ظاہر ہوتا ہے۔ اور باطن ظاہر میں بطور غذا کے رہتا ہے۔ جیسے پانی صوف میں داخل ہوتا ہے۔ تو صوف پانی سے بڑھتا اور پھولتا ہے۔ پس اگر حق تعالیٰ ظاہر ہو تو بندہ مستور و مخفی ہوتا ہے اور بندے کی نظر میں احکام و آثار حق تعالیٰ کی طرف مستند رہتے ہیں پس بندہ حق تعالیٰ کے اسماء ہو جاتا ہے جیسے سمع و بصر وغیرہ۔ اور اس وقت کہا جاتا ہے کہ بندہ حق تعالیٰ کا ہاتھ ہو گیا ہے۔ یعنی حق تعالیٰ کو دینا ہوتا ہے تو بندے کے ذریعے سے دیتا ہے وغیرہ۔ اور یہ نتیجہ ہے قرب فرائض کا۔ اور اگر بندہ ظاہر ہوتا ہے تو حق تعالیٰ باطن ہو جاتا ہے۔ اور اس وقت کہا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ بندے کی بصارت۔ ہاتھ۔ پاؤں اور سمع قویٰ ہو جاتا ہے۔ یعنی بندہ جو کام لیتا ہے حق تعالیٰ سے لیتا ہے۔ اور یہ نتیجہ قرب نوافل اور مصداق قول کا ہے۔ جیسے کہ صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے۔

اگر ذات حق کو تمام نسبتوں اور اضافتوں سے قطع نظر کر کے دیکھیں۔ اور صرف ذات ملحوظ ہو تو اس میں اللہ ہے نہ بندہ ہے۔ واضح ہو کہ کبھی لفظ اللہ کہتے ہیں۔ اور ذات حقہ مراد لیتے ہیں۔ اس وقت اسم اللہ اسم ذات ہوتا ہے۔ اور اس کے مقابل کوئی نہیں رہتا ہے اور کبھی لفظ اللہ کہتے ہیں اور اس سے شان الوہیت مراد لیتے ہیں جس کے مقابل بندہ ہے۔

مقام وصل میں یہاں سوچ تو اللہ ہے نہ بندہ ہے

یہ نسبتیں کہاں سے پیدا ہوئیں۔ ہمارے اعیان نے ان نسبتوں کو پیدا کیا۔ ہم بندے ہیں تو وہ اللہ معبود ہے۔ ہم عابد ہیں تو وہ معبود ہے ہم محب ہیں تو وہ محبوب ہے۔

میری ہستی ہی تھی | یار کی محجوبیت ہے

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو پنجم

نہ نیاز تھا تو نہ ناز تھا نہ وہ رنگ سالِ ہی باز تھا (حسرت صدیقی)
مری جان جاں تھا نہاں رہا ترا ناز میرے نیاز میں

پس ہم معلوم ہوں گے تو اسی نسبت سے ہم کو اللہ تعالیٰ کا علم بھی ہو گا۔ اسی لیے رسول خدا صلعم نے فرمایا من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ یعنی خود شناسی میں خدا شناسی ہے۔

خود فہمی ہے خدا فہمی (حسرت صدیقی) اس میں راز حقیقت ہے

ظاہر ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ساری خلق سے زیادہ خدا شناس ہیں۔ اور یہ آپ کا ارشاد ہے۔

بعض حکما اور امام ابو حامد محمد غزالی نے دعویٰ کیا۔ کہ عالم میں نظر کیے بغیر اللہ کا علم ہو سکتا ہے۔ اور یہ غلط ہے۔

واضح ہو کہ امام غزالیؒ لفظ اللہ کہہ کر ذات حقہ مراد لے رہے ہیں۔ شهد اللہ انہ لا الٰہ الا ھو۔ اللہ شہادت دیتا ہے کہ اس کے سوائے کوئی معبود نہیں۔ کسی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا بم عرفت اللہ۔ کس چیز کے ذریعے آپ نے اللہ تعالیٰ کو سمجھا۔ آپ نے فرمایا باللہ عرفت الاشیاء۔ اللہ ہی کے ذریعے سے میں نے سب کو سمجھا۔ اور شیخ ابن عربی لفظ اللہ کہہ کر معبود بحق مراد لے رہے ہیں۔ اور یہ اختلاف لفظ اللہ کہہ کر معبود بحق مراد لے رہے ہیں۔ اور یہ اختلاف لفظ اللہ کے دو مقام میں مشترک طور پر مستعمل ہونے سے پیدا ہوا۔ پس فی الحقیقت حضرت غزالیؒ و حضرت ابن العربی میں کوئی اختلاف نہیں۔ ہاں ایک ذات قدیم ازلی بیشک معلوم ہوتی ہے۔ مگر اس کی الوہیت و معبودیت تو بندے کی نسبت سے معلوم ہو گی۔ پس عالم اللہ پر یعنی معبود بحق دلالت کرتا ہے۔ پھر عالم سے اللہ و معبود کی معرفت کے بعد تم پر منکشف ہو گا کہ خود حق جل مجدہٗ اپنے آپ یعنی وجود ذات پر دلیل ہے۔ اپنی الوہیت پر دلیل ہے۔

یہ عالم کیا ہے۔ ذات کی اعیان ثابتہ پر تجلی ہے۔ ان اعیان ثابتہ کا وجود بغیر وجود حق کے کیونکر ہو سکتا ہے۔ ذات حق ہی حقائق اعیان ثابتہ اور

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

اُن کے احکام کے لحاظ سے رنگا رنگ و متنوع ہوتا اور صورت پذیر و ظاہر ہوتا ہے مگر یہ سبب اسی وقت ہوتا ہے کہ ہم پہلے اس کو اپنا معبود مان لیں پھر ایک اور کشف ہوتا ہے اور ذات حق میں ہماری صورت خود ہم کو ظاہر ہوتی ہے۔ پھر ذات حق میں بعض کے بعض کے لیے ظاہر ہوتے ہیں۔ اور بعض کے بعض سے تمیز و ممتاز و جدا ہوتے ہیں۔ جزو نہم
پھر عارفین میں سے بعض وہ لوگ ہیں جو جانتے ہیں کہ ہماری یہ باہمی معرفت حق تعالیٰ ہی میں واقع ہوتی ہے۔ اور بعض ایسے لوگ بھی ہیں۔ جو نہیں جانتے کہ دوسروں کا جاننا کس میں اور کس حضرت اور محل میں واقع ہے
اعوذ باللہ ان اکون من الجاہلین۔ جاہلوں میں ہونے سے میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ ان دو کشفوں میں معلوم ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہم ہی حکم کرتا ہے۔ جو ہمارے عین ثابتہ اور حقیقت کا اقتضا ہے۔ نہیں نہیں۔ ہم خود اپنے نفسوں پر ہمارے عین ثابتہ کے اقتضا کے مطابق حکم کرتے ہیں۔ مگر یہ حکم علم حق میں ہے۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا فللہ الحجۃ البالغۃ۔ یعنی محجوبین اور غافلین پر اللہ کی پوری حجت قائم ہے۔ جب وہ اُن باتوں میں جو اُن کے اغراض کے موافق ہیں حق تعالیٰ سے کہتے ہیں کہ تو نے ہمارے ساتھ ایسا کیوں کیا پس قیامت کے روز ان پر اصل حال منکشف ہو جائے گا جو آج یہاں دنیا میں عارفوں کو منکشف ہو چکا ہے۔

وہ دیکھ لیں گے۔ کہ حق تعالیٰ نے اُن کے ساتھ وہ کام نہیں کیا جس کا انھوں نے دعویٰ کیا تھا۔ کہ اُس کو حق تعالیٰ نے کیا ہے۔ بلکہ وہ کام انہی کے عین ثابتہ کا اقتضا تھا۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ اُن کو ایسا ہی جانتا تھا۔ جیسے وہ نفس الامر میں تھے۔ لہٰذا ان محجوبین کی حجت باطل ہو جائیگی۔ اشعار حسرت صدیقی

دیتا ہے ہر اک کو حکیم — جس کی جیسی لیاقت ہے
وہی نمایاں ہوتا ہے — جس کی جیسی فطرت ہے
قدر وسع آئینہ — ظاہر ہوتی صورت ہے
ظاہر خیر و شر سب کا — کرتا رب العزت ہے
ہم ابتلا ہم کرتے ہیں — منشا کیونکہ طبیعت ہے

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو پنجم

اگر تم کہو کہ قولہ تعالیٰ فلو شاء لهدٰكم اجمعین کا کیا فائدہ؟ یعنی اگر خدا چاہتا تو سب کو ہدایت دیتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حرف لو لامتناع الثانی لامتناع الاول کے لیے ہے۔ یعنی جزا اس سبب سے ممتنع ہے۔ کہ شرط ممتنع ہے۔ پس نہ اللہ نے چاہا نہ سب کو ہدایت دی۔ اللہ نے تو وہی چاہا جو نفس الامر اور عین کا اقتضا تھا۔

ہر چند کہ عقل کے پاس عین ثابتہ ممکن بحیثیت ممکن ہونے کے وجود و عدم خیر و شر شے اور اس کے نقیض کا قابل و متحمل ہے۔ پھر ان دو عقلی حکموں میں سے جو واقع ہو جائے وہی عین ثابتہ کا مقتضی تھا۔ اور لهدٰكم کے معنی لبیّن لکم کے ہیں۔ یعنی اگر چاہتا تو تم پر ظاہر کر دیتا۔

اللہ تعالیٰ نے ہر بندے کی چشم بصیرت ایسی نہیں کھولی کہ اشیا کی فطرت اور ان کی حالت نفس الامری کو جانتا ہو۔ کیونکہ بعض لوگ اقتضائے عین سے عالم ہیں اور بعض جاہل۔ اسی لیے نہ سب کی ہدایت چاہی نہ سب کو ہدایت کی اور نہ سب کی ہدایت چاہے گا۔ یہ تو لو یشاء تھا۔ ان یشاء (اگر چاہے) اور فعل یشاء (کیا خدا چاہے گا) کا بھی یہی حکم ہے۔ کہ خدائے تعالیٰ کبھی خلاف اقتضا و منافی حکمت نہ کرے گا۔ ہماری یہ تمام بحث اس شے کے متعلق ہے جو ہونے والی نہیں ہے۔

ارادۂ الٰہی کو سب سے برابر تعلق ہے۔ پھر جس کی فطرت میں ہدایت ہوگی ہدایت پائے گا اور جس کا اقتضا ہو گا ضلالت پر رہے گا۔

فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر۔ جو چاہے ایمان لائے جو چاہے کفر کرے۔ مشیّت الٰہی ایک نسبت ہے۔ تابع علم ہے۔ اور علم تابع معلوم ہے۔ یعنی خدائے تعالیٰ اسی کا ارادہ کرتا ہے۔ جو جانتا ایسا ہی ہے جیسا کہ معلوم نفس الامر میں ہے۔

غرضکہ معلوم، علم کا تابع نہیں ہوتا۔ بلکہ علم معلوم کا تابع ہوتا ہے۔ پس معلوم وہی دکھائی دیتا ہے۔ جیسا کہ وہ خود نفس الامر میں ہے۔ معلوم کیا ہے؟ تم ہو اور تمہارے حالات ہیں۔ خطاب الٰہی یعنی اوامر و نواہی خداوندی کس کے موافق ہوتے ہیں۔ چونکہ نظر و فکر عقلی پر سب کا اتفاق ہے۔ اور اصحاب کشف و شہود و کم ہیں۔ لہذا

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو چہارم

خطاب الٰہی موافق عقل دیا گیا۔ موافق کشف نہیں دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ مومن تو بہت ہیں اور عارف اور صاحب کشف کم ہیں۔

اور ہم لوگوں سے ہر ایک کے لیے ایک مقام معلوم ہے۔ اور ایک مرتبہ علم الٰہی میں معین ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتا۔ وہ مقام کونسا ہے؟ وہ مقام وہ ہے جس کے ساتھ علم الٰہی اور مرتبۂ ثبوت میں تھے پھر اس کے ساتھ تم وجود خارجی میں ظاہر و نمایاں ہوئے۔ یہ تو اس نظر پر مبنی ہے۔ کہ تمہارے لیے وجود ہے اگر اس نظر سے دیکھو کہ وجود حق تعالیٰ کا ہے تمہارا نہیں ہے۔ تو تمہارے مخصوص احکام و آثار کے حاکم بیشک تم ہو۔ مگر وجود حق ہیں۔ اور اگر تمہاری نظر میں تم موجود بوجود بالعرض ہو تو بیشک وجود حق مرآۃ اعیان ہوگا۔ اور وجود حق کے توسط سے اعیان و حقائق نمایاں ہوں گے تو اس صورت میں بھی تمہیں حاکم ہوگے۔ اور حق تعالیٰ افاضہ و عطائے وجود کرے گا اگر کوئی حکم تمہارے عین ثابتہ کے خلاف ہو وے گا بہر حال تم پر تمہارے طرف ہی احکام و آثار منسوب ہوں گے۔ لہٰذا تعریف کرو تو تم اپنی مذمت کرو تو تم اپنی۔ حق تعالیٰ کے لیے افاضۂ و اعطاء وجود کی حمد ہی۔ کیونکہ وجود کا عطا کرنا تمہارا کام نہیں۔ حق تعالیٰ کا کام ہے۔ جب حق تعالیٰ مشہود ہو اور اعیان حقائق اور آئینے مرایا ہوں، تو تم ذریعۂ احکام ہوگے۔ اور جب اعیان کو موجود جانو اور وجود حق مرآت و ذریعہ ہے تو حق تعالیٰ حکم وجود کا ذریعہ ہوگا۔ پس جس طرح تم ذریعۂ حکم ہو۔ وہ بھی ذریعۂ حکم ہے پس حکم کبھی اس سے تم کو پہنچتا ہے۔ کبھی تم سے اس کو پہنچتا ہے۔ مگر تم مکلف کہلاتے ہو وہ مکلف نہیں کہلاتا۔

مگر حق تعالیٰ اسی چیز کا تم کو مکلف کرتا ہے جس کو تم نے زبان حال سے طلب کیا اور جس حال و جس استعداد پر تم نفس الامر میں تھے لہٰذا وہ مکلف ہوا اور تم مکلف ہوئے۔

فیحمدنی و احمدہٗ۔ حق تعالیٰ مجھ پر افاضۂ وجود فرما کر تین راہ سے حمد کرتا ہے (۱) میرے کمالات نمایاں کرکے (۲) بندوں کی اپنے کلام سے تعریف کرتے وقت۔ (۳) بندوں کی زبان سے۔

اور میں اس کی حمد کرتا ہوں۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو پنجم

(۱) زبان قول سے (۲) زبان حال سے (۳) زبان فعل سے۔

وَيَحْمَدُنِي وَأَحْمَدُهُ — وہ مجھے سرفراز کرتا ہے جو کچھ میں اپنی زبان حال سے زبان استعداد وجود تو اپنی وجود سے سوال کرتا ہوں۔ اور میں اُس کی عبادت کرتا ہوں۔ ظاہر میں اُس کے حدود و حقوق و اوامر و نواہی کی پابندی کر کے۔ اور باطن میں تجلیات ذاتیہ و اسمائیہ قبول کر کے۔

فَفِي حَالٍ أُقِرُّ بِهِ — مراتب الٰہیہ میں اپنی حقیقت کی راہ سے اس کا اقرار کرتا ہوں۔

وَفِي الْأَعْيَانِ أَجْحَدُهُ — اور جب اعیان خارجیہ میں تجلی کرتا ہے تو امتیاز کی وجہ سے اُس سے انکار بھی کرتا ہوں۔

فَيَعْرِفُنِي وَأُنْكِرُهُ — وہ تو مجھے تمام مقامات میں جانتا ہے مگر میں اس کو ہر جگہ نہیں جانتا۔

وَأَعْرِفُهُ فَأَشْهَدُهُ — جب حجابات اُٹھ جاتے ہیں تو اُس کا شہود مجھے حاصل بھی ہو جاتا ہے۔

فَأَنَّى بِالْغِنَى وَأَنَا — ہر چند کہ حق تعالیٰ کو اپنی ذات و وجود کے لحاظ سے غنی ہے۔ مگر

أُسَاعِدُهُ وَأُسْعِدُهُ — اظہار اسماء و صفات میں مظاہر کی ضرورت ہے لہٰذا ممکنات و مخلوقات سے اُس کو اعانت و مساعدت ہے۔

لِذَاكَ الْحَقُّ أَوْجَدَنِي — اسی اظہار کمالات کے لیے حق تعالیٰ نے ممکنات کو ایجاد کیا۔ پیدا کیا۔

فَأَعْلَمُهُ فَأُوجِدُهُ — میں اس کو جانتا ہوں اور اپنے اور طالبین کے خیال میں اس کی صورت قائم کرتا ہوں۔

بِهَذَا جَاءَ الْحَدِيثُ لَنَا — حدیث کُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَأَحْبَبْتُ أَنْ أُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ سے ثابت ہوتا ہے کہ غایت ایجاد خلق معرفت الٰہی ہے

وَحَقَّقَ فِيَّ مَقْصَدَهُ — اور یہی اس کا مقصد ثابت ہوتا ہے۔

اور جب حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کا یہ مرتبہ ہوا کہ وہ تمام حضرات

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

حدیثِ جم

ومقامات اسماء کے الٰہیہ میں داخل ہو گئے تھے۔ جس کے سبب سے ان کا نام خلیل ہوا۔ تو اسی لیے انھوں نے مہمانی ضیافت کا طریقہ جاری کیا۔ اور ابن مسرت جیلی ابراہیم علیہ السلام کو میکائیل علیہ السلام کے مشابہ سمجھتے ہیں۔ بعض کا خیال ہے۔ کہ بروز قیامت عرش الٰہی کو چار فرشتے اور چار پیغمبر تھامیں گے جس پایہ پر جناب میکائیل ہوں گے اسی پایہ پر حضرت ابراہیم بھی ہوں گے۔

مرزوقین کی غذا رزق سے ہوتی ہے۔ رزاق ذات مرزوق میں یعنی کھانے والے حق میں اس طور سرایت کرتا اور داخل ہو جاتا ہے۔ کہ کوئی عضو بغیر سریان غذا کے باقی نہیں رہتا۔ اسی طرح حضرت خلیل اللہ تمام مقامات الٰہی میں سرایت کر گئے مقامات الٰہی کی تعبیر اسماء سے کرتے ہیں۔ کیونکہ غذا اغتذا کی یعنی کھانے والے کے ہر جزو میں سریان کرتی ہے اور ذات حق تو بسیط ہے مرکب نہیں ہے۔ تو اس کے اجزا بھی نہیں۔ اس کے تو اسماء ہیں جن میں حق تعالیٰ کی ذات سریان کرتی ہے۔ لہٰذا خلیل کا سریان ذات الٰہی میں تو ہو نہیں سکتا۔ پس حضرات اسمائی میں ہوگا۔

فنحن لہ کما ثبتت

جس طرح ہمارے اعیان ثابتہ اعیان ثابتہ کے مظہر ہیں۔ اسی طرح

ادلتنا و نحن لنا

ہمارے اعیان ثابتہ بھی ذات الٰہی کے مظہر ہیں۔ یہ ہمارے پاس دلائل سے ثابت ہے

ولیس لہ سوای کون

فنحن لہ کنحن لنا

اور اُن کا مظہر انسان کے سوا کوئی نہیں۔ لہٰذا جیسے ہم ہمارے اعیان کے مظہر ہیں ایسے ہی ہم حق تعالیٰ کے بھی مظہر ہیں۔

فلی وجہان ھو وانا

ولیس لہ انا بانا

ممکنات کے دو وجہ اور پہلو ہیں۔ جہت اطلاق وجہت حقیقہ سے وہ ہے اور جہت تقیید سے میں یا ہم ہیں۔ حق تعالیٰ کی انانیت ہماری انانیت کا

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو پنجم

مقید و محبوس نہیں ہے۔

واضح ہو کہ خدائے تعالیٰ کے دو تعین ہیں۔

(۱) تعین ذاتی جس میں ممکنات کو دخل نہیں، نہ اُس کا کوئی مظہر ہے۔

(۲) تعین باعتبار اسماء وصفات کے۔ اس تعین کے اعیان ثابتہ مظہر ہے۔

اور اعیان ثابتہ کے مظہر اعیان خارجیہ ہیں یعنی ہم تم ہیں۔

وَلٰکِنْ فِیْ مَظْهَرِہٖ
فَنَحْنُ لَهٗ کَمِثْلِ اِنَا

ہر چند کہ اُس کا انا ہمارے انا سے قائم نہیں۔ مگر اس کے انا کا مظہر ہمارا انا ہے۔ پس گویا ہم اس کے لیے مثل ظرف کے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے مظاہر کی زبان سے حق بات کو ظاہر فرماتا ہے اور فہم و ادراک کے راستے پر بھی وہی لگاتا ہے۔

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

ترجمہ

فصوص الحکم

جزو ششم

(۶) فصِ حکمتِ حقیّہ بکلمۂ اسحاقیہ

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

شریف

(۲)

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

فقیر مترجم اس فص کی شرح و ترجمہ کرنے سے پہلے چند مسائل کی تحقیق کر دینا چاہتا ہے۔ کیونکہ اسی فص کے سمجھنے میں شراح کو بہت سی غلطیاں لگی ہیں۔

مسئلہ۔ عالم شہادت کا مرتبہ۔ عالم خیال و مثال سے بہت اعلیٰ و ارفع ہے ایک شخص نے مکاشفے یا خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ دوسرے نے عالم شہادت میں حضرت کو دیکھا۔ کیا دونوں برابر ہیں۔ ہرگز نہیں عالم شہادت میں جو شخص دیکھے وہ صحابی رسول ہے جو خواب یا کشف میں دیکھے وہ صحابی ہرگز نہیں ہو سکتا۔ وہ صالحین سے ہو گا۔ زیادہ سے زیادہ وہ اولیاء میں سے سمجھا جائے گا۔

مسئلہ۔ اگر کسی نے خواب یا کشف میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ نے اس کو کچھ فرمایا۔ یہ فرمودہ عالم شہادت کے فرمودے کے برابر نہ ہو گا اور نہ دوسروں پر حجت ہو گا بخلاف عالم شہادت کے کہ اگر کوئی کہے کہ میں نے حضرت کو یہ فرماتے سنا ہے تو یہ حدیث نبوی ہے۔ ما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا سے واجب الاطاعت ہے۔

مسئلہ۔ اگر قرآن شریف و حدیث نبوی میں اختلاف معلوم ہو رہا ہے تو حدیث کی تاویل کرنی چاہیے۔ اگر حدیث متواتر یا مشہور کے مقابل کوئی حدیث احاد واقع ہو تو حدیث احاد کی تاویل ضروری ہے۔ اگر عالم شہادت کی حدیث اور رویا

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جلد ششم

یا کشف میں حضرت کے کسی قول میں اختلاف ہو تو قول متنامی یعنی خوابی و کشفی کی تاویل کرنی چاہیے۔

مسئلہ۔ جو روایت بلفظہٖ ہو۔ اُس کو روایت بالمعنیٰ پر ترجیح ہے۔ اور راوی پر اُس کے الفاظ کی ذمہ داری۔ جو تقریر چند بتائے ہوئے اصول موضوعات پر کی جائے۔ وہ صاحب اصول کی تقریر نہ ہوگی۔ معتبر کی ہوگی۔ اور اُس پر تقریر کے الفاظ کی ذمہ داری عاید ہوگی۔

مسئلہ۔ خواب تین قسم کے ہوتے ہیں (۱) رویائے صادقہ جس طرح خواب دیکھے اُسی طرح واقع ہو۔ (۲) تعبیر طلب خواب۔ یہ ایک تشبیہ ہے جو مسلسل خیال کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ اس خواب کا سمجھنا معبّر کا کام ہے جس طرح مجازی معنی لینے کے قرائن کی ضرورت ہے۔ معبّر کو بھی تعبیر کے وقت قرائن پر غور کرنے کی ضرورت ہے (۳) اضغاث احلام۔ یعنی گھڑلیت خواب۔ وہ وساوس و تخیلات کا مجموعہ ہوتا ہے۔ جو اس کا کوئی واقعہ ہوتا ہے تو وہ تعبیر طلب خواب ہوتا ہے لیکن محض ہوتا ہے۔ بعض دفعہ واقعہ تھوڑا سا ہوتا ہے۔ اور نفس اس پر ایک ستودہ طومار کھڑا کرتا ہے۔ اس میں سے سچ کو جھوٹ سے جدا کرنا معبّر کا کام ہے۔ جو حال خواب کا ہے وہی حال کشف کا بھی ہے۔ کشف بھی تینوں بلکہ چار قسم کے ہوتے ہیں۔

مسئلہ۔ قرآن شریف۔ حدیث شریف۔ خواب۔ کشف سب کو حقیقت ہی پر محمول کرنا چاہیے۔ جب تک کہ حقیقی معنیٰ محال یا متعذر نہ ہو جائیں مجاز کا احتمال عقلی بات ہے۔ الفاظ سے حقیقی معنیٰ لیے جاتے ہیں۔ صرف احتمالات سے حقیقی معنیٰ ترک نہیں کیے جاسکتے۔ اگر ایک معنیٰ میں احتیاط ہے تو اُسی کو اختیار کرنا چاہیے۔ جس معنیٰ میں اطاعت حق زیادہ ہو۔ وہی معنیٰ لینا میں احتیاط ہے۔

مسئلہ۔ پیغمبر معصوم ہوتا ہے۔ پیغمبر کا نفس ساکن رہتا ہے۔ اپنی طرف سے۔ بلا علت۔ کچھ کمی یا زیادت نہیں کرتا۔ لہٰذا اُس کا کشف بھی وحی ہے اور اُس کا خواب بھی وحی ہوتا ہے۔ وحی حقیقی الفاظ میں بھی ہوتی ہے اور استعارے و مجاز کے طور پر بھی۔

مسئلہ۔ حضرت سہل ابن عبداللہ تستری اور عمر بن ابراہیم خیام نے لکھا ہے

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

چہارم

کہ حق تعالیٰ سے سلسلۂ تکوین وخلق میں جس قدر قرب ہوگا اتنی قدر خیریت وافضلیت ہوگی۔ اور جس قدر بعد ہوگا۔ اتنی ہی شریت بڑھے گی۔ مثلاً پہلے ذرات یا ہیولائے نخستیں۔ پھر جمادات پھر نباتات پھر حیوانات۔ پھر انسان۔ یہ دائرہ وجود کا قوس نزولی ہے پھر انسان ترقی کرتا ہے۔ حتی کہ حضرت حق جل وعلا سے واصل ہوجاتا ہے۔ یہ قوس صعودی ہے۔

انسان کا ابتدائی نقطہ جس میں وہ بندۂ عقل رہتا ہے۔ سب سے بدتر ہے۔ حیوانات اس سے بہتر ہیں۔ ان سے بہتر نباتات۔ ان سے بہتر جمادات ہیں یہ اور اقرب الی اللہ ہیں۔ پھر جب انسان سالک راہ خدا ہوتا ہے۔ اور ترقی کرنا شروع کرتا ہے تو وہ حیوان صفت بنتا ہے۔ یعنی احکام الٰہی کے مقابل اپنی رائے کو دخل نہیں دیتا۔ صرف جزوی طور پر اس کی عقل کام کرتی ہے۔ پھر جزوی طور پر بھی عقل کام نہیں کرتی۔ بلکہ سالک تحت الہام ہوتا ہے۔ اور وہ سالک نباتات صفت کہلاتا ہے پھر تمام قوائے طبعی۔ علم۔ سماعت۔ بصارت۔ قوت ارادہ سب کچھ کھو دیا جاتا ہے اس وقت وہ سالک جمادات صفت ہوجاتا ہے۔ اس کے کمال پر فنا ہے۔

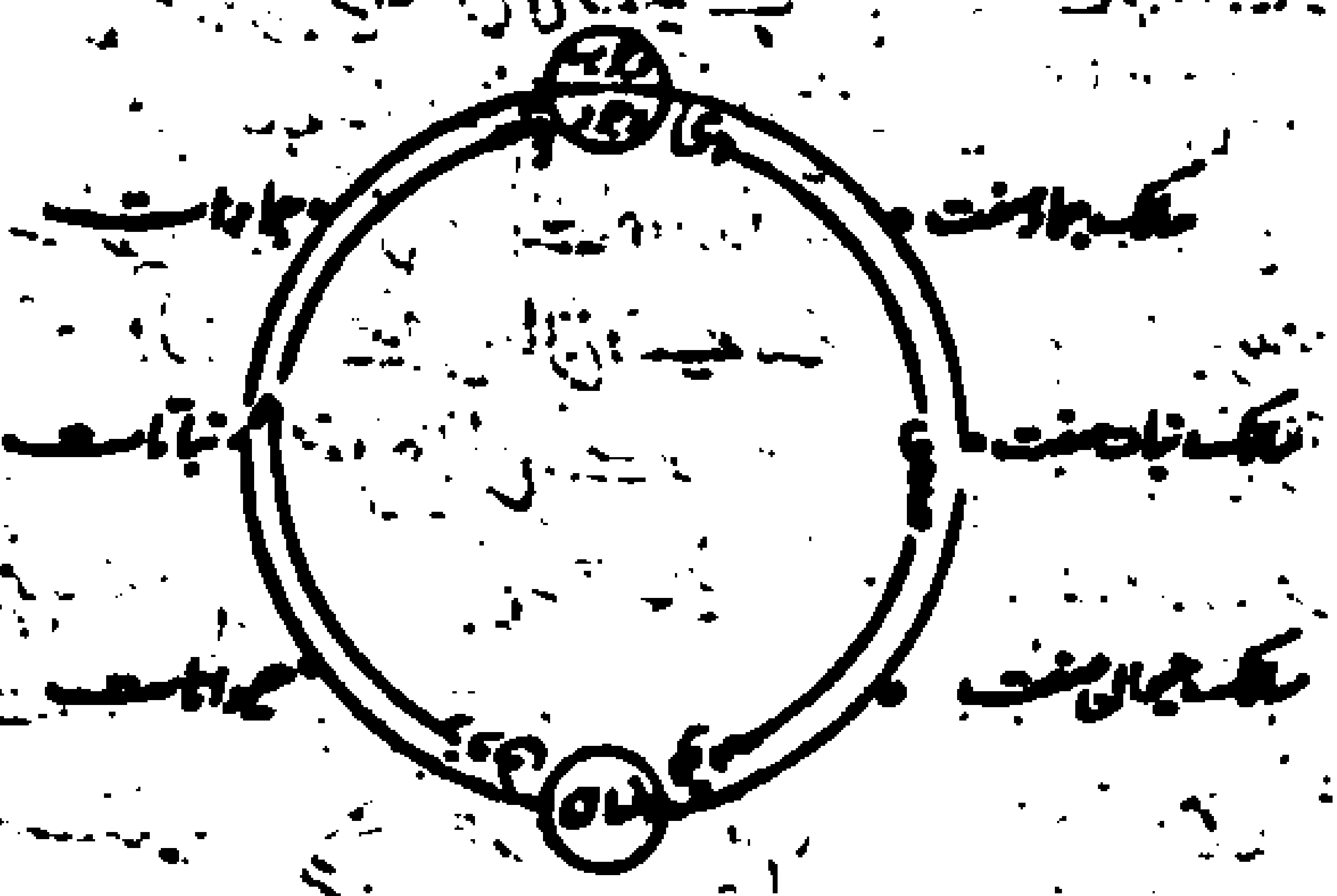

مسئلہ۔ حضرت ذبیح اللہ کیا حضرت اسماعیل تھے یا حضرت اسحاق عیسائیوں اور یہودیوں کا دعا ہے کہ حضرت اسحاق تھے محققین تاریخ کا دعویٰ ہے کہ حضرت اسماعیل ذبیح اللہ ہیں۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

چو بیسم

انا ابن الذبیحین یعنی حضرت اسماعیل اور عبد اللہ حضرت کے والد ہیں۔ ظاہر ہے کہ
حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے ہیں نہ کہ حضرت
اسحاق کی اولاد سے۔ حضرت اسمٰعیل کا خاندان حضرت ابراہیم کے زمانے سے اب تک
مکہ شریف میں آباد ہے۔ اور قربانی کا طریقہ اس وقت سے اب تک بنی اسماعیل میں
جاری ہے۔ بی بی ہاجرہ حضرت ابراہیم کی بیوی اور حضرت اسمٰعیل کی والدہ کا بچے
کے لیے پانی ڈھونڈنے کے لیے بیقرار ہو کر صفا مروہ پر چڑھنا۔ حضرت اسماعیل کے
پیر مارنے سے زمزم کا کنواں نکلنا۔ حضرت ابراہیم کا حضرت کو ذبح کے لیے لے کر
نکلنا۔ راستے میں شیطان کے بہکانے اور ذبح سے روکنے کی کوشش کرنا۔ ان حضرت کا
اس کو کنکر مارنا۔ اس کی نقل رمی جمرات کا ہونا۔ آخر میں ذبح کا فدیے سے مبدل ہونا۔
یہ ایسے واضح امور ہیں۔ کہ یہود و نصاریٰ کو اس سے انکار نہ کرنا چاہیے۔ شیخ نے
بنا بر شہرت ملک اندلس لکھ دیا ہے کہ اسحاق علیہ السلام ذبیح اللہ ہیں۔ کیونکہ اس
فص میں شیخ کا مقصود خواب کی تعبیر بتلانا ہے نہ کہ اس امر کی تحقیق۔ کہ اسمٰعیل علیہ السلام
یا اسحاق علیہ السلام میں سے کون ذبیح اللہ ہیں۔

مسئلہ۔ فدیۂ اسماعیل میں مینڈھا دیا گیا۔ اور اونٹ نہیں دیا گیا جو کہ
کے فدیے کو ذبح عظیم فرمایا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سہولت سے ذبح کے لیے تیار
ہو جانا۔ مینڈھے میں ہے نہ کہ اونٹ میں۔ اونٹ میں تلہ للجبین کہاں ہے۔

مسئلہ۔ خواب کی صورت اور واقعے میں مناسبت ہوتی ہے۔ یہاں
حضرت اسماعیل اور مینڈھے میں جان دینے کے لیے تیار ہو جانا نیز حضرت اسمٰعیل کا
امتثال امر حق تعالیٰ میں اپنی عقل معقول سے دست بردار ہونا۔ اور وحی کو عقل پر ترجیح
دینا۔ جیسا کہ ہم نے فص سبوحی میں سالک حیوان صفت کو دکھایا کہ وہ انسان،
بندۂ عقل سے اعلیٰ و افضل ہے۔

مسئلہ۔ حضرت رسول خدا صلعم کی صورت مقدسہ میں شیطان
نہیں آسکتا۔ اور نہ یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ میں محمد رسول اللہ ہوں۔ اس کی وجہ
یہ ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہادی بن کر مبعوث ہوئے تھے اگر رسول
کی صورت میں شیطان متمثل ہو تو امن مرتفع ہو جائے گا۔ اور مقصود رسالت مفقود

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

ہر جا بجے گو خواب میں شیطان کے آپ کی صورت میں تمثل ہو کر سکنے کے لیے آیا ہے حضرت نے فرمایا فان الشیطان لا یتمثل بی۔ بعض لوگ حضرت کی ہیئت خاص سے عدم تمثل کو خاص کرتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ شیطان جو تجلی رسول اللہ ہوں کچھ نہیں سکتا۔ وصل مقدس میں یا دو کوئی اور صورت ہو بعض لوگ کہتے ہیں کہ جو حضرات فانی الرسول ہو گئے ہیں ان کی صورت میں بھی شیطان تمثل نہیں کر سکتا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ شیخ کی صورت میں بھی شیطان تمثل نہیں کر سکتا بشرطیکہ اس میں شان ہادی ہو۔

مسئلہ۔ خیال دو قسم کا ہوتا ہے (۱) خیال متصل یا خیال ملحق ہوا الصیادی خیال ہوس کدورت تصورات۔ بے فنا ہے اصل اختراعی ہیں خیالات خیالات کو ہٹانا چاہیں تو ہٹ جاتے ہیں۔

(۲) خیال منفصل یا خیال مقید۔ عالم کا یا فنا حقیقی اور صحیح خیال اس کو عالم مثال اپنے خود اصل کہتے ہیں جو کسی کے ہٹانے سے نہیں ہٹتے۔ عالم مثال میں عالم ارواح اور عقل کے اوپر کے مراتب سے بھی صورتیں آتی ہیں۔ اور عالم شہادت اور اس کے نیچے کے مراتب سے بھی صورتیں آتی ہیں۔ اکثر جو حکم آتا ہے وہ آتا ہے نفس اس کو بڑھاتا اور ادراج کرتا ہے۔ ادراج کرنے میں حضرت نفس کو بڑا دخل ہے بعض دفعہ دخل دو خیالات کر کے نفس و شیطان تمام کام تباہ کر دیتے ہیں۔

بعض دفعہ خیال یا مثال قوی ہو کر عالم شہادت میں محسوس معلوم ہوتا ہے اور بعض دفعہ دوسروں کو بھی نظر آتا ہے۔ جمع ہمت قوت ارادی کو کام میں لگانا دفع خطرات کرنا۔ ایک نقطے پر خیال کا جمائے رکھنا۔ طہارت ظاہری و باطنی اور کی طرف توجہ کرنا۔ فنا مناسبت اسمائے الٰہیہ کی مدد کثرت اوراد۔ لوازم جسم جسمانی یعنی اکل و شرب و خواب کا ترک کرنا۔ روشنی سے بچنا طرق حواس کا بند کر دینا شور و غل سے بچنا۔ استاذ یا شیخ کا توجہ کرنا اور اپنی قوت ارادی سے طالب کو قوت دینا۔ عالم مثال کے کھلنے میں مدد دیتے ہیں۔

جن لوگوں کی قوت تخیل قوی ہوتی ہے ان پر عالم مثال خوب کھلتا ہے اور جن کی قوت تعقل اچھی ہوتی ہے۔ ان پر معارف خوب نازل ہوتے ہیں۔

khatmenabuwat Android Application

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ابوہریرہؓ کہا کرتے تھے کہ ایک شخص رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ میں نے ایک سائبان دیکھا۔ اس میں سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے۔ لوگ اس کو ہتھیلیوں میں لیتے ہیں۔ بعض کم لیتا وہ بعض زیادہ اور بعض کم اور ایک رسی آسمان سے زمین تک لٹک رہی ہے۔ یا رسول اللہ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے وہ رسی پکڑ لی اور اوپر چڑھ گئے۔ پھر آپ کے بعد ایک دوسرے شخص نے وہ رسی پکڑ لی۔ اور اوپر چڑھ گیا۔ پھر ایک اور شخص نے وہ رسی پکڑ لی اور اوپر چڑھ گیا۔ پھر ایک اور شخص نے وہ رسی پکڑی وہ رسی ٹوٹ گئی۔ پھر اس کے لیے جوڑ دی گئی۔ پھر وہ بھی چڑھ گیا۔ ابوبکرؓ نے کہا یا رسول اللہ میرے باپ آپ پر تصدق مجھے تعبیر دینے دیجئے۔ حضرت نے فرمایا۔ تعبیر دو۔ ابوبکر (صدیق) نے کہا۔ وہ سائبان۔ سائبان اسلام ہے۔ گھی شہد جو ٹپک رہا ہے وہ قرآن اور اس کی لطافت و شیرینی ہے۔ گھی شہد کم یا زیادہ لینے والے قرآن کم یا زیادہ لینے والے۔ اور وہ رسی جو آسمان سے زمین تک لٹک رہی ہے وہ حق ہے جس پر آپ ہیں۔ آپ اس کو پکڑ لیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کو بلند کر دے گا۔ آپ کے بعد اس کو ایک شخص لے گا۔ اور اوپر کو چڑھ جائے گا۔ پھر ایک شخص لے گا۔ اور اوپر کو چڑھ جائے گا۔ پھر ایک شخص لے گا وہ بھی ٹوٹ جائے گی پھر جوڑی جائے گی اور وہ اوپر چڑھ جائے گا۔ یا رسول اللہ آپ فرمائیے کہ میں نے تعبیر درست دی یا میں نے غلطی کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ صحیح ہے کچھ خطا ہے۔ ابوبکرؓ نے کہا آپ کو قسم ہے آپ پر میرے ماں باپ تصدق یا رسول اللہ آپ مجھے بتلائیے کہ میں نے کس میں غلطی کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قسم نہ دو۔

مسئلہ۔ اب میں تجلی و دیدار الٰہی کے متعلق بھی کچھ عرض کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کیونکہ اس فص میں شیخ نے اس کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے۔ قرآن شریف میں ہے۔ وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ۔ اس روز بعض چہرے تر و تازہ ہوں گے۔ اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے۔ اور کافروں کے لیے ہے کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون۔ جیسا کہ لوگ جس طرح سمجھتے ہیں اس طرح ہرگز نہ ہوگا۔ بیشک وہ اپنے رب سے اس دن محجوب

جزو ششم

رہیں گے۔ ان کو دیدار نہ ہوگا۔

متعدد احادیث شریفہ میں دیدار الٰہی کا ذکر ہے جو ناقابل انکار ہے۔ ؎

یہ امید دید ہی نے کیا موت کو گوارا (حسرت) میری جان منت کب تھی کہ جو ریں شمار ہوتا

تجلی الٰہی کن کن طرح پہ ہوتی ہے۔ تجلی افعالی۔ تجلی صفاتی۔ تجلی ذاتی۔ علیٰ ہذا القیاس۔ فنائے افعال۔ فنائے صفات، فنائے ذات۔ فنائے افعال۔ و تجلی افعالی اس طرح کہ مخلوقات کے افعال نظر سالک سے ساقط ہو جائیں۔ اور افعال خداوندی کو بالذات و اصل سمجھنے لگے۔ قل کل من عند اللہ تم کہو سب خدا کے پاس سے ہے وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ جب تک خدا نہ چاہے تم کچھ نہیں چاہ سکتے۔ فنائے صفات و تجلی صفاتی۔ بندوں کے صفات سالک کی نظر سے ساقط ہو جائیں۔ اور خدائے تعالیٰ کے صفات جلوہ گر ہوں انہ ھو السمیع البصیر وہی سنتا ہے وہی دیکھتا ہے۔ الحمد للہ رب العالمین اللہ رب العالمین ہی کی حمد ہے۔ وہی بالذات حامد ہے۔ وہی درحقیقت محمود ہے۔ جب ممکنات کا وجود ہی بالذات نہیں۔ تو اور کیا صفت اس کی ہو سکتی ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ حول و قوت سب خدا کی طرف سے ہے۔ بندے کے دونوں ہاتھ خالی ہیں اور خدا کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں۔ بل یداہ مبسوطتان۔ فنائے ذات و تجلی ذاتی بندے کی ذات بالعرض۔ وجود بالعرض۔ خدا کی ذات بالذات وجود بالذات۔ بندہ دراصل معدوم ہے۔ الا حق فی الحقیقت موجود ہے۔ ھو الاول والآخر والظاھر والباطن وھو بکل شیء محیط جب تجلی ذاتی ہوتی ہے تو ایک قسم کی غشی یا موت آتی ہے۔ موت میں دنیا سے غفلت ہوتی ہے اور برزخ کے لائق جسم کے ساتھ خود کو پاتا ہے۔ مگر فنائے ذات کے وقت ماسوا اللہ کا علم بالکل نہیں رہتا۔ نہ زید و عمرو کا نہ خود کا۔ نہ اس کا بھی علم رہتا ہے کہ وہ خدا کی یاد کرتا ہے ؎

زیں شان کہ فنائے خویشتن میخواہی (جامی) از خویش بیکسو جستن کے تواہی
تا ہمسر موئے ز خویشتن آگاہی گر دم زنی از اللہ و فنا گمراہی

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو ششم

ایضاً

توحید بحرف صوفی صاحب سیر (جامی) تخلیص دل از توجہ اوست بغیر
رمزے زنہایات مقالات طیور گفتم بتو گر فہم کنی منطق طیر

نیز تجلی دو قسم کی ہوتی ہے (۱) تجلی ذاتی۔ جس میں ماسوا اللہ فنا ہو جاتا ہے۔
(۲) تجلی مثالی۔ جس میں اسم الٰہی مناسب صورت کے توسط سے جلوہ گر ہوتا ہے۔
جیسے علم کہ غیر مرئی معنی ہے، دودھ کی صورت کے توسط سے حضرت رسول خدا کو خواب میں نظر آیا۔ کسی بے صورت کا خواب یا کشف میں بتوسط صورت کے نظر آنا ہے۔ اس کی بے صورتی پر کوئی اثر نہیں آتا۔ مصور عیب، غصہ، عقلمندی، احمقی سب کی تصویر کھینچتا ہے۔ مگر یہ معانی ہمیشہ بے صورت ہی رہیں گے۔

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

فص حکمت حقیہ بکلمۂ اسحاقیہ

فِدَاءُ نَبِیٍّ ذِبْحُ ذَبْحٍ لِقُرْبَانِ ۔ وَاَیْنَ ثُؤَاجُ الْکَبْشِ مِنْ نَوْسِ اِنْسَانِ

کیا نبی کا فدیہ قربت حق کے لیے ایک ذبیحے کا ذبح کرنا ہے کہاں مینڈھے کی آواز اور کدھر انسان کی آواز۔

وعظمہ تعالیٰ العظیم عنایۃ بہ ۔ او بنا لم ادر من ای میزان

اللہ عظمتہ نے اس ذبیحے کو عظیم فرمایا۔ یہ عنایت و اہتمام کس جہت سے ہے کیا اس ذبیحے کی جہت سے ہے یا ہم لوگوں کی جہت سے ہے نہ معلوم کس حساب سے

ولا شک ان البدن اعظم قیمۃ ۔ وقد نزلت عن ذبح کبش لقربان

بیشک بدنہ یعنی اونٹ اور گائے کی قیمت زیادہ ہوتی ہے اور ایک اونٹ یا گائے سات آدمیوں کا ذبیحہ ہو سکتی ہے مگر یہاں حضرت اسماعیلؑ کی قربانی میں گائے اور اونٹ عظیم اور بڑے نہیں سمجھے گئے۔ بلکہ مینڈھا عظیم سمجھا گیا

فیا لیت شعری کیف ناب بذاتہ ۔ شخیص کبیش عن خلیفۃ رحمان

کاش معلوم ہوتا کہ چھوٹے قد کا مینڈھا خلیفۂ رحمن یعنی حضرت اسماعیل کا قائم مقام کیونکر ہوا۔

الم تدر ان الامر فیہ مرتب ۔ وفاء لارباح ونقص لخسران

جدول ششم

کیا تمہیں معلوم نہیں کہ فدیہ دینے میں فدیے اور صاحب فدیہ میں مناسبت کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ کمانے والے کے لیے کمال ہے اور کوتاہی کرنے والے کے لیے خسارہ ہے اور ٹوٹا ہے۔

فلا خلق اعلیٰ من جماد و بعدہٗ — نبات علی قدر یکون و اوزان

کوئی مخلوق قوس نزولی میں جماد سے اعلیٰ نہیں۔ اس کے بعد نباتات ہیں مخلوقات میں سے ہر ایک اپنی قدر و مرتبت اور اندازے پر ہے۔

وذو الحس بعد النبت والکل عارف — بخلاقہ کشفا و ایضاح برہان

نباتات کے بعد حیوانات کا مرتبہ ہے جو حس و حرکت والے ہیں۔ ہر ایک اپنے خالق کو کشف اور صاف واضح دلائل و براہین سے جانتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ عذاب قبر کا علم سب کو ہے بجز جن و انس کے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ صاحب عقل و فکر ہیں۔

واما المسمّی آدم فمقید — بعقل و فکر او قلادۃ ایمان

لیکن جس کو آدم کہتے ہیں اور وہ ہنوز کشف و شہود کو نہیں پہنچا۔ اس کے پیروں میں عقل و فکر کی بیڑیاں یا اس کے گلے میں تقلیدی ایمان کا گلوبند ہے۔

بذا قال سہل والمحقق مثلنا — لانا و ایاہم بمنزل احسان

اس مسئلے کو سہل تستری اور دیگر محققین نے کہا ہے کیونکہ ہم اور وہ مرتبہ احسان میں ہیں یعنی اعبد اللہ کانک تراہ یعنی خدا کی ایسی عبادت کرو گویا کہ تم اس کو دیکھتے ہو۔

فمن شہد الامر الذی قد شہدتہ — یقول بقولی فی خفاء و اعلان

پس جس نے اس امر کو مشاہدہ کیا جسے ہم نے مشاہدہ کیا ہے وہ ہمارے ہی قول کا قائل ہوگا خفیۃً ہو یا علانیۃً ہو۔

ولا تلتفت قولا یخالف قولنا — ولا تبذر السمراء فی ارض عمیان

اس قول کی طرف التفات نہ کرو جو ہمارے قول کے مخالف ہے۔ حقائق کے گیہوں ان دلوں کے اندھوں کی زمین میں ہرگز نہ بو۔

ہم الصم والبکم الذین اتی بہم — لاسماعنا المعصوم فی نص قرآن

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/
khatmenabuwat Android Application

جزو ششم

یہی لوگ صم بکم ہیں یعنی گونگے بہرے ہیں۔ ہمارے سنانے کو رسول معصوم نے نصِ قرآن میں بیان کیا۔ اللہ ہماری بھی تائید کرے اور تمہاری بھی۔

تو کہا تھا بیٹے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے اپنے صاحبزادے اسماعیل سے فرمایا کہ میں خواب میں تم کو ذبح کرتے ہوئے دیکھتا ہوں اور خواب حضرت خیال (عالم مثال) سے ہے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس خواب کی تعبیر نہ فرمائی۔ کیونکہ خواب کی تعبیر ہوا کرتی ہے۔ اور منشاء خطا اور احتمال عقلی ہے۔ اور اصل حقیقت و مشاہدہ اور رویائے صادقہ ہے۔ اور بظاہر صورت میں کمال اطاعت ہے حالانکہ وہ ایک مینڈھا تھا جو ابراہیم کے فرزند اسماعیل کی صورت میں ان کو خواب میں دکھائی دیا تھا۔ ابراہیم نے بظاہر خواب کی تصدیق کی۔ کیونکہ اس پر عمل کرنا دشوار تھا۔ اور تعبیر میں سہل گیری و خود غرضی کا احتمال تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل کا فدیہ دیا یعنی مینڈھا۔ یعنی قربانی وہی جنت کا مینڈھا بھیجا۔ بے جھگڑے جان دینے میں اسماعیل اور اس میں مشابہت و مناسبت تھی۔ باپ بیٹے دونوں کی اطاعت و جاں بازی کا امتحان بھی ہو چکا تھا جس کو ذبح کرتے ہوئے دیکھا تھا چونکہ مینڈھا تھا مگر بصورت اسماعیل تھا تو فدیہ کہنا نہ رہا۔ مگری تو ذبح کیا گیا جس کو حقیقۃً ذبح کرتے دیکھا تھا۔ یہ جو خواب حضرت ابراہیم کا تھا۔ یہ خیالی صورت حضرت ابراہیم کے ذہن کی تھی اور آپ نے عمل میں تعبیر کا پہلو اختیار نہیں کیا تھا۔ لہٰذا خیال حضرت ابراہیم کی مناسبت میں فدا کا لفظ خدائے تعالیٰ نے استعمال فرمایا۔ حالانکہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک ان کے خواب کی تعبیر مینڈھا ہی تھا۔ ان کو معلوم نہ تھا کہ اس خواب سے تعبیر مقصود ہے اور حقیقت مقصود نہیں۔

تجلی صوری حضرت عالم خیال میں ہوتی ہے اس کو دوسرے علم یعنی علم تعبیر کی ضرورت ہے۔ علم تعبیر سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اس صورت سے کیا مقصود ہے۔

دیکھو رسول اللہ نے حضرت ابوبکر صدیق سے ان کی تعبیر کے متعلق فرمایا کہ کچھ تم نے صحیح کہا اور کچھ تم نے خطا کی۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق نے آپ سے عرض کیا کہ مجھ کو بتا دیجئے کہ میں نے کیا صحیح کہا اور کیا غلط ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ایسا ہی کیا۔

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم سے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اے ابراہیم کہہ کر پکارا ان یا ابراھیم قد صدقت الرؤیا اے ابراہیم تو نے اپنے خواب کی تصدیق کی اور ان سے یہ فرمایا کہ تم اپنے خواب میں سمجھے تھے کہ مینڈھا تمہارا فرزند ہے۔ کیونکہ ابراہیم خلیل اللہ نے اس خواب کی تعبیر دی۔ بلکہ انہوں نے ظاہر صورت کو اختیار کیا تھا جس کو انہوں نے دیکھا۔ اور جو احوط اور اطاعت کے پہلو میں اقرب تھا اور خواب تو تعبیری تھا۔ اور تعبیر کا طالب تھا۔

و بعض حضرات کا خیال ہے کہ حضرت ابراہیم نے دیکھا کہ وہ اپنے فرزند کو ذبح کر رہے ہیں نہ کہ وہ ذبح کر چکے ہیں یعنی آپ نے دیکھا کہ فرزند کو لٹایا ہے۔ اور گردن میں چھری لی ہے اور حلقوم پر پھرائی ہے۔ بیداری میں بھی یہی ہوا جیسا کہ خواب میں دیکھا تھا جب ابراہیم کا عزم پورا ہو گیا۔ فرزند کی اطاعت ثابت ہو گئی تو حقیقت میں پورے ہو چکے اور باپ بیٹے دونوں امتحان میں کامیاب ہو چکے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کی رحمت نے جوش مارا چھری کند ہو گئی۔ فرزند کا گلا کٹنے نہ پایا اور مینڈھا قربانی کے لیے بھیجا گیا۔ قربانی کی گئی اور وہ مقبول بھی ہو گئی لہذا حضرت ابراہیم کا خواب سچا تھا تعبیر طلب خواب نہ تھا۔ اس میں حضرت ابراہیم کے وہم و خیال کو کچھ دخل نہ تھا۔

اسی لیے عزیز مصر نے ارکان سلطنت سے کہا تھا کہ خواب کی تعبیر دو ان کنتم للرؤیا تعبرون۔ اگر تم خواب کی تعبیر دے سکتے ہو۔ تعبیر کے معنی ہیں صورت خواب سے مقصود و مراد کی طرف عبور کرنا۔ تجاوز کرنا۔ پس حضرت یوسف نے دبلی گائے کو قحط سالی سے اور موٹی گائے کو فراخ سالی سے تعبیر کیا۔

اگر ابراہیم کا خواب رؤیائے صادقہ تھا تو وہ اپنے فرزند کو ذبح کیے ہوئے دیکھ حضرت ابراہیم نے بطور استعارہ یہ خیال کیا کہ شاید ذبح آپ سے مطلوب ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے پاس ذبح عظیم آپ کے فرزند کی صورت میں تھا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کے خیال میں جو صورت تھی اس کے لحاظ سے فدیہ دیا حالانکہ حقیقت میں اور نفس الامر میں خدا تعالیٰ نہیں تھی صورت تو مینڈھے کی تھی۔ خیال نے

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

khatmenabuwat Android Application

جزو ششم

بمناسبت اطاعت اسمٰعیل فرزند ابراہیم کی صورت دی۔ اگر دنبے کو خواب میں دیکھتے تو اس کی تعبیر آپ کے فرزند ہوتے یا کچھ اور ہوتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان ھذا لھو البلاء المبین۔ یہ بڑا کھلا اور واضح امتحان تھا کہ حضرت ابراہیم کیا صورت خواب پر عمل کرتے ہیں یا تعبیر دیتے ہیں۔ جو مقام رویا کا اقتضا تھا۔ حضرت ابراہیم نے تعبیر کو ترک فرمایا۔ اور ظاہر صورت خواب پر عمل کرنا چاہا تعبیر کو اس کا حق نہ دیا۔ اور خواب کو سچا کر دکھایا۔

جیسا کہ تقی بن مخلد نے کیا ہے۔ انھوں نے ایک حدیث میں سنا جو ان کے پاس صحیح ثابت تھی کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ من رانی فی المنام فقد رانی فی الیقظۃ فان الشیطان لا یتمثل علی صورتی یعنی جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا تو اس نے مجھ کو بیداری میں دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت میں متمثل نہیں ہوتا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ شیطان اسم مضل کا مظہر ہے اور حضرت اسم ہادی کے مظہر ہیں اور تبلیغ میں تمام لوگوں پر حجت ہیں۔ اگر حضرت کی صورت یا آواز میں شیطان تمثل کرے تو صحت تبلیغ میں امن باقی نہ رہے گا۔ اب ایک سوال باقی ہے کیا کوئی فرشتہ مثلاً عزرائیل عاشقان روئے محمدی کے لیے صورت محمدی میں قبض روح کے لیے تمثل کر سکتے ہیں۔ یا کوئی فانی فی الرسول ولی یا بعض معانی جیسے شرع یا احادیث نبوی صورت محمدی میں تمثل کرتے ہیں۔ محققین علم تعبیر الرؤیا کے پاس ایسا ثابت ہے۔ عدم تمثل شیطان کے ساتھ خاص ہے۔ مولانا جامی مطلق عدم تمثل بصورت محمدی کے قائل ہیں۔ اگر کوئی شے حضرت دیں تو اس شے کو بھی حقیقت پر محمول کریں گے۔ یا اس کا تعبیر طلب ہونا بھی ممکن ہے؟ عامۂ علما کا خیال ہے کہ ایسا ہوتا ہے مثلاً حضرت نے کسی کو اشرفیاں دیں اور ان سے مراد احادیث لینا ہو چنانچہ حضرت نے دیکھا کہ خواب میں دودھ نوش فرمایا ہے اور اس کا بقیہ حضرت عمرؓ کو دیا ہے اس کی تعبیر علم سے دی پس تقی بن مخلد نے حضرت کو خواب میں دیکھا اور حضرت نے ان کو اس خواب میں دودھ پلایا تقی بن مخلد نے اس خواب کو سچا ثابت کرنا چاہا اور زبردستی قے کی تو قے میں دودھ نکلا۔ اگر وہ خواب کی تعبیر دے لیتے تو وہ دودھ

علم ہوتا۔ لہٰذا انھوں نے جتنا دودھ بچے کیا تھا اتنا ہی علم سے وہ محروم رہ گئے۔

دیکھو رسول اللہ کو خواب میں دودھ کا پیالا دیا گیا پھر آپ نے فرمایا کہ میں نے اس کو اس قدر پیا کہ میرے ناخنوں سے سیرابی وتری نکلی پھر میں نے اپنا پس خوردہ عمر ابن الخطاب کو دیدیا۔ آپ سے کہا گیا کہ یا رسول اللہ آپ نے اس کی تعبیر کیا فرمائی۔ آپ نے فرمایا: علم اس کی تعبیر ہے اور دودھ جو خواب میں دیکھا تھا اس کو دودھ ہی پر چھوڑا کیونکہ آپ محل خواب اور مقتضائے تعبیر کو جانتے تھے۔

یہ معلوم ہے کہ رسول اللہ کی وہ صورت جسدی جس کو عالم حس نے مشاہدہ کیا ہے وہ مدینہ منورہ میں مدفون ہے اور یہ کہ حضرت کی صورت ولطیفہ روحی کو کسی نے دیکھا ہی نہیں نہ کوئی کسی کی صورت روحی کو یا اپنی ہی صورت روحی کو دیکھ سکتا ہے تمام ارواح اسی طرح غیر مرئی و ناقابل دید ہیں۔ رویت صورت مثالی کی ہو سکتی ہے نہ کہ روح کی۔

پھر حضرت نبی کی روح عالم خواب دیکھنے والے کے لیے اس جسد کی صورت میں متجسد ہوتی ہے۔ جس جسد پر حضرت نے وفات پائی کیونکہ خواب دیکھنے والے کے حق میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ عصمت و شان نبوی کی عظمت ہے۔ اسی لیے جو شخص خواب میں دیدار نبوی سے مشرف ہوتا ہے۔ تو وہ سب چیزیں کو خواہ اوامر ہوں یا نواہی یا کوئی خبر آپ سے لیتا ہے جیسا کہ عالم حیات میں الفاظ کے مراتب کے احکام کو آپ سے لیتا تھا یعنی نص یا ظاہر یا مجمل یا متشابہ وغیرہ جن پر الفاظ دلالت کرتے ہیں وہ باعتبار لفظ کے بغیر تعبیر کے حکم کو قبول کرتا ہے۔ پھر اگر رسول اللہ نے خواب میں اس کو کوئی چیز مرحمت فرمائی تو اس شے میں تعبیر ممکن ہے اور اگر وہ محسوسات میں اسی طرح ظاہر ہوئی جیسے وہ خیال میں تھی تو اس چیز کی تعبیر نہ ہوگی۔ اور خواب تعبیر طلب نہ تھا۔ بلکہ رویائے صادقہ تھا۔

اسی قدر پر حضرت ابراہیم اور امام تقی بن مخلد نے اعتماد کیا اور اسی پر دونوں کاربند ہوئے۔ اور جب خواب کے بعد چھٹے ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو ششم

ہم کو اس بارے میں جو ابراہیم کے ساتھ کیا اور اُن سے فدا کا لفظ فرمایا۔ ادب سکھایا۔ کیونکہ مقام نبوت اسی کا مقتضی تھا۔ اس واقعے سے ہم کو معلوم ہو گیا کہ دیدار حق تعالیٰ میں ہم کو کیا حکم لگانا چاہیے۔ اگر حق تعالیٰ کا دیدار کسی ایسی صورت میں ہو جس کو دلیل عقلی رد کرتی ہو تو ہم اس صورت کی کسی امر مشروع کے ساتھ تعبیر دیں گے۔ تعبیر باعتبار رائی یعنی دیکھنے والے کی حالت کے ہوگی۔ یا باعتبار مکان کی حالت کے ہوگی جس میں اُس نے حق تعالیٰ کو دیکھا ہے یا باعتبار دونوں کی حالتوں کے ہوگی۔ اور اگر اس صورت کو عقل رد نہ کرے تو ہم اُس کو اُسی صورت پر بلا کم و کاست چھوڑ دیں گے جس صورت پر ہم نے اُس کو دیکھا ہے جیسے آخرت میں حق تعالیٰ کو دیکھیں گے۔ اللہ واحد رحمٰن کے لیے ہر مقام ہر محل میں بعض مخفی و غیر مرئی صورتیں ہیں اور بعض ظاہر و مرئی۔ غیر مرئی و مخفی صورتیں کیا ہیں اور کہاں ہیں۔

فَلِلْوَاحِدِ الرَّحْمٰنِ فِيْ كُلِّ مَوْطِنٍ مِنَ الصُّوَرِ مَا يَخْفٰى وَمَا هُوَ ظَاهِرٌ

حق تعالیٰ حضرت احدیت سے فیض اقدس کے توسط سے صور اعیان ثابتہ کو جو ہم سے مخفی ہیں اپنے علم میں نمایاں کرتا ہے اور حق تعالیٰ کی شان رحمانیت فیض مقدس سے عالم شہادت و ناسوت میں اعیان خارجیہ میں جو ظاہر ہیں ترتیب آثار کے لیے تجلی فرماتا ہے۔

فَإِنْ قُلْتَ هٰذَا الْحَقُّ قَدْ تَكُ صَادِقًا وَإِنْ قُلْتَ أَمْرًا آخَرَ أَنْتَ عَابِرٌ

اگر ان صورتوں کو دیکھ کر تم یہ کہو کہ ذات حق سے علیحدہ بالاستقلال نہ پائے جانے کی وجہ سے غیر حق نہیں ہیں تو تم سچے ہو۔ اور اگر اطلاق و تقیید ظاہر و مظہر کے مابہ الامتیاز کا لحاظ کر کے ان صور کو غیر حق کہو تو تم وحدت سے گزر کر کثرت میں جا پہنچے ہو۔ اس شعر کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ قیامت کی تجلی کو حق سمجھو۔ اور خواب و کشف کی تجلیات کو تعبیر طلب سمجھو۔

وَمَا حُكْمُهٗ فِيْ مَوْطِنٍ دُوْنَ مَوْطِنٍ وَلٰكِنَّهٗ بِالْحَقِّ لِلْخَلْقِ سَافِرٌ

حق تعالیٰ کی تجلی وجودی اور اس کا ظہور کمالات کسی خاص محل سے خاص اور دوسرے محل سے منافی نہیں ہے بلکہ حق بھی تجلی وجودی سے جو اعیان ثابتہ کے ظہور سے ہے مختفی ہوا اور اعیان کو ظاہر کر دیا ہے۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

چہارم
إذا ما تجلّى للعيون ترده … عقول ببرهان عليه تثابر

اگر ہماری آنکھوں کے سامنے تجلی فرمائے اور ہم صورحسنہ یا مثالیہ میں اس کو متقید سمجھیں۔ تو عقل اس کو رد کرتی ہے۔ دلیل و برہان کے ساتھ جو قائم ہے۔

ويقبل في مجلى العقول وفي الذي … يسمى خيالا والصحيح النواظر

صحیح النظر والے تجلی کا وہ عقل یعنی شان تنزیہ میں بھی قبول کرتے ہیں اور عالم خیال میں بھی قبول کرتے ہیں جس میں تشبیہی تجلی ہوتی ہے۔

حضرت ابو یزید بسطامی اس مقام یعنی کشف تام وشہود میں فرماتے ہیں۔

اگر عارف باللہ کے قلب کے ایک گوشے میں عرش اور جو کچھ اس کے نیچے ہے بلکہ اس سے کروڑ ہا گنا چند سما جائے تو عارف کو اس کی حس تک نہ ہوگی۔ ابو یزید نے تصویر وسعت قلب کو عالم اجسام کے لحاظ سے فرمایا ہے اور میں تصویر وسعت قلب اس طرح کھینچتا ہوں۔ کہ اگر عارف کے قلب کے ایک کونے میں کسی غیر متناہی مفروضہ چیز کو (گو یہ ممکن نہیں) رکھ دیں تو قلب عارف اس کی پروا تک نہ کرے گا۔ احساس تک نہ کرے گا۔ کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ قلب عبد مومن میں حق تعالیٰ سما جاتا ہے۔ اور اس کے ساتھ بھی اس کی پیاس نہیں بجھتی اور سیرابی نہیں ہوتی کیونکہ اگر وہ بھر جائے تو سیرابی ہو۔ ابو یزید نے اس بات کو فرمایا ہے مرد وہ ہے جو آسمانوں زمینوں کے تمام سمندر پی جائے اور اس کے ہونٹ منہ سوکھے کے سوکھے ہی رہ جائیں ہم نے بھی اس مقام کی طرف اشعار ذیل سے اشارہ کیا ہے۔

يا خالق الأشياء في نفسه … أنت لما تخلقه جامع

اے چیزوں کو اپنی ذات میں پیدا کرنے والے۔ تو جن جن کو پیدا کرتا ہے جامع و محیط ہے۔

تخلق ما لا ينتهي كونه … فيك فأنت الضيق الواسع

تو نا متناہی لا تقف عند حد اشیا کا اپنی ذات میں خالق ہے۔ پس تو باعتبار تعین کے تنگ ہے اور باعتبار اطلاق کے کشادہ ہے۔

یا تو باعتبار احدیت کے تنگ ہے کہ وہاں کسی کی گنجائش نہیں اور

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

بااعتبار وحدت کے تمام مخلوقات کو واسع و محیط ہے۔

لوان ماقد خلق اللہ ما لاح بقلبی فجرا لساطع

اگر تمام مخلوقات میرے دل میں ہوں۔ تو اُن کے وجود کا ساطع انوار بالکل مخفی ہو جائے گا۔

من وسع الحق فما ضاق عن خلق فکیف الامر یا سامع

اے سننے والے۔ جو حق تعالیٰ کو سما گیا ہو تو وہ خلق سے کیونکر تنگ ہو سکتا ہے اور اس کا کیا حال ہو گا۔ شعر

ارض و سما کہاں تری وسعت کو پا سکے میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

ہر انسان اپنے خیال میں قوت واہمہ و تخیلہ سے اُن چیزوں کو پیدا کرتا ہے جن کا وجود سوائے خیال کے خارج میں موجود نہیں ہوتا۔ اور یہ امر عام ہے۔ ہر ایک کرتا ہے۔ اور عارف اپنی ہمت یعنی تزور قلب۔ قوت ارادی سے اُن چیزوں کو پیدا کرتا ہے جن کا وجود خارج میں محل ہمت و خیال سے باہر بھی ہوتا اور دوسروں کو محسوس ہوتا ہے۔ اُس کی ہمت اُس کی توجہ ہمیشہ اُس کی حفاظت کرتی رہتی ہے۔ اور اس خیالی پتلے کی حفاظت سے اُس کی ہمت تھکتی نہیں۔ اگر عارف پر اس خیالی مخلوق کی حفاظت سے غفلت طاری ہوتی ہے تو وہ خیالی مخلوق جس کو اُس نے پیدا کیا ہے معدوم ہو جاتی ہے۔ مگر یہ کہ وہ عارف اپنے دل کی گنجائش کی وجہ سے تمام حضرات یعنی حضرت معانی۔ حضرت ارواح۔ حضرت مثال مطلق۔ حضرت مثال مقید اور حضرت حس و شہادت کو حاوی و ضابط ہو۔ اور اُس پر پوری غفلت طاری ہی نہ ہو۔ بلکہ اُس کے سامنے کوئی نہ کوئی حضرت رہے جس میں اُس صورت کا مشاہدہ کرتا ہو۔ اگر عارف کسی چیز کو اپنی ہمت سے کرے اور اُس کو احاطۂ کامل ہو تو مصنوعات خیالی اپنی صورت پر تمام حضرات میں نمایاں رہے گی اور صورتیں باہم ایک دوسرے کی حفاظت کریں گی۔ کیونکہ اُس کی ہمت بعض صورتوں سے باقی صورتوں میں سرایت کرتی ہے۔

اگر یہ عارف کسی ایک حضرت یا کئی حضرات سے غافل ہو مگر ایک حضرت کا مشاہدہ کرتا ہوا در اُس میں اپنی خیالی مخلوق کی حفاظت کرتا ہو تو

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

چودہ شم

حضرات کی صورتیں بھی محفوظ رہ جائیں گی۔ کیونکہ وہ اُس صورت کی حفاظت کرتا ہے جو ایسی حضرت میں ہے جس سے عارف مذکور کو غفلت نہیں۔ کیونکہ عام غفلت بالکل جہل ہے نہ عامۃ الناس کے لیے صحیح ہے نہ خواص کے لیے۔

اور میں نے ایک ایسے راز کو ظاہر کیا ہے کہ اہل اللہ ہمیشہ اپنے راز دل کے چھپانے پر کوشش کرتے ہیں اور ظاہر کرنے سے دریغ کرتے ہیں۔ کیونکہ اس غفلت میں اُن کے دعوے من خدا ایم کا رد ہے۔ کیونکہ حق جل علا کو کسی چیز سے غفلت نہیں ہے اور بندے کو ضرور ہے کہ کسی نہ کسی شے سے غفلت ہو۔ پس بندہ اس خیالی مخلوق کے حفظ کے اعتبار سے جس کو اُس نے پیدا کیا ہے کہہ سکتا ہے کہ میں حق سے جدا نہیں ہوں۔ مگر بندے کی حفاظت اس صورت کے لیے ایسی نہیں ہے جیسے حق تعالیٰ کی حفاظت ہوتی ہے۔ میں نے تو فرق بیان کر دیا کہ بندہ اس صورت سے ایک حضرت و عالم میں غافل ہے اور دوسرے میں اس سے غافل نہیں اور حق جلّ قدرتہ کو کبھی کسی وجہ سے غفلت نہیں ہوتی۔ لا تاخذہ سنۃ ولا نوم پس اس سے بندہ حق تعالیٰ سے ممیز ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ کا حفظ اپنی مخلوقات کو ایسا نہیں بلکہ وہ ہر صورت کی بالیقین حفاظت فرماتا ہے۔

مسئلۂ غفلت عبد وہ مسئلہ ہے کہ مجھے خبر دی گئی ہے کہ اُس کو کسی نے نہ میں نے نہ کسی اور نے کسی کتاب میں لکھا ہی نہیں بجز اس کتاب کے۔ پس وہ اُس وقت کا دُر یتیم و عجیب میں یکتا ایک ہی بڑا موتی اور جوہر فرید ہے۔ اپنے محل غفلت اور بندے ہونے کے قائل رہو۔ اور دعائے خدائی نہ کرو۔ جس حضرت میں کہ تم کو خیالی صورت کے ساتھ حضور باقی رہتا ہے اُس کی مثال اُس کتاب کی مانند ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ما فرطنا فی الکتاب یعنی ہم نے اس کتاب میں کسی چیز کی کوتاہی نہیں کی۔ یہ کتاب واقع اور غیر واقع دونوں کو جامع ہے۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو ششم

اس بات کو وہی سمجھتا ہے جو بذاتہ قرآن ہو یعنی حقائق و معارف کا کتاب جامع ہو۔ کیونکہ متقی پرہیزگار کے لیے اللہ تعالیٰ فرقان یعنی قوت امتیاز عطا کرتا ہے جس سے وہ حق و باطل، رب و عبد میں فرق کر سکتا ہے۔ اور یہ فرقان و امتیاز دوسرے فرقان و امتیازات سے اعلیٰ و ارفع ہے۔ کیونکہ اللہ کی ایک صفت کو دوسری صفت سے تمیز نہ کر سکیں یا ایک بندے کی حقیقت کو دوسرے بندے کی حقیقت سے امتیاز نہ کریں تو اتنا فساد انگیز نہیں جتنا رب و عبد میں بے تمیزی کرنے سے مفاسد پیدا ہوتے ہیں۔

فَوَقْتاً یَکُوْنُ الْعَبْدُ رَبّاً بِلَا شَکٍّ
وَوَقْتاً یَکُوْنُ الْعَبْدُ عَبْداً بِلَا اِفْکٍ

کبھی بندہ فنا کی حالت میں رہتا ہے تو جہت عبد نابود و مضمحل ہوتی ہے اور کبھی مقام بقا بعد الفنا میں رہتا ہے تو وہ بیشک عبد کامل رہتا ہے۔

فَاِنْ کَانَ عَبْداً کَانَ بِالْحَقِّ وَاسِعاً
وَاِنْ کَانَ رَبّاً کَانَ فِیْ عِیْشَۃٍ ضَنْکٍ

اگر عبد کامل ہوگا تو وہ تجلی کا حق ہوگا۔ اور انوار حق اس سے نمایاں ہوں گے۔ اگر وہ ربوبیت کا مدعی ہوگا تو ہر ایک اپنے حاجات کا اس سے مطالبہ کریں گے اور وہ اس سے عاجز ہوگا۔ اور زندگی اس پر تنگ ہو جائے گی۔

فَمِنْ کَوْنِہٖ عَبْداً یَرٰی عَیْنَ نَفْسِہٖ
وَتَتَّسِعُ الْآمَالُ مِنْہُ بِلَا شَکٍّ

وہ عبد کامل ہونے کی صورت میں اپنی حقیقت اور عدم ذاتی کو دیکھے گا اور جو لیتا ہے خدا سے لے گا۔ اور اس وقت اس کی امیدیں بیشک وسیع ہوں گی۔ کیونکہ دینے والے کی قدرت وسیع ہے۔ اور یہ بیچ میں نہیں ہے۔

وَمِنْ کَوْنِہٖ رَبّاً یَرَی الْخَلْقَ کُلَّہٗ
یُطَالِبُہٗ مِنْ حَضْرَۃِ الْمُلْکِ وَالْمَلَکِ

اور ادعائے ربوبیت کی جہت سے تمام خلق کو دیکھتا ہے کہ ملک و ملکوت سے ربنا اپنا حق طلب کرتے ہیں۔ اور

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو ششم

وَنَعْجِزُ عَمَّا طَالَبُوهُ بِذَاتِهِ
لِذَا تَرَى بَعْضَ الْعَارِفِينَ يَبْكِي

وہ اُن کے مطالبات کے بذات خود پورا کرنے سے عاجز ہے۔ یہی وجہ تو ہے کہ اپنی عاجزی کا احساس کر کے بعض عارفین روتے ہیں۔ اور آخر میں اُن کو اپنی بندگی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

فَكُنْ عَبْدَ رَبٍّ لَا تَكُنْ رَبَّ عَبْدِهِ
فَتَذْهَبَ بِالتَّعْلِيقِ فِي النَّارِ وَالسَّبْكِ

لہذا تو رب کا عبد بن۔ اور اُس کے بندہ کا رب نہ بن کہ ان تعلقات کی وجہ سے تو آتش امتحان میں پڑ جائے اور ساری ادعائے خدائی گداختہ ہو کر رہ جائے۔

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

ترجمہ

فصوص الحکم

جزو ہفتم

(۷) فصّ حکمت علیّہ فی کلمۃ اسمٰعیلیہ

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو ناتم

تمہید فصِ اسماعیلیہ

فقیر مترجم اس فص کے ترجمے سے پہلے چند مسائل بیان کر دیتا ہے جن سے اصل فص کے سمجھنے میں سہولت ہو گی۔

اللہ کا اطلاق کبھی ذات حقہ کے معنیٰ میں اطلاق کیا جاتا ہے کبھی مع کمالات وصفات و شانِ موثرہ یا ربوبیہ میں۔ ذات حقہ بسیط محض ہے۔ وجود بمعنی ما بہ الموجودیت اس کا عین ہے۔ کسی ممکن۔ کسی مخلوق کو اس مرتبے تک رسائی نہیں۔ نہ اس کا کوئی مظہر ہے۔ نہ اس کے مقابل کوئی ہے۔ اس مرتبے میں نہ رب ہے نہ عبد۔

اور کبھی اسم اللہ بمعنی ذات مستجمع صفات کمالیہ تمام مخلوقات و اعیان ثابتہ پر موثر ہے۔ اور تمام اعیان ثابتہ اس سے متاثر و منفعل ہیں۔ اس کے مظاہر و مرآت ہیں۔ چونکہ اسم اللہ تمام اسما کا اجمال اور سب کو حاوی و شامل ہے۔ اور تمام اسما اسی کی تفصیلات ہیں۔ اس لیے اسم اللہ بمعنی (شان الوہیت) کا مظہر عین الاعیان یا عین کلی یا عین محمدی ہے۔ وہ تمام اعیان کو شامل ہو گا اور تمام اعیان اس کی تفصیل ہوں گے۔

یہ عین الاعیان جب موجود فی الخارج ہو گا تو خلیفہ ہو گا۔ اور سب پہ حاکم رہے گا۔ اور یہی انسان کامل ہو گا۔ انسان کامل کا ہر زمانے میں ہونا

khatmenabuwat Android Application

منفرد ہے جس میں شان خلافت ہوگی۔ انسان کامل کے دو درجے ہیں۔

(۱) انسان کامل بالذات جو ساری خدائی میں ایک اور باعث ایجاد خلق اور عین الاعیان ہے وہ خاتم الانبیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(۲) انسان کامل بالعرض، جو ہر زمانے میں زیر پرتو محمدی رہتا ہے اور اس زمانے کا پیغمبر (اگر قبل ظہور محمدی ہو) یا غوث یا قطب الاقطاب (اگر بعد ظہور محمدی ہو) ہوتا ہے۔ اور نظر الٰہی اسی پر رہتی ہے۔ جب انسان کامل دنیا میں نہ رہے گا تو قیامت برپا ہو جائے گی اور تمام تجلیات الٰہی عالم آخرت میں منتقل ہو جائیں گے۔

معلوم رہے کہ کسی چیز کا صرف معلوم ہونا اُس کے موجود ہونے کے لیے کافی نہیں ہے۔ بلکہ علم کے ساتھ قدرت ملتی ہے تو وہ چیز مخلوق و حادث ہوتی ہے۔

عین الاعیان پر جس کی تفصیل تمام اعیان ہیں اسم اللہ کی تجلی ہوتی ہے جو جامع ہے تمام اسماء و صفات کو۔ اور ہر ایک عین ثابتہ پر اسما کی خاص تجلی ہوتی ہے جس طرح ایک عین ثابتہ دوسرے عین ثابتہ سے ممتاز ہے اسی طرح ایک تجلی دوسری تجلی سے ممتاز ہے۔ صوفیہ کے محاورے میں تجلی الٰہی کو رب اور عین ثابتہ کو مربوب کہتے ہیں۔

لہٰذا ہر عین کا رب بھی دوسرے عین کے رب سے ممتاز ہے۔ اور عین الاعیان کا رب رب الارباب ہے۔ یہ تجلیات یا رب کیا ہیں نسبت و اضافات ہیں درمیان معلوم الٰہی و اسمائے الٰہی کے۔ اسمائے الٰہی خود اضافات و انتزاعیات ہیں۔

بہر حال عین ثابتہ اور تجلی میں جو اُس کو نمایاں کرے گی اور جس کو یہ لوگ رب کہتے ہیں توافق و تطابق ہے۔ جیسا عین ویسا ہی اُس کا رب۔ اور جیسا رب ویسا ہی اُس کا عین۔ ہر تجلی اپنے مظہر کو چاہتی ہے اور ہر مظہر اپنے رب کو یعنی تجلی خاص کو چاہتا ہے۔ اگر وہ تجلی جو کسی عین سے خاص ہے نہ ہو تو وہ عین موجود ہی نہ ہوگا۔ متحقق ہی نہ ہوگا۔ اگر عین نہ ہوگا تو اس سے وہ اسم الٰہی جو خاص ہے اور جو اُس کا رب ہے بے اثر ہوگا۔ بے مظہر ہوگا۔ عین اپنے رب سے اثر لینے کے لیے راضی ہے

ترجمہ متن

اور چونکہ وہ اسم وتجلی سب سے اثر و مظہر ہو جاتا اگر یہ عین نہ ہوتا لہٰذا اُس کا رب اُس سے راضی ہے اور وہ اپنے رب کے پاس مرضی وپسندیدہ ہے۔ ایک عین ضرور نہیں کہ اپنے رب کے سوائے دوسرے اعیان کے ارباب سے راضی یا اُن کے پاس مرضی ہو۔ صرف عین الاعیان سے تمام ارباب سے راضی اور وہ اُن سے راضی ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ سب کا تجلی گاہ ہوتا ہے اور کسی سے اُس کو انکار نہیں کیونکہ وہ اللہ یعنی رب الارباب کا مظہر اتم ہوتا ہے۔

ہر ایک عین اپنے رب سے متاثر اور منفعل ہوتا ہے۔ عین کی طرف سے فعل وتاثیر نہیں۔ فعل وتاثیر رب کا کام ہے۔ لہٰذا جو افعال عین سے نمایاں ہوتے ہیں۔ وہ فی الحقیقت اُس کے رب کے ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک اپنے افعال وتاثیرات سے راضی ہوتا ہے۔ لہٰذا ہر عین سے جو افعال نمایاں ہوتے ہیں۔ ان سے اس عین کا رب راضی ہوتا ہے۔ کیونکہ اس عین کا رب اس عین سے وہی نمایاں کرتا ہے جو اُس کے ذاتی فطرت کے مناسب اور اُس کی طبیعت کا مقتضا ہوتا ہے۔

وما من دابۃ الا ھو اٰخذ بناصیتھا ان ربی علی صراط مستقیم۔

سہل بن عبداللہ تستری فرماتے ہیں ان للربوبیۃ سرا وھو انت لو ظھر لبطلت الربوبیۃ۔ یعنی ربوبیت کا ایک سر ہے جو تو ہے یعنی تیرا عین ہے۔ اگر وہ سر یعنی عین زائل ہو جائے تو ربوبیت بھی نہ رہے۔ مگر عین تو باطل نہیں ہو سکتا اور ربوبیت بھی باطل نہیں ہوتی۔ عین اس لیے باطل نہیں ہو سکتا کہ وہ معلوم الٰہی ہے معلوم کے بطلان سے علم باطل ہوگا جو مستوجب جہل واجب ہے تو نہ عین باطل ہو سکتا ہے نہ اُس کے رب کی ربوبیت ہی باطل ہوتی ہے۔

جب ہر ایک اپنے رب سے راضی ہے اور ہر ایک سے اس کا رب راضی ہے تو یہ تکلیف ورنج کیسا؟ اور عذاب وثواب، رحمت وغضب کیسا؟ بات یہ ہے کہ تکلیف دو طرح پر ہے۔ ایک مخالف لذت وراحت عام۔ دوسری مخالف عین۔ مخالف عین میں رنج ملتا ہے نہ راحت۔ اگر عین کا تقاضا رنج ہو اور راحت کو آپ فرض کریں تو وہ عین معدوم ہو جائے گا۔ اور بقائے وجود عین، عین راحت اور اصل راحت ہے۔ بلٹے کی آنکھوں سے برابر نظر نہیں آتا۔

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو ہشتم

ہاتھ پاؤں کام نہیں دیتے مگر جینے کی ہوس اس کو بھی ہے۔ قتل کی سزا سے قید بامشقت
ہزار بار بہتر۔ متقی کا اپنے نفس کو لذات سے روکنا کیا عذاب نہ تھا۔ پھر اس کو
راحت ملی ہے تو عذاب کے بعد۔ عاصی کی آزادی ایک راحت تھی جس کے بعد
تکلیف پہنچی۔ راحت بعد تکلیف اور تکلیف بعد راحت دونوں برابر ہیں۔ واہ!
ایک کی تکلیف محدود ہے اور راحت غیر محدود' اور دوسرے کی راحت محدود
اور تکلیف غیر محدود۔ نہیں جناب! دُنیا کی پوری زندگی کا انلارجمنٹ (Inlargement)
آخرت کی زندگی ہے۔ نہ کچھ کم ہے نہ کچھ زیادہ ہے۔

آخر عذاب سے دوزخیوں کو نجات بھی ہے؟ اس میں علماء کے مختلف خیال ہیں۔
بعض علمائے تصوف اور شیخ محی الدین ابن العربی کا قول ہے کہ کفار جنت میں تو
نہیں جائیں گے مگر احقاب یعنی زمانۂ عظیم گزرنے اور مکث طویل یعنی مدت دراز
رہنے کے بعد خدائے تعالیٰ کا صفت ذاتی غضب عارضی پر غالب آئے گا۔
الست بربکم کا جواب بلیٰ کہنا کام آئے گا۔ دوزخیوں پر ان کا عین ثابتہ
کھل جائے گا۔ قدم رحمٰن دوزخ میں رکھے جائیں گے اور دوزخ قط قط کرے گی۔
سبقت رحمتی علی غضبی کا ظہور ہوگا۔ شجرۃ الجرجیر لگے گا۔ عذاب جہنم نسیم خاص بن جائے گا۔

بعض حضرات کا خیال ہے جب عین ثابتہ میں علم صحیح تھا ہی نہیں! ہوتا
تو دُنیا میں اس کا ظہور ہوتا۔ دنیا میں علم صحیح اور نور ایمان نہ تھا تو آخرت میں انکشاف
کی صورت آئی کہاں سے۔ من کان فی ھذہ اعمی فھو فی الاخرۃ اعمی واضل سبیلا۔
جہل دائمی کا نتیجہ عذاب ابدی ہے۔ خالدین فیہا ابداً۔ بدلناھم جلودا غیرھا۔
ایک حالت جاتی ہے' دوسری حالت آتی ہے مگر انکشاف کی کوئی صورت نہیں۔
واللہ اعلم بالصواب۔

کیا وعدہ خلافی اور خلف وعد۔ یا خلف وعید اور دھمکی کا خلاف کرنا۔ گناہ کو
معاف کردینا درست ہے۔ وعدہ خلافی عیب ہے جو خدا کے لیے درست نہیں۔
اور خلف وعید وعفو صفات حمیدہ سے ہے جو رحمت کا تقاضا ہے جو خدائے تعالیٰ سے درست ہے بلکہ
اس سے کمال رحمت نمایاں ہوتا ہے۔ کیا خلف وعید خلاف خبر وعید و کذب نہیں ہے؟ نہیں تمہارے سمجھنے
کی غلطی ہے۔ وعید میں خبر متعلق عذاب ہے نہ کہ خبر عذاب۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جلد ہفتم

فصّ حکمت علیّہ

کلمۂ اسماعیلیہ کے بیان میں

واضح ہو کہ وہ ذات کہ جس کا نام اللہ ہے۔ اپنی ذات کے لحاظ سے بالکل ایک ہے۔ محض یگانہ ہے۔ بسیط محض ہے۔ ناقابل تبعیض و تقسیم ہے۔ اس میں کثرت ہے تو اسما کے لحاظ سے ہے۔ جو نسبتیں مختلف جہتیں اور انتزاعیات ہیں۔

ہر موجود کے لیے اللہ تعالیٰ سے ایک نسبت خاص و تجلی خاص ہے جو اس کا رب خاص کہلاتا ہے۔ ہر ایک موجود پر تمام اسما کی تجلی برابر طور پر نہیں ہو سکتی ورنہ باہم امتیاز و فرق نہ ہوتا۔ اور یہ محال ہے۔ ہاں انسان کامل جو شانِ ربوبیت کا مظہر اتم ہے۔ اس پر تمام اسمائے الٰہیہ کی تجلی ہوتی ہے۔

اور ساحت احدیت الٰہیہ اور ذات مقدسہ میں کسی ممکن کو قدم نہیں کیونکہ احدیت ذاتیہ کے بارے میں یہ نہیں بولا جا سکتا۔ کہ اس کا کچھ حصہ ایک کے لیے ہے اور دوسرا حصہ دوسرے کے لیے ہے۔ کیونکہ احدیت بسیط ہے۔ تبعیض و تجزی کو قبول نہیں کرتی۔ مگر یہی احدیت لاجرم منشائے انتزاع ہے

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو نہم

تمام کثرت کا۔ اور جمیع ہے تمام اسما کا۔ اور کُل و مجموع بالقوہ ہے۔

سعید و خوش بخت وہ شخص ہے جو اپنے رب کے پاس پسندیدہ و مرضی ہو۔ عالم میں چیزیں ہیں۔ ان میں سے ہر ایک اپنے رب کے پاس مرضی و پسندیدہ ہے۔ کیونکہ مربوب و عبد سے رب کی ربوبیت ہے۔ ربوبیت اضافت ہے۔ متضائفین اور طرفین کو چاہتی ہے۔ بیٹا نہ تھا تو باپ نہ تھا۔ غلام نہیں تو آقا بھی نہیں ہے

بربادیٔ عاشق سے کب بچتی ہے معشوقی (حسرت) سب دم سے ہمارے ہے معشوقی کو شیدائی

پس ہر مربوب ہر عبد اپنے رب کے پاس مرضی و مقبول ہے تو خوش بخت نیک نصیب ہے۔

اسی لیے سہل ابن عبد اللہ تستری نے کہا۔ ربوبیت کا ایک "راز" ہے اور وہ تو ہی ہے (شیخ کہتے ہیں تو سے مراد ہر مخاطب ہے) اگر وہ راز زائل و دور ہو جائے تو ربوبیت باطل ہو جائے۔ دیکھو سہل نے فرمایا لَوْ ظَھَرَ جو صرف امتناعی ہے۔ یعنی امتناع جزا بسبب امتناع شرط کے آتا ہے۔ پس وہ ہو یعنی عین ثابتہ باطل ہو سکتا ہے نہ ربوبیت ہی باطل ہو سکتی ہے۔ کیونکہ عین ثابتہ بغیر اُس پر تجلّی خاص کے اور اُس کے رب کے موجود فی الخارج ہی کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور عین ثابتہ تو علم الٰہی ہے۔ جو دائماً موجود رہتا ہے۔ تو ربوبیت بھی دائماً موجود رہے گی۔ یا یوں کہو کہ ہر عین خارجی دُنیا، برزخ اور آخرت میں کہیں نہ کہیں موجود رہے گا تو ربوبیت بھی موجود رہیگی۔

اور ہر پسندیدہ و مرضی چیز محبوب ہوتی ہے اور محبوب کا ہر کام ہر ادا محبوب ہوتی ہے۔ پس محبوب کا ہر فعل محبوب ہوتا ہے۔ بہر حال دُنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اچھا ہی ہو رہا ہے۔ کیونکہ عین کا کوئی فعل نہیں۔ وہ تو صرف منفعل و متاثر ہوتا ہے فعل تو اُس کے رب کا ہے۔ جو اُس میں سے ظاہر ہو رہا ہے۔ عین کو اس کا تو اطمینان ہو گیا۔ کہ فعل اُس کی طرف تو منسوب نہ ہو گا۔ اور عین بھی رب کے اُن تمام افعال سے راضی ہوا جو اس عین میں یا اس سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اور وہ افعال جو عین سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ اُس کے رب کے پاس بھی مرضی و پسندیدہ ہیں۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزء ۴۳

کیونکہ ہر فاعل و صانع اپنے فعل و صنعت سے راضی ہوتا ہے۔ کیونکہ اپنے فعل یا صنعت میں اس کا پورا پورا حق ادا کرتا ہے۔ لہذا اپنا پورا پورا کمال دکھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے أَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَىٰ۔ اُس نے ہر ایک پر اُس کی استعداد کے موافق تجلی فرمائی اور اُس کو راستے پر لگا دیا۔ اب نہ کمی ہو سکتی ہے نہ زیادت۔

اسماعیل علیہ السلام چونکہ اس بھید سے واقف تھے جس کو خدائے تعالیٰ نے بیان کیا۔ کہ ہر ایک سے اُس کا رب راضی ہے۔ کیونکہ ہر مظہر میں اُس کے رب نے اپنا کمال دکھایا ہے۔ اس لیے وہ اپنے رب کے پاس مرضی و برگزیدہ ہوئے۔ کیونکہ اس علم کے بعد اطمینان قلب ہو جاتا ہے۔ اور فعل رب سے بظاہر بھی کوئی انکار پیدا نہیں ہوتا جس سے وہ خود خدا کا مرضی و محبوب ہو جاتا ہے۔ گو ہر موجود اپنے رب کے پاس مرضی ہوتا ہی ہے۔ مگر بغیر علم و انکشاف کے اطمینان و سکون کہاں؟ یہ اطمینان و سکون کدھر؟

جب ہر موجود اپنے رب کے پاس مرضی و برگزیدہ ٹھیرا تو اس سے لازم نہیں آتا۔ کہ وہ دوسرے عبد کے رب کے پاس بھی برگزیدہ و مقبول ہو یعنی ضرور نہیں کہ ہادی کا عبد مضل کے پاس بھی مرضی ہو کیونکہ اُس نے اللہ اور رب الارباب سے تو لیا ہے، جو کل اور مجموعۂ اسماء ہے۔ مگر بتوسط اپنے رب کے وہ کہ ہر ایک رب سے۔ کیونکہ اُس کو کل و مجموع سے وہی ملا، وہی متعین ہوا جو اُس کی استعداد کے مناسب تھا۔ اور اُس کی فطرت کا اقتضا تھا اور وہی متعین نسبت اُس کا رب ہوئی۔

کوئی موجود ذات احدیت سے لے سکتا ہے، نہ اُس کو اپنا رب بنا سکتا ہے۔ کیونکہ اس مرتبے میں اضافات و نسب کو دخل نہیں۔ اور عبد و رب میں اضافت ہے۔ اسی لیے اہل اللہ نے تجلی احدیت کو ممتنع سمجھا۔ کیونکہ احدیت میں کثرت کہاں؟ اور تجلی رب و مربوب اور متجلی یعنی جلوہ گر اور متجلی لہ یعنی جلوہ گاہ کو چاہتی ہے۔ اور دوئی کی مقتضی ہے۔

کیونکہ اگر تم نے اُس کو اُس سے دیکھا۔ تو جیسا کہ قرب فرائض میں ہوتا ہے

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

تو تم رب کب؟ وہ تو اپنا دیکھنے والا آپ ہوا وہ تو ہمیشہ اپنا دیکھنے والا ہے ہی۔
اور اگر تم نے حق تعالیٰ کو اس کی تجلی سے اور اپنے نفس سے دیکھا جیسا کہ قرب نوافل میں ہوتا ہے۔ تو احدیت کہاں رہی تھیں میں نے دیکھا اس کو یعنی ایک صیغہ ہوا۔ میں اور وہ ایک کب ہوئے۔ رائی و مرئی دو ہو گئے ناظر و منظور دو ہی کے متقضی ہیں۔ وہی پائی گئی تو یکی اور احدیت روانہ۔ جب حق تعالیٰ نے اپنے آپ کو دیکھا اور حق تعالیٰ نے خود کو خود سے دیکھا تو ظاہر ہے کہ اس دیدار و رویت میں خود ہی ناظر ہوا اور خود ہی منظور۔

پس مرضی و مقبول کا مطلقاً مرضی و مقبول اور جمیع ارباب کے پاس پسندیدہ ہونا ضرور نہیں ہے۔ مگر یہ کہ انسان کامل ہو۔ مظہر جامع ہو اور اس میں تمام ارباب سے جو کچھ آتے اس کو لینے کی استعداد ہو۔ اسماعیل علیہ السلام کے عین کو دوسرے اعیان پر اسی لیے فضیلت ہوئی۔ کہ وہ تمام ارباب کے پاس مقبول تھے۔ چنانچہ خواب دیکھا حضرت ابراہیم نے اور ان کی ہلاکت کی حضرت اسماعیل نے۔ اور کٹوانے کے لیے اپنا گلا پیش کر دیا حضرت اسماعیل نے۔ پھر اسماعیل سے رب اسماعیل اور رب ابراہیم کیوں نہ راضی ہوں گے۔ اسی لیے حق نے ان کی صفت بیان کی۔ وکان عند ربہ مرضیا وہ اپنے رب کے پاس مرضی و مقبول تھے۔

یہی حال ہر نفس مطمئنہ کا ہے۔ کہ مقاصد الٰہی پورا کر کے راضی و مرضی ہو کر محب و محبوب ہو کر دوسروں سے افضل ہو جاتا ہے۔ اس کے لیے کہا جاتا ہے ارجعی الی ربک۔ اپنے اگلے مقام۔ قدیم وطن اپنے رب کی طرف رجوع کر۔ اسے واپس آنے کے لیے کون حکم دے رہا ہے۔ وہی رب تو ہے جس نے اس کو پکارا تھا یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔ اے نفس مطمئنہ تو اپنے رب کے پاس واپس آ جا تو رب سے راضی اور رب تجھ سے راضی۔ تو میرے بندگان خاص میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔
نفس مطمئنہ نے تمام ارباب میں سے اپنے رب کو پہچان لیا

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

اُسی سے راضی اور اُس کا مرضی ہو گیا۔ فادخلی فی عبادی میرے خاص بندوں میں داخل ہو جن کا مقام عبودیت خاصہ ہے۔ یہاں عباد جو مذکور ہوئے ہیں۔ ہر وہ عبد ہے جس نے اپنے رب کو پہچانا اور اپنے آپ کو اس کے لیے مسخر کر لیا۔ خاص کر لیا۔ اور کسی اور کے رب کی طرف توجہ و التفات نہیں کیا۔ حالانکہ یہ تمام ارباب نسب و اعتبارات ہیں۔ ان سب کی ذات ایک ہی ہے ذات حق جل وعلا۔ مگر اپنے رب پر منحصر ہے اور اپنی نسبت کو پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔

میری جنت میں داخل ہو۔

اعتبار: میرے پردے میں داخل ہو۔ میرا پردہ تو ہی تو ہے تو ہی نے تو اپنی ذات سے مجھے چھپا رکھا ہے۔ میری معرفت حقیقتہً تجھ ہی سے ہوتی ہے۔ تو خود کا شناسا تو میرا شناسا ہو گا۔ جس طرح کہ تو موجود ہی نہیں بجز جب تک کہ میں موجود ہوں جس نے تجھے پہچانا اس نے مجھے پہچانا مگر مجھے کوئی نہیں پہچان سکتا۔ تو تجھے بھی کوئی نہیں پہچان سکتا۔ پس جب تو حجاب و پردۂ حق میں داخل ہو گیا۔ تو اپنے نفس میں داخل ہو گیا۔ اب تو نے اپنے نفس کو ایک دوسرے ہی طریقے سے جانا۔ یہ ایک جدا ہی معرفت ہے اور وہ جدا معرفت تھی جس میں تو نے اپنے نفس کو خدا کے پہچاننے کے وقت اپنے نفس کی معرفت سے معرفت حاصل کی تھی۔

اب تجھ کو دو معرفتیں حاصل ہوں گی۔ ایک معرفت نفس و رب کی باعتبار تیرے نفس کے۔ اور دوسری معرفت نفس و رب کی باعتبار رب کے اور اُس کے مظہر ہونے کے۔ یہ معرفت باعتبار تیرے نفس کے نہ ہو گی۔

فانت عبدٌ وانت ربٌّ لمن له فیه انت عبدٌ

تو بندہ ہے اور تو رب سے جدا نہیں ہے۔ کس کا بندہ؟ اُس کا بندہ جس میں تو فنا ہو گیا ہے۔

وانت ربٌّ وانت عبدٌ لمن له فی الخطاب عهدٌ

تو رب سے وابستہ ہے اور بندہ ہے۔ کس کا بندہ ہے؟ اُس کا

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جس سے تو نے الست بربکم کے جواب میں بلی کہہ کر اقرار عبدیت کیا ہے۔

فَکُلّ عَقْلِیْ عَلَیْہِ یَنْقُضُ یَحِلّہ مَن سِواہُ عَقْدُ

ہر عقیدے سے پر ایک شخص رہتا ہے۔ اس کو توڑ دیتا ہے۔ مخالفت کرتا ہے دوسرے کا عقیدہ۔

اللہ اپنے بندوں سے راضی ہے تو وہ مرضی و مقبول ہوئے اور وہ بھی اس سے راضی ہیں۔ تو اللہ بھی ان کے پاس محبوب و مرضی ہوا۔ پس عبد و رب میں اضافت ہوئی اور وہ متضائفین ہوئے۔ بلکہ اشتراک تراضی طرفین کی وجہ سے ان میں تقابل اشکال ہوا۔ دو را شکال پر غور کرو تو وہ بھی ایک طرح سے اضداد ہی ہیں۔ کیونکہ مثلین ایک جگہ جمع نہیں ہوتے۔ کیونکہ مثلین آپس میں تمیز نہیں ہوتے مگر محل کی وجہ سے اضداشکال میں تو ایک دوسرے سے تمیز ہیں تو مثلین مجتمع نہیں ہوتے تو وہ ضدین ہوئے۔ اب ربوبیت و عبودیت پر غور کرو۔ کہ یہاں مثلین یکساں ہیں۔ تو وجود میں بھی مثلین نہ ہوئے۔ اور جب وجود میں مثلین نہ ہوئے تو ضدین بھی نہ ہوئے۔ اور وجود تو ایک ہی حقیقت ہے۔ اس میں کثرت کہاں؟ اور شے تو اپنی ضد آپ نہیں ہوتی۔ پس مرتبہ وجود میں عین ذات ہے۔ درب ہے نہ عبد ہے۔

فَلَمْ یَبْقَ اِلَّا الْحَقُّ لَمْ یَبْقَ کَائِنٌ
فَمَا ثَمَّ مَوْصُوْلٌ وَمَا ثَمَّ بَائِنٌ

وجود اور احدیت میں تو سوائے حق تعالیٰ کے کوئی موجود رہا ہی نہیں۔ پس یہاں نہ کوئی ملا ہوا ہے نہ کوئی جدا ہی ہے۔ یہاں تو ایک ہی ذات ہے۔ جو عین وجود ہے۔ یہاں یکی ہے۔ دوئی کو یہاں گنجائش نہیں ہے۔

بِذَا جَاءَ بُرْھَانُ الْعِیَانِ فَمَا اَرٰی
بِعَیْنِیْ اِلَّا عَیْنَہٗ اِذْ اُعَایِنُ

دلیل کشف و عیاں اسی کو ثابت کرتی ہے۔ لہذا میں جب اپنی دو آنکھوں سے گھور گھور کر خوب غور سے دیکھتا ہوں۔ تو اس کی ذات کے سوائے کچھ نہیں دیکھتا۔

khatmenabuwat Android Application

جزو ہفتم

یہ اثبات تقابل، اور عہد عبد کا باہم راضی و مرضی محب و محبوب ہونا اُس شخص کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔ کہ یہ وہ ہو جائے اور غلبہ شہود وحدت سے تمیز اُٹھ جائے۔ اور احکام ربوبیت و عبدیت میں فرق آجائے۔ یہ تمیز کہاں سے پیدا ہوئی باوجود استغراقی پر غور کرو۔ تو بعض جاہل ہیں بعض عالم ہیں۔ جاہل عالم کے خیال کی تصدیق نہیں کرتا۔ لہذا بندوں میں تمیز واقع ہوئی۔ تو ان کے ارباب میں بھی تمیز ہوئی۔ جدائی ہوئی کیونکہ معلول جدا ہوتے ہیں تو ان کی علتیں بھی جدا ہوتی ہیں۔ اگر اسمائے الٰہیہ میں جو ارباب ہیں۔ فرق نہ ہوتا تو ان اسما میں سے جو ایک کے معنی ہوتے تفسیر ہوتی۔ وہی دوسرے کے معنی و تفسیر ہوتی۔ ظاہر ہے کہ معز و مذل کے معنی ایک نہیں۔ مگر چونکہ ان تمام اسما کی ذات ایک ہی ہے۔ اس لیے معنی اسم میں مختلف ہوئے۔ اور باعتبار ذات کے ایک ہوئے۔ غرضیکہ اسما دو چیزوں پر دلالت کرتے ہیں۔ ایک ذات مطلق پر جو سب میں موجود ہے۔ دوسرے خصوصیت حقیقت اسم پر۔ بہرحال مسمّٰی و ذات تو ایک ہے۔ پس معنی ہی مختلف ہے باعتبار مسمّٰی و ذات کے۔ اور معنی مثل نہیں ہے باعتبار اپنے معنی حقیقت کے کیونکہ ہر ایک سے ایک جدا ہی معنی سمجھ میں آتے ہیں۔

فلا تنظر الی الحق
وتعریہ عن الخلق

حق تعالیٰ کی طرف نظر نہ کر بحالیکہ تو جدا جانتا ہے حق تعالیٰ کو مخلوق سے۔ کیونکہ حق تعالیٰ کے کمالات اُس کے مظاہر سے ظاہر ہوتے ہیں۔

ولا تنظر الی الخلق
وتکسوہ سوی الحق

تو خلق کی طرف نظر نہ کر بحالیکہ تو خلق کو حق تعالیٰ سے لباس غیریت پہناتا ہے۔ کیونکہ مخلوق و بندہ بغیر حق تعالیٰ کے موجود ہی نہیں ہو سکتا۔

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/
khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

وَنَزِّهْهُ وَشَبِّهْهُ
وَقُمْ فِي مَقْعَدِ الصِّدْقِ

حق تعالیٰ کی تنزیہ وتشبیہ دونوں کا قائل رہ۔ اور مقام صدق میں قائم رہ۔

وَكُنْ فِي الْجَمْعِ اِنْ شِئْتَ
وَاِنْ شِئْتَ فَفِي الْفَرْقِ

چاہے تو مقام جمع و وحدت میں رہ چاہے تو تمام فرق و واحدیت وکثرت میں رہ۔ بشرطیکہ دونوں میں مخالفت نہ سمجھے

تَحُزْ بِالْكُلِّ اِنْ كُلٍّ
تَبَدّٰى قَصَبَ السَّبْقِ

اگر تنزیہ وتشبیہ دونوں کا قائل رہے گا تو تمام کمالات ومقامات کا محیط ہوگا اور گھوڑدوڑ میں جھنڈی حاصل کرے گا۔ اگر کوئی کمال یا مقام ظاہر ہوگا۔

فَلَا تَفْنٰى وَلَا تَبْقٰى
وَلَا تَفْنٰى وَلَا تَبْقٰى

نہ تو نیست ہوگا نہ ہست ہوگا۔ نہ کسی کو نیست جانے گا نہ ہست جانے گا۔

وَلَا يُلْقِىْ عَلَيْكَ الْوَحْيَ
فِيْ غَيْرٍ وَلَا تُلْقِىْ

وہ تجھ پر القا کرے گا اور تجھ سے باتیں کرے گا۔ تو اپنا غیر سمجھ کر نہ کرے گا اور نہ تو اس سے دعا کرے گا تو غیر سمجھ کر کرے گا۔

تعریف صدق وعدہ پر ہوتی ہے۔ یعنی جس بات کا وعدہ کرے اس کو پورا کرے۔ صدق وعید تعریف نہیں ہوتی۔ یعنی سزا سنا کر بخش دینا جائز ہے۔ بلکہ مستحسن ہے۔ حضرت الوہیت کا بذاتہ اقتضا تعریف اور بالارادہ کاموں پر تعریف ہے۔ پس ذات الٰہی کی تعریف صدق وعدہ پر ہوگی۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جہنم

وصدق وعید پر۔ بلکہ تجاوز عفو پر اگر مجرم کی فطرت اور نظام عالم کی حکمت کا اقتضا ہو۔
اللہ کے متعلق یہ گمان نہ کرو کہ وہ رسولوں سے وعدہ کر کے خلاف وعدہ کرے گا۔ بلکہ بعض قصور واروں کے متعلق فرمایا نتجاوز عن سیأتہم اللہ بندوں کے گناہوں سے درگزر فرمائے گا۔ باوجودیکہ گناہوں پر وعید فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تعریف فرماتا ہے کہ وہ صادق الوعد تھے۔ ذات حق تعالیٰ کی طرف سے تو وعید نہیں۔ کیونکہ اس کو سب سے ایک ہی نسبت ہے۔ اور وہاں کوئی مرجح نہیں۔ بلکہ مطلق وعید یا دائمی وعید آتی بھی ہے تو مین کی استعداد اور اس کی فطرت کے اقتضا سے آتی ہے۔ نہ کہ بنابر ذات حق سے۔

فلم یبق الا صادق الوعد وحدہ
وما لوعید الحق عین تعاین

اللہ تو صرف صادق الوعد ہے۔ کوئی آنکھ وعید حق کو دیکھتی ہی کب ہے؟ کیونکہ ہر شخص کو اس کا حصہ دینا اس کی استعداد کے مطابق عطا کرنا عین عنایت ہے۔

وان دخلوا دار الشقاء فانہم
علی لذۃ فیہا نعیم مباین

اگر مومن و گنہگار بدبختی کی جگہ یعنی دوزخ میں بھی جائیں تو وہ ایک لذت خاص میں ہیں اور نعمت جداگانہ سے بہرہ یاب ہیں۔
جعل یعنی پاخانے کے کیڑے کو پاخانے کی بدبو باعث حیات ہے اور گلاب کی خوشبو اس کے لیے باعث موت ہے۔

نعیم جنان الخلد فالامر واحد
وبینہما عند التجلی تباین

دوزخ کی نعمت جنت خلد کی نعمت سے جدا ہے۔ کیونکہ منشا سب کا ذات واحدہ ہے۔ جمال ہے تو اس کا ہے جلال ہے تو اس کا ہے۔ مگر ظہور کے وقت مباینت معلوم ہوتی ہے۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو ہفتم

یُسَمّٰی عَذَابًا مِنْ عُذُوبَۃِ طَعْمِہٖ
وَذَاکَ لَہٗ کَالْقِشْرِ وَالْقِشْرُ صَائِنٌ

دوزخیوں کے عذاب کا مزا اُن کی فطرت کے لحاظ سے دیکھو تو شیریں ہے جو بظاہر عذاب معلوم ہوتا ہے وہی بباطن بہ اقتضائے فطرت باستعداد عین مناسب ہے۔ یہ صورت ہے جو اپنی حقیقت کی صیانت و حفاظت کرتی ہے۔ اور بظاہر عذاب' عذاب معلوم ہوتا ہے۔

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

ترجمہ

فصوص الحکم

جزو ہشتم

(۸) فصّ کلمۂ یعقوبیہ

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

فصِ کلمۂ یعقوبیہ

دین کے لغوی معنی تین ہیں (۱) انقیاد و اطاعت (۲) جزا (۳) عادت۔ اور یہ تینوں معنی بلحاظ دلالت یعنی مذہب میں ہے، کیونکہ جو عقیدے اور احکام پیغمبر لاتے ہیں ان کے انقیاد پر جزا مرتب ہوتی ہے۔ اور اس پر عمل کرنے اور عادت کرنے پر ثواب موقوف ہے۔

دین دو قسم ہے۔ دین حق۔ دین خلق۔ دین حق وہ ہے جو اللہ کے پاس ہے۔ اللہ نے اس کی تعلیم پیغمبر کو دی پیغمبر نے علما عرفا کو اور وہ یعنی دین الٰہی زمانۂ پیغمبر سے ہم تک مروی و متوارث ہے۔ دین خلق جس کو علما و عرفا نے اغراض و مقاصد شرعیہ کا لحاظ کر کے مثلاً معارف الٰہیہ و کمالات نفسانیہ و مراتب اخرویہ کے لیے ایجاد و اختراع کیا ہے۔ ایسے کاموں کو بھی حق تعالیٰ نے قابل اعتبار ٹھیرایا۔

وہ دین جو حق تعالیٰ کے پاس کا ہے۔ وہ خدائے تعالیٰ کا انتخاب و پسند کیا ہوا اور اس کا جاری کیا ہوا ہے۔ دین حق کو دین خلق پر مرتبہ عالی بخشا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ووصّٰی بہا الخ ابراہیم و یعقوب نے اسی دین کی وصیت اور پابندی کا حکم دیا کہ اے میرے بچو! بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے دین پسند فرمایا۔ پس نہ مرو مگر مسلمان یعنی فرماں بردار۔ الدین میں الف لام عہد کا ہے۔

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو ششم

یعنی جو مخاطب کو معلوم اور معروف ہے۔ اور اس دین معلوم پر قول حق تعالیٰ دلالت کرتا ہے۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ۔ اللہ کے پاس جو دین معتبر ہے وہ اسلام ہی ہے۔ اسلام کیا ہے۔ احکام الٰہی کا تمہارا مطیع و منقاد ہونا۔ پس اسلام تمہارا انقیاد ہے تو دین بھی تمہارا انقیاد ہے۔

وہ دین جو مجتمع عند اللہ ہے جو شرع ہے جس کے تم مطیع و منقاد ہو۔ پس دین کا نام تمہارے انقیاد کے لحاظ سے ہے اور ناموس کا لفظ باعتبار خدائے تعالیٰ کے جاری کرنے کے ہے۔ جس نے احکام الٰہی کی اطاعت کی وہ دین کے ساتھ قائم ہونے والا اور اس کو قائم کرنے والا ہوا یعنی اس کو ظاہر کرنے والا ہوا۔ مثلاً نماز پڑھنا۔ پس بندہ دین کو ظاہر کرنے والا۔ اور اللہ احکام کا واضع اور مقرر کرنے والا ہوا۔ اطاعت و انقیاد تو تمہارا فعل ہے پس تمہاری خوش بختی تو اس انقیاد سے ہوئی جو تم سے ظاہر ہوتی ہے جیسے تمہاری سعادت و خوش بختی تمہارے فعل یعنی انقیاد سے ہے۔ ایسا ہی اسمائے الٰہیہ افعال الٰہی ظاہر کرتے ہیں وہ افعال کیا ہیں۔ تم ہی تو ہو جو پیدا کیے گئے ہو۔ وہ آثار ہی سے اللہ اور رب سے موسوم ہوتا ہے اور تم اپنے افعال و آثار سے سعید ہوتے ہو جس طرح تمہارے انقیاد سے اس کا دین قائم و ظاہر ہوتا ہے اسی طرح تم سے اُس کے اسماء و افعال ظاہر ہوتے ہیں۔ انشاء اللہ میں انقیاد کے معنی دین خلق کے بعد بسط و تفصیل سے بیان کروں گا جس سے بڑا فائدہ ہوگا۔

چونکہ خلق بربنائے مقاصد دینیہ چند امور کو اپنے پر لازم کر لیتی ہے۔ تو اللہ کے پاس وہ امور معتبر و قابل لحاظ سمجھے جاتے ہیں۔ پس دین حق ہو یا دین خلق سب خدا کے ہیں۔ کیونکہ اُس کے جاری کیے ہوئے یا اس کے پاس اعتبار کیے ہوئے ہیں۔ نیز ہر طرح کا دین تم سے ہے۔ نہ کہ اس سے۔ کیونکہ تم اُس کی اطاعت کرتے ہو اُس کے احکام بجا لاتے ہو اور وہ دین تمہارے ہی افعال ہیں۔ ان سب کا مرجع، سب کی اصل حق تعالیٰ ہی ہے۔ اس لحاظ سے دین بھی حق تعالیٰ کی طرف منسوب ہو سکتا ہے۔ دین خلق کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

khatmenabuwat Android Application

جزو ہشتم

ورہبانیۃ ن ابتدعوھا یعنی وہ طریقہ کہ زاہدان و فقرائے امت عیسیٰ علیہ السلام نے ایجاد کیا تھا۔ یہ رہبانیت کیا تھی۔ شرایع و احکام تھے جو حکمت الٰہیہ و مصلحت جزئیہ پر مشتمل تھے۔ مگر ان احکام کی طرف رسول و پیغمبر نے عامۃ الناس کو دعوت نہیں دی۔ کیونکہ وہ وحی جلی سے مامور نہیں ہوئے تھے۔

چونکہ رہبانیت کے مصالح و حکم مقصود و غایت کے لحاظ سے حکم الٰہی کے موافق ہوئے جو شریعت الٰہی کے وضع کرنے سے حاصل ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اُس کو اُسی طرح معتبر رکھا جیسے اپنی جاری کردہ شریعت کو اُن کے لیے معتبر رکھا تھا مگر اس رہبانیت کے احکام کو اُن پر فرض نہیں کیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اُن کے دلوں کے درمیان عنایت و رحمت کا دروازہ اُس طرف سے کھولا جدھر سے اُن کو وہ امید تھی۔ نہ علم و شعور۔ تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں میں انھیں کی ایجاد کردہ طریقے کی عظمت و منزلت ڈالی۔ اور وہ لوگ اس طریقے سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی طلب کرنے لگے اور یہ طریقہ غیر ہے طریقۂ نبویہ سے جو عام طور سے مشہور ہے اور اللہ کا بذریعۂ وحی تبلایا ہوا ہے۔ فما رعوھا حق رعایتھا الا ابتغاء رضوان اللہ۔ ان لوگوں نے جس قدر ہو سکا اس رہبانیت کی رعایت و لحاظ کیوں کیا۔ اللہ کی رضاجوئی کے لیے قرآن شریف میں آیت اس طرح ہے ورہبانیۃ ن ابتدعوھا ما کتبناھا علیھم۔ الا ابتغاء رضوان اللہ فما رعوھا حق رعایتھا اور طریقۂ خداترسی جس کو انھوں نے ایجاد کیا۔ ہم نے اُن پر فرض نہیں کیا تھا۔ اس طریقے کو انھوں نے خدا کی رضاجوئی کے خیال سے ایجاد کیا تھا مگر اُس کے جتنے پابند رہنا چاہیے و رہے اور اس طریقے کی جتنی رعایت کرنی چاہیے نہ کی۔ ان لوگوں نے اپنے طریقے میں رضائے الٰہی حاصل ہونے کا عقیدہ کر لیا تھا۔ فاٰتینا الذین اٰمنوا منھم اجرھم وکثیر منھم فاسقون پس ہم نے اُن کے طریقے پر ایمان رکھنے والوں مطیع و منقاد ہونے والوں کا بدلہ دیا اور ان لوگوں میں سے اکثر فاسق اور اطاعت و انقیاد سے خارج ہیں یا قاصر ہیں۔ جو شریعت کا منقاد نہ ہوگا تو صاحب شریعت کی اُس رضاجوئی کا کیا لحاظ کرے گا۔ مگر شانِ الٰہی یہ ہے کہ ہر ایک اُس کا مطیع و منقاد ہی

جلد ہشتم

رہنا چاہیے۔ گو اپنی رضا کے خلاف ہی ہو۔

اس کی تحقیق یہ ہے۔ کہ مکلف اعمال حکم کے لحاظ سے موافق ہوگا یا مخالف۔ موافق حکم مطیع و منقاد میں کوئی کلام ہی نہیں ہے کیونکہ وہ ظاہر ہے اور حکم کی مخالفت کرنے والا اللہ سے ان دو باتوں میں سے ایک بات کا باعث و طالب ہوگا (۱) اس کی خطا سے درگذر کرے اور معاف فرماوے (۲) اس پر مواخذہ فرماوے۔ ان دونوں میں سے ایک کا ہونا ضرور ہے۔ کیونکہ یہ امر فی نفسہ حق ہے اور اور مقتضائے طبیعت کے موافق ہے۔ بہر حال خواہ عفو ہو یا مواخذہ حق تعالیٰ کو اپنے بندے کے افعال و مقتضائے حال کا لحاظ رکھنا ضرور ہے۔ اور حق تعالیٰ بندے کے عین ثابتہ کی استعداد کے موافق عمل کرے گا۔ پس حال ہی موثر ہوا۔ یہی وجہ تو ہے کہ دین جزا و معاوضہ ہوا۔ خواہ بندے کو راضی رکھے یا ناراض۔ باعث سرور ہو یا نہ ہو۔

سرور بخشنے والی جزا رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ یعنی اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے۔ یہ جزا سرور بخش ہے و من یظلم منکم نذقہ عذابا کبیرا۔ جو شخص تم میں سے ظلم کرے گا ہم اس کو بڑا عذاب چکھائیں گے۔ اور یتجاوز عن سیئاتہم اللہ درگذر کرتا ہے ان کے گناہوں سے۔ یہ بھی ان کی مرضی کے موافق جزا ہے۔ اس تقریر سے صحیح ثابت ہوا کہ دین جزا و بدلہ معاوضہ ہی ہے جیسے کہ دین اسلام ہے اور اسلام منقاد و رام ہونا تابع ہونا ہی ہے۔ بہرحال یہ اس فعل کا تابع ہوا جو اس کو خوش کرے یا ناخوش کرنے اور یہی جزا و بدلہ ہے۔ ہم نے یہ جو کچھ بیان کیا ظاہر شریعت کی زبان سے تھا۔

اس کا سر اور باطن یہ ہے۔ کہ جزا تجلی حق تعالیٰ کے اسم دیان کی ہے۔ آئینہ وجود حقیقی میں پھر ممکنات کی طرف وہی چیزیں عود کریں گی جن کو ان کی ذاتوں و اعیان ثابتہ نے ان کے حالات میں دیا ہے۔ کیونکہ ممکنات کی ہر حالت میں ایک نئی ہی صورت پیدا ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حالات کے اختلاف سے ان کی صورتیں مختلف ہوتی رہتی ہیں۔ پھر تجلی الٰہی بھی ممکنات کے حالات کے اختلاف سے مختلف نمایاں ہوتی ہے۔ پس بندے پر تجلی الٰہی کا اثر بندے کے حال کے مطابق

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو ہشتم

پاتا ہے پس بندے کو خیر دیا ہے تو خود اُس بندے نے او شر دیا ہے تو خود اُس بندے نے۔ اللہ نے تو عین کی استعداد کے مطابق کام کیا ہے۔ بندہ اپنے آپ ہی کا منعم ہے تو آپ ہی کا معذب ہے ثواب و عذاب کا باعث ہے۔ لہٰذا مذمت کرنی ہو تو اپنی کرو اور تعریف کرنی ہو تو اپنی کرو۔ اللہ کی پوری پوری حجت قائم ہو گئی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ممکنات اور اُن کے اعیان کا علم ہے اور علم تابع معلوم ہے۔ پس جو کچھ اللہ تعالیٰ نے کیا۔ معلوم یعنی حقیقت ممکنہ اور اُس کے عین کے اقتضا کے مطابق کیا۔

پھر وہ بہر وہ مسئلے میں اس سے بھی اعلیٰ ہے یہ ہے کہ ممکنات اپنے عدم اصلی پر ہیں۔ وجود ہے تو حق تعالیٰ کا ہے۔ مگر ان حالات کی صورتوں پر ظاہر ہے جن پر ممکنات فی نفسہ اپنے اعیان ثابتہ میں ہیں۔ اب تم کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ لذت پاتا ہے تو کون۔ اور رنج اُٹھاتا ہے تو کون۔ اور کون اپنا تماشا آپ دیکھتا ہے۔ اور ہر ہر حال میں کیا چیز یکے بعد دیگرے آتی ہے۔ اور اُس کا تعاقب اور یکے بعد دیگرے آنے کی وجہ سے جزا کا نام عقوبت و عقاب رکھا گیا ہے۔ مگر عرف و محاورے میں خیر میں ثواب اور شر میں عقاب کہتے ہیں۔ اسی واسطے دین کے معنی اور اُس کی شرح عادت سے بھی کی گئی ہے یعنی دین کے معنی عادت کے بھی ہیں۔ کیونکہ صاحب دین کی طرف وہی چیز عود کرتی ہے جو اُس کا مقتضیٰ اور اُس کے حال کا مطالبہ ہے پس دین کے معنی عادت کے ہوئے۔ امرء القیس کہتا ہے کد بیک من ام الحویرث قبلھا جیسی تیری عادت تھی عنیزہ سے پہلے ام الحویرث کے ساتھ۔ عادت کے معنی جو سمجھ میں آتے ہیں یہ ہیں کہ کوئی امر بعینہ اپنی حالت کی طرف عود کرے مگر تکرار کے معنی وجود میں نہیں لیے جا سکتے کیونکہ تجلی الٰہی میں تکرار ہوتا نہیں۔ وہ کل یوم ھو فی شان ہے۔ عادت میں تکرار ہوتی ہے مگر عود کرنے والے امر کی ایک حقیقت بھی ہوتی ہے۔ جو ذہن و عقل میں موجود رہتی ہے اور متغیر نہیں ہوتی۔ ہم جانتے ہیں کہ انسانیت زید میں عمرو میں یعنی دونوں میں ایک ہی ہے اور انسانیت نے عدد نہیں کیا کیونکہ اگر انسانیت عدد کرتی تو وہ کثیر ہو جاتی حالانکہ وہ ایک حقیقت ہے اور جو چیز ایک ہوتی ہے بنفسہ وہ متعدد و کثیر نہیں ہوتی۔ کیونکہ ہم کو معلوم ہے کہ

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو ہشتم

تشخص کے لحاظ میں زید میں عمرو نہیں ہے۔ گر زید کا تشخص عمرو کا تشخص نہیں۔ پھر ہم دو چیزوں میں باوجود وجد اجدا تشخص کے پائے جانے کے کہتے ہیں۔ کہ انسانیت نے عود کیا۔ کیونکہ انسانیت کی وجہ سے اس کے اجزا میں مشابہت پیدا ہوئی ہے۔ اور حکم صحیح میں باعتبار ماہیت و حقیقت کے عود کہاں ہے۔ غرضکہ یہ من وجہ جزا ہے اور من وجہ جزا نہیں ہے۔ کیونکہ جزا بھی منجملہ اور حالات ممکن کے ایک حال ہے۔ یہ ایک مسئلہ ہے کہ جس کو علمائے معارف نے ترک کر دیا ہے یعنی اس کی توضیح جیسی چاہیے نہ کی۔ یہ بات نہیں کہ وہ جانتے ہی نہ تھے۔ کیونکہ یہ مسئلہ تقدیر کے اسرار میں سے ہے جس کی تمام خلائق پر حکومت ہے۔

جاننا چاہیے کہ جیسے طبیب کو خادم طبیعت کہا جاتا ہے ویسے ہی انبیا و رسل اور اُن کے ورثا یعنی علما کو عام طور سے لوگ خادم امر الٰہی کہتے ہیں اور فی الحقیقت انبیاء و علما احوال ممکنات کے خادم ہیں۔ مثلاً ہدایت و رہنمائی اور اُن کی خدمت ممکنات کی بھی ایک حال ہے۔ منجملہ اُن کے ان حالات کے جس پر وہ اپنے اعیان ثابتہ کے وقت علم الٰہی میں تھے۔ دیکھو یہ کیا تعجب انگیز بات ہے کہ اشرف، خادم اخس و ادنیٰ ہے مگر یہاں خادم مذکور اپنے مخدوم کے اقتضائے مرسوم کے پاس ٹھیرے رہتے ہیں۔ وہ کم کرتے ہیں نہ زیادہ۔ یہ حکم دو اقتضا دو طرح پر ہوتے ہیں۔ اقتضائے حال و اقتضائے قال۔ یہ خدمت بھی علی العموم نہیں ہے۔ دیکھو طبیب کو خادم طبیعت اُس وقت کہتے ہیں جب وہ طبیعت کی مدد کرے کیونکہ طبیعت نے مریض کے جسم میں ایک خاص قسم کا مزاج پیدا کیا ہے جس کے سبب سے اُس شخص کا نام مریض رکھا گیا۔ اگر طبیب علی العموم خادم ہی ہیں طبیعت کی مدد کرتا تو بیمار کی بیماری بڑھا دیتا۔ طبیب تو طبیعت کو روکتا ہے کہ صحت حاصل ہو۔ کیونکہ صحت بھی طبیعت کے خواص سے ہے۔ صحت کس طرح حاصل ہوتی ہے موجودہ مزاج کے مخالف مزاج پیدا کیا جاتا ہے۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ طبیب علی العموم خادم طبیعت نہیں ہے بلکہ اس حیثیت سے کہ وہ اصلاح جسم مریض و تغیر مزاج

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو ہشتم

کرتا ہے تو طبیعت ہی کی مدد سے کرتا ہے۔ لہذا طبیب طبیعت کی مدد خاص وجہ سے کرتا ہے۔ نہ کہ عام طور سے۔ کیونکہ عموم اس مسئلے میں صحیح نہیں۔ پس طبیب طبیعت کا خادم ہے بھی اور نہیں بھی ہے۔

ایسا ہی انبیا اور علماء نے ورثۃ الانبیا کا حال ہے۔ خدمت حق میں واضح ہو کہ جیسا عین ثابتہ وحقائق اشیا وصور علمیہ ہوتے ہیں حق تعالیٰ ویسا ہی جانتا ہے جیسا جانتا ہے۔ جیسی استعداد ملاحظہ فرماتا ہے ویسا ہی اُس پر صورت خارجی عطا کرتا ہے۔ ہر شے کو اُس کے لوازم وخواص مرحمت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انبیا کے ذریعے سے اوامر ونواہی سے اطلاع دیتا ہے۔ جن کی استعداد جن کی فطرت اچھی ہوتی ہے اوامر کو قبول کرتے ہیں نواہی سے اجتناب کرتے ہیں۔ جن کی استعداد بد ہوتی ہے۔ بدی کو قبول کرتے ہیں ان اوامر ونواہی کو امر تکلیفی کہتے ہیں۔ امر تکلیفی سے ہر ایک کی قابلیت واستعداد وفطرت نمایاں ہوتی ہے۔ پس امر الٰہی دو طرح پر ہے (۱) امر تکلیفی جو انبیا کے ذریعے سے اُمت کو دیا جاتا ہے (۲) امر تکوینی یعنی کُن کا امر کرنا۔ عین ثابتہ کی استعداد ہوتی ہے تو کُن فرما کر بندے کے افعال کو پیدا کر دیتا ہے۔ اور استعداد نہیں ہوتی تو امر تکلیفی تو دیتا ہے مگر امر تکوینی نہیں دیتا۔ لہذا خلاف استعداد وفطرت افعال نمایاں نہیں ہوتے سامر حق مکلفین کے حق میں دو طرح پر ہے (۱) یہ کہ حکم کیا جاتا ہے اور مامور بہ کے واقع ہونے کا علم الٰہی میں ارادہ بھی رہتا ہے۔ کیونکہ وہ مقتضائے حال عین ہے (۲) یہ کہ حکم کیا جاتا ہے مگر مامور بہ کے واقع ہونے کا علم الٰہی میں ارادہ نہیں ہے کیونکہ وہ خلاف فطرت واستعداد عین ہے۔ پھر بندے سے موافق ارادۂ حق کے امر صادر ہوتا ہے۔ اور حق تعالیٰ کا ارادہ اُس کے ساتھ موافق علم الٰہی کے ہوتا ہے۔ اور علم الٰہی معلوم یعنی عین ثابتہ کے اپنی ذات کا علم دینے کے موافق ہوا۔ یعنی جیسی چیز ہوگی اُس کا علم ویسا ہی ہوگا۔ پس معلوم اپنی ہی صورت پر ظاہر ہوا۔ پس انبیا اور ورثۃ الانبیا ارادے کے ساتھ امر الٰہی کے خادم ہیں اور وہ مطلق ارادے کے خادم نہیں لہٰذا مکلف سے

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزء ہشتم

معرض جواز میں کو مدح کرتے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ اور اس میں بندے کی سعادت ہے۔ اگر وہ مطلق ارادۂ الٰہی کے تابع ہوتے تو ابدی اختیار کرو، علاوہ بند نہ کرتے۔ پس انبیاء اور ورثۃ الانبیاء لوگوں کے طبیب اُخروی ہیں۔ جب اُن کو اللہ تعالیٰ حکم تکلیفی دیتا ہے۔ تو وہ اُس کی اطاعت کرتے ہیں اور تبلیغ کرتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے امر تکلیفی اور ارادہ و امر تکوینی کی طرف دیکھتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ امر تکلیفی کبھی ارادہ الٰہی و امر تکوینی کے مخالف بھی ہوتا ہے اور موافق بھی ہوتا ہے اور وجود میں آتا وہی ہے جس کا ارادہ اللہ نے کیا اور امر تکوینی کیا۔ اسی لیے پہلے امر ہوتا ہے۔ پھر اُس کا ارادہ فرماتا ہے۔ تو وہ واقع و موجود ہوتا ہے جس مامور بہ کے مامور سے واقع ہونے کا ارادہ نہیں کیا جاتا ہے کیونکہ اُس شی کی استعداد کے باہر ہوتا ہے تو وہ مامور سے واقع نہیں ہوتا۔ مامور بہ کے مامور سے اس وہ واقع ہونے کا نام مخالفت اور عصیاں رکھا جاتا ہے۔ پس رسول اللہ کے امر تکلیفی کا پہنچا دینے والا ہے۔ اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ شَیَّبَتْنِیْ هُوْدٌ وَاَخَوَاتُهَا یعنی مجھے سورۂ ہود وغیرہ نے بوڑھا کر دیا۔ ڈاڑھی میں سپیدی آگئی کیونکہ اس سورت میں ہے فَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ جیسا تم کو حکم دیا گیا ہے اُس پر تم مستقیم رہو۔ استقامت اختیار کرو۔ آپ کو کما امرت کے لفظ نے بوڑھا کر دیا۔ کیونکہ آپ کو کبھی اس کا علم نہ ہوا جاتا۔ کہ کیا ارادے کے موافق امر تکلیفی دیا گیا ہے کہ واقع ہو یا یہ امر تکلیفی خلاف ارادہ و امر تکوینی ہے۔ کہ واقع نہ ہو۔ اکثر اشخاص ارادہ و امر تکوینی کو بغیر واقع ہونے کے نہیں جانتے یعنی واقع ہونے کے بعد معلوم ہوتا ہے۔ کہ امر تکوینی یہ تھا۔ ارادۂ الٰہی یوں تھا۔ اس لیے ان کی فطرت یہ تھی۔ اُس کی استعداد ایسی تھی۔ مگر کہ اللہ نے اُس کی چشم بصیرت سے حجاب اُٹھا دیا ہو۔ اور اُس نے اعیان ممکنات کو حال ثبوت قبل وجود جیسے ہیں ویسا ہی جان لیا ہو پھر اُس وقت وہ جیسا دیکھتا ہے حکم کرتا ہے۔ اور یہ انکشاف کبھی کبھی کسی کسی کو تھوڑی دیر اور معدود زمانے کے لیے ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا۔ کہ کہیں مَاۤ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ میں نہیں جانتا کہ میرے اور تمہارے ساتھ

khatmenabuwat Android Application

جزو ہشتم

کیا کیا جائے گا یعنی اعلم عباد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب کی بھی تصریح کر دی۔ کشف صرف اسی قدر ہوتا ہے کہ بعض امور خاص پر اطلاع ہو جائے۔

واضح ہو کہ علم کئی طرح پر ہوتا ہے۔ علم بالذات۔ یہ اللہ تعالیٰ سے خاص ہے علم بالعرض حقائق ممکنات پر تجلی علمی ہونے کے بعد ممکنات کو بھی علم ہوتا ہے۔ مگر ان کی اصلی حالت عدم علم ہے۔ بھلا جس کو اصلی وجود بھی نہ ہوگا۔ اس کی کیا چیز اصلی ہوگی حیات ہے تو بالعرض وہ بھی محدود حسب استعداد۔

علم شہودی بھی ہوتا ہے جو آنکھوں سے نظر آتا ہے۔ کانوں سے سنائی دیتا ہے۔ ہر طرح سے محسوس ہوتا ہے۔ علم کشفی بھی ہوتا ہے جو مخصوص حضرات کو ہوتا ہے اور شہود کے برابر قوت نہیں رکھتا۔ علم اجمالی بھی ہوتا ہے تفصیلی بھی ہوتا ہے۔ علم بذاتہ بھی ہوتا ہے۔ باطلاع دیگر بھی ہوتا ہے۔ علم تبلیغی قابل اشاعت بھی ہوتا ہے۔ علم غیر تبلیغی اور سری بھی ہوتا ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ غیب بھی کئی طرح کا ہوتا ہے غیب مطلق اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ کا علم وہ اسی کی ذات سے خاص ہے۔ بعض غیب ایک کے لحاظ سے تو غیب ہے مگر دوسرے کے لحاظ سے شہود ہے۔ یہ غیب اضافی ہے۔ اب آیات و احادیث ذیل پر غور کرو۔

وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ہو۔ اس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں ان کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ عندہ علم الغیب۔ اس کے پاس علم غیب ہے۔ قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ۔ تم کہو غیب کی باتیں نہیں جانتا جو آسمان میں رہتا ہے یا زمین میں رہتا ہے بجز اللہ کے۔ عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ اللہ عالم الغیب ہے۔ وہ غیب کو ظاہر نہیں کرتا کسی شخص پر مگر برگزیدہ پیغمبر پر۔ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ۔ یہ غیب کی خبریں ہیں کہ ہم تم کو اس کی وحی کرتے ہیں۔ تلک من انباء الغیب نوحیہا الیک ماکنت تعلمہا انت ولا قومک من قبل ہذا۔ یہ غیب کی خبریں ہیں جن کی وحی ہم تمہاری طرف کرتے ہیں جن کو اس سے پہلے نہ تم جانتے تھے نہ تمہاری قوم وما ادری ما یفعل بی ولا بکم۔ میں نہیں جانتا کہ مجھ سے کیا کیا جائے گا اور تم سے

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو ہشتم

کیا۔ وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما تم کو ان سب کا علم دیا جن کو تم جانتے نہ تھے۔ تم پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔ لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو بہت کچھ خیر حاصل کر لیتا۔

ان آیتوں سے ظاہر ہے کہ علم ذات حق اور علم بالذات اللہ تعالیٰ سے خاص ہے۔ دوسرے امور کا علم بندوں کو اُس کی علمی تجلّی سے ہوتا ہے۔ وحی کے ذریعے ہوتا ہے۔ القا و کشف سے ہوتا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کو سب سے زیادہ اور اجمالاً سب کا علم دیا گیا ہے۔ حضرت میں علم اصل ہے۔ اور ہم میں جہل اصل ہے۔ ہم کو علم دیا جاتا ہے۔ حضرت سے بربنائے حکمت کوئی چیز چھپادی جاتی ہے یا بھلادی جاتی ہے۔ لہٰذا نفی علم کو عدم بالذات۔ عدم تفصیل، عدم شہود پر محمول کرنا چاہیے۔ اوّلین و آخرین کا بالذات علم بھی اللہ تعالیٰ سے خاص ہے اُس سے رب و عبد کا علم مساوی نہیں ہوتا۔ غرضکہ علم غیب کا مسئلہ صاف ہے۔ طرفین سے تکفیر علم کی تحقیر ہے۔

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

ترجمۂ

فصوص الحکم

جزو نہم

(۹) فصِّ حکمتِ نوریہ در کلمۂ یوسفیہ

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جلد نہم

تمہید

واضح ہو کہ کُنْ سے پہلے جو کچھ ہے۔ وہ غیر مخلوق ہے۔ اور معلومات الٰہیہ جن کو اعیان ثابتہ کہتے ہیں غیر مخلوق ہیں۔ اسما و صفات الٰہیہ بھی غیر مخلوق ہیں۔ خدائے تعالیٰ کی ذات کے ساتھ وہ بھی قدیم ہیں۔ اُن کے وجود ذات الگ نہیں ہیں اُن کی ذات ذاتِ حق ہی ہے۔ ذاتِ حق سے یہ خروج ہوتے اور کیے جاتے ہیں۔ کُنْ کے بعد ارواح پیدا ہوتے ہیں۔ ارواح حادث ہیں۔ مگر تحت زمانہ نہیں۔ لہٰذا حادث زمانی بھی نہیں۔ اُن کو حادث دہری کہتے ہیں۔ جو چیز تدریجاً آہستہ آہستہ کمال کو پہنچتی ہے وہ حادث زمانی ہوتی ہے۔ جو چیز دفعۃً پیدا ہوتی ہے اور اپنے پورے کمال ہی کے ساتھ پیدا ہوتی ہے، وہ حادث دہری ہے۔ عالم ارواح حادث دہری ہے اور عالم دُنیا جس کو عالم شہادت، عالم ناسوت، عالم اجسام کہتے ہیں حادث زمانی ہے۔ عالم ارواح و عالم شہادت کے درمیان عالم مثال ہے، جو عالم منفصل خیال مقید ہے اُس کو انسان کے خیال سے ایک تعلق ہے۔

انسان کے خیال کو خیال متصل، خیال مطلق۔ مثال انسانی، خیال انسانی کہتے ہیں جس طرح انسان جو کچھ لکھتا پڑھتا۔ بولتا اور کرتا ہے پہلے وہ اُس کے خیال میں

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو نہم

رہتا ہے پھر دُنیا میں ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح عالم شہادت میں جو کچھ پیدا و ظاہر ہوتا ہے۔ وہ پہلے عالم مثال یا خیال منفصل یا خیال متقید میں آتا ہے پھر عالم شہادت و ناسوت میں نمایاں ہوتا ہے۔ غیب کی باتیں معمولی آدمی کو خواب میں نظر آتی ہیں۔

انبیاء جن کو وحی ہوتی ہے۔ عالم مثال میں فرشتہ نظر آتا ہے۔ اُن کو پہلے رویائے صادقہ نظر آتے ہیں۔ جو کچھ خواب میں دیکھتے ہیں وہی بلا کم و کاست دُنیا میں نمایاں ہوتا ہے سچ پوچھو تو اعیان ثابتہ کی مثال ارواح ہے۔ اُن کی مثال عالم مثال ہے۔ ان کی مثال عالم دُنیا ہے۔ دنیوی اعمال کے مطابق عالم قبر ہے۔ قبر میں جیسے رہیں گے۔ عالم آخرت میں ویسے ہی اُٹھیں گے۔ غرضکہ تمام عوالم اعیان ثابتہ کے تمثلات و مظاہر ہیں۔ جو حقائق اشیاء و ماہیات (کلیات) و ہویات (جزئیات) کائنات ہیں۔

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزم

فصِ حکمتِ نوریہ

در کلمۂ یوسفیہ

یہ حکمت نوری ہے۔ اس میں وہ علوم و معارف بیان کیے جاتے ہیں جو عالم مثال سے متعلق ہیں۔ عالم خیال میں ایک نور منبسط اور پھیلتا ہے۔ وہ لوگ جن پر خدائے تعالیٰ کی عنایت اور توجّہ خاص ہوتی ہے۔ یعنی پیغمبر اور اولیا۔ ان کی وحی و کشف کی ابتدا رویائے صادقہ ہی سے ہوتی ہے۔ حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ پہلے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی شروع ہوئی تھی رویائے صادقہ تھے۔ پھر جو خواب حضرت دیکھتے تھے۔ وہ ایسے صاف صاف ظاہر ہوتے تھے۔ جیسے صبح صادق۔ حضرت عائشہ نے جو بیان کیا۔ اتنا ہی تھا۔ کچھ اور نہ تھا۔ غرضکہ ایسے خواب حضرت کو چھ مہینے تک نظر آتے رہے۔ پھر آپ کے پاس فرشتہ آیا۔ ابن العربی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ یہ نہ جانتی تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان الناس نیام فاذا ماتوا انتبھوا۔ لوگ سوتے ہیں جب مریں گے تو بیدار ہوں گے۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو نظم

العیش نوم والمنیۃ یقظۃ والمرء بینھما خیال ساری

زندگی ایک خواب ہے۔ مرنا بیداری ہے۔ اور آدمی ان دونوں کے درمیان چلتا پھرتا خیال ہے۔

پس حضرت جتنی چیزیں کہ بیداری کے وقت دیکھتے تھے وہ اسی قسم کے خواب تھے۔ گرچہ حالات مختلف ہوتے رہے۔ پھر حضرت عائشہ کے قول کے موافق چھ مہینے کہاں رہے بلکہ حضرت کی تمام عمر بھر کی بھی یہی حالت ہے کہ دنیا حقایق و اعیان ثابتہ کا خواب ہے۔ اور حضرت کا خواب دیکھنا خواب در خواب ہے۔ معلوم ہے کہ جبرئیل آنے سے پیشتر بکثرت رویائے صادقہ نظر آتا جو ابتدائے حالت کے لحاظ سے نئی چیز تھی۔ چھ مہینے تک تھا۔ پھر فرشتے کا آنا بھی معمولی بات ہو گئی تھی۔

اور جتنے واقعات کہ اس قبیل کے ہوتے ہیں اُن کا نام عالم خیال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن امور کی تعبیر ہوتی ہے جو کہ فی الحقیقت ایک صورت پر مگر خواب میں وہ ظاہر ہوتے ہیں ایک دوسری صورت میں۔ پھر معبر یعنی تعبیر دینے والا اس صورت سے، جس کو اُس نے خواب میں دیکھا ہے۔ اس صورت کی طرف تجاوز و عبور کر جاتا ہے جس پر وہ اصل میں ہے۔ یعنی مجاز و صورت استعارہ سے حقیقت کی طرف پہنچ جاتا ہے۔ بشرطیکہ اُس نے تعبیر صحیح دی ہو۔ جیسے علم دودھ کی صورت میں ظاہر ہوا۔ پھر حضرت نے اُس کی تعبیر دی اور فرمایا کہ اس دودھ کی صورت کی تعبیر و تاویل علم ہے۔ جب رسول اللہ پر وحی آتی تو معمولی محسوسات کی طرف توجہ سے روک دیئے جاتے یعنی ایک قسم کی بیہوشی ہو جاتی۔ حضرت پر کمبل اُڑھا دیا جاتا اور آپ حاضرین سے بے خبر و غائب ہو جاتے۔ اور جب آپ سے یہ حالت دور ہو جاتی۔ پھر محسوسات کی طرف دوبارہ متوجہ کر دیے جاتے۔

آپ نے حالت وحی میں جو کچھ دیکھا۔ وہ عالم خیال ہی دیکھا۔ مگر اُس وقت حضرت کو نائم یا خوابیدہ نہیں کہا جاتا۔ اسی طرح جب آپ کے پاس فرشتہ آدمی کی صورت میں آتا تھا تو وہ بھی عالم خیال تھا۔ کیونکہ وہ دراصل آدمی نہیں

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو نہم

فرشتہ تھا۔ یا یوں کہو کہ وہ فرشتہ تو ہے مگر آدمی کی صورت میں آیا ہے۔ مگر ناظر عارف صلی اللہ علیہ وسلم نے پہچانا۔ تعبیر دی اور اُس کی حقیقی صورت کو پہنچ گئے۔ اور فرمایا کہ یہ جبرئیل ہیں تمہارے پاس تم کو تمہارے دین کی باتیں سکھانے کو آئے تھے۔ اور حاضرین کو آپ نے فرمایا کہ اس کو میرے پاس واپس بلا لاؤ۔ پس اس کلام میں آپ نے اُس صورت کے لحاظ سے جس میں وہ لوگوں کے پاس ظاہر ہوئے اُن کا نام آدمی رکھا پھر فرمایا کہ یہ جبرئیل ہیں۔ پس اس میں آپ نے اُس خیالی آدمی کی حقیقت کی طرف رجوع کی یعنی جبرئیل کہا۔ اور آپ آدمی اور جبرئیل دونوں نام دینے میں سچے تھے۔ آدمی کہنے میں بصارت کی تصدیق کی اور جبرئیل کہنے میں بصیرت کی تصدیق کی۔

حضرت یوسفؑ نے کہا انی رایت احد عشر کوکبا والشمس والقمر رایتھم لی ساجدین۔ میں نے گیارہ ستارے اور آفتاب و ماہتاب کو دیکھا کہ وہ مجھ کو سجدہ کر رہے ہیں۔ پس آپ نے بھائیوں کو ستاروں کی صورت میں دیکھا اور والد (یعقوبؑ) اور خالہ کو آفتاب و ماہتاب کی صورت میں دیکھا۔ یہ رویا وخواب یوسفؑ کی طرف سے تھا اور یہ صورتیں بھی حضرت یوسفؑ کے خزانۂ خیال کی تعیین۔ اور اگر مرئی یعنی بھائیوں کی طرف یہ صورتیں ہوتیں تو اُن کے بھائیوں کا ظہور ستارے کی صورت میں اور والد و خالہ کا ظہور آفتاب و ماہتاب کی صورت میں اُن کی مراد کے موافق اور اُن کو معلوم ہوتا۔ لیکن جب اُن کو حضرت یوسفؑ کے خواب کی خبر ہوئی تو حضرت یوسفؑ کا ادراک و دریافت کرنا ظہور اُن کے خزانۂ خیال میں سے تھا۔

جب یوسفؑ نے اس خواب کا قصہ اپنے والد یعقوبؑ سے بیان کیا تو حضرت یعقوبؑ نے اُس کو پہچان لیا اسی لیے آپ نے فرمایا یابنی لا تقصص رؤیاک علی اخوتک فیکیدوا لک کیدا۔ اے پیارے بیٹے تم اس خواب کو اپنے بھائیوں سے مت بیان کرو۔ تاکہ وہ تمہارے ساتھ کوئی بُرا مکر نہ کر بیٹھیں پھر حضرت یعقوبؑ نے اپنے فرزندوں کی اس مکر سے برأت بیان کی اور اس مکر کو شیطان کی طرف لگایا۔ یہ بھی تو مکر ہی ہے۔ دیکھو آپ نے فرمایا ان الشیطان للانسان عدو مبین۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو نہم

شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

پھر یوسفؑ نے بعد واقعہ آخر میں فرمایا ھذا تاویل رؤیای من قبل قد جعلہا ربی حقا۔ یہ میرے خواب کی تعبیر ہے۔ جو مجھے پہلے نظر آیا تھا۔ اللہ نے اس کو صحیح کیا۔ یعنی اس کو عالم شہادت میں ظاہر کیا بعد اس کے کہ وہ حضرت کے خیال میں تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب لوگ سو رہے ہیں جب مریں گے تو بیدار ہوں گے۔ اس لحاظ سے یوسفؑ کا یہ قول قد جعلہا ربی حقا اس شخص کے کلام کے مماثل ہے کہ جس نے خواب میں خواب دیکھا۔ اور اس خواب در خواب سے خواب ہی میں بیدار ہوا۔ اس کی تعبیر بھی دی مگر خواب ہی میں۔ اسے خبر ہی نہیں کہ نیند میں ہوں اور ہنوز نیند دور نہیں ہوئی۔ اور جب وہ اصل میں جاگے گا تو کہے گا کہ میں نے نیند میں ایسا خواب دیکھا۔ اور یہ بھی دیکھا کہ گویا میں خواب سے جاگ گیا ہوں۔ اور اس خواب کی یہ تعبیر دی ہے۔ اب تم ہی دیکھو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ادراک میں اور حضرت یوسفؑ کے ادراک میں جس وقت انھوں نے فرمایا "ھذا تاویل رؤیای من قبل قد جعلہا ربی حقا" کتنا فرق ہے۔ اس آیت کے معنی تو یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس خواب کو جو حضرت کے خیال میں تھا۔ عالم شہادت وحس میں ظاہر کر دیا۔ حالانکہ یہ صور پہلے ہی محسوسات میں تھے۔ خیال ہمیشہ محسوسات ہی کو بناتا ہے۔ اور خیال کا اصل محسوس ہی ہوتا ہے۔ خیال محسوسات کے سوا معقولات کو نہیں بناتا۔ فانظر ما اشرف علم ورثۃ محمد۔ دیکھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثوں کا علم کیسا شریف اور اعلیٰ و افضل ہے۔ میں یوسف محمدی کی زبان سے عالم خیال کی تحقیق میں مزید تقریر بسط و تفصیل سے کروں گا۔ تاکہ تم کو پوری واقفیت حاصل ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ واضح ہو کہ جس کو ماسوی اللہ اور عالم کہا جاتا ہے وہ اللہ سے ایسی نسبت رکھتا ہے جیسے شخص و عکس یا سایہ میں۔ پس عالم ظل اللہ ہے۔ پس یہی نسبت عالم کو وجود سے ہوئی کیونکہ جس میں ظل وسایہ موجود ہے۔ مگر ظل کا ظہور اس وقت ہوتا ہے جب وہاں کوئی شخص یا چیز ہو۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو نہم

جس پر وہ ظل پڑے۔ اگر ظل جس چیز پر پڑے اُس کو معدوم فرض کریں تو ظل و عکس ایک عقلی بات رہ جائے گی۔ اور ظل اُس میں موجود نہ رہے گا بلکہ ظل ذی ظل میں یعنی اُس میں جس کا یہ ظل ہے بالقوہ رہ جائے گا۔ اب غور کرو کہ ظل وجود الٰہی یعنی حقیقت عالم کس پر پڑتا ہے۔ اعیان ممکنات پر۔ انھیں پر یہ ظل ممتد اور چھایا ہوا ہے۔ اس ظل وعالم میں سے اتنا ہی حصہ محسوس ومدرک ہوگا جس پر ذات حق سے وجود کا پرتو پڑا ہو۔ حق تعالیٰ تو نور ہے تو اُس کا پرتو بھی نور ہی ہے۔ پس اسم اللہ النّور سے ادراک وعلم حاصل ہوتا ہے۔

اور یہ ظل اعیان ممکنات پر پڑتا ہے جو صور غیبیہ میں اور ماسوا کے پاس مجہول ونامعلوم۔ دیکھو سایہ میں سیاہی ہوتی ہے۔ اور یہ اُس کے بالذات نامعلوم ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ ظل اور ذی ظل میں ایک بعید مناسبت ہے۔ اگر ذی ظل یعنی وہ چیز جس کا سایہ پڑتا ہے سفید ہو تو بھی اُس کا سایہ سیاہ ہی پڑتا ہے۔ دیکھو جب پہاڑ ناظر کی نظر سے دور ہوتا ہے تو سیاہ ہی نظر آتا ہے۔ حالانکہ اصل میں وہ اس رنگ پر نہیں ہے۔ جو جس میں معلوم ہوتا ہے اور اس رنگ کے سیاہ ہونے کا سبب بجز بُعد کے کچھ اور نہیں یا جیسے آسمان کی نیلگونی۔

یہ تو وہ ہے جو غیر روشن اجسام میں بُعد نے نتیجہ بخشا ہے کہ دیکھنے میں وہ سیاہ معلوم ہوتے ہیں۔ اسی طرح اعیان ممکنات نہ اجرام روشن ومنور نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ بنفسہٖ معدوم ہیں۔ اگرچہ وہ حضرت علم میں ثبوت سے موصوف ہیں مگر وہ وجود سے موصوف نہیں کیونکہ وجود ہی نور ہے، روشن اجسام بُعد کی وجہ سے حس میں چھوٹے معلوم ہوتے ہیں۔ پس یہ بُعد کی دوسری تاثیر ہے اسی واسطے حس روشن اجسام کو دور سے چھوٹا دیکھتی ہے۔ حالانکہ وہ فی نفسہٖ اپنی ذات میں اس مقدار سے بہت بڑے اور حجم میں اس سے بدرجہا زائد ہیں۔ چنانچہ ہم دلائل سے جانتے ہیں کہ مثلاً آفتاب جرم میں زمین کے ایک سات اور بیسے گنا بڑا ہے اور دیکھنے میں ایک سپر کے برابر معلوم ہوتا ہے۔ پس یہ بھی بُعد ہی کا اثر ہے۔ پس بُعد کے دو اثر ہوئے۔ روشن اجسام ستارے وغیرہ کو

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جہنم

دور ہوں تو چھوٹے دکھلاتا ہے۔ اور غیر روشن کو سیاہ و نیلگوں۔

پس عالم میں سے اسی قدر حصے کا علم ہوتا ہے جتنا ظل یعنی سایے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ اور حق تعالیٰ کے متعلق اسی قدر جہل رہتا ہے' جس قدر اُس شخص و جسم سے جس کا یہ سایہ ہے۔ اور جس سے نکل کر یہ چھایا ہے۔ پس اس اعتبار سے کہ وہ اُس کا سایہ ہے معلوم ہے۔ اور اس لحاظ سے کہ وہ ذی ظل یعنی صاحب سایہ کی ذات میں اور صور و کمالات میں جو مجہول ہیں۔ بالکل معلوم نہیں ہیں۔ حق تعالیٰ بھی مجہول ہے۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ بھی من وجہ معلوم ہے اور من وجہ مجہول ہے۔ فرماتا ہے الم تر الی ربک کیف مد الظل کیا تم نے خدا کی طرف نہیں دیکھا کہ کیسے اُس نے سایے کو پھیلا دیا۔ ولو شاء لجعله ساکنا اگر وہ چاہتا تو اُس کو ساکن کر دیتا یعنی اگر چاہتا تو اپنی ذات میں اُس کو بالقوہ ہی رکھتا۔ فرماتا ہے کہ حق تعالیٰ اس طرح نہیں ہے کہ جب وہ اعیان ممکنات پر تجلی کرے تو ظاہر ہو۔ وہ تجلی کرے تو وہ ظاہر ہو جیسے بعض ممکنات کہ اُن کے عین ثابتہ پر تجلی نہ ہونے کی وجہ سے وہ موجود ہی نہیں ہوئے۔ ثم جعلنا الشمس علیه دلیلا پھر ہم نے اُس سایے پر آفتاب کو دلیل اور دکھلانے والا بنایا۔ یہاں آفتاب سے کیا مراد ہے۔ تجلی اسم نور ہے جس کو میں نے پہلے بیان کیا ہے۔ اور حس اُس کی شہادت دیتی ہے کیونکہ ظل کی کوئی ذات نہیں ہوتی۔ وہ عدم میں بے نور ہیں۔ عدم کی کیا ذات ہو گی۔

ثم قبضناه الینا قبضا یسیرا۔ پھر ہم کو آہستہ آہستہ اپنی طرف واپس کر لیتے ہیں۔ ظل کو اپنی طرف کھینچ لینے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اُس کا سایہ و ظل ہے۔ اُسی سے ظاہر ہوا اور اُسی کی طرف واپس اور راجع ہوا۔

والیه یرجع الامر کله ہر شے کا مرجع وہی ہے۔ ظل اور ذی ظل کو دیکھو تو ایک طرح سے دونوں ایک ہی ہیں۔ بالکل غیر نہیں ہیں۔ تم جو کچھ دیکھتے اور ادراک کرتے ہو۔ وہ حق تعالیٰ ہی کا تو وجود ہے۔ جو اعیان ممکنات و صور علمیہ میں ظاہر ہوا ہے۔

ہویت اور ذات و حقیقت حقہ کے لحاظ سے دیکھو تو وہ ظل بھی

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو نہم

وجود حق ہے۔ اور باعتبار اُس میں صورتوں کے اختلاف کے وہ ممکنات کے اعیان ہیں۔ اور جیسے کہ صورتوں کے اختلاف کی وجہ سے اُس سے ظل کا نام زائل نہیں ہوتا۔ اسی طرح صورتوں کے اختلاف کی وجہ سے اُس سے عالم اور غیر حق کا نام بھی دفع نہیں ہوتا۔

اور ظل کے ایک ہونے اور اُس کی احدیت کے لحاظ سے وہ ظل عین حق ہے۔ کیونکہ وہی واحد احد ہے اور بحیثیت ظل میں کثرت صور کے وہی عالم اور جہان ہے۔ میں نے جس مسئلے کی تحقیق و توضیح کی ہے اُس کو خوب سمجھو۔

جب وجود کا یہ حال ہے جیسا میں نے تم سے ابھی ذکر کیا تو عالم محض وہمی امر ہے۔ اُس کا حقیقی و بالذات وجود نہیں۔ خیالی و وہمی کے یہی معنیٰ ہیں۔ یعنی یہ ایک وہمی و خیالی بات ہو گی۔ اگر تم سمجھو کہ عالم ایک شے زائد ہے اور حق تعالیٰ سے خارج اور بنفسہٖ قائم ہے۔ مگر نفس الامر میں اور دراصل عالم حق تعالیٰ سے جدا نہیں دیکھو ظل ذی ظل سے۔ سایہ اُس چیز سے ملا ہوا ہے جس سے یہ سایہ پھیلا ہوا ہے۔ اور ظل کا انفکاک و جدائی ذی ظل سے محال ہے کیونکہ ہر شے کا اپنی ذات سے انفکاک و جدائی جائز نہیں۔

اب تم اپنے عین کو پہچانو۔ کہ تم کون ہو۔ اور تمہاری ہویت و حقیقت کیا ہے۔ اور تم کو حق تعالیٰ سے کیا نسبت ہے۔ اور کس جہت سے تم حق ہو۔ اور کس جہت سے تم عالم ہو۔ اور کس اعتبار سے تم اُس کے غیر ہو اور ماسوا اور غیر ہو۔ اس علم میں علما متفاوت ہیں۔ بعض کو تھوڑا علم ہے بعض کو زیادہ۔ اسی لیے بعض کو کم علم ہے بعض کو زیادہ۔ پس حق تعالیٰ بعض بعض اظلال کے اور سایوں کے لحاظ سے صغیر و کبیر اور صاف و صاف تر معلوم ہوتا ہے۔ جیسے نور کو گلوب کی نسبت سے دیکھو کہ گلوب کے رنگ سے رنگین معلوم ہوتا ہے اور دراصل اُس کا کوئی رنگ نہیں۔ مگر شیشے کے رنگوں کی وجہ سے مختلف رنگوں کا

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

دکھائی دیتا ہے سے

ہر جام کا رنگ گو جدا ہے پر مے سے ہے کون جام خالی

یہ ایک مثال ہے تمہاری اور حق تعالیٰ کی۔ اب اگر تم کہو نور شیشے کی سبزی کے سبب سے سبز ہے تو تم سچ کہتے ہو۔ اور اس وقت تمہارا شاہد حس ہے۔ اور اگر تم کہو کہ نور سبز نہیں ہے اور اس کا فی الحقیقت کوئی رنگ نہیں۔ اور یہ تم کو دلیل سے ثابت ہوتا ہے تو بھی تم سچ کہتے ہو۔ اور اس وقت تمہارا شاہد نظر عقلی صحیح ہے۔ پس یہ نور ظل سے ممتد اور پھیلا ہوا ہے۔ اور یہ ظل خود شیشہ ہے پس وہ شیشہ اپنی صفائی کی وجہ سے ظل نوری ہے۔

ایسا ہی عرفا میں سے جو حق سے وابستہ ہیں۔ ان میں سے بعض میں صورت و ظہور کمالات حق زیادہ نمایاں ہوتا ہے۔ بعض ایسے ہیں کہ حق تعالیٰ اُن کا سمع و بصر اور کل قویٰ و جوارح و اعضا ہوتا ہے۔ کیونکہ رسول مقبول نے حق تعالیٰ کی طرف سے اس کی خبر دی ہے۔ اس کے ساتھ بھی عین ظل باقی رہتا ہے کیونکہ کنت سمعہ و بصرہ کا میں۔ جو حدیث میں وارد ہے۔ ضمیر اسی بندے کی طرف عود کرتی ہے۔ دوسرے بندے اس طرح نہیں ہیں۔ اس بندے کو اور لوگوں سے حق تعالیٰ کے وجود سے زیادہ قرب کی نسبت ہے۔

جب واقعہ ایسا ٹھیرا جیسا کہ ہم نے بیان کیا تو تم ایک خیال ہوئے۔ اور تم جن جن کا ادراک کرتے ہو۔ اور جن کو غیر حق کہتے ہو۔ وہ سب بھی خیال ہی ہوئے۔ اور تمام موجودات اور وجود کونی خیال در خیال ہوئے۔ اور وجود حق باعتبار اپنی ذات و عین وشخص کے عین ذات ہوا۔ اور یہ حکم باعتبار اس کے اسما کے نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے اسما کے دو مدلول ہیں۔ ایک مدلول وہ ہے جو اُس کا عین اور ذات حق ہے۔ اور یہ مسمیٰ کا عین ہے۔ دوسرا مدلول وہ ہے جس پر اسم دلالت کرتا ہے اور اس کے

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو نہم

لحاظ سے ایک اسم دوسرے اسم سے جدا اور ممتاز ہے۔ دیکھو کہاں غفور ہے اور کہاں منتقم۔ کہاں معنی ہو الظاہر ہے اور کہاں معنی الباطن۔ کہاں اول۔ کہاں آخر۔

اب تم کو معلوم ہو گیا کہ وہ کونسی جہت ہے جس سے ایک اسم دوسرے اسم کا عین ہے۔ اور وہ کونسی جہت ہے۔ جس سے ہر اسم دوسرے کا غیر ہے۔ پس جس اعتبار سے کہ وہ مدلول اُس کا عین ہے وہ حق ہے۔ اور جس اعتبار سے کہ وہ اُس کا غیر ہے۔ اعتباری واقعی اور خیال محقق اور وہی نفس الامری ہے۔ سبحان اللہ کیا پاک ہے وہ ذات جس کی دلیل خود اُس کا نفس ہے۔ اور اُس کی ہستی خود اُس کی ذات سے ثابت ہوتی ہے۔ وجود حقیقی تیں احدیت کے سوا کچھ نہیں۔ جو شخص کثرت کے ساتھ ٹھیر گیا وہ عالم کے ساتھ اسمائے الٰہیہ و اسمائے عالم کے ساتھ رہ گیا اور جو احدیت کے ساتھ وابستہ رہا۔ اُس کی ذات جو دو جہان سے غنی ہے۔ (گر اُس کے ظہورات سے متعلق نہ رہا) حق تعالیٰ کے ساتھ رہا۔ اُس وقت اُس کو حق تعالیٰ کی معیت اُس کے اسماء و صور کے اعتبار سے نہ ہوگی بلکہ ذات کے لحاظ سے ہوگی۔ جب حق تعالیٰ عالم والوں سے غنی ہے تو خود اپنے اسماء سے بھی غنی ہے۔ کیونکہ اسمائے الٰہیہ جیسے ذات حق پر دلالت کرتے ہیں ایسے ہی اپنے معنوں اور مفہومات پر بھی دلالت کرتے ہیں۔ اور یہی بات اُن اسماء کے اثرات سے ثابت ہوتی ہے۔

قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ تم کہو کہ وہ اللہ باعتبار اپنی ذات وعین کے احد اور ایک ہے۔ اَللّٰہُ الصَّمَدُ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف ہمارے وجود و کمالات منسوب اور مستند ہیں اور اُس کے محتاج ہیں لہذا اللہ صمد ہے۔ یعنی کسی کا محتاج نہیں اور سب اُس کے محتاج ہیں۔ لَمْ یَلِدْ باعتبار اپنی ذات اور حقیقت کے

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو نمبر

کسی کو نہیں جنا۔ ولم یولد اور باعتبار اپنی ذات وحقیقت کے کسی دوسرے سے پیدا نہیں ہوا ولم یکن لہ کفوا احد اور باعتبار اُس کی ذات وہویت کے کوئی اُس کا ہمسر وبرابر نہیں یہی اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ اللہ الصمد سے اُس کی ذات مقدسہ کی تقریر بیان کی گئی ہے۔ اُس کے صفات سے جو ہم کو معلوم ہیں۔ اُس کے کمالات کی کثرت معلوم ہوئی۔ ہم سے اولاد پیدا ہوتی ہے اور ہم ماں باپ سے پیدا ہوتے ہیں مگر اُس کی طرف مستند رہتے ہیں۔ ہم لوگ ایک دوسرے کے مثل اور قرابتدار ہیں۔ اور وہ ایک یعنی ذات احدیت ان صفات سے غنی وبے پرواہ ہے۔ جیسے وہ ممکنات ومخلوقات سے غنی اور ان کا غیر محتاج ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حسب ونسب سب اس سورت میں ہے جس کا نام سورۂ اخلاص ہے۔ اور اسی بارے میں یہ سورۃ اتری بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی احدیت جو باعتبار اسمائے الٰہی کے ہے۔ اور جس کے ہم مظاہر ہیں۔ اجمالاً کثرت کی طالب ہے۔ اُن کے محاورے میں احدیت کثرت اجمالاً کثرت اور واحدیت کو کہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی اُس احدیت کو جو ممکنات اور خود اپنے اسما سے غنا وبے پرواہی کی جہت سے ہے۔ احدیت عین یا مطلق احدیت کہتے ہیں۔ کبھی دونوں مرتبوں پر احدیت کا لفظ اطلاق کیا جاتا ہے۔

اے طالبان معرفت اس کو خوب جان لو۔ پہچان لو۔ کہ اللہ نے اظلال کو بنایا۔ اور سرافگندہ کیا۔ اور داہنے بائیں سے اُس کو پلٹایا۔ تاکہ وہ تمہارے لیے خود تم پر دلیل ہو۔ اور تم پہچانو کہ تم کون ہو۔ تم اپنے عین ثابتہ کا ظل ہو۔ ظاہر وجود اُس کے احکام سے منصبغ ورنگین ہے۔ تمہارا عین ثابتہ ذات۔ ذات حق کا ظل ہے۔ ذات حق مختلف شانوں اور حالات سے متلبس ان میں

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

پوشیدہ ہے۔ جو شیون سے ملتبس ہے۔ تم کو حق سے کیا نسبت ہے۔ ۱۴۰۹ھ
تم کو اُس کی طرف ایسی احتیاج ہے جیسے ظل کو شخص کی طرف
احتیاج ہوتی ہے۔ اور حق کو تم سے کیا نسبت ہے۔ حق بذاتہٖ
غنی ہے۔ جیسے شخص ظل سے غنی ہوتا ہے۔ اور اُس سے
حق کو اپنے اسماء و صفات کے ظہور میں تمھاری طرف ایک
قسم کی احتیاج ہے۔ جیسے شخص کو ایک خاص قسم کے ظہور
میں ظل کی احتیاج ہے۔ اور کہاں سے اور کس حقیقت الٰہی
سے ماسوائے حق کو حق کی طرف احتیاج کلّی ہوئی۔ اور وہ
اس فقر سے متصف ہوا۔ اور کہاں سے اُس کو فقر نسبی و اضافی
بعض کو بعض کی طرف احتیاج ہونے سے حاصل ہوئی' اور اس سے
وہ موصوف ہوا۔ تاکہ تم کو معلوم ہو کہ کہاں سے اور کس حقیقت
سے حق تعالیٰ لوگوں سے غنا کی صفت سے موصوف ہوا۔ اور
کہاں سے وہ اہل عالم سے غنی ہوا۔ اور عالم غنا سے متصف ہوا۔
یعنی عالم کے بعض اجزا کو بعض سے اسی جہت میں غنا ہے جس میں
اُس کو اسی سبب سے استغنا ہے۔ کیونکہ عالم کو اسباب کی طرف
بیشک استغنائے ذاتی ہے۔ تمام اسباب سے بڑا سبب اُس کے لیے
حق کی سببیت ہے۔ اور عالم اللہ کی طرف احتیاج میں سوائے
اسمائے الٰہی کے اور کوئی سبب نہیں۔ اور اسمائے الٰہیہ میں سے ہر ایک
اسم ایسا ہے کہ عالم اُس کی طرف محتاج ہے۔ عام اس سے کہ وہ اسم
اعیان موجودہ سے ہو یا عین ذات حق ہو۔ اس واسطے حق تعالیٰ نے
فرمایا یاایھا الناس انتم الفقراء الی اللہ واللہ ھوالغنی الحمید
اے لوگو! ۔ تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ ہی غنی اور جمیع صفات
کے لحاظ سے قابل تعریف و حمد ہے۔ یہ بات ظاہر ہے۔ ہم لوگوں
میں بعض کو بعض کی حاجت ہے۔ اس واسطے ہمارے اسما یا ہماری ذات
میں اللہ تعالیٰ ہی کے اسما ہیں۔ کیونکہ اسی کو صرف احتیاج و افتقار ہے۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو نہم

اور ہمارے اعیان نفس الامر میں اُسی کے اظلال ہیں۔ اُس سے غیر نہیں ہیں۔ حق تعالیٰ باعتبار اطلاق وحقیقت کے ہماری عین ذات ہے۔ اور باعتبار تقیید وتشخص وہ ہماری عین ہویت وذات نہیں۔ پس وہ ایک اعتبار سے عین ہوا اور ایک اعتبار سے غیر ہوا۔

ہم نے طریقۂ معرفت حق تعالیٰ ہموار و درست کر دیا۔ اب تم خوب غور وفکر کرو۔ اللہ حق کہتا ہے اور وہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

ترجمہ

فصوص الحکم

جزو دوم

(۱۰) فصِّ حکمتِ احدیہ بکلمۂ ہودیہ

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

تمہید

فص ہودیہ کی شرح کرنے سے پہلے میں چند امور بیان کر دیتا ہوں جن کے سمجھنے سے اس فص کی شرح میں بڑی سہولت ہوگی۔

یہ ظاہر ہے کہ ہر شے ہر چیز کا عین ثابتہ۔ جو معلوم الٰہی ہے۔ اور ہر شے کی حقیقت خاصہ ہے۔ ایک دوسرے سے متباین ہے۔ ورنہ عالم کی یہ رنگا رنگی و بوقلمونی نہ رہے گی۔ یہ بھی پوشیدہ نہیں ہے کہ جزئی حقیقت پر جزئی تجلی اور کلی حقیقت پر کلی تجلی ہوتی ہے۔ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ حقیقت شے کچھ اور ہو اور تجلی الٰہی کچھ اور قسم کی ہو۔ صوفیہ کے محاورے میں تجلی کو رب اور عین ثابتہ کو مربوب کہتے ہیں۔ کلی طور سے ازل سے ابد تک تمام عالم پر جو تجلی ہے اس کو رب الارباب کہتے ہیں۔ غرضکہ رب و مربوب میں تلازم توافق اور تناسب ہے۔ جب عین ثابتہ پر تجلی حق ہوتی ہے، تو عین ثابتہ عالم خارج میں۔ دنیا میں نمایاں ہوتا ہے موجود فی الخارج ہوتا ہے۔ اور عین موجودہ یا عین خارجی یا صرف عین کہلاتا ہے۔ چونکہ ہر شے دوسری شے سے مغائر ہے۔ لہٰذا ایک شے کو موجود کرنے والی تجلی بھی دوسری شے کو موجود کرنے والی تجلی سے مغائر ہے۔ خوب یاد رکھو کہ یہ تجلیات

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

اعیان ثابتہ اور ذات واسمائے الٰہیہ کے درمیانی نسبتیں ہیں مختلف ذوات نہیں ہیں۔ یہی تو کفار کی سمجھ میں نہیں آیا اور وہ کہنے لگے اجعل الآلھۃ الٰھا واحدا ان ھذا الشیٔ عجاب۔ کیا سب دیوتاؤں کو انھوں نے ایک ہی خدا بنا دیا۔ یہ تو بڑی عجیب شے ہے۔ اور سیکڑوں دیوتاؤں کے قائل ہو گئے۔ اور بت پرستی میں گرفتار ہو گئے۔ العیاذ باللہ بہرحال ہر عین ثابتہ کو اُس کے رب سے مناسبت ہے۔ جو دوسرے عین کے رب سے نہیں۔ اسی طرح ہر رب کو یعنی تجلی خاص کو اُس کے مربوب یعنی عین سے جو مناسبت ہے وہ دوسرے کے عین اور دوسری تجلی کے مربوب سے نہیں ہے۔ یہی معنی ہیں اس قول کے کہ ہر مربوب اپنے رب کے پاس مرضی ہے۔ گو دوسرے مربوب کے پاس مقبول نہ ہو۔ پس مربوب ضال یعنی گمراہ شان مضل کا مقبول و مرضی ہے۔ گو شان ہادی کے پاس مقبول نہ ہو۔ اس تقریر پر اپنے رب کے پاس ہر شے مقبول ہی مقبول ہے۔ مگر عام طور سے مرضی و مقبول اُس بندے کو کہتے ہیں۔ جس میں خیر کثیر ہو۔ جس سے اکثر اسمائے الٰہیہ نمایاں ہوں۔ اسی طرح صراط مستقیم وہ ہے جو خیر کثیر پر مشتمل ہو۔ گو کہ ہر ایک کا راستہ جدا ہے۔ اُس کی حقیقت کے اقتضاآت جدا ہیں۔ اُس پر ہونے والی تجلی کے آثار جدا ہیں۔ اور جو کچھ ہو رہا ہے بالکل درست و حق۔ حکمت کے اقتضا کے مطابق ہو رہا ہے۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

فصِ حکمتِ احدیہ

بکلمۂ ہُودیہ

اِنَّ لِلّٰہِ الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِیْم ظَاہِرٌ غَیْرُ خَفِیٍّ فِی الْعُمُوْم

بیشک سیدھا راستہ اللہ ہی کا ہے۔ ظاہر ہے۔ یہ نہیں کہ سب سے مخفی ہے۔ یا بالکل مخفی ہے۔

فِیْ کَبِیْرٍ وَصَغِیْرٍ عَیْنُہٗ وَجَہُوْلٍ بِالْاُمُوْرِ وَعَلِیْم

ہر چھوٹی بڑی چیز میں اُس کی ذات حقہ ہے۔ نادان، دانا، عالم و جاہل سب میں اُس کی ذات مقدسہ ہے۔

وَلِہٰذَا وَسِعَتْ رَحْمَتُہٗ کُلَّ شَیْئٍ مِنْ حَقِیْرٍ وَعَظِیْم

یہی وجہ تو ہے کہ رحمت جس کی وجہ سے وجود ملتا ہے ہر شے کو اعلیٰ کمتر کی احدیت ہے خواہ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ۔

وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ اِلَّا ھُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْم

ہر شخص جو زمین میں چلتا ہے۔ اُس کا ایک فطری مقصد ہوتا ہے۔ جو اُس کے معین ثابتہ کا مقتضا ہوتا ہے۔ میرے رب کے ہاتھ میں سب کے

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزودوم

موئے پیشانی اور رب کی چوٹی ہے۔ بیشک میرا رب صراط مستقیم پر ہے۔ جو کچھ کرتا ہے۔ اقتضائے عین ثابتہ کے مطابق کرتا ہے۔

پس ہر شخص بلکہ ہر شے جو راستہ چلتی ہے، جو کام کرتی ہے، وہ اپنی فطرت کے موافق کرتی ہے۔ اور اُس تجلی سے کرتی ہے جو اُس کے عین پر ہوتی ہے۔ پس ہر چلنے والا اپنے رب کے سیدھے راستے پر ہے۔ پس وہ اس وجہ سے اپنے رب کے پاس نہ مغضوب ہی ہے نہ ضال و گمراہ جیسے ضلال و گمراہی عارضی ہے ایسے ہی غضب الٰہی بھی عارضی ہے اور مآل غضب کا رحمت ہے۔ جس کو سب کی سمائی ہے۔ اور رحمت کو سب پر سبقت ہے۔ رحمت کے اقتضاء سے پیدا ہوا۔ رحمت کے دامن میں پرورش پاتا ہے۔ رحمت ہی کی طرف سب کا انجام ہے۔ کافر دوزخ میں بھی رہیں تو موجود ہونا۔ وجود کا عطا ہونا رحمت کا تقاضا نہیں ہے تو کیا ہے؟۔

حق تعالیٰ تو کامل ہے۔ ناقابل ترقی ہے۔ اس کے سوا جو کچھ ہے اپنے کمال ذاتی کی طرف حرکت کرتا ہے۔ لہٰذا وہ بھی دابہ میں یعنی چلنے والے میں داخل ہے۔ ممکن بذاتہٖ کیا حرکت کرے گا؟۔ اس میں روح ہے تجلیٔ الٰہی ہے۔ جو اُس کو اُس کے کمال فطری کی طرف لے چلتی ہے۔ پس ہر ایک میں روح ہے۔ اور خود بخود حرکت نہیں کرتا بلکہ اُس کو دوسرا لے چلتا ہے۔ اُس کی حرکت بالتبع ہے بالعرض ہے۔ وہ کون ہے؟۔ وہ ذات حق ہے۔ جو صراط مستقیم پر ہے۔ راستہ تو اُسی وقت ملتا ہے جب اُس پر چلیں سہ

اِذَا دَانَ لَكَ الْخَلْقُ فَقَدْ دَانَ لَكَ الْحَقُّ

جب خلق نے تیری اطاعت و فرماں برداری کی۔ تو اُس کے رب نے جس کے ہاتھ میں اُس کے موئے پیشانی ہے۔ اور اُس کو سیدھے فطری راستے پر لے جا رہا ہے اُس نے بھی موافقت کی۔

وَاِنْ دَانَ لَكَ الْحَقُّ فَقَدْ لَا يَتْبَعُ الْخَلْقُ

جب خدا تیرے موافق ہوتا ہے۔ اور تجلی فرماتا ہے۔ اور اسرار کو منکشف کر دیتا ہے تو بعض خلق اُس کو قبول نہیں کرتی۔ جیسے کافر انبیاء کی وحی کو

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جلد دوم

قبول نہیں کرتے۔

فَحَقِّقْ قَوْلَنَا فِيهِ فَقَوْلِي كُلُّهُ حَقٌّ

اس مسئلے میں ہمارے قول کو حق سمجھو۔ میرا یہ قول بالکل حق ہے۔

فَمَا فِي الْكَوْنِ مَوْجُودٌ تَرَاهُ مَا لَهُ نُطْقٌ

موجودات میں کوئی ایسا موجود نہیں جس کو تم دیکھتے ہو کہ اس کو نطق نہ ہو۔ اور ہر شے خدا کی تسبیح کرتی ہے مگر تم نہیں سمجھتے۔ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ۔ کوئی شے ایسی نہیں ہے جو خدا کی تسبیح نہ کرتی ہو۔ مگر تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔

وَمَا خَلْقٌ تَرَاهُ الْعَيْنُ اِلَّا عَيْنُهُ حَقٌّ

ہر خلق جس کو آنکھ دیکھتی ہے۔ وہ ذات حق سے منتفی و ممتنع سمجھی جاتی ہے۔ پس خلق بلحاظ حقیقت عین حق ہے اور بلحاظ صورت غیر حق ہے۔

وَلٰكِنْ مُّوْدَعٌ فِيْهِ لِهٰذَا صُوْرَةٌ حَقٌّ

حق خلق میں ودیعت و امانت ہے۔ جیسے مطلق مقید میں۔ لہذا خلق کی صورتیں تجلیات الٰہی کے ڈبے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ علوم الٰہی ذوقی اہل اللہ کو حاصل ہیں۔ وہ قوائے کے اختلاف سے جو ان علوم سے حاصل ہوئے ہیں مختلف ہیں۔ حالانکہ ان سب کا مرجع ایک ہی عین و ذات حقہ ہے۔ حدیث قدسی سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میں اس کی سماعت ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی بصارت ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اور میں اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اور میں اس کا پیر ہو جاتا ہوں، جس سے وہ چلتا ہے۔ اس حدیث میں مذکور ہے کہ حق کی ہویت و ذات ان جوارح اعضا کا عین ہے۔ اور یہ جوارح بندوں کے عین ہیں۔ پس ذات بالذات اور ہویت حقہ ایک ہی ہے۔ اور جوارح و اعضا مختلف ہیں۔ ہر عضو جس کو جارحہ کہتے ہیں۔ ایک علم ذوقی و ادراک خاص سے مختص ہے۔

khatmenabuwat Android Application

جزو دہم

اور یہ کل علوم ہر ہر عضو کے ایک ہی عین وذات وصورت سے ہیں۔ اور بجوارح واعضا کے اختلاف سے وہ علوم بھی مختلف ہوتے ہیں۔

جیسے پانی کی حقیقت ایک ہے۔ لیکن مقامات اور جگہوں کے اختلاف سے وہ مزے میں مختلف ہوتا ہے۔ کیونکہ کہیں کا پانی شیریں اور پیاس بجھانے والا ہے۔ اور کہیں کا پانی شور اور کھاری ہے۔ مگر ہر حال میں وہ پانی ہی رہتا ہے۔ اور اپنی حقیقت سے نہیں بدلتا۔ اگرچہ اس کے مزے بدلتے رہتے ہیں مگر ماہیت وہی رہتی ہے۔

اور یہ حکمت ارجل واقدام ہے۔ یعنی سلوک وعمل سے متعلق ہے۔ اور یہ علم سلوک ثابت ہے۔ قولہ تعالیٰ لاکلوا سے یعنی غذائے روحانی اُس شخص کے لیے ہے جو کتب الٰہی کو قائم کرے۔ اُس پر عمل کرے۔ پوری آیت یہ ہے ولو انہم اقاموا التوراة والانجیل وما انزل الیہم من ربہم لاکلوا من فوقہم ومن تحت ارجلہم۔ تفسیر اگر یہود ونصاریٰ تورات وانجیل کو قائم کرتے۔ اور ان کے احکام بجالاتے اور ان پر عمل کرتے تو ان کو اوپر سے غذا ملتی مثلاً درختوں کے پھل اور نیچے سے غذا ملتی مثلاً ترکاریاں اور خیر وبرکت حاصل ہوتی۔

اعتبار۔ اگر وہ تورات وانجیل پر عمل کرتے۔ اور ان کے حقائق ومعانی میں تدبر کرتے اور غور وفکر کرتے۔ تو ان کے اوپر سے علوم الٰہیہ ان کے ارواح پر فائض ہوتے۔ اور ان کے نیچے سے علوم سلوکیہ ان کی غذا ہوتی۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اصل میں اشارۃً ان لوگوں کی شان میں ذکر فرمایا۔ جن پر اس نے حکم کو لکھا۔ اور ان لوگوں نے اس کو قائم نہ کیا۔ اگر وہ لوگ اس کو قائم کرتے تو وہ علوم الٰہیہ سے غذا حاصل کرتے جن کا ان کی روحوں پر فیضان ہوتا۔ اور ان علوم سے وہ پرورش پاتے جو سلوک سے ان کو حاصل ہوتا۔

یہ علوم سلوک ما ارجل واقدام اس لیے ہے کہ طریق جس کے معنی صراط اور راستے کے ہیں وہ سلوک یعنی رفتار اور چلنے پھرنے کے لیے ہے۔ اور چلنا پھرنا بغیر پیروں کے ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور یہ شہود جو موئے پیشانی پکڑ کر

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو دہم

صراط مستقیم فطرت پر لے چلنے میں ہے۔ بغیر سلوک اور عمل کے حاصل نہ ہوتا۔ کیونکہ وہ علوم ذوق و وجدان کے اقسام و فنون میں سے خاص فن ہے۔ واضح ہو کہ "قوم" سامنے سے کھینچنے کو۔ اور "سوق" پیچھے سے ہانکنے کو کہتے ہیں۔ یہاں قوم سے مراد ہر انسان ہے اُس کی فطرت کے مطابق افعال صادر کروانا ہے اور سوق سے مراد اُس کے افعال کے نتائج کی طرف ہانکنا ہے۔ دبور پچھوا مغربی ہوا۔ جو پیچھے سے چلتی ہے۔ شام کو چلتی ہے۔ اس سے مراد ہوا و ہوس۔ خواہشات نفسانی ہے۔ جو بُرے کاموں کے باعث ہوتے ہیں۔ صبا۔ سامنے کی صبح کی ہوا۔ شرقی ہوا۔ اس سے مراد ہوائے عبادت ریاح فتح و نصرت ہے۔ حدیث میں وارد ہے۔ نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَاُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ مجھے صبا سے فتح و نصرت دی گئی۔ اور قوم عاد دبور سے ہلاک کی گئی۔ فَنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ہم مجرموں کو ہانکیں گے یہ مجرمین وہ لوگ ہیں۔ جو اُس مقام کے مستحق ہیں۔ جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اُن کو ہوائے دبور سے ہانکا ہے اور اللہ اُن کو اُن کے نفسوں سے اور ریح دبور ہوا و ہوس سے ہلاک کیا ہے۔ پس حق تعالیٰ اُن کے موئے پیشانی پکڑ کر کھینچتا اور ہوا اُن کو ہانکتی ہے اور یہ ہوا میں اُن کی خواہشات اور ہوائے نفسانی ہیں۔

اور یہ جہنم وہی بُعد ہے جو اُن کے وہم میں تھا۔ اور جب اللہ نے اُن کو اس مقام میں پہنچا دیا تو وہ لوگ عین قرب میں آ گئے۔ اور اُن کے حق میں جہنم کا مسمّٰی اُن سے دور ہو گیا۔ اور استحقاق کے سبب سے نعیم خاص پر فائز ہوئے جو اُن کی فطرت کا مقتضیٰ تھا۔ کیونکہ وہ لوگ گنہگار اور مجرم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو اس مقام ذوقی لذیذ کو احسانًا بلا عمل نہیں دیا بلکہ اُن لوگوں نے اس کو اپنے حقائق کے استحقاق سے اُن اعمال کی وجہ سے لیا ہے جن پر یہ لوگ چلے تھے۔ اور اپنی فطرت کی صراط مستقیم پر دوڑ رہے تھے۔ کیونکہ اُن کے موئے پیشانی ایسے کے ہاتھ میں تھے جو استقامت سے معروف ہے اور وہ لوگ اُس طرف اپنے ظاہری ارادے سے بخوشی و رضا نہیں گئے۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو دوم

بلکہ اپنی فطرت و اقتضائے طبیعت و استعداد عین ثابتہ کی وجہ سے اس طرف جبراً چلائے گئے۔ یہاں تک کہ وہ عین قرب میں پہنچ گئے ونحن اقرب الیہ منکم ولکن لا تبصرون۔ ہم بہت نزدیک ہیں اس سبب سے بہ نسبت تمہارے مگر تم نہیں دیکھتے۔ میت اس واسطے دیکھتی ہے کہ اُس کی آنکھوں سے ایک حد تک پردہ اٹھا دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُس کی بصارت روز قیامت تیز ہوگی۔ قرب و کشف غطائی الجملہ کسی خاص میت سے مخصوص نہیں یعنی قرب وجودی میں شقی سے سعید ممتاز نہیں۔ مگر کافر کو قرب مع علم و رویت نہیں ہوتا ہے کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون ہرگز نہیں بیشک وہ اپنے رب سے اُس دن محجوب ہیں۔

ہم شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ ایک انسان کو دوسرے انسان سے خاص نہیں کیا۔ پس اخبار الٰہی میں خدا کے بندے کے ساتھ قریب ہونے میں کوئی خفا و پوشیدگی نہیں۔ اور کوئی قرب اس سے زائد نہیں ہے کہ حق تعالیٰ کی ہویت و ذات بندے کے اعضا کی عین ہو۔ بندہ کیا ہے؟ یہی اعضا اور قویٰ ہے۔ اس کے سوائے دوسری چیز نہیں۔ پس بندہ وجود و منشا کے لحاظ سے غیر حق نہیں۔ وہی خلق ہیں۔ حق مشہود ہے۔ پس خلق معقول ہے۔ سمجھنے کی بات ہے۔ اور حق تعالیٰ محسوس ہے۔ موجود فی الخارج ہے۔

حق مومنین اور اہل کشف و وجدان کے پاس شہود و مرئی ہے۔ اور جو لوگ ان دونوں مومنین و اہل کشف و وجدان کے سوا ہیں۔ ان کے پاس حق تعالیٰ معقول ہے اور خلق مشہود ہے۔ پس یہ لوگ یعنی غافلین بمنزلہ آب شور کے ہیں۔ اور جماعت اوّل یعنی اہل کشف و وجدان بمنزلہ آب شیریں کے ہے جو پیاس بجھاتا ہے اور پینے والے کو گوارا اور پچتا ہے۔

لوگوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ ہیں جو راستے پر چلتے ہیں۔ اور اُس کی غایت و مقصد کو جانتے ہیں۔ اور دوسرے وہ ہیں جو راستے پر چلتے تو ہیں مگر اُس کی غایت و انجام کو نہیں جانتے۔ حالانکہ اُن کا راستہ بھی وہی ہے جس کو

khatmenabuwat Android Application

جزو دہم

دوسری قسم نے پہچان لیا ہے ؎

دیوانگی پہ میری ہنستے ہیں عقل والے (میدہ آقو) (احمد) تیری گلی کا رستہ پوچھا تیری گلی میں

پس عارف اللہ کی طرف بصیرت و بینش کے ساتھ لوگوں کو بلاتا ہے اور غیر عارف اللہ کی طرف تقلید و جہالت سے بلاتا ہے۔ کیونکہ یہ علم خاص اسفل و سلوک سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ ارجل یعنی ہر شخص سے نیچے ہے اور جو اس سے بھی نیچے ہے تو وہ اسفل السافلین ہے۔ پیر کے نیچے کیا ہے راستہ ہی ہے۔

پس جس نے جان لیا کہ حق عین طریق ہے۔ تو اس نے اصل امر کو اصلی طور سے پہچان لیا۔ کیونکہ وہ اسی ذات جل وعلا میں چلا ہے۔ اس لیے کہ وہی معلوم ہے اور وہی عین سالک و مسافر ہے۔ پس کیا عالم کیا معلوم اس کے سوا کوئی اور چیز نہیں۔

اب اپنی حقیقت کو پہچانو۔ کہ تم کیا ہو۔ اور تمہارا راستہ کیا ہے کیونکہ اصل امر تم کو ترجمان حق کی زبان سے ظاہر و واضح ہو گیا۔ اگر تم سمجھ گئے ہو اور وہ ترجمان حق کی زبان حق ہے مگر اس کو وہی سمجھے گا جس کو حق تعالیٰ سمجھا دے۔ کیونکہ حق تعالیٰ کی بہت سی نسبتیں ہیں۔ اور اس کے مختلف جہات ہیں۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ عاد قوم ہود نے کہا ھذا عارض ممطرنا یہ ابر ہم لوگوں پر برسنے والا ہے۔ تو انھوں نے حق تعالیٰ سے ظن خیر اور گمان نیک کیا۔ اور حق تعالیٰ بندے کے گمان کے پاس ہے جو وہ حق سے رکھتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے اس قول سے لفظ بل سے اضراب کیا اور فرمایا کہ بل ھو ما استعجلتم بہ بلکہ یہ وہی ہے جس کے لیے تم عجلت کر رہے تھے۔ اور ان کو اس خبر سے خبر دی جو قرب میں نہایت ہی تمام و کمال درجے پر ہے۔ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے ان پر بارش بھیجی تو وہ زمین کا حصہ اور تخموں کا سیراب کرنا تھا۔ جو اس میں بوئے گئے تھے اور اس بارش کے نتیجے پر کچھ مدت بعد پہنچیں گے۔ اسی لیے اللہ نے ان سے فرمایا۔ بل ھو ما استعجلتم بہ ریح فیہا عذاب الیم

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جملہ ہم

بلکہ یہ وہ چیز ہے جس کے لیے تم جلدی کر رہے تھے۔ یہ ریح ہے جو ہوا ہے۔ اس میں دردناک عذاب ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے اُن کی راحت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کیونکہ اسی ریح نے اُن کو ان ہیکل تاریک جسمانی اور راستہ دشوار گوار و ناہموار اور حجاب ہائے سیاہ و دبیز سے تقاضائے مغفرت کے لحاظ سے راحت بخشی ہے اور اس ریح میں عذاب ہے یعنی ایسی چیز ہے جس کو وہ آیندہ شیریں اور لذیذ سمجھیں گے۔ جب وہ اُس کو چکھیں گے۔ مگر یہ بالفعل اُن کو ترک مالوفات وجہ باعث ہونے سے ستائے گی۔ اور تکلیف دے گی پھر عذاب اُن کے پاس آ گیا۔ اور اُن کو ہلاک کیا۔ پھر اُس ہوا میں اُن کا مطلوب طبعی و مقصود نظری۔ اس سے زیادہ قریب ہو گیا جتنا اُنھوں نے اُس کو خیال کیا تھا۔

تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا فَأَصْبَحُوا لَا يُرَىٰ إِلَّا مَسَاكِنُهُمْ

پس ہوا نے ہلاک کر دیا۔ ہر چیز کو اپنے پروردگار کے حکم سے۔ پھر وہ قوم ایسی ہو گئی کہ اُس کے گھروں کے سوائے کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔

اعتبار - گھروں سے مراد اُن کے اجسام ہیں۔ جن کو اُن کے ارواح حقیقیہ نے آباد کیا تھا۔ پھر اُن خاص نسبتوں کا وجود باقی نہ رہا۔ اور اُن کے اجسام میں حضرت حق سے وہ حیات خاصہ رہ گئی جس سے پوست۔ ہاتھ۔ پاؤں۔ جوڑوں کے کنارے۔ ران۔ گواہ ہوں گے۔ ان تمام باتوں کے متعلق نصوص الٰہی اور ظاہر و واضح احکام وارد ہو چکے ہیں۔ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات مقدسہ کو غیرت سے موصوف فرمایا ہے۔ اُس کی غیرت ہی کا تقاضا تھا کہ فحش کو حرام کیا۔

اعتبار - فحش کیا ہے۔ وہی جو ظاہر ہو۔ اور فحش باطنی بلحاظ اُس شخص کے ہے کہ جس پر ظاہر ہوا۔ جب خدائے تعالیٰ نے فواحش کو حرام کیا یعنی منع کیا کہ ہم نے جو بیان کر دیا ہے۔ اُس کی حقیقت ظاہر کی جائے۔ وہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عین اشیا ہے۔ اس حقیقت کو غیرت ہی سے چھپایا۔

khatmenabuwat Android Application

وہ جوہر کیا ہے خود تو ہے۔ جو جوہر سے ماخوذ ہے۔ جو غیر ہوتا ہے کہتا ہے۔ سماعت زید کی سماعت ہے۔ عارف کہتا ہے۔ سماعت عین حق ہے۔ اسی طرح باقی تمام قوی اور اعضا بھی عین حق ہیں مگر ہر ایک حق تعالیٰ کو نہیں جانتا۔ یہی وجہ ہے کہ لوگوں میں تفاضل ہے۔ مراتب میں امتیاز ہے۔ پس اس تقریر سے فاضل مفضول سے نیک بد سے جدا اور ممتاز ہو گیا۔

شیخ فرماتے ہیں۔ معلوم رہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم سے لے کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء و رسل صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کے ذوات مجھے دکھا دیے تو میں ایک مقام و مشہد میں قائم کیا گیا تھا۔ یہ واقعہ شہر قرطبہ میں ۵۸۶ھ میں ہوا۔ اس جماعت انبیاء میں سے کسی نے مجھ سے گفتگو نہیں کی مگر ہود نے۔ ہود علیہ السلام نے تمام انبیاء کے جمع ہونے کی وجہ بیان کی کہ شیخ ابن العربی کو قطبیت کی مبارکباد دیں اور یہ کہ شیخ خاتم ولایت خاصۂ محمدیہ ہیں۔

شیخ کہتے ہیں۔ میں نے ہود علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ موٹے تازے آدمی ہیں۔ خوبصورت خوش بیان ہیں۔ عارف حقائق اور ان کے بیان کرنے والے ہیں اور ان کے کشف پر میری دلیل یہ ہے۔ قولہ تعالیٰ
وما من دابۃ الا ھو اخذ بناصیتھا ان ربی علی صراط مستقیم
کوئی چلنے والا نہیں ہے مگر یہ کہ اللہ اس کے موئے سر پکڑے ہوئے ہے۔ میرا پروردگار سیدھے راستے پر ہے۔ خلق کو اس سے زیادہ بڑی اور پوری بشارت کیا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کے احسانات سے ہے کہ ہود کے اس قول کو قرآن شریف میں ہم تک پہنچایا۔

پھر اس احسان کو کامل کر دیا۔ جامع کل محمد اس طرح کہ اللہ کی طرف سے خبر دی کہ وہ عین سمع و بصر و ید و رجل و لسان ہے یعنی وہ عین حواس ہے اور قوائے روحانیہ ہے ہر چند کہ حواس سے بھی اقرب ہے مگر بعید ترین محدود یعنی حواس جسمانیہ محدود و ذکر بیان کا کہ قریب غیر محدود یعنی حواس روحانیہ سے کفایت کیا۔

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جلدوم

ہُودؑ نے اپنی قوم سے جو کچھ کہا تھا اُس کو حق تعالیٰ نے ہماری بشارت کے لیے ترجمہ فرمایا اور رسول اللہؐ نے اللہ کی جانب سے جو قول ہم کو بطور بشارت کے تھا ترجمانی کی۔ پس علم کامل ہو گیا۔ ایسے لوگوں کے سینوں میں جو علم دیے گئے ہیں اور ہماری آیتوں سے جو کافروں کے سوائے دوسرا کوئی انکار نہیں کرتا کیونکہ وہ چھپاتے ہیں گو کہ وہ جانتے ہیں یہ چھپانا حسد و بخل وظلم کی وجہ سے ہے۔

ہم نے خدائے تعالیٰ کے پاس سے خدائے تعالیٰ کے متعلق ہے اور اُس کی طرف رجوع ہونے والی صفات کے بیان میں کوئی آیت کہ خدا نے اُتاری ہو یا حدیث کہ رسول خدا نے بیان کی۔ اور ہم کو پہنچائی ہو نہیں دیکھی مگر محدود خواہ تنزیہ سے ہو خواہ تشبیہ سے۔ سب سے پہلے عما کا مرتبہ ہے کہ اُس کے اوپر ہوا ہے۔ اور اُس کے نیچے ہوا ہے حق تعالیٰ خلق کے پیدا کرنے سے پہلے ایسا ہی تھا۔ عما سے مراد مرتبۂ وحدت ہے جو تمام تفصیلات کا اجمال ہے۔ اور تمام تعینات کا مجملاً جامع ہے۔ تمام قابلیات عینیون کو حاوی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا علی العرش استوی یعنی تخت حکومت پر جلوہ گر ہوا یعنی احدیت کے مرتبے میں ظہور فرمایا جو تمام اسماء و صفات پر مشتمل ہے۔ یہ بھی ایک قسم کی تحدید ہے پھر فرمایا کہ آسمان دُنیا پر نزول اجلال فرماتا ہے پھر فرمایا کہ آسمان میں بھی اُسی کی حکومت ہے اور زمین میں بھی۔ اور یہ بھی فرمایا ہم جہاں کہیں ہوں وہ بھی وہیں ہے۔ یہاں تک کہ اُس نے فرمایا کہ وہ ہمارا عین ہے۔ ظاہر ہے کہ ہم تو محدود ہیں لہٰذا اپنے آپ کو بھی ہمارے لحاظ سے محدود بیان فرمایا۔

لیس کمثلہ شیء بھی محدود ہے۔ اگر کاف زائد ہو۔ اور اس میں معنی معنیٰ نہ ہوں۔ پس یہ آیت بمنزلہ لیس کمثلہ شیء کے ہوئی یعنی اللہ کے جیسا کوئی نہیں۔ اگر ایک شے دوسری محدود شے سے ممتاز و جدا ہو تو وہ بھی محدود ہی ہوئی۔ کیونکہ وہ اس دوسری محدود شے کا عین نہ ہوئی۔ پس تقیید سے مطلق رہنا بھی تقیید ہے۔ اور مطلق الاطلاق سے مقید ہے۔

khatmenabuwat Android Application

جزو دہم

مگر اس کو تو فری نہ فہم سمجھے گا۔ اگر کمثلہ میں کاف بمعنی مثل کے ہو تو بھی تحدید لازم آتی ہے اور اس وقت مقصود یہ ہو گی لیس مثلہ شئی یعنی انسان جو صورت الٰہی پر ہے اس کے جیسا کوئی نہیں ظاہر ہے کہ یہ بھی تحدید ہے اور اگر لیس کمثلہ شئی کے معنی یہ لیے جائیں کہ وہ بے مثل ہے یعنی اس کا مثل ہے ہی نہیں۔ تو بھی اس سے اور اسماء و صفات سمیع بصیر سے ثابت ہے کہ حق عین اشیا ہے۔ اور اشیا تو محدود ہیں اگرچہ ان کے حدود مختلف ہیں۔ پس حق تعالیٰ ہی ہر حد سے محدود ہے۔ جس شے کی تحدید کرو وہ حق موجود ہی کی تحدید ہے وہی تمام مخلوقات و موجودات مبدعات و ممکنات میں ساری ہے۔ اگر حق تعالیٰ کا اشیائے مخلوقات میں سریان نہ ہوتا تو اشیا موجود نہ ہوتے۔ حق تعالیٰ عین وجود ہے۔ وہ ہر شے کا اپنی ذات سے محافظ ہے، اور کسی چیز کی حفاظت اس کو تھکاتی اور اس پر دشوار نہیں۔ حق تعالیٰ کا اشیا کی حفاظت کرنا کیا ہے۔ اپنی صورت کی حفاظت کرنا ہے کہ وہ کہیں غیر کی صورت نہ ہو جائے۔ اس کے سوا کوئی اور بات ہرگز صحیح نہیں۔ پس وہ ہر شاہد میں سے شاہد ہے اور ہر مشہود میں سے مشہود ہے پس عالم حق کی صورت ہے اور حق روح عالم ہے اور اس کا مدبر ہے۔ وہ مع عالم انسان کبیر ہے

فَهُوَ الْكَوْنُ كُلُّهُ وَهُوَ الْوَاحِدُ الَّذِي
قَامَ كَوْنِي بِكَوْنِهِ وَلِذَا قُلْتُ يَغْتَذِي
فَوُجُودِي غِذَاؤُهُ وَبِهِ نَحْنُ نَحْتَذِي

تمام وجود وہی ہے۔ وہ ایک ہی ہے جس کے وجود سے میرا وجہ قیام ہے اسی لیے میں نے کہا کہ وہ سب کو غذا بناتا اور ان کو ہضم کر لیتا ہے۔ میرا وجود اس کی غذا ہے جو اس میں فنا ہو جاتا اور چھپ جاتا ہے۔ اور اس بات میں ہم بھی اس کی اقتدا کرتے ہیں یعنی جب ہم اپنے آپ پر نظر کرتے ہیں تو وہ ہم میں چھپا رہتا ہے۔

فَبِهِ مِنْهُ إِنْ نَظَرْتَ بِوَجْهٍ تَعَوُّذِي

جب اس کو دیکھتا ہوں تو وہ ایک طرح سے میری پناہ ہے۔ جلددوم
واضح ہو کہ ذات احدیت میں کثرت کی گنجائش ہی نہیں۔ اس کے بعد وحدت کا مرتبہ ہے جس میں کثرت بالقوہ ہے۔ اور اس میں تفصیل کی قابلیت ہے۔ ان قابلیات کو شیون الٰہیہ کہتے ہیں۔ اس کے بعد اسما وصفات کی تفصیل کا مرتبہ ہے۔ اس کو واحدیت کہتے ہیں بسیط عقلی صفات سات ہیں جن کو امہات الصفات کہتے ہیں (۱) حیات (۲) علم (۳) قدرت علم کے ذو وجود کا رہیں۔ سمع۔ بصر۔ قدرت کے یہی دو مددگار ہیں۔ ارادہ وکلام۔ یا یوں کہو کہ امہات الصفات سات ہیں (۱) حیات (۲) علم (۳) سمع (۴) بصر (۵) قدرت (۶) ارادہ (۷) کلام۔ علم میں معلومات ہیں ان کو اعیان ثابتہ کہتے ہیں۔ اعیان ثابتہ چونکہ علم الٰہی میں ہیں اس لیے خدائے تعالیٰ کے ساتھ قدیم ہیں اور حق کی مخلوق نہیں۔ وہ مجبول واجب، اور پیدا کرنے کے بعد یا تجلا لازم آتا ہے جبرو اضطرار منافی اختیار ہی ہے۔ اعیان ثابتہ گویا حق تعالیٰ سے طلب وجود کرتے ہیں اور رحمت حق جوش میں آکر عطائے وجود کرتی ہیں۔ اس کو شیخ نے کرب سے تشبیہ دی ہے حق تعالیٰ اعیان ثابتہ کی طرف توجہ کرتا ہے۔ گویا کہ یہ بصر ہے۔ اور اعیان کے تقاضائے ات واستعدادات کو جانتا ہے۔ گویا کہ یہ سمع ہے۔ اعیان کو موجود کرنے کے لیے اپنے اسماء وتجلیات کو متوجہ کرتا ہے یہ قدرت ہے۔ پھر ارادے سے متعین وجود کی طرف توجہ ہوتی ہے پھر کن فرماتا ہے۔ اور یہ کلام ہے۔ اس کے ساتھ ہی مخلوق موجود ہو جاتی ہے۔ کن کے بعد جو مخلوق پیدا ہوتی ہے اس کو کلمۃ اللہ کہتے ہیں۔ آدمی بات کرتا ہے تو سانس اور دم خارج ہوتا ہے گذرتا ہے تو بات بنتی اور کلمہ نکلتا ہے۔ توجہ بوئے تخلیق بمنزلہ نفس رحمانی اور اسمائے الٰہیہ بمنزلہ مخارج کے اور ہر مخلوق بمنزلہ کلمۃ اللہ کے ہے۔ اسی جوشش وکرب کی وجہ سے گویا کہ اللہ تعالیٰ نے تنفس کیا اور سانس لیا۔ اور حق تعالیٰ سے اعیان پر فیض وجود رواں ہوا اور اس کو نفس رحمانی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اسم رحمٰن سے اللہ تعالیٰ رحم فرماتا ہے۔ اور نسب الٰہیہ

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

یعنی اسماء وصفات جو اعیان وحقائق تھے انکا وجود عالم کا تقاضا کرتے تھے جس کو اُس نے پورا کیا۔ صور عالم ظاہر حق ہیں کیونکہ وہی ظاہر ہے۔ اور صورت عالم میں حق تعالیٰ ہی باطن پوشیدہ ہے کیونکہ باطن وہی ہے۔ وہی اول تھا جب حق تعالیٰ تھا اور صور عالم نہ تھے۔ وہی آخر ہے۔ اور عین صور ہے جب صور ظاہر ہوئے۔ پس آخر عین ظاہر ہے اور اول عین باطن ہے وھو بکل شیء علیم وہ ہر شے کا جاننے والا ہے۔ کیونکہ وہ اپنا جاننے والا ہے جب حق تعالیٰ نے فیض رحمانی میں صور عالم کو ایجاد فرمایا اور نسبتوں و اضافتوں کا فتنہ بپا ہوا اُن کی سلطنت وحکومت قائم ہوئی۔ نسبتوں سے مراد اسمائے الٰہیہ ہیں تو عالم کی نسبت حق تعالیٰ سے صحیح ہوئی اور اہل عالم حق تعالیٰ کی طرف منسوب ہوئے۔ پس حدیث قدسی کے ذریعے سے حق تعالیٰ نے فرمایا۔ میں آج تمہاری نسبتوں کو پست کردوں گا اور اپنی نسبت کو بلند کروں گا۔ یعنی نہ تو تمہاری ذات رہے گی نہ تمہارے صفات و افعال۔ بلکہ یہ سب نسبتیں میری طرف رجوع ہوں گی پس میری ہی ذات وصفت وفعل رہیں گے این المتقون کہاں ہیں متقی لوگ جنہوں نے حق تعالیٰ کو اپنا محافظ و سپر بنایا۔ اور حق تعالیٰ اُن کا ظاہر تھا۔ یعنی اُن کے صور ظاہرہ کا عین تھا تمام اہل اللہ کے پاس ایسے لوگ بزرگ تر منزلت و ارجمند قوی تر ہیں۔ کبھی متقی کے معنی لیے جاتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا سپر بنا دے۔ اپنی صورت محسوسہ کے ذریعے یعنی برائی و عیوب کو اپنی طرف لے۔ کیونکہ ذات حق ہی قوائے عبد ہے۔ پس ذات عبد ذات حق کے لیے سپر بن جائے۔ جیسا کہ شہود وکشف اس پر دال ہے۔

تاکہ عالم جاہل سے ممتاز ہو جائے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ کہہ دو کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے دونوں برابر ہوتے ہیں۔ جس کو عقل خالص ہوتی ہے۔ وہی نصیحت پکڑتا ہے۔

khatmenabuwat Android Application

اولی الالباب اور اصحاب عقل ناقص سے وہ لوگ مراد ہیں جو ہر شے میں نظر کریں۔ جو شے سے مطلوب ہے۔ کوتاہی کرنے والے کوشش کرنے والے کے برابر نہیں۔ اسی طرح مزدور غلام کی برابری نہیں کر سکتا۔

حق تعالیٰ بندے کا ایک وجہ سے محافظ اور بندہ بھی حق کا ایک طرح سے محافظ ہے۔ پس اے عارف عالم کے متعلق جو چاہو کہو۔ چاہو تو کہو کہ عالم وخلق، مخلوق و حق کا پیدا کیا ہوا ہے تو صحیح ہے۔ چاہو تو کہو کہ عالم باعتبار اصل وحقیقت حق کے حق وخلق ہے۔ یعنی حق وخلق باہم ملے ہوئے ہیں۔ نہ چاہو تو یوں کہو کہ عالم ہر وجہ سے حق ہے نہ خلق۔ اگر چاہو تو عالم کے متعلق کچھ نہ کہو حیران و ششدر کر بیٹھے رہو۔

غرضیکہ تعینِ مراتب سے مطالب ایک دوسرے سے جدا و ممتاز ہو چکے ہیں۔ اگر تحدید و تعیین نہ ہوتی تو رسل علیہم السلام ظہورِ حق کی صورِ عالم میں خبر نہ دیتے اور نہ اس طرح توصیف کرتے کہ ذاتِ حق واحدیت صور سے پاک ہے۔

فَلَا تَلْحَظُ الْعَيْنُ اِلَّا اِلَيْهِ وَلَا يَقَعُ الْحُكْمُ اِلَّا عَلَيْهِ

آنکھ دیکھتی ہے تو اسی کو دیکھتی ہے حکم لگتا ہے تو اسی پر لگتا ہے۔ کیونکہ معدوم محض پر کوئی حکم نہیں لگ سکتا۔

فَنَحْنُ لَهُ وَبِهِ فِي يَدَيْهِ وَفِي كُلِّ حَالٍ فَاِنَّا لَدَيْهِ

ہم اس کے ہیں اس سے قائم ہیں اسی کے تحت تصرف ہیں اور ہر حال میں اس کے پاس ہیں اسی وجہ سے کوئی تعینِ مراتب سے انکار کرتا ہے۔ کوئی اس کی معرفت رکھتا ہے کوئی تنزیہ احدیتِ ذات کرتا ہے۔ کوئی توصیف واحدیت کرتا ہے۔ جس نے حق کو حق سے حق میں چشمِ حق سے دیکھا وہ عارف ہے۔ اور جس نے حق کو حق سے حق میں دیکھا مگر اپنی ذاتی آنکھ سے دیکھا وہ عارف نہیں۔ اور جس نے حق کو نہ دیکھا نہ حق سے نہ حق میں اور انتظار کرتا رہا کہ حق کو اپنی آنکھ سے دیکھے وہ جاہل ہے غافل ہے۔

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/
khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

حاصل کلام یہ ہے کہ ہر شخص کا حق تعالیٰ کے متعلق ایک عقیدہ ہوتا ہے۔ اُسی عقیدے کے ساتھ حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا اور اُسی کو طلب کرتا ہے جب اُس کے سامنے حق تعالیٰ کی تجلی ہوتی ہے اور اس کے عقیدے کے موافق ہوتی ہے تو اُس کو پہچانتا اُس کا اقرار کرتا ہے اگر اُس کے عقیدے کے خلاف تجلی ہوتی ہے تو انکار کرتا ہے اور اُس سے پناہ مانگتا ہے جو اپنی دانست میں حق تعالیٰ کا ادب کر رہا ہو جیسا کہ پہلے بیان کر چکا ہے کوئی شخص کسی معبود کا معتقد نہیں ہوتا مگر یہ کہ اپنے دل میں پہلے اُس کو بنا نہ لیتا۔ پس جتنے معبود ہیں دل کے بنائے ہوئے ہیں۔ ہر خدا پرست نے اپنے نفس اور اپنے خیالات کے سوا کچھ نہ دیکھا۔

علم و معرفت حق میں لوگوں کے مراتب ہیں اگر دیکھو گے تو یہی مراتب روز قیامت رویت و دیدار میں ویسے ہی یعنی ظاہر ہوں گے بصورت بصارت بھی۔ اس کی وجہ اور سبب کو تم میں نے بیان ہی کر دیا۔ دیکھو اپنے کو اس بات سے بچاؤ کہ کسی مخصوص قید سے مقید ہو جاؤ اور ما سوا سے انکار کر بیٹھو کہ تم سے خیر کثیر فوت ہو جائے۔ بلکہ امر واقعی نفس الامری ہی کا فوت ہو جائے تم اپنی ذات میں معتقدات کی صورتوں کا ہیولیٰ بن جاؤ۔ جو صورت ہے قبول کر لو کیونکہ اللہ تبارک تعالیٰ اس سے وسیع تر و عظیم تر ہے۔ کہ کوئی ایک عقیدہ اُس کو حصر کرے اور دوسرا اُس سے بالکلیہ بے خبر رہا ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فاینما تولوا فثم وجه الله یعنی تم جدھر منہ پھیرو اُس طرف وجہ اللہ ہے۔ یہ نہیں کہ ایک جہت کا ذکر کیا ہو اور دوسری کو چھوڑ دیا ہو بلکہ فرمایا کہ اُسی طرف وجہ اللہ ہے۔

وجہ شے سے مراد اُس کی حقیقت اور ذات ہے۔ حق تعالیٰ نے اس قول سے عارفین کے قلوب کو متنبہ کر دیا کہ کہیں حیات دنیا کے عوارض ایسے شہود حال حق سے باز نہ رکھیں کیونکہ معلوم نہیں کہ کس دم میں روح پرواز ہوتی ہے۔ بعض دفعہ غفلت میں روح قبض ہو جاتی ہے بھلا ایسا غافل۔ اُس شخص کے کیا برابر ہو گا جس کی روح حال حضور میں قبض ہوتی ہے۔ یہ بات بھی مخفی نہ رہے کہ عبد کامل آیت فاینما تولوا کے معنی سمجھتا ہوا بھی صورت ظاہر و حال عقیدہ میں لازم سمجھتا ہے کہ مسجد حرام یعنی قبلے کی طرف اپنا منہ کرے اور دل میں اعتقاد رکھتا ہے کہ نماز کی حالت میں حق تعالیٰ جہت قبلہ میں ہے قبلہ بھی اینما تولوا فثم وجه الله میں کے مراتب میں سے ایک مرتبہ ہے پس جہت مسجد حرام بھی انہی مراتب میں سے ایک ہے۔

khatmenabuwat Android Application

اس جہت میں یہی وجہ اشد ہے۔ مگر یہ نہ سمجھو کہ وہ صرف اسی جہت میں ہے بلکہ جہاں پاؤ ایمان ٹھیر جاؤ۔ جزو دہم
دیکھو ادب یہ ہے ہمیشہ پیش نظر رکھ کر مسجد حرام کی طرف منہ کر کے اس کا بھی ادب کرو کہ
کہیں ذات حق کو ان مخصوص مقامات میں محصور کر دو۔ وہ مقامات بھی قبلہ بنانے میں مقصود
کے جہات سے ہے۔ اس سے تم کو معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ہر قبلہ کی توجہ میں ہے۔ توجہ اور
منہ کرنے سے کیا مراد ہے۔ عقیدہ وہ اعتقاد ہے۔ ہر ایک کی ایک لحاظ سے راحت
اور مصائب الم رسانی ہے۔ ظاہر ہے کہ مصائب الم انسان کو اجر دے گا۔ اور وہ ماجور ہو گا۔
اور ماجور سعید و خوش بخت ہے۔ اور سعید اپنے رب کے پاس مرضی و مقبول ہے۔
اگرچہ آخرت میں تھوڑے زمانے کے لیے مصائب متفاوت اٹھائے۔ یہ ہم کو
معلوم ہے کہ دنیا میں بعض خاصان حق کو امراض بھی آئے رنج و غم بھی پہنچے حالانکہ
ہم کو معلوم ہے کہ وہ سعید ہیں۔ اہل حق ہیں۔ بعض اللہ کے بندے ایسے بھی ہیں کہ
ان کو آخرت میں ان کی فطرت کے مطابق دائرہ جہنم میں دکھ و غم پہنچیں گے۔
حالانکہ ان اہل علم کو یقین ہے جن کو حقائق و احوال و اقتضاآت کا کشف صحیح ہے کہ
دار آخرت میں ان کے لیے نعمت خاص بھی ہے۔ کیونکہ بیت الخلا کے کیڑوں کو
بیت الخلا ہی میں رہنا ضرور ہے وہ گلاب کی خوشبو سے مر جاتے ہیں ؎

در گراں باری بود آسایش حمال را

ان کی نعمت خاص دو راہ سے ہے۔ اول دنیا کی کشمکش سے چھوٹے۔ اس
کشمکش سے چھوٹنا بھی ایک قسم کی راحت ہے۔ سزایاب کے حق میں حوالات
کی حالت سے نکلنا بھی راحت ہے۔ دوم اہل جنت کی نعمت جدا قسم کی ہے
اور اہل دوزخ کی نعمت ایک دوسرے ہی قسم کی ہے واللہ اعلم و علمہ اتم۔

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/
khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

ترجمہ

فصوص الحکم

جزو یازدہم

(۱۱) فصِّ حکمتِ فتوحیۃ بکلمۂ صالحیہ

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

تمہید

فرد وہ ہے جو دو پر تقسیم نہ ہو۔ اور زوج وہ جو دو پر تقسیم ہو۔ واحد کو مبدأ سے اعداد کہتے ہیں اور فرد نہیں کہتے۔ پہلا فرد تین ہے اور دوسرا فرد پانچ ہے۔ علیٰ ہذا القیاس مسئلہ تکوین خلق اس طرح پر ہے کہ ذات حق عالم ہے عین ثابتہ معلوم ہے جو ذات حق سے بتوسط فیض اقدس علم میں متمایل و ثابت ہوا ہے۔ عالم و معلوم میں ارتباط کا نام علم ہے۔ حق تعالیٰ عین ثابتہ کو کن کا حکم دیتا ہے۔ اس کے مقابل عین ثابتہ جو معلوم حق ہے قول کن کو سنتا ہے۔ اور امتثال امر کرتا ہے یعنی موجود ہو جاتا ہے صوفیہ بلکہ عام محاورے میں وجود "وجود خارجی" کو کہتے ہیں۔ وجود علمی کو "ثبوت" کہتے ہیں۔ فلاں شے معدوم سے موجود ہو گئی یعنی پہلے موجود فی الخارج نہ تھی اب موجود فی الخارج ہو گئی ہے۔ گو پہلے علم میں موجود رہا کرے۔ اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ تکوین۔ خلق یا تخلیق تثلیث پر مبنی ہے۔ یعنی دو چیزوں کے ملنے سے ان میں ارتباط پیدا ہونے سے مرکب پیدا ہوتا ہے۔ حدوث مرکب کی صفت ہوتی ہے جو کہ اجزا کی مثلاً بتوسط اوسط اصغر و اکبر کے متحد ہونے سے نتیجہ کا علم حاصل ہوتا ہے جیسے عالم متغیر ہے اور ہر متغیر حادث ہے تو عالم حادث ہے یہاں عالم اصغر ہے اور حادث اکبر ہے۔ متغیر دونوں کو ربط دینے والا

khatmenabuwat Android Application

اوسط ہے اور عالم حادث ہے، نتیجہ ہے۔ جو اصغر و اکبر کے ارتباط سے حادث ہوتا ہے۔

اس مقام پر شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے منطق کے کچھ مسائل چھیڑ دیے ہیں لہذا مجھے بھی لازم ہو گیا کہ ان کی تشریح مختصر طور سے کر دوں تاکہ سمجھنے میں دقت نہ ہو۔

انسان و ناطق دونوں متساوی ہیں۔ اور ایک کا دائرہ دوسرے کے دائرے پر منطبق ہوتا ہے۔

انسان اور فرس دونوں متبائن ہیں ایک کا دائرہ دوسرے کے دائرے سے بالکلیہ جدا ہے۔

انسان خاص ہے یعنی جزئی کلی ہے اور اس کا دائرہ چھوٹا ہے۔
حیوان عام ہے اس کا دائرہ بڑا ہے یا انسان و غیر انسان کو حاوی ہے۔

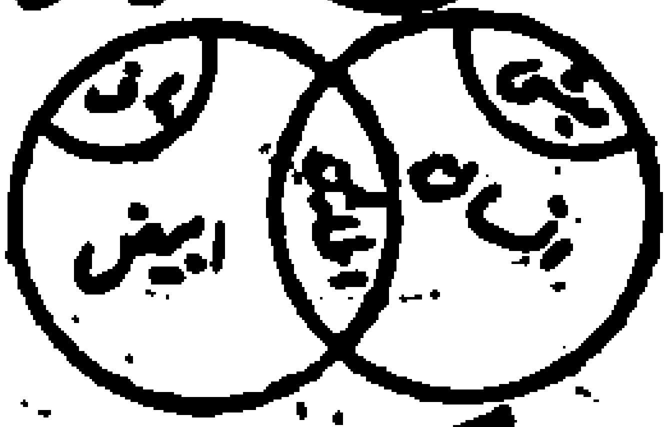

انسان و ابیض میں عموم من وجہ ہے ہر ایک کا دائرہ دوسرے سے کچھ ملتا ہے۔ اور کچھ جدا ہوتا ہے۔
الطالیبی ابیض بھی ہے اور انسان بھی حبشی انسان تو ہے مگر ابیض نہیں۔ برف ابیض ہے مگر انسان نہیں۔ دعوے یا نتیجے کا محکوم علیہ (مبتدا و موضوع یا سبجکٹ) کو اصغر یا حد اصغر کہتے ہیں۔ اس قضیے (جملے یا سنٹینس) کو جس میں اصغر ہے صغریٰ کہتے ہیں۔

دعوے کے محکوم (خبر محمول۔ یا پریڈیکیٹ) کو اکبر یا حد اکبر کہتے ہیں اور جس میں اکبر رہتا ہے۔ اس جملے کو کبریٰ کہتے ہیں۔ وہ کلمہ (یا حد یا لفظ) جو صغریٰ و کبریٰ دونوں میں مشترک طور سے پایا جاتا ہے۔ اوسط یا حد اوسط کہلاتا ہے۔

شکل اوّل سب سے واضح اور بدیہی طور سے نتیجہ بخش یا منتج ہے۔ پہلی شکل میں صغریٰ میں اوسط اصغر پر محمول ہوتا ہے اور کبریٰ میں اکبر کا موضوع رہتا ہے اس طرح ا ب ہے۔ ب ج ہے تو ا ج ہے ا اصغر ہے ب اوسط جو مکرر ہے گر جاتا ہے اور ا ج رہ جاتا ہے۔

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

پہلی شکل میں صغریٰ کا مثبت یا موجبہ ہونا اور کبریٰ کا کلیہ ہونا شرط ہے۔
اگر صغریٰ موجبہ نہ ہو یا کبریٰ کلیہ نہ ہو تو نتیجے کا صحیح نکلنا ضرور نہیں۔ کبریٰ میں دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اوسط کے تمام افراد پر اکبر صادق آتا ہے۔ اور صغریٰ میں بیان کیا جاتا ہے کہ اصغر افراد اوسط سے ہے۔ تو ظاہر ہے کہ اکبر اصغر پر صادق آئے گا ہی۔ ان دوائر پر غور کرو۔ نتیجہ بداہتۃً صحیح و درست ہوگا۔

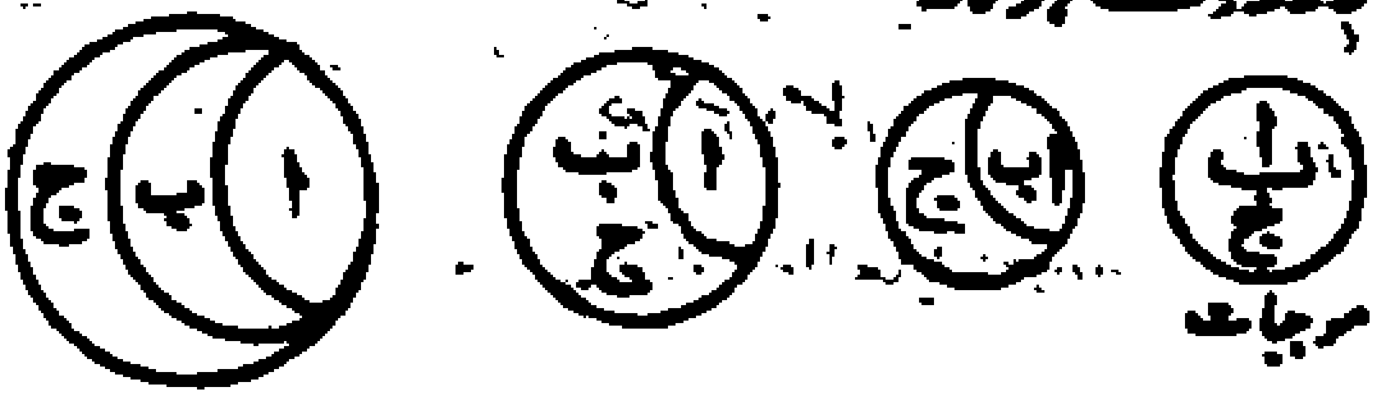

نتیجہ ا ج ہے۔

شیخ نے اس مقام پر ایک اور مسئلہ بیان فرمایا ہے کہ خیر و شر سب بندے کی طرف سے ہے۔ قرآن شریف میں تین آیتیں ہیں (۱) لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت ہر نفس کے لیے وہی شے خیر و مفید ہے جو اس نے کسب کیا۔ وہ اس کے لیے وہی شے شر و مضر ہے جو اس نے کیا اور کمایا (۲) ما اصابک من حسنۃ فمن اللہ وما اصابک من سیئۃ فمن نفسک تجھ کو جو بھلائی پہنچتی ہے۔ وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اور جو برائی پہنچتی ہے وہ تیری طرف سے ہے (۳) قل کل من عند اللہ تم کہو سب خدا کے پاس سے ہے۔

اس مسئلے کی تحقیق یہ ہے کہ ہر شخص کا جیسا عین ثابت اور اس کی طبیعت ہوگی ویسا ہی کام وہ کرے گا۔ خدائے تعالیٰ تو اس کی فطرت اور طبیعت کے اقتضا آت کو نمایاں اور موجود کرتا ہے۔ لہٰذا بھلا کیا تو تم نے۔ اور برا کیا تو تم نے۔ خدا پر کیا الزام۔ یہ توجیہ ہے لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت کی۔

روتا ہے تو اپنے کو رو دوست

تو نے دیا جو میں نے مانگا (حسرت) تھا تیرا کمال فی سوالی

برا بھلا ہم کرتے ہیں — منشا کیونکہ طبیعت ہے
دیتا ہے ہر اک کو حکیم (حسرت) جس کی جیسی فطرت ہے

یہ بات بھی ظاہر ہے کہ موجودات اسمائے الٰہی کے جلوے ہیں۔ کیونکہ

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

موجود بالذات صرف ذات حق ہے۔ عین ثابتہ و فطرت مخلوق کے مواقف تمام آثار ظاہر ہوں گے۔ آئینے کی جیسی استعداد ہوگی ویسا ہی اس سے انعکاس ہوگا۔ وہی شے زیادہ اچھی ہوگی جو اسمائے الٰہیہ کو زیادہ منعکس کرے گی۔ لہٰذا خیر تو وجود الٰہی سے ہوتا ہے اور شر عدم انعکاس اسمائے الٰہی اور ناقص استعداد سے ؎ جزو یازدہم

شریت سب عدم سے ہے ہست میں سب خیریت ہے
فہم میں جو شر آتا ہے (حسرت) مرجع اس کا اضافت سے ہے

یہ ہے توجیہ ما اصابک من حسنۃ فمن اللہ وما اصابک من سیئۃ فمن نفسک کی۔

یہ بات بھی ظاہر ہے کہ اگر خدائے تعالیٰ خلق و تکوین نہ فرمائے تو کچھ بھی نمایاں نہ ہوگا۔ نہ کسی کا خیر ہی نمایاں ہوگا نہ کسی کا شر ہی ظاہر ہوگا۔ پس تینوں آیتیں اپنے اپنے مقام پر قائم ہیں ؎

خیر سے خیر ہی ہوتا ہے (حسرت) بدفہمی میں شرارت ہے

یہ ہے توجیہ قل کل من عند اللہ کی۔

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

فصِ حکمتِ فتوحیہ
کلمۂ صالحیہ کے بیان میں

مِنَ الآیاتِ آیاتُ الرَّکائب　　　وذلک لاختلافٍ فی المذاهب

بعض معجزات سے سواریوں کے معجزات بھی ہیں اور یہ اس لیے کہ راستے مختلف ہیں۔

صالح علیہ السلام کو ناقے کا معجزہ ملا کہ وہ آپ کی دعا سے پہاڑ میں سے نکل آئی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو براق ملا۔ اعمال، ارواح حیوانی کی سواری ہیں اور ارواح حیوانی مرکب نفوس ناطقہ کے ہیں اور اعیان ثابتہ مرکب تجلیات الٰہیہ کے ہیں ہر ایک کا ایک راستہ ہے جس پر وہ چلتا ہے۔

فمنهم قائمون بها بحقٍّ　　　ومنهم قاطعون بها السباسب

بعض تو سواریوں کو لے کر حق تعالیٰ کے پاس پہنچ گئے ہیں اور حال وصول میں ہیں۔ اور بعض ان سواریوں کے ذریعے سے میدان طے کر رہے ہیں۔ اور حال سلوک الی اللہ میں ہیں۔

فاما القائمون فاهل عینٍ　　　واما القاطعون هم الجنائب

جو حالت حصول وصول پر قائم ہیں یعنی صاحب استعداد ہیں کہ [illegible] ایسی [illegible] جانب ہیں

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جدید اہم

وَكُلٌّ مِنْهُمْ يَأْتِيهِ مِنْهُ فُتُوحُ غُيُوبِهِ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ

ہر ایک کو حق تعالیٰ سے پہنچتے ہیں غیب کے فتوحات ہر جانب سے۔

سالکین کو سیر الی اللہ ہے تو واصلین کو سیر فی اللہ ہے۔

تم جانو۔ اوفقک اللہ تعالیٰ دُنیا کا کام واقع نفس الامر میں فردیت اور طاق ہونے پر مبنی ہے۔ چونکہ واحد مبدائے عدد ہے اور عدد نہیں ہے اس لیے عدد کی تعریف یہ ہے کہ وہ حاشیتین کے مجموعے کا نصف ہوتا ہے۔ مثلاً دو کے دو حاشیے ایک اور ۳ ہیں۔ ان کا مجموعہ چار ہے ان کا نصف ۲ ہے یا مثلاً ۳ کہ ۲+۴ / ۲ = ۳ چونکہ (۱) کے حاشیتین ہی نہیں لہذا وہ عدد نہیں بلکہ مبدائے عدد ہے۔ اور پہلا فرد ۳ ہے دوسرا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔

اسی فردیت الٰہیہ سے مراد عالم و معلوم اور علم ہے عالم ذات حق ہے معلوم عین ثابتہ ہے۔ علم ذات حق اور عین ثابتہ میں ارتباط ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَنْ نَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہمارا قول کسی چیز کو جب اُس کے پیدا کرنے کا ارادہ کریں تو اُس کو کہہ دیتے ہیں۔ کُن یعنی ہو جا۔ اور وہ چیز ہو جاتی ہے۔ دیکھو یہاں ذات حق ہے۔ اس کا ارادہ اور قول کُن ہے۔ اگر ذات نہ ہوتی یا ارادہ نہ ہوتا۔ یا قول کُن نہ ہوتا تو کچھ بھی مخلوق نہ ہوتا۔ ارادہ کیا ہے۔ کسی چیز کے پیدا کرنے کے لیے۔ نسبت توجہ خاص اس فردیت خالقیہ کے مقابل کے میں فردیت خلوقیہ ہے جس سے تکوین اور شے کا موصوف موجود ہونا صحیح ہوا۔ اور وہ ذات شے یعنی عین ثابتہ ہے۔ اور اُس کا قول کُن کو سننا اور اُس کا امر موجد جل مجدہٗ کو قبول کرنا اور امتثال امر کرنا ہے پس یہ تین چیزیں تین چیزوں کے مقابل ہوئیں۔ ذات ممکن جو عین ثابتہ ہے علم میں تو ہے مگر موجود فی الخارج نہیں ہے۔ ذات موجدہ یعنی خالق جل و علا ایجاد اور پیدا کرنے والے کے مقابل۔ عین ثابتہ کا سماع یعنی سننا اور ارادہ موجدہٗ الٰہیہ کے مقابل۔ اور عین ثابتہ کا امر تکوین کو قبول کرنا قول کُن کے مقابل۔ ان مقابلوں کے بعد شے یعنی عین ثابتہ

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

موجود ہوئی۔

حق تعالیٰ نے تکوین۔ حدوث و مخلوقیت کی نسبت عین ثابتہ کی طرف کی اگر عین ثابتہ ممکنہ میں استعداد و قابلیت۔ قوت تکوین و مخلوقیت نہ ہوتی تو وہ عین ممکنہ موجود و مکون ہی نہ ہوتا جیسا عین ثابتۂ محالات مثلاً شریک الباری میں قابلیت وجود و تکوین سے ہی نہیں۔ تو وہ موجود فی الخارج بھی نہیں ہو سکتا۔

چونکہ اصل قابلیت اعندہ جو ہے۔ لہذا گویا کہ اس غیر موجود فی الخارج شے کو اُس کی ذات ہی نے پیدا کیا۔ اس لیے حق تعالیٰ نے تکوین اور حادث ہونے کو شے کی طرف منسوب کیا۔ حق تعالیٰ کا کام تو صرف کُن فرما دینا ہے یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کا حال بیان فرمایا کہ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔ ہم جب کسی شے کی ایجاد کا ارادہ کرتے ہیں تو صرف کُن کہہ دیتے ہیں۔

حق تعالیٰ نے تکوین و مخلوقیت اور موجود ہونے کو بحکم خدا نفس شے کی طرف نسبت کی۔ اور وہ اس قول میں سچا ہے۔ یہی بات نفس الامر میں موافق عقل بھی ہے۔ مثلاً وہ آقا جس کی اطاعت کی جاتی ہے۔ اُس کا خوف رہتا ہے۔ اُس کی نافرمانی نہیں کی جاتی۔ اپنے غلام کو حکم دیتا ہے کہ قم اُٹھ کھڑا ہو۔ اور غلام اپنے آقا کا امتثال امر کرتے اُٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ ذرا غور کرو غلام کے کھڑا ہونے میں آقا کا کام کتنا ہے۔ صرف کھڑے رہنے کا حکم دینا کھڑا ہونا تو کام غلام کا ہے نہ کہ مالک کا۔

بہر حال اصل تکوین کی بنا تثلیث پر ہے۔ یعنی تین اجزا پر ہے۔ جانبین سے۔ جانب حق سے بھی، اور جانب خلق سے بھی۔

یہی تثلیث دلائل سے نتائج حاصل کرنے میں جاری ہوتی ہے، یہ دلائل و اشکال میں ضرور ہے کہ ترکیب و نظام خاص و شرائط خاص کے ساتھ مرکب ہوں تو ہر دلیل نتیجہ بخش و منتج ہوگی۔ اس تثلیث کا ہونا ضرور ہے۔ مناظرہ و بحث کرنے والے کو ضرور ہے۔ کہ دلیل کی ترکیب

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

دو مقدموں و جملوں سے دے۔ جن میں سے ایک کو صغریٰ کہتے ہیں اور دوسرے کو کبریٰ۔ ہر مقدمے یا قضیے و جملے میں دو مفرد ہوتے ہیں۔ پس دلیل میں چار مفرد ہوں گے۔ ان میں سے ایک مفرد مکرر ہو گا۔ اس کو حد اوسط کہتے ہیں۔ حد اوسط اصغر و اکبر کو ربط دیتا اور ملاتا ہے۔ جیسے اب ہے۔ ب ج ہے۔ ا اصغر ہے۔ ب جو مکرر ہے اوسط ہے ج اکبر ہے پس حقیقۃً اجزا تین ہی ہوئے نہ زیادہ۔ کیونکہ ایک مکرر ہے۔ گویا کہ حد اوسط مشاطہ ہے جو دولہا دلہن کی شادی کرا کے ان کو ملا دیتی ہے۔ اور خود چلی جاتی ہے۔

نتیجہ اسی وقت نکلتا ہے جب مخصوص ترتیب سے صغریٰ و کبریٰ میں ارتباط ہو، اسی طرح کہ حد اوسط دونوں میں مکرر ہو۔ جس سے تثلیث پیدا ہوتی ہے۔ نیز شرط مخصوص بھی ہو۔ وہ یہ کہ حکم یعنی اکبر کا علت یعنی اوسط سے عام یا مساوی ہو تاکہ کبریٰ کلیہ ہو سکے۔ مساوی حکم علت سے عام ہے۔ اس وقت یعنی کلیۃ کبریٰ کی شرط ہو یعنی اکبر اصغر پر صادق آئے گا

اگر اوسط سے اکبر عام یا مساوی نہ ہو

تو ممکن ہے کہ اصغر ان افراد اوسط سے ہو جن پر اکبر صادق نہیں آتا۔ تو صحیح نتیجہ کیونکر نکلے گا۔ یا تو ایسے ہی تثلیث الٰہی و خلقی کا اقامت وجود کرنا اور عدم تثلیث کا خلاف واقع اور غلط ہونا عالم کے ہر جزو میں جاری و ساری ہے۔ مثلاً معتزلہ کا یہ کہنا کہ بندہ اپنے افعال میں مختار اور ان کا خالق ہے۔ بندے کے افعال میں خدائے تعالیٰ کو کوئی دخل و نسبت نہیں۔ غلط ہے۔ کیونکہ تثلیث الٰہی ضرور ہے یعنی خدا۔ اس کا علم، فعل یعنی ارادہ و قول کن۔ نیز مکوّن کو جس میں گفتگو کر رہے ہیں۔ صرف خدائے تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا اور بندے کی اس میں کچھ بھی مداخلت نہ سمجھنا بالکل بیجا ہے کیونکہ تثلیث جیسا و خلقی بھی ضرور ہے۔ عین ثابتہ۔ اس میں قابلیت و امکان موجود و سمع امر الٰہی یعنی امر الٰہی کو سننا اور قبول امر کن یعنی حکم حق کو قبول کا حق تعالیٰ نے آ

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو یا دوم

تو اس شے کی طرف فیکون کو اضافت و نسبت دی ہے جس کو کن فرماتا ہے۔
اس کی مثال یہ ہے۔ کہ اگر ہم اپنے اس دعوے پر استدلال کرنا چاہیں کہ وجود عالم سبب سے ہے تو یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہر حادث سبب سے ہے تمہارے پاس دو لفظ ہوئے حادث۔ سبب۔ ایک اور مقدمے اور جملے میں ہم کہتے ہیں۔ عالم حادث ہے حادث کا لفظ دو مقدموں میں مکرر ہے۔ تیسرا لفظ یا حد عالم ہے۔ پس ترتیب قضایا و مقدمات کی اس طرح سے ہے عالم حادث ہے اور ہر حادث کا کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے تو عالم کا کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے۔ نتیجے میں صرف وہ چیز ہے جو ایک ایک مقدمے میں یعنی اصغر صرف صغریٰ میں ہے۔ اور اکبر صرف کبریٰ میں ہے۔ اس طرح عالم پر حکم کیا گیا۔ کہ وہ سبب سے پیدا ہے۔ اس انتاج و نتیجہ بخشی کی وجہ خاص ہے۔ حد اوسط لفظ حادث کا دونوں مقدموں میں یعنی صغریٰ و کبریٰ میں مکرر ہونا اور ایک شرط خاص ہے۔ اور وہ اکبر یعنی سبب سے ہونا وسط یعنی حادث سے مساوی یا عام ہو۔ تاکہ کلیت کبریٰ موجود ہو۔ وجود عالم کی علت سبب سے ہونا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حدوث عالم میں ہر شے میں عام ہے یعنی سبب سے ہونے کا حکم۔ لہذا ہم حکم کرتے ہیں کہ ہر حادث کا کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے۔ خواہ سبب رکھنا حادث ہونے کے مساوی ہو۔ یا۔ اس سے عام۔ بہرحال حادث سبب سے پیدا ہونے کے ماتحت ہوگا۔ اور نتیجہ صادق ہے کہ تثلیث کا حکم جس طرح موجودات خارجی میں جاری ہوتا ہے۔ اسی طرح موجودات ذہنی یعنی دلائل سے تحصیل نتائج میں بھی تثلیث کام آتی ہے۔ الغرض تثلیث کون میں اصل ہے۔
اسی تثلیث پر مبنی تھی حکمت صالح علیہ السلام۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی قوم سے موا خذے میں تین روز کی تاخیر کی۔ یہ وعدہ ناقابل تکذیب تھا۔ جس کا نتیجہ صادق تھا۔ وہ کیا۔ سخت آواز جس سے خدائے تعالیٰ نے ساری قوم کو ہلاک کر دیا وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے تھے۔
ان تین دنوں میں سے پہلے روز قوم صالح کے چہرے زرد ہو گئے۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جلد از جلد

اور دوسرے روز سرخ ہو گئے۔ تیسرے روز سیاہ ہو گئے۔ جب تین روز پورے ہو گئے تو اُن کی استعداد درست ہو گئی۔ اور اُن میں فساد ظاہر ہو گیا۔ وہ ظہور فساد کیا تھا۔ ہلاکی تھی۔

ان بدبختوں کے چہروں کا زرد ہونا خوش بختوں کے چہروں کے روشن ہونے کے مقابل ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول میں مذکور ہے۔ وجوہ یومئذ مسفرۃ ضاحکۃ مستبشرۃ۔ کتنے منہ اس دن روشن ہوں گے یہ مسفرۃ سفور بمعنی ظہور سے ہے۔ جیسے قول صالح میں زردی رنگ پہلے روز علامت شقاوت و بدبختی تھی۔ پھر اُن کے چہروں کی سرخی خوش بختوں کی ہنسی کے مقابل ہے۔ کیونکہ ہنسی میں بھی چہرہ سرخ ہو جاتا ہے۔ پھر اُن بدبختوں کی سیاہی کے مقابل خوش بختوں کے چہروں کی خوشی کی چمک دمک ہے۔ ان کے چہروں میں خوشی کی چمک دمک کا اثر ہے۔ جیسے کہ سیاہی نے ان بدبختوں کے چہروں میں اثر کیا تھا۔ اچھے بُرے دونوں کے لیے بشری کا لفظ کہا گیا ہے۔ اچھوں کے لیے حقیقۃً اور بُروں کے لیے استعارۃً تہکمیہ کے طور پر بشری و بشارۃ کیا ہے۔ ایسی بات کہنا جس سے چہروں کا پہلا رنگ بدل جائے۔

نیکوں کے حق میں فرماتا ہے یبشرہم ربہم برحمۃ منہ ورضوان۔ اُن کا رب اُن کو اپنی رحمت و رضامندی کی خوشخبری دیتا ہے۔ بُروں کے حق میں فرماتا ہے فبشرھم بعذاب الیم اُن کو عذاب الیم کی بشارت دے دو۔ ان میں سے ہر ایک گروہ کے چہروں میں اس کلام سے جو دلوں میں پیدا ہوا تھا۔ شادی و غم سے نمایاں ہو گیا۔

اُن کے باطن میں جو شادی و غم اس کلام کے سننے اور سمجھنے سے پیدا ہوئے تھے انہی نے تو اُن کے ظاہر میں اثر کیا۔ اور شادی سے چہرہ چمک اٹھا۔ اور غم سے چہرہ تاریک ہو گیا۔ لہٰذا ان میں اثر کیا ہے۔ تو خود اُن کے نفسوں نے جیسا کہ اُن کی تکوین اور وجود خارجی پیدا انہیں ہوا۔ مگر اُن کے عین ثابتہ سے اور اُس کے موافق فللہ الحجۃ البالغہ اللہ تعالیٰ کی دلیل پوری اور کامل ہے۔ کوئی اُس کے کاموں پر اعتراض نہیں کر سکتا۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جلد یازدہم

اُس کی حکمت میں عیب نکال نہیں سکتا ہے

قسمت کیا ہر ایک کو قسّام ازل نے

جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

جس نے اس حکمت کو سمجھا۔ اور اُس کو اپنے دل میں جاگزین کیا۔ اور اُس کا حضور پیدا کیا۔ اُس نے دوسروں سے بے تعلق ہو کر راحت حاصل کر لی۔ اُس نے جان لیا کہ اُس کے پاس خیر و شر جو پہنچتا ہے۔ خود اس سے ہے۔ اُس کی فطرت کا اقتضا ہے۔ اُس کی طبیعت کی استعداد ہے۔ خیر اور بھلائی کیا ہے۔ جو اُس کی غرض کے موافق ہو۔ اُس کی طبیعت مزاج۔ فطرت۔ عین ثابتہ کے مقتضا کے مطابق ہو۔ شر اور برائی کیا ہے۔ جو اُس کی غرض طبع۔ مزاج کے ناموافق ہو۔ جُعل کیڑا میلے میں پلتا ہے اور گلاب کی خوشبو سے مرجاتا ہے۔

ایسا شہود رکھنے والا سب کو معذور سمجھتا ہے۔ چاہے کوئی عذر کرے یا نہ کرے۔ اور جانتا ہے کہ جو کچھ اُس میں تھا وہی اُس سے ہوا ہے۔ کُلُّ اِنَاءٍ یَتَرَشَّحُ بِمَا فِیْہِ۔ برتن میں جو ہوگا وہی ٹپکے گا۔

جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے بیان کیا کہ علم تابع معلوم ہے۔

واضح ہو کہ ذات حق سے بتوسط فیض اقدس تمام اشیا کے حقائق۔ اعیان ثابتہ معلومات الٰہیہ۔ ذوات اعیان۔ علم الٰہی میں نمایاں ہوگا۔ اور خدائے تعالیٰ نے ہر شے کو ایسا ہی جانا جیسی کہ وہ واقع و نفس الامر میں ہے ایسا ہرگز نہیں ہوا کہ چیز تھی کچھ اور خدا نے جانا کچھ اور۔ کیونکہ یہ غلطی اور جہل مرکب ہے۔ پس معنی اس قول کے کہ علم تابع معلوم ہے۔ یہ نہیں کہ جب شے موجود خارجی ہو جاتی ہے تو خدا ایسا ہی پیدا کرتا ہے جیسا کہ وہ پہلے سے جانتا تھا۔ اور جانتا ایسا ہی تھا جیسا کہ وہ شے نفس الامر میں تھی۔

غرضکہ قبل تخلیق، علم الٰہی، تابع معلوم الٰہی تھا اور بعد تخلیق معلومات خارجیہ تابع علم الٰہی ہیں۔ وہ شخص جو اپنی حقیقت عین ثابتہ۔ فطرت کے اقتضا کو سمجھتا ہے۔ اگر اُس کے پاس کوئی شے نا ملائم مقصد نا موافق طبع پہنچتی ہے۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو یا دہم

تو اپنے دل سے کہتا ہے یَدَاکَ اَوْکَتَا وَفُوْكَ نَفَخَ تیرے دونوں ہاتھوں نے مشک کے منہ پر ڈوری باندھی اور تیرے ہی منہ نے مشک کو پھونکا۔ یعنی، گندم از گندم بروید جوز جو۔ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ہر ایک اپنی فطرت کے مطابق کام کرتا ہے واللہ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَیَهْدِی السَّبِیْلَ۔

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

ترجمہ

فصوص الحکم

جزو دوازدہم

فصّ حکمت قلبیہ کلمہ شعیبیہ کے بیان میں

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

تمہید حکمتِ قلبیہ

فی کلمۂ شعیبیہ

قلب۔ واضح ہو کہ قلب کے معنی اُلٹنے کے ہیں۔ بدلنے کے ہیں۔ دل کو قلب اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اُلٹتا پلٹتا رہتا ہے۔ جسم میں قلب مرکزِ حیات ہے خون کو پمپ کر کے تمام جسم میں دوڑاتا ہے۔ سب سے پہلے جو شے جسم میں حرکت کرتی ہے وہ دل ہے۔ سب کے بعد جو عضو غیر متحرک ہوتا ہے وہ دل ہی ہے۔ جانور، ملائک ایک ہی حالت میں رہتے ہیں اور ان پر ایک ہی قسم کی تجلی ہوتی ہے۔ یہ تقلّب یعنی الٹ پلٹ مختلف حالتوں میں متغیر ہونا انسان سے خاص ہے۔ کل یوم ھو فی شان کا مظہر قلب انسان ہی ہے۔ لہٰذا قابل اعتبار قلب، عارف کا قلب ہے۔

جس انسان کا دل مختلف تجلیات کے ساتھ متغیر نہ ہو۔ صوفیہ کے پاس بمنزلہ حیوان کے ہے۔ قلب انسانی تین قسم پر ہے (۱) منیب۔ مَن خشی الرحمٰن بالغیب وجاءَ بقلبٍ مُنیب جو باوجود غیبت کے رحمٰن سے ڈرتا ہے۔ اس کے جلال سے مرعوب و متاثر ہوتا ہے۔ قلب منیب سے

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جند دوازدہم

تو یہ پیدا ہوتی ہے۔ خطرات نیک ظاہر ہوتے ہیں۔ تقویٰ۔ ریاضت اور عبادت اس کی صفت ہوتی ہے۔

(۲) قلب سلیم:۔ یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم اُس دن کہ نہ مال کام آئے گا نہ اولاد کام آئے گی۔ مگر جو اللہ کے پاس قلب سلیم لائے۔ یہ قلب حب غیر اللہ طلب غیر اللہ سے محفوظ رہتا ہے۔ اور اک عید وریب۔ بلطلب علم و عرفان اور شوق سلوک الی اللہ سے مالامال رہتا ہے۔

(۳) قلب شہید:۔ ان فی ذٰلک لذکریٰ لمن کان لہٗ قلب او القی السمع وھو شہید۔ اس میں یاد دہانی ہے جس کے سینے میں دل ہو اور اپنے کان جھکا دے اور وہ دیکھتا ہو۔ یہ قلب نعمت مشاہدت و شہود باطنی سے ممتاز ہوتا ہے اور کلام و شہود حق سے سرفراز ہوتا ہے۔ اس کو ہمیشہ دوام حضور رہتا ہے۔ قرب فرائض میں رہتا ہے۔ قلب مومن عارف میں ہر طرح کی وسعت ہے ہر تجلی کی سمائی ہے۔ آسمان و زمین کسی میں جمیع تجلیات خصوصاً تجلی الٰہی و شان معبودیت کی گنجائش نہیں۔ یہی وجہ تو ہے کہ انسان کامل خلیفۃ اللہ اور مسجود ملائک ہوتا ہے لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب عبدی المومن۔ نہ زمین مجھے سماتی ہے نہ آسمان مگر مومن کا دل مجھے سماتا ہے ؎

ارض و سما کہاں تری وسعت کو پاسکیں
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

یہ بات یاد رہے کہ جب تجلی الٰہی ہوتی ہے تو قلب میں ماسوا کی گنجائش نہیں رہتی۔ جتنا دل اتنی ہی تجلی۔ جتنی تجلی اتنا دل۔ جتنی استعداد اتنا ہی ظہور۔ جتنی طلب اتنی عطا۔ جیسا عقیدہ ویسا شہود۔ جیسا عبد ویسا رب۔ رب سے مراد وہ تجلی الٰہی ہے جس کے پرتو سے عبد کا ظہور ہوتا ہے۔

یہ بات ظاہر ہے کہ ایک جنس دوسری جنس سے۔ ایک نوع دوسری نوع سے۔ ایک فرد دوسرے فرد سے نہیں ملتا تو ان پر پرتو افگن اسما بھی جدا ہوں گے۔ تجلیات بھی جدا ہوں گے۔ اس بات کو اس طرح بھی کہتے ہیں کہ

khatmenabuwat Android Application

جوہر سادس

ہر عبد کا رب جدا ہے یعنی وہ تجلی جدا ہے جو اُس عبد کو نمو و وجود عطا کرتی ہے مثلاً اگر زید پر عمرو کی تجلی ہو تو زید۔ زید کس طرح رہے گا۔ وہ تو عمرو ہو جائے گا۔ زید کے آئینے کے سامنے عمرو آجائے گا تو عمرو ہی نمایاں ہوگا۔ اس لیے ہر ایک عبد پر اُس کے عین ثابتہ پر اُس کے حسب حیثیت تجلی ہوتی ہے۔

دیتا ہے ہر اک کو حکیم جس کی جیسی لیاقت ہے
وہی نمایاں ہوتا ہے جس کی جیسی فطرت ہے

اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ ہر عبد کے پاس اُس کا رب محبوب ہے۔ اور ہر رب کے پاس اُس کا عبد مرضی ہے۔ گو دوسرے کے پاس اُس کا رب یا عبد مبغوض یا مرضی نہ ہو۔ یہی خیر و شر اضافی کا اقتضا ہے۔

ذات مطلق تجلی اعظم کے لحاظ سے اُس کی اسکیم اُس کے پروگرام۔ اُس کی تقاضے کے لحاظ سے ہر شے اپنے اپنے مقام میں خیر ہی خیر ہے جس شے میں اطلاقیت زیادہ ہے اُس میں خیر کثیر ہے جس میں محدودیت زیادہ ہے اس میں خیر قلیل اور شر زیادہ ہے۔

ہر شے ترقی کرتی جاتی ہے۔ اُس پر ہر لحظہ ہر دم تازہ تجلی ہے مگر اُس کے خاص دائرے کے اندر یعنی اُس کے عین ثابتہ حقیقت کونیہ و ممکنہ کی استعداد کے مطابق کیا استعداد مخلوق ہوتی اور پیدا کی جاتی ہے یا استعداد کے مطابق ترقیت ہوتی ہے؟ اُس کا جواب یہ ہے کہ عین ثابتہ کے ساتھ اُس کی استعداد کلی رہتی ہے اور عین خارجیہ کے ساتھ تفصیلی استعدادات۔ عین ثابتہ جو معلوم الٰہی ہے غیر مخلوق ہے تو اُس کے ساتھ اُس کی استعداد کلی بھی غیر مخلوق۔ استعداد کے مطابق علم ہوتا ہے۔ علم کے مطابق عطا و تجلی ہوتی ہے۔ یہ مرتبہ قبل کُن ہے لہٰذا وہ مرتبہ داخلی میں ہے لہٰذا قبل خلق ہے۔ اور قدیم بقدم الٰہی ہے یعنی جب سے خدا ہے تب سے اُس کا علم ہے۔ اعیان ثابتہ ہیں۔ اُن کے کلی استعدادات ہیں۔ عین خارجی بعد "کُن" ہے لہٰذا مخلوق ہے۔ اور اُس کے ساتھ اُس کی تفصیلی استعدادات بھی مخلوق ہیں۔ ہر پہلی استعداد مابعد کی استعداد کے لیے سبب اور مؤید ہے۔

یہ بات بھی خیال کرنے کے قابل ہے۔ کہ ہر شخص اپنی حقیقت کو نہیں سمجھتا اور نہ اپنے رب کو اور اُس تجلی کو جو اُس پر ہو رہا ہو جاتا ہے۔ وہ ایک غلط خیال کے سبب اپنے

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو دہ الہیہ

رب کے متعلق ایک عقیدہ گھڑ لیتا ہے۔ حالانکہ اُس کا رب فی الحقیقت ایسا نہیں ہے جب روز قیامت حجاب اٹھ جائے گا تو اُس کا رب اُس کے عقیدے کے مطابق نہ نکلے گا۔ لہذا اُس کی مدد نہ کرے گا۔ کیونکہ دنیا میں اُس شخص نے اپنے حقیقی رب کی اطاعت نہیں کی۔ یہی کشمکش سبب عذاب ہوگی اور تمام عمر کی نادانی دائمی عذاب کا موجب ہوگی۔

رحم :۔ کیا صرف بنفعل پر ہوتا ہے یا کچھ رحم اللہ تعالیٰ اپنے آپ پر بھی کرتا ہے۔ اللہ کی ذات غنی ہے۔ اُس کو کسی بات کی حاجت نہیں۔ وہ اپنی ذات پر رحم نہیں کرتا مگر اسمائے الیہا اپنے ظہور کو چاہتے ہیں البتہ وہ ایک طرح سے مظہر کے محتاج ہیں۔ لہذا باعتبار صفات اضافیہ کے اللہ اپنے پر بھی رحم کرتا ہے غنائے ذاتی الگ ہے۔ اور صفت اضافی میں مضاف کی طرف احتیاج بدا بات ہے۔ جیسے کھلانے پلانے میں جو زندگی کی بقا کے لیے ضروری ہیں، فقیر بادشاہ کا محتاج ہے اور اظہار سخاوت میں بادشاہ بھی فقیر کا محتاج ہے۔ باپ کا لفظ اُس وقت تک صادق نہ آسکے گا جب تک بیٹا نہ ہو لہذا بیٹا وجود میں باپ کا محتاج ہے اور باپ، باپ بننے میں بیٹے کا محتاج ہے۔

اللہ اسم ذات ہے لہذا اُس کے مقابل کوئی نہیں۔ کوئی اُس کا مظہر نہیں۔ وہ وجود محض ہے۔ اُس کے مقابل عدم ہے۔ لہذا ذات ہمیشہ باطن میں رہے گی۔ صفات ظاہر ہوتے رہیں۔ الٰہ بمعنی معبود ہے لہذا اُس کے مقابل معبود و عابد ہے۔ (مالوہ لفظ عربی زبان میں نہیں آتا) رب کے مقابل مربوب ہے۔ خالق کے مقابل مخلوق ہے۔ غنی کے مقابل فقیر ہے۔

khatmenabuwat Android Application

جزو مطالعہ نہیں

فصِ حکمتِ قلبیہ

کلمۂ شعیبیہ کے بیان میں

معلوم ہو کہ عارف باللہ کا قلب اللہ کی رحمت سے موجود ہوا ہے مخلوق ہوا ہے۔ مگر قلب عارف میں رحمت الٰہی سے بھی زیادہ وسعت ہے کیونکہ قلب عارف میں حق جل جلالہٗ کی بھی سمائی ہے۔ لا یسعنی ارضی و لا سمائی و لکن یسعنی قلب عبد مؤمن اس پر شاہد ہے۔ رحمت الٰہی میں حق جل جلالہٗ کی سمائی نہیں کیونکہ خدا راحم ہے یعنی دوسروں پر رحم کرنے والا ہے یعنی اس پر کوئی رحم نہیں کرتا نہ خود اپنے آپ پر رحم کرتا ہے۔ پس ذات حق پر رحمت کا کوئی حکم کوئی اثر نہیں کیونکہ وہ کامل و مکمل ہے۔ یہ خیال علمائے ظاہر کا ہے۔

مگر زبان خصوص کا کیا اشارہ ہے یعنی صوفیہ کیا کہتے ہیں؟ اللہ نے بزبان نبی کریم اپنے لیے نفس (بالتحریک) ثابت کیا ہے۔ انی اجد نفس الرحمٰن من جانب الیمن میں رحمٰن کی خوشبو یمن کی طرف سے پا رہا ہوں۔ اس پر دال ہے۔ نفس یعنی سانس لینے سے تنفس یعنی رفع اضطراب و بیقراری ہوتا ہے۔

اسمائے الٰہیہ مفہوم کے لحاظ سے بعد انتزاع باہم غیر ہیں۔ مگر منشا کے لحاظ سے مسمّٰی کے لحاظ سے منتزع عنہ کے لحاظ سے ایک ہی ذات حقہ سے نمایاں ہیں۔

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزء دوازدہم

اور ان سب کی ذات ایک ہی تو ہے۔ حق جل جلالہ۔ یہ بھی تم کو معلوم ہے کہ اسمائے الٰہیہ حقائق کونیہ کے مظاہر کے طالب ہیں تاکہ ان پر اپنا پرتو ڈالیں۔ ان کو پیدا کریں۔ اور اپنے کمالات کا تماشا دکھائیں۔ وہ حقائق کیا ہیں۔ عالم ہی تو ہے۔ لہٰذا الوہیت مالوہ کو طلب کرتی ہے۔ اور ربوبیت مربوب کو۔ اگر اسمائے الٰہیہ طالب حقائق کونیہ و ماہیات ممکنہ و مخلوقات نہ ہوتے۔ خواہ ثبوت میں ہو خواہ وجود میں۔ خواہ علم میں ہو خواہ خارج میں۔ خواہ ذہن میں ہو خواہ شہادت میں تو اسمائے الٰہیہ ظاہر ہی نہ ہوتے۔ ان کے جلوے نمایاں ہی نہ ہوتے۔

حق تعالیٰ اپنی ذات پاک شان احدیت کے لحاظ سے تو ان اللّٰہ لغنی عن العالمین ہے۔ یعنی اللہ تمام جہانوں سے مستغنی ہے۔ بے پرواہ ہے۔ مگر ربوبیت کو یہ بے نیازی نہیں۔ کیونکہ وہ صفت اضافی ہے۔ رب کو مربوب چاہیے۔ آقا کو غلام درکار ہے ؎

نہ نیاز تھا تو نہ ناز تھا نہ در کمال ہی باز تھا
مری جان جاں تھا نہاں رہا ترا ناز میرے نیاز میں

لہٰذا امر الٰہی دو وجہ میں منحصر و دائر رہا۔ ربوبیت کے لحاظ سے طالب عالم اور ذات کے لحاظ سے عالم سے مستغنی۔ مگر حقیقت میں بنظر انصاف میں ربوبیت کا منشا منتزع عنہ ذات حق ہی ہے۔

چونکہ مختلف نسبتوں کی وجہ سے مختلف حکم نکالے گئے ہیں۔ لہٰذا حدیث شریف میں وارد ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے خود کو بندوں پر رؤف۔ لطیف۔ رحمٰن۔ رحیم۔ کریم فرمایا۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے شان ربوبیت کی طلب مظاہر کے شوق کو پورا کر کے تسکین دی۔ وہ اپنے نفس رحمانی سے جس سے ہر آن ہر لحظہ عطائے وجود کرتا ہے۔ عالم کو ایجاد کیا۔ عالم کو حقیقت و شان ربوبیت نیز تمام اسمائے الٰہیہ طلب کرتے ہیں کہ ان پر اپنا پرتو اپنا اثر ڈال کر اپنے کمالات ظاہر کریں۔ اس تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ رحمت میں تمام خلق کی وسعت ہے بلکہ اسما کے لحاظ سے خود حق کو لینے کی وسعت ہے۔ پس رحمت الٰہی قلب عارف سے زیادہ وسیع ہے یا اس کے برابر ہے۔ یہ تو ہو چکا۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جلد ۱ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ حق تعالیٰ تجلی کے وقت مختلف صورتوں میں بدلتا رہتا ہے۔ وہ کل یوم فی شان ہے۔

جب دل میں حق آتا ہے تو باطل کی یعنی مخلوقات کی گنجائش نہیں رہتی۔ گویا حق تعالیٰ دل عارف کو اپنی ذات سے بھر دیتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب عارف حق کو اس کی تجلی کے وقت دیکھتا ہے تو اس کے ہوتے ہوئے ممکن نہیں کہ غیر حق کو دیکھے۔

قلب عارف کی اتنی وسعت ہے۔ بایزید بسطامی فرماتے ہیں۔ اگر عرش اور عرش کے دائرے میں جو کچھ ہے دس کروڑ بار دل عارف کے گوشے میں آجائے تو اس کو احساس بھی نہ ہوگا۔ اس معنی میں جنیدؒ بغدادی فرماتے ہیں۔ حادث جب قدیم کے نزدیک ہوتا ہے۔ حادث کا پتا بھی نہیں رہتا۔ وہ قلب جو قدیم کو سما لے بھلا حادث کو کیونکر موجود پائے گا۔

چونکہ حق جل مجدہ کے تجلیات انواع انواع کی صورتوں میں ہوتے ہیں لہذا قلب بھی کبھی وسیع ہوتا ہے۔ کبھی تنگ، مطابق تجلی الٰہی کے جو اس میں پرتو افگن ہو۔ قلب عارف کا کوئی حصہ اس تجلی سے خالی نہیں رہتا۔ عارف یا انسان کامل کا قلب بمنزلہ انگشتری کے اس حصے کے ہوتا ہے جس میں نگینہ جڑا جاتا ہے کہ نگینے سے کوئی حصہ زائد نہیں ہوتا۔

بلکہ جس قدر نگینہ اسی قدر اس کا محل۔ نگینہ گول ہو تو اس کا محل بھی گول۔ مربع تو مربع۔ مسدس یا مثمن تو مسدس یا مثمن۔ غرضکہ جیسی شکل نگینے کی ہوگی۔ ویسی ہی شکل اس کے محل کی ہوگی۔ اور یہ حکم بعض عارفین کے اس قول کے خلاف ہے کہ حق تعالیٰ بقدر استعداد عبد تجلی فرماتا ہے ؎

بقدر صبح آئینہ ہوا آئینہ گر ظاہر
بنا کر آئینہ خانہ وہی محو تماشا ہے (حسرتؔ)

کیونکہ عبد اسی صورت کے مطابق ظاہر ہوگا۔ جو اس میں جلوہ افگن ہے۔

ع۔ یہ جو صورت ہے مری صورت جاناں ہے یہی

اس مسئلے کی تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دو تجلیاں ہیں۔ تجلی غیبی

khatmenabuwat Android Application

یعنی ذات مقدسہ سے علم میں اعیان ثابتہ کا ظہور جس کو فیض اقدس کہتے ہیں۔ جو مسلاہم
اس میں استعداد محل تابع تجلی علمی ہوتی ہے۔ دوم تجلی شہادی، عالم شہادت وخلق میں۔ اس کو فیض مقدس کہتے ہیں۔ عالم خلق میں تجلی اسماء صفات ہوتی ہے اور وہ تابع محل یعنی تابع استعداد اعیان ثابتہ ہوتی ہے یعنی جیسی استعداد اعیان ثابتہ ہوتی ہے۔ ویسی ہی تجلی رہتی ہے۔ ویسی ہی چیز نمودار ہوتی ہے اور یہی معنی ہیں اس قول کے کہ علم تابع معلوم اور تجلی تابع علم اور ظہور تابع تجلی۔

تجلی ذاتی و غیبی و فیض اقدس سے عین ثابتہ اور قلب عارف کو استعداد ملتی ہے۔ اس تجلی کی حقیقت واصل کیا ہے؟ وہی ہویت حقہ ذات الٰہیہ ہے جس کی نفس سے تعبیر کی گئی ہے۔ یہ تجلی غیبی ازلی و ابدی وقدیم حق تعالیٰ کے لیے ہے۔ بہرحال قلب عارف تجلی حق کو دیکھتا ہے۔ پھر اپنی استعداد کلی کے موافق ہی تجلی الٰہی اور صورت کو دیکھتا ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔

وہی ہر شے کو استعداد کلی عطا کرتا ہے، پھر اس کے ظہور و استعداد جزئیہ کے مطابق تجلیات اسمائیہ کی طرف راستہ دکھاتا ہے۔

پھر اپنے اور اپنے عبد کے درمیان سے پردہ و حجاب اٹھا دیتا ہے تو عبد اپنے رب کو دیکھتا ہے مگر کس طرح۔ حق تعالیٰ کے متعلق اپنے اعتقاد کے موافق یہ تجلی کیا ہے گویا اسی کا اعتقاد ہے۔ قلب یا عین ثابتہ اپنے اعتقاد اپنے علم کے سوا اور کچھ نہیں دیکھتا۔ پس حق جو اعتقاد میں ظاہر ہوتا ہے۔ قلب میں اسی کی وسعت ہوتی ہے۔ ویسی ہی اس پر تجلی ہوتی ہے۔ ویسا ہی اس کو علم ہوتا ہے۔ بہرحال جیسا عقیدہ ویسا ہی شہود۔

یہ بات مخفی نہیں کہ اعتقادات مختلف ہوتے ہیں جو شخص حق تعالیٰ کو اپنے اعتقاد خاص میں مقید کر دیتا ہے، تو وقت تجلی اگر تجلی اس کے اعتقاد کے موافق نہ ہو تو انکار کر بیٹھتا ہے اور موافق ہو تو اقرار کرتا ہے۔ یہ شخص یؤمنون ببعض ویکفرون ببعض میں داخل ہوتا ہے جو حق تعالیٰ کو وجود مطلق جانتا ہے، اور کسی اعتقاد یا ظہور خاص میں مقید نہیں کرتا۔ حق تعالیٰ جیسی صورت میں

حصہ نہم

بدلتا جائے اقرار ہی کرتا ہے اور اپنی ذات وعین سے جیسی تجلی اُس پر ہوگی ہے نمایاں کرتا ہے اور یہ سلسلہ غیر متناہی طریقے پر جاری رہتا ہے ۔

طلب تماشا ہی جد ہو (حقیقت) انتہی جب جلوت ہے

تجلیات الٰہی کسی ایک حد پر ٹھیر نہیں جاتے وہ کل یوم ہو فی شان ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ کے متعلق علم بھی عارفین کے پاس کسی حد پر ختم نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر درجۂ علم پر طالب مزید مستعد رہتا ہے۔ مدینۃ العلم صلی اللہ علیہ وسلم پکارتے ہیں رب زدنی علما۔ رب زدنی علما۔ رب زدنی علما۔ خدایا مجھے علم دیتا چلا جا۔ نہ عارف کی طلب کی انتہا۔ نہ تجلی کی تجلیات کی انتہا۔ تناہی طرفین کے پاس نہیں پھٹکتی۔

یہ تقریر تو اُس وقت ہے جب عبد ورب کا اعتبار کیا جائے اور حق وخلق کہا جائے۔ جب ذات مطلق پر نظر ڈالی جائے اور حدیث کے اُس سے کو دیکھا جائے کہ تم اُس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اور ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اور زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔ اس کے سوا اور کوئی قوت اور محل قوت یعنی اعضا کو دیکھے تو رب وعبد کا اعتبار نہیں رہتا۔ معتقد کی نظر میں حق ہی حق ہے اور عبد خیالی ہے۔ غافل کی نظر میں عبد ہی عبد ہے۔ رب خیالی ہے۔ اور سالک کی نظر میں ایک لحاظ سے رب ہے اور ایک لحاظ سے عبد ہے اور ذات حقیقی ایک ہی ہے۔ وہی تجلی کرنے والا ہے۔ وہی تجلی قبول کرنے والا ہے۔ وہی تجلی ہے وہی متجلی لہ ہے۔

اے عارف! حق جل مجدہ کی بھی کیا عجیب وغریب شان ہے۔ اُس کی ہویت وذات کے لحاظ سے بھی اور حقائق اسمائے حسنیٰ کی عالم کی طرف نسبت سے بھی۔

وہی بے چون با چون آیا — وہی صورت ہے وہی معنیٰ
کمن شئتہ قمنا ھمہ — وفیک انتم ھو بحلہ

کہاں ہیں ذوی العقول۔ کدھر ہیں غیر ذوی العقول جو میں اپنی حقیقت کو دیکھے

وہی نفس الامر یعنی خارج میں ذات موجود مطلق ہے۔

فمن قد عمہ خصہ ومن قد خصہ عمہ

جو عام ہے وہی ظہور کے لحاظ سے خاص ہے۔ جو خاص ہے۔ وہی نشا سے حقیقت کے لحاظ سے عام ہے۔

فما عین سوی عین فنور عینہ ظلمہ

ذات حق کے سوا ذوات یا اعیان ممکنات موجود بالذات ہی کب ہیں۔ ذات حق اپنی قوت ظہور نور سے خیرگی چشم میں ظلمات معلوم ہوتی ہے نا قابل ادراک ہے۔

فمن یغفل عن ھذا یجد فی نفسہ غمہ

جو ان اعتبارات سے غافل ہے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں۔

ولا یعرف ما قلنا سوی عبد لہ ھمہ

ہماری ان باتوں کو وہی بندہ سمجھے گا۔ جو صاحب ہمت ہو جس کے دل میں قوت ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ۔ اس میں یاد دہانی ہے اُس کے لیے جس کے سینے میں دل ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ انواع صور و صفات میں الٹتا پلٹتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اس میں یاد دہانی ہے اُس کے لیے جس کو عقل ہو کیونکہ عقل زنجیر پا ہے۔ وہ ایک صفت میں پابند کر دیتی ہے حقیقت تو نفس الامر میں ایک صفت میں منحصر ہونے سے ابا و انکار کر دیتی ہے۔

یہ صاحبان عقل یا دہ کے لیے یاد دہانی نہیں ہے عقلاء کے اعتقادات خاصہ و عقائد جزئیہ ہوتے ہیں۔ ان کا کام ہے ایک دوسرے کو کافر کہنا۔ ایک دوسرے پر لعنت کا دروازہ کھولنا ایسوں کا کوئی یار ہے نہ مددگار۔ ایک کا معبود بحسب دوسرے کے خیالی رب پر کوئی اثر نہیں کرتا۔ وہ خود اپنے خیالی رب کی طرف سے مدافعت کرتا ہے۔ گو اس کا رب اس کی طرف سے

بدافعت نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ مصنوعی ہے حقیقی و ماتحتی نہیں۔ مصنوع صانع کی کیا مدد کرنے کا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واتخذوا من دون اللہ آلھۃ لعلھم ینصرون لا یستطیعون نصرھم بل ھم جند محضرون۔ خدا کے سوا دوسروں کو رب انھوں نے اس لیے بنایا تھا کہ شاید ان کی کچھ مدد کی جائے۔ یہ مصنوعی دیوتا کیا مدد کر سکتے ہیں بلکہ وہ خود اپنے دیوتاؤں کی طرف سے لڑنے کے لیے حاضر لشکر ہیں۔

یہ صاحب اعتقاد اپنے اعتقادی و خیالی رب کی طرف سے مدافعت کرتا ہے۔ اور اس کا خیالی معبود خود اس کے کوئی کام نہیں آتا۔ ان رد و کد کرنے والوں کے خیالی دیوتا ایک دوسرے کے پجاری پر کیا اثر ڈال سکتے ہیں۔ بہرحال نہ ان کا کوئی مددگار ہے۔ نہ ان کا کوئی یار و یاور۔

حق تعالیٰ نے قرآن پاک سے جو شخصی اعتقاد و مفرد خیال کے مطابق ہے نصرت کی نفی کی ہے۔ البتہ ہر طرح کی تجلیات کا اعتقاد رکھنے والا منصور ہے۔ اور ہر طرح کی تجلیات کرنے والا رب ناصر ہے۔ عارف کے پاس حق پر ایسا معلوم و معروف ہے کیونکہ علم ہی شہود ہوتا ہے۔ ایسے لوگ، حق تعالیٰ جو تجلی فرمائے خواہ اعتقادی ہو خواہ شہودی کسی سے انکار نہیں کرتے۔ اسی لیے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے لمن کان لہ قلب یعنی جو دل رکھتا ہے حقیقت میں تقلب رکھتا ہے اور حق تعالیٰ کے عوالم میں شکلوں و صورتوں کے بدلنے کو پہچانتا ہے۔

پس عارف نے اپنی ذات سے ذات حق کو پہچانا۔ کیونکہ عارف کی ذات، ذات حق سے جدا ہی کب ہے۔ دنیا میں جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہونے والا ہے بغیر ذات حق و ہویت الٰہیہ کے موجود ہی کب ہو سکتا ہے۔ بلکہ ذات عالم عین ہویت حق ہی ہے باعتبار متعدد و متنوع ہونے کے حقیقت کے واقع ہے۔ پس حق تعالیٰ عارف و عالم کے ضمن میں تو معترف ہے اور جاہل کے ضمن میں دوسری صورت، دوسری تجلی کا خود ہی منکر ہے۔ غرض کہ جو شخص ہر طرح سے مقام جمع میں تجلی و شہود کو جانتا ہے۔ وہ قلب متقلب رکھتا ہے۔ اس کو علم صحیح ہے تقلب حق کی معرفت ہے یہی معنی ہیں لمن کان لہ قلب کے۔ ایسے شخص کا اعتقاد

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

بدلتا رہتا ہے جیسے جیسے تجلیات بدلتے رہتے ہیں۔

جو صاحب ایمان ہیں۔ انبیاء و رسل جو کچھ فرماتے ہیں اس کی تقلید کرتے ہیں نہ کہ فکر و عقل کے بندے ہیں کہ جو اخبار رسل کی دلائل عقلیہ کے مطابق تاویل کر لیتے ہیں ان انبیاء و رسل کے مقلدین کے متعلق ہی اللہ کی مراد ہے۔ او القی السمع وهو شهيد جس نے کان جھکایا اور اس کا دل حاضر ہو۔ جو کان لگا کر سنتے ہیں پوری توجہ سے سنتے ہیں۔ اس آیت شریفہ میں عالم مثال و خیال کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور اس کے استعمال کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام مرتبۂ احسان کے متعلق فرماتے ہیں کہ عبادت کے وقت تم ایسا سمجھو گویا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھتے ہو۔ نیز اللہ مصلی و نمازی کے قبلے کے درمیان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسا شخص شہود مثالی و رویت سے ممتاز ہے۔

جو شخص صاحب نظر و فکر کا مقلد ہے اور ان کے نظریوں سے مقید ہوتا ہے وہ القی السمع کا مصداق نہیں کیونکہ جو سمع قبول سے متوجہ ہوتا ہے مظہر شرف دیدار سے بھی مشرف ہوتا ہے۔ کیونکہ ساتھ ہی وهو شهيد بھی لگا ہوا ہے۔ جب بندۂ عقل صاحب شہود نہیں تو اس آیت کا مصداق بھی نہیں۔ یہ تو ان لوگوں میں داخل ہے جو اذ تبرّأ الّذین اتُّبعوا من الّذین اتّبعوا۔ یعنی متبوع تابعین سے بیزار ہوں گے۔ بری ہوں گے۔ تم کو یہ معلوم ہی ہے کہ انبیاء اپنے تابعین سے بری و بیزار نہ ہوں گے۔ کیونکہ ان کی تعلیم میں خدا کی تعلیم تھی۔ میرے پیارے! میں نے اس حکمت قلبیہ میں جو کچھ بیان کیا ہے۔ اس کا یقین رکھو۔ اس کو دلنشین کرو۔

اس حکمت قلبیہ کو شعیب علیہ السلام سے کیوں منسوب کیا۔ صرف لفظی و اشتقاقی مناسبت ہے کیونکہ شعیب شعبہ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں شاخ اور تقلب قلبی کی بھی بہت سی شاخیں ہیں جو ناقابل حصر ہیں۔ کیونکہ ہر ایک اعتقاد ایک خاص شعبہ رکھتا ہے۔ پس اعتقادات کی شاخیں ہی شاخیں ہیں۔ جب پردہ اٹھ جائے گا تو حق تعالیٰ کا ظہور اس کے اعتقاد کے لحاظ سے ہوگا۔ جیسا عقیدہ ویسا شہود۔ بعض عقیدے احکام لگاتے ہیں جو خلاف حق رہتے ہیں۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

غلط اور غیر مطابق رہتے ہیں۔ حجاب اٹھنے کے بعد خلاف عقیدہ نکلتے ہیں۔ ان پر یہ آیت صادق آتی ہے وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ۔ اور ظاہر ہو جائے گا۔ اللہ کی طرف سے وہ گمان نہیں کرتے تھے۔

مثلاً اختلافات عقائد و احکام شرعی میں ہیں مثلاً معتزلی کا۔ اللہ تعالیٰ کے متعلق عقیدہ ہے کہ بندہ گنہگار اگر بے توبہ مر جائے تو اس پر وعید حق حکم سزا نافذ ہو گا یعنی وہ بخشا نہ جائے گا۔ سزایاب ہو گا۔ فرض کرو کہ ایک گنہگار کا خیال تھا کہ میں ایسا گنہگار ہوں کہ قابل عفو نہیں ہوں۔ اور وہ بے توبہ مر گیا اور عند اللہ وہ قابل رحم تھا اور عنایت ازلی سابق وجاری تھی کہ عقوبت سزا دی جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کو غفور رحیم پائے گا۔ گویا اس کے حق میں خدا کا برتاؤ خلاف توقع ظاہر ہو گا۔

مقلد بے خبر جو پیغمبر کی تصدیق میں اجمالی علم صحیح رکھتا ہے جو اس کے عقیدے کے خلاف ذات و ہویت حق کا نکلنا بھی ہوتا ہے۔ اس طرح کہ بعض بندے اپنا راسخ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ ایسا ہے اور ایسا ہے۔ جب حجاب اٹھ جائے گا اور اپنے عقیدے کی صورت دیکھے گا۔ اور وہ صورت حق ہو گی جس کا وہ معتقد تھا۔ پھر معتقد اور کو اس کی کھل جائیں گی موانع دور ہوں گے تو اگلے طریقے پر اعتقاد رہے گا۔ بلکہ علم شہودی ہو گا۔ قطعی و یقینی ہو گا۔ عین الیقین ہو گا۔ جب بروز قیامت بندوں کی نظر تیز ہو جائے گی۔ دیدار کے وقت جو جلوہ ہو جائے گا غیر نہ ہو گی اور جب اس کے عقیدے کے سوا دوسری صورتوں میں بھی تجلیات بدلتے جائیں گے کیونکہ التجلی لا یتکرر یعنی تجلی میں تکرار نہیں۔ ہر وقت نئی ہی شان ہے تو کسی کے عقیدے کے خلاف ہو گا مگر معلوم و معروف ہو گا۔ وہ شخص اس تجلی کو پہچان لے گا تو ہویت و ذات کے لحاظ سے بھی وبدا لہم ما لم یکونوا یحتسبون صادق آئے گا کیونکہ قبل کشف و رفع حجاب اعتقاد مقید رکھتا تھا۔ مگر بعد کشف حجاب مطلق اعتقاد ہو جائے گا۔ مرنے کے بعد معارف الٰہیہ میں ترقی کو ہم نے ہماری کتاب تجلیات میں بیان کیا ہے۔ جہاں اس کا ذکر ہے کہ ہم نے عالم کشف میں کس کس عارف سے ملاقات کی۔ اور ہم نے

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

اس مسئلے میں کیا مفید تقریر کی جو اُن کے علم میں نہ تھی۔ [illegible]

یہ ایک عجیب و غریب بات ہے کہ انسان تجدد امثال کے مسئلے کے موافق دائماً ترقی میں ہے ع۔ ہر دم ہے تازہ فتنہ برپا تری گلی میں۔

بات یہ ہے کہ حجاب ایسا لطیف و رقیق ہے با ایں ملتا جلتا اور متشابہ العوارض ہے کہ وہ ایک ہی سمجھا جاتا ہے۔ قولہ تعالیٰ واتوا بہ متشابہاً جنتیوں کو رزق ملے گا۔ وہ باہم ملتا جلتا رہے گا۔ ایک صورت دوسری صورت سے عین وہ ہو گی کیونکہ شبیہیں عارف کے پاس ما بہ الامتیاز فرق کی وجہ سے جدا جدا ہیں۔ صاحبِ تحقیق ما بہ الاشتراک و ما بہ الامتیاز دونوں کو دیکھ کر کہتا ہے کہ یہ کثرت وحدت میں ہے جیسے اسمائے الٰہیہ باوجودیکہ اُن کے حقائق مختلف ہیں اُن پر مختلف آثار مرتب ہوتے ہیں۔ اُن کے مفہومات جدا ہیں۔ وہ عقل میں کثیر ہیں مگر ہیں ایک ذات کے۔ ایک معنی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کہتے ہیں کہ اسمائے الٰہیہ لا غیر ہیں و لا عین ہیں یعنی اُن کے مفہومات جدا جدا ہیں اور ذات ایک ہے۔ یہ کثرت ذات واحد میں مشہود و معلوم ہوتی ہے ذرا ہیولیٰ پر غور کرو۔ یہ مختلف صورتیں کس پر وارد ہوتی ہیں۔ ہیولیٰ پر ہر حد تعریف میں کون داخل ہے ہیولیٰ۔ کیا تمام اختلافات کا محل ما بہ الاشتراک ہیولیٰ نہیں ہے۔ کیا ان سب میں ہیولیٰ مشترک نہیں ہے بیشک ہے اسی طرح تمام مشہودات کا مرجع ذات حق ہے۔

جس نے اس طرح معرفت حاصل کی یعنی اصل حقیقت ذات حق کو سمجھا اور سارے عالم اور خود اپنے کو تجلی کا محل سمجھا اور معلوم الٰہی پر وجود مطلق دیکھا تو بیشک اُس نے اپنے رب کو پہچانا۔ اُس کی معرفت سے سرفراز ہوا اور من عرف کو پایا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا بلکہ عبد شناس کے لحاظ سے عین رب ہے ہویت حق و حقیقت مطلق ہے۔

یہی وجہ ہے کہ علماء و حکماء میں سے کسی نے معرفت حقیقت نفس کو حاصل نہ کیا مگر حق پرست علمائے الٰہیین پیغمبروں اور اکابر صوفیہ نے حقیقت نفس کو دریافت کر لیا ارباب نظر و اصحاب فکر قدماء و متکلمین سے جو نفس اور اُس کی حقیقت میں گفتگو کرتے ہیں ان میں سے کسی نے بھی حقیقت نفس کا پتا نہ پایا۔ اور نہ ان میں سے کسی کو اس کا پتا لگا۔ کیا کرتے نظر فکری ہرگز اُن کو اس کا پتا نہیں دیتی جو نفس کی حقیقت [illegible]

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

حاصل کرنا چاہتا ہے۔ وہ وہم کو شا پاتا ہے۔ بغیر آگ کے بھڑکتا جاتا ہے بنا کر یہ
ان کی مصداق ان لوگوں کی ہو گئی جن کی سعی اکارت گئی۔ دنیا کی زندگی میں۔ اور وہ
گمان کرتے ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں جن کی طلب بے دام ہے۔ یہ تحقیق عکس کا ہو
اللہ تعالیٰ نے کیا خوب فرمایا ہے۔ ایک حصے کے حق میں بلکہ اکثر عالم کے
حق میں بل ہم فی لبس من خلق جدید وہ لوگ خلق جدید اور تجدید امثال
سے شک میں پڑ گئے ہیں وہ نہیں سمجھتے کہ وہ ہر آن ہر دم تجدد امثال کی وجہ سے ایک نئے رنگ میں ہیں
مگر اشاعرہ بعض موجودات یعنی اعراض میں تو ہر دم تجدد کے قائل ہیں اور سوفسطائیہ
جس کو حسبانیہ بھی کہتے ہیں سارے عالم میں ہر آن تجدد کے قائل ہیں۔ ان کو تمام علما
اور اہل نظر نے جاہل بتایا مگر دونوں فریق خطا پر ہیں۔

حسبانیہ یعنی سوفسطائیہ کی خطا یہ ہے کہ وہ عالم کو ہر آن ہر لحظہ متغیر جانتے ہیں
اور تمام عالم کو اعراض سمجھتے ہیں غیر قائم بالذات سمجھتے ہیں مگر افسوس کہ ان کو بات کا
پتا نہ ملا۔ انھوں نے یہ نہ سمجھا کہ ان تغیرات کو قبول کرنے والی ایک ذات حق ہے
وہ ذات نہ ہوتی تو یہ اعراض کیونکر قائم رہتے۔ موجود بالعرض بغیر موجود بالذات کے
ممکن نہیں صور و اشکال ذہن میں ذات کے محتاج ہیں۔ ذات متخیل اور سمجھ میں آنے
میں صور و اشکال کی محتاج ہے اتنا سمجھتے تو وہ تجدد امثال و تغیر عالم میں مدرک حقیقت کو پہنچ جاتے۔

اشاعرہ کی خطا یہ ہے کہ عالم میں بعض کو عرض غیر مستقل بعض کو جوہر بالذات
سمجھتے ہیں۔ حق تعالیٰ کے سوا کون بالذات ہے۔ عالم میں جتنی چیزیں ہیں اعراض ہیں۔
غیر قائم بالذات ہیں۔ عالم ہر دم ہر لحظہ متغیر و متبدل ہے۔ عرض کی شان سے ہے
دو زمان میں باقی نہ رہنا۔

دنیا کی تعریف تو کرو ان تعریفات و حدود میں اعراض کے سوا ہے کیا۔
انسان کیا ہے حیوان ناطق۔ حیوانیت و نطق دونوں عرض ہیں۔ حیوان کیا ہے جسم نامی حساس
نمو۔ حس۔ عرض نہیں تو کیا ہے جسم کیا ہے جوہر قابل الابعاد الثلثہ قابل ابعاد ثلثہ ہونا
یعنی طول۔ عرض۔ عمق رکھنا۔ یہ سب کیا ہے عرض ہی عرض ہے۔ ایک بالذات چیز
مستقل ذات کون ہے۔ حق ہے حق۔ اللہ بس باقی ہوس۔

یہ سب اعراض جو تعریفات میں واقع ہیں۔ ذات حق ہی سے قائم ہیں

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

تمت المتن

یہ ذات بالذات جوہر اصلی ہی اپنی حقیقت کے لحاظ سے قائم بالذات ہے اور وہی اپنے صفات کے لحاظ سے عرض ہے۔ ان تمام غیر قائم بالذات اشیاء میں ضرور ایک ذات قائم بالذات ہے

مثال کے طور پر جسم کی حد و تعریف پر غور کرو۔ کہا جاتا ہے الجسم جوہر قابل للابعاد الثلثۃ اس میں دو لفظ واقع ہیں جوہر قابل ابعاد۔ ذرا کہنا۔ قبول عرض ہے یا نہیں جو قابل ہی رہتا ہے بذاتہ قائم نہیں رہتا حالانکہ قبول کا لفظ جسم کی تعریف میں ہے جس کے جوہر ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ اسی طرح جوہر بجگہ یا گھر کا لفظ بھی اس حد میں پڑا ہے۔ جوہر بھی تو عرض ہے۔ جوہر میں رہتا ہے۔ خود قائم نہیں رہ سکتا۔ قبول و جوہر جب جسم کی حد میں پڑے ہیں اس کے ذاتیات سے ہیں اور ہیں۔ عرض تو جب ذات و ذاتیات میں ہوتے ہیں ایک ہوتے ہیں تو جسم میں بھی عرض ہی رہا جس کا جزو غیر مستقل ہو وہ غیر مستقل ہی ہوگا۔ اعراض تو لا یبقی فی زمانین ہیں۔ اس کو جوہر فرض کریں تو یبقی فی زمانین بل فی الآنا منہ یعنی اعراض کا دو زمانے میں پایا جانا تو الگ ہے بلکہ بہت سے آنات میں پایا جانا لازم آتا ہے یہ خلق جدید کا مسئلہ جس کا شبہ میں پڑ گئے

اہل کشف و شہود دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر دم تجلی فرماتا ہے۔ پھر اس کی تجلیات میں تکرار نہیں۔ عود نہیں۔ وہ بچشم شہود دیکھتے ہیں کہ تجلی احدیت کی تجلی مخلوقات کو فنا کر دیتی ہے۔ اور ہست کو نیست کر دیتی ہے۔ خلاق و رحمان کی تجلی خلق جدید عطا کرتی اور پھر موجود کرتی ہے۔

دیکھو چراغ کا شعلہ قائم معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ شعلے کے دھواں ہونے اور تیل کے شعلہ بننے کا سلسلہ برابر قائم ہے۔ مگر ایک آن کا شعلہ دوسری آن کے شعلے سے ملتا جلتا ہے۔ لہٰذا ان کو ایک سمجھنے میں غلط فہمی ہو رہی ہے

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

ترجمہ

فصوص الحکم

جزو سیزدہم

(۱۳) فصِ حکمتِ ملکیہ فی کلمہ لوطیہ

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

جلد سیزدہم

تمہید

انسان میں جہاں جسمانی قوتیں پیدا کی گئی ہیں نفسانی و روحانی قوتیں بھی پیدا کی گئی ہیں جسمانی قوت سے پتھر اٹھاتے ہیں۔ ایک پہلوان دوسرے پہلوان کو گرا دیتا ہے۔

روحانی قوتوں میں ایک قوت توجہ۔ یا قوت ارادی بھی ہے اس کو ول پاور (Will Power) کہتے ہیں۔ اچھے بُرے سب میں یہ قوت ہوتی ہے صاحب ارادہ قوی کے بیرف گھور کر دیکھنے سے کمزور دل کا آدمی متاثر ہو جاتا ہے۔ مرعوب ہو جاتا ہے۔ اس کے اعصاب بیکار ہو جاتے ہیں۔ بعض نتائج اعمال قوت ارادی سے حاصل ہوتے ہیں۔ اس قوت کی ترقی دینے کے لیے خیال کی یکسوئی نہایت ضروری ہے۔ بار بار اپنی قوت دلی کو استعمال کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ یہ کام ہونا ہے بلکہ ہو گیا۔ مثلاً ایک کٹورے میں پانی ڈالتے ہیں اس میں ایک گلاب کا پھول چھوڑتے ہیں اور خیال کا زور لگاتے ہیں کہ پھول پھر کھلا یا چند روز اس طرح اور دل لگانے سے واقعی پھول پھر جاتا ہے۔ کمزور عورتوں پر دل پر ڈالتے ہیں اور وہ بیہوش ہو جاتی ہیں۔ بعض لوگ ارواح طیبہ سے مدد لیتے ہیں۔ بعض لوگ ارواح خبیثہ سے مدد لیتے ہیں۔ جتنے زور سے مدد لی جائے گی اور جس درجہ یقین سے مدد لی جائے گی اتنا ہی جلد اور قوی اثر ہوگا۔ بار بار ایسے اسمائے الہیہ کو پڑھنا جو مقصود سے مناسبت رکھتے ہوں ہمت اور توجہ کو قوت بخشتا ہے۔

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

khatmenabuwat Android Application

جلد سوم

یہ بھی یاد رکھو کہ جتنی خدائے تعالیٰ سے مناسبت زیادہ ہوگی۔ خدائے تعالیٰ کی معرفت بھی زیادہ ہوگی۔ تو تعلق بھی زیادہ ہوگا۔ ضروریاتِ حیات کا ترک کرنا یا کم کرنا بھی کافی ہے۔

قربِ الٰہی کی دو قسمیں ہیں۔ قربِ نوافل۔ قربِ فرائض۔ صاحبِ قربِ نوافل اپنے ارادے سے نیک کام کرتا ہے۔ صاحبِ قربِ فرائض حسبِ امرِ الٰہی کام کرتا ہے۔

صاحبِ قربِ نوافل کے متعلق کہا جاتا ہے کہ خدائے تعالیٰ اُس کا ہاتھ پاؤں ہو جاتا ہے یعنی بجائے اپنے ہاتھ پاؤں سے کام کرنے کے تمام کام اللہ تعالیٰ سے لیتا ہے۔ اور صاحبِ قربِ فرائض کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ خدائے تعالیٰ کے ہاتھ پاؤں ہو جاتا ہے یعنی خدائے تعالیٰ کو کچھ کام کرنا ہوتا ہے تو اُس سے لیتا ہے۔ کسی کو کچھ دینا ہوتا ہے تو اُس کے واسطے سے دیتا ہے۔ بظاہر ایسا ولی مجبور رہتا ہے مگر حقیقتاً اسی میں سے ارادۂ الٰہی و قدرتِ خداوندی نمایاں رہتی ہے۔

صاحبِ قربِ نوافل تقیدِ ہمت کا خوب شکنجہ ہے۔ عمل پہ بڑا فخر رہتا ہے۔
صاحبِ قربِ فرائض اپنے عدمِ اصلی پر نظر کرتا اور بے ہمت و بے ارادہ رہتا ہے۔
یہ خلوت کے بہتر محسوس کرنے کے کئی اسباب ہیں۔

(۱) اپنے عدمِ اصلی کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھنا جو کمالِ معرفت ہے۔

(۲) بے ارادہ ہمیشہ ذمہ داری سے آزاد و سبکدوش رہتا ہے۔

(۳) اُس کی توحید خدائے تعالیٰ کی بڑھی ہوئی ہے اور ہر شے میں اُس کا جلوہ پاتا ہے۔ لہٰذا تصرف کو خلافِ ادب سمجھتا ہے۔

یہ بات بھی خیال رکھنے کے قابل ہے کہ اپنے ارادے سے تصرف کرنا اپنے ارادے سے تصرف نہ کرنا۔ تصرف و عدمِ تصرف کا اختیار دیا جائے تو عدمِ تصرف کو اختیار کرنا جو مالِ ذمہ داری ہے۔ تصرف کے امر کے وقت امتثالِ امر کرنا۔ اور پھر وہی بے اختیاری و عدمِ اصلی۔ یہ کام نہایت مشکل اور عبدِ کامل کا ہے۔ نہ بالارادہ تصرف نہ بالارادہ عدمِ تصرف بلکہ حکمِ تصرف کے وقت تصرف۔ غرضکہ

ترکِ ارادی اور ہے شے (دیگرست) اور ہی ترکِ ارادت ہے
بالارادہ ترک کرنا ترکِ ارادی ہے۔ ترکِ ارادی ترکِ ارادہ یا عدمِ ارادہ نہیں ہے

جلد سیزدہم

فصّ حکمتٍ ملکیۃ
فی کلمۃٍ لُوطیۃ

مَلک کے معنی شدت اور سختی کے ہیں۔ اور مَلیک کے معنی شدید اور سخت کے ہیں۔ کہا جاتا ہے مَلَکْتُ الْعَجِیْنَ جبکہ تم نے اس کو سخت رکھا۔

قیس بن حطیم اپنے نیزہ مارنے کی صفت بیان کرتا ہے۔

مَلَکْتُ بِھَا کَفِّیْ فَاَنْھَرْتُ فَتْقَھَا
یَرٰی قَائِمٌ مِنْ دُوْنِھَا مَا وَرَائَھَا

میں نے اس نیزے کو بڑی قوت سے پکڑا۔ پھر اس کے زخم کو نہایت کشادہ کیا۔ اس زخم کے سامنے کھڑا رہنے والا۔ اس شے کو دیکھ لیتا ہے جو اس زخم کے پیچھے ہے۔

اسی محاورے کے مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا لوط علیہ السلام کے قول کو بیان کرنا

کاش مجھ میں قوت ہوتی کہ تمہارے مقابل کام لیتا۔ یا میں پناہ لیتا کسی مضبوط ستون کی طرف۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ

جزء سیزدہم

اللہ میرے بھائی لوطؑ پر رحم فرمائے۔ وہ تو بڑے زور دار رکن و ستون کی پناہ میں تھے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ ہے کہ لوط علیہ السلام اللہ کی پناہ میں تھے۔ حضرت لوطؑ کی مراد یہ تھی کہ کاش میرا قبیلہ زور آور ہوتا۔ اور میری تائید کرتا۔ لوطؑ کے قول لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً کاش تمہارے مقابل مجھے قوت ہوتی سے مراد زور ہمت و قوت و توجہ و ارادہ ہے جو ایسی حالت میں خاص کر انسان سے ظاہر ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس زمانے سے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے یہ کہا اَوْ اٰوِیْ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ کوئی نبی مبعوث نہیں کیا گیا۔ اس کے بعد مگر اپنی قوم کے لشکر و طرفداروں میں۔ لہٰذا ہر نبی کی حمایت اس کا قبیلہ کرتا تھا۔ جیسے ابو طالب حضرتؐ کے چچا نے حضرتؐ کی حمایت کی۔

حضرت لوط علیہ السلام کا فرمانا کہ کاش مجھ کو تمہارے مقابل قوت ہوتی۔ اس لیے تھا کہ حضرت لوط علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سنا تھا کہ وہ فرماتا ہے اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ ضُعْفٍ اللہ ہی نے تم کو تمہارے ضعف اصلی سے۔ عدم ذاتی سے پیدا کیا۔ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّۃً پھر اس ضعف اصلی کے بعد اپنے اسما کا پرتو ڈال کر قوت عطا کی۔ اور یہ قوت خلق و جعل کی وجہ سے ہے تو ظاہر ہے کہ یہ قوت بالعرض اور عارضی ہے ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّۃٍ ضُعْفًا وَّشَیْبَۃً پھر اس قوت عارضی کے بعد ضعف و بڑھاپا دیا۔ یہاں دینے اور پیدا کرنے کا تعلق بڑھاپے سے ہے۔ اور ضعف تو اس کے لیے اصلی ہے، وہ دیا نہیں جاتا ہے۔ بلکہ انسان اپنی اصل خلقت کی طرف رجوع کرتا ہے کیونکہ اس کی خلقت ہی ضعف اصلی و عدم ذاتی سے ہوئی ہے۔ لہٰذا جس ضعف سے کہ وہ پیدا کیا گیا۔ اس کی طرف رد اور رجوع کر دیا جاتا ہے۔

جس طرح ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ثُمَّ یُرَدُّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِکَیْلَا یَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَیْئًا پھر پھیرا اور رد کیا جاتا ہے ناکارہ عمر کی طرف تاکہ علم کے بعد کسی شے کا عالم نہ رہے۔

غایت معرفت و علم ہے نادان ہونا (حیرت) اس شدید کا تحقیق نہ ہے حیران ہونا

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

حدیث قدسی: فرماتا ہے کہ شیخ یعنی بڑھاپے نے پہلے ضعف کی طرف رد کر دیا جاتا ہے۔
پس بوڑھے اور بچے کا حکم ضعف میں ایک ہے۔ یعنی بزبان اعتبار نہ کہ تفسیر۔
انسان سالک اپنی عدمیت اصلی کو دیکھنے کی وجہ سے بے خودی میں مثل ابتدائی
انسان کے ہو جاتا ہے۔

پیغمبر پورے چالیس سال کی عمر کے بعد مبعوث ہو کے امت کی طرف
بھیجے جاتے تھے۔ یہ وہ عمر وہ زمانہ ہے کہ اس میں ضعف و ناتوانی شروع
ہو جاتی ہے۔ جیسے جیسے ظاہری قویٰ ضعیف ہوتے جاتے ہیں۔ باطنی قویٰ قوی
ہوتے جاتے ہیں۔

پس اسی شکستگی ہمت و ضعف کی وجہ سے لوط علیہ السلام نے
فرمایا لو ان لی بکم قوۃ با وجودیکہ یہ موقع ہمت مؤثرہ کا طالب تھا۔ گر چونکہ
انبیا صاحب قرب فرائض ہوتے ہیں۔ لہذا اپنے ارادے سے کوئی
حرکت نہیں کرتے۔

اگر تم کہو۔ کہ لوط علیہ السلام کو ہمیشہ مؤثرہ سے کون چیز مانع ہو رہی تھی۔
حالانکہ زور ہمت و قوت توجہ تو انبیاء کے تابعین کو بھی ہوتی ہے۔ جیسے مجذوب
سالک اور غیرہ واصل الی الحق ہیں۔ ہم یہ جواب دیں گے۔ لوط علیہ السلام
میں قوت ہمت ضرور تھی۔ مگر تم سے ایک بات کا علم رہ گیا ہے۔ وہ علم
یہ ہے۔ کہ معرفت الہی تصرف کے لیے ہمت ہی کب چھوڑتی ہے جتنی
معرفت زیادہ ہوگی۔ قوت تصرف کم ہوگی۔

اس بے ہمتی و بے تصرفی کے دو وجوہ ہیں۔

(۱) ایسا شخص مقام عبودیت میں ثابت قدم رہتا ہے۔ وہ ہمیشہ
اپنے عدم اصلی کو دیکھتا رہتا ہے۔

(۲) انسان کامل متصرف و متصرف فیہ کو یعنی تصرف کرنے والے کو
اور اس کو جس میں تصرف ہوتا ہے۔ ایک سمجھتا ہے۔ وہ نہیں سمجھتا کہ
اپنی ہمت توجہ کس پر ڈالے۔ اسی لیے یہ علم اس کو تصرف سے مانع
ہوتا ہے۔

khatmenabuwat Android Application

اس ظہور واحدیت وذات حق کے مقام میں وہ دیکھتا ہے کہ جس کے لیے
نزاع ہے کشمکش ہے وہ اپنے عین ثابت کے اقتضا سے تجاوز نہیں
کر رہا ہے۔ اس نے اپنی حقیقت سے جو علم حق میں ہے۔ جس کے لیے
ثبوت ہے۔ اور خارج میں موجود نہیں، عدول نہیں کیا۔ یہ بات ظاہر ہے کہ
جو کچھ حال عدم وثبوت دعلمی میں رہتا ہے وہی خارج میں ظاہر نمایاں ہوتا ہے
وہی نمایاں ہوتا ہے (حق) جس کی جیسی لیاقت ہے
پس ہر شخص اپنی حقیقت سے تجاوز نہیں کرتا۔ وہ اپنے طریقے کو قائم کرتا ہے۔
اس کو نزاع وکشمکش کہنا بھی ایک امر عارضی ہے کہ جیسے لوگوں کی آنکھوں پر
حجاب نے نمایاں کیا ہے۔ جس طرح کہ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔ یعلمون ظاہرا من الحیوٰۃ الدنیا وھم
من الآخرۃ ھم غافلون۔
اور لیکن اکثر لوگ سر قدر اور نظام عالم کو نہیں جانتے۔ وہ زندگانی دنیا کی
ظاہری حالت کو جانتے ہیں۔ اور وہ آخرت (اور باطنی امور) سے غافل ہیں۔
غفلت کے مادہ سے غفل کو قلب کرو تو غلف ہوتا ہے۔ جو غلاف اور پردے
کے معنی میں ہے۔ نتیجہ دونوں کا ایک ہی ہے۔ وہ کہتے تھے۔ قلوبنا غلف
یعنی ہمارے دل پردوں میں ہیں۔ جو حقیقی وواقعی ونفس الامری امر سے مانع
اور حائل ہوتے ہیں بہرحال عبدیت کا تقاضا۔ عبدیت کا کھلنا۔ اعیان
وحقایق کے اقتضاآت کا معلوم ہونا۔ قرب فرائض کا سلوک۔ اختیار نہ
نہ لینا عارف کو عالم میں تصرف سے مانع ہوتے ہیں۔
ابوعبداللہ محمد بن قائد نے شیخ ابوالسعود بن الشبل سے کہا۔ آپ کیوں
تصرف نہیں کرتے۔ تو ابوالسعود نے کہا۔ میں اللہ تعالیٰ کو اپنے لیے جیسا بھی چاہے
تصرف کرنے دیتا ہوں۔ ان کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ تم اس کو اپنا
وکیل بناؤ وکیل ہی تصرف کرے گا۔
ابوالسعود نے بالخصوص اللہ تعالیٰ کو سنا جبکہ فرماتا ہے وانفقوا مما
جعلکم مستخلفین فیہ جن چیزوں پر تم خلیفہ بنائے گئے ہو ان میں سے خرچ کرو۔

[illegible]

ابوالسعود نے جان لیا کہ جو کچھ ان کے ہاتھ میں ہے خود اُن کا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ وہ اللہ کے خلیفہ ہیں۔ امین ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کو فرمایا یہ چیز جس پر میں نے تجھ کو خلیفہ بنایا ہے اور تجھ کو اس کا مالک بنایا ہے اس میں تو مجھ کو وکیل بنا۔ ابوالسعود نے امر الٰہی پر عمل کیا۔ امتثال حکم کیا۔ بعد اس کو اپنا وکیل بنا دیا۔

جو شخص اس حقیقت اس حالت کو دیکھے گا اس کے لیے ایسا ارادہ وہمت کہاں رہے گی۔ جس کے ذریعے سے تصرف کر سکتا ہے۔ ہمت تو اس وقت کارگر ہوتی ہے جب پوری دلجمعی سے توجہ کرے۔ اس توجہ کے وقت اپنے مقصود کے سوائے کسی اور خیال کی گنجائش نہ ہو۔ یہ معرفت تو غیرِ حق کی طرف توجہ کرنے سے روکتی ہے۔ جس عارف کی معرفت تام ہو گی وہ تو اپنا پورا عجز و قصور ظاہر کرتا ہے۔

بعض ابدال نے شیخ عبدالرزاق سے شیخ ابو مدین کو سلام کے بعد عرض کیا کہ جناب ابو مدین! ہم پر کوئی چیز دشوار نہیں، جیسا چاہتے ہیں تصرف کرتے ہیں اور آپ پر بہت سی چیزیں دشوار ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ ہم کو آپ کے مقام کی آرزو و رغبت ہے۔ اور آپ کو ہمارے مقام کی رغبت نہیں۔ واقعی حالت ایسی ہی تھی باوجودیکہ ابو مدین کے پاس ابدال کا مقام بھی تھا۔ اور اس مقام کے سوا بھی تھا ہم مقام عجز و ضعف میں شیخ ابو مدین سے یا بدل سے بھی اتم اور زیادہ کامل ہیں۔

اے ذات تو مجمع الکمالات (شعر) میں بھی ہوں کمال بے کمالی

باوجود اس ضعف تصرف کے بدل نے ابو مدین سے کیا کہا۔ یہ عجز وعدم تصرف ان امور سے ہے جو عبدیت و کمال معرفت اور توحید سے پیدا ہوتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی مقام عبدیت، توحید مطلق، فنائے صفات بلکہ ذات کے مرتبے میں بامر الٰہی اپنی عاجزی وعدم علم کو ظاہر فرماتے ہیں۔ ما ادری ما یفعل بی ولا بکم ان اتبع الا ما یوحیٰ الی۔ مجھے معلوم نہیں کہ

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو سیزدہم

اللہ مجھ سے کیا کرے گا۔ اور تم سے کیا۔ میں تو اس حکم کی اتباع کرتا ہوں جس کی مجھے وحی ہوتی۔ پس رسول اسی چیز کا حکم کرتا ہے جس کی وحی اس کو کی جائے اس کے سوا ان کے پاس کوئی حکم نہیں۔

اگر تصرف کا قطعی حکم ہوتا ہے تو تصرف فرماتا ہے۔ اگر تصرف سے ممانعت کی جاتی ہے تو باز رہتے ہیں اور اگر انہیں اختیار دیا جاتا ہے ترک تصرف کرتے ہیں۔ حضرت غوث پاک اور دوسرے کاملین کا بھی یہی حال تھا کثرت کرامات اقتضائے اوقات ہے۔

جو معرفت میں ناقص ہوتا ہے وہ اپنے ارادے سے تصرف کر بیٹھتا ہے۔

ابو سعود الشبل نے اپنے مریدوں سے کہا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے پندرہ سال سے تصرف عطا فرمایا ہے۔ مگر میں نے ہوشیاری کی کہ اپنے سر ذمہ داری نہ آئے۔ اور ترک تصرف کیا: ان کا یہ فرمانا کہ میں نے باختیار تصرف کیا ہے ایک ناز کا کلمہ ہے۔

ہم نے کمال معرفت کی وجہ سے ترک تصرف کیا ہے۔ معرفت کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ باختیار ترک تصرف کرے۔ جب عارف اپنی ہمت و قوت ارادی سے عالم میں تصرف کرتا ہے، امر الٰہی و جبر سے نہ کہ اختیار سے۔

بلاشک مقام رسالت طالب تصرف ہے تاکہ جو دین کہ رسول لایا ہے اس کو لوگ قبول کریں لہٰذا رسول ایسے معجزات دکھاتا ہے جن کی وجہ سے وہ اپنی امت و قوم کے پاس صادق مانا جاتا ہے اور دین الٰہی کو ظاہر و غالب کر دیتا ہے۔ ولی مثل رسول کے نہ صاحب دین ہے نہ صاحب تبلیغ نہ صاحب معجزات۔ ولی اپنے نبی کا تابع ہوتا ہے اس سے بھی کرامات صادر ہوتے ہیں مگر معجزات نہیں ان کو کافی و وافی ہوتے ہیں۔

باوجودیکہ رسول کی شان سے ہے عالم میں تصرف کرنا، خوارق عادات دکھانا مگر وہ بھی ظاہری معجزات کو طلب نہیں کرتے۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جلد سوم

کیونکہ رسول کو اپنی اُمت پر شفقت اور اُن سے محبت رہتی ہے۔ وہ نہیں چاہتے کہ حجت اللہ اُمت پر قائم ہو جائے اور ظاہر بظاہر معجزات نمایاں ہوں، کہ ظہور حجت کے بعد عذاب آتا ہے۔ اور اس میں بربادی ہے لہذا رسول اُن پر رحم کرتے ہیں اور پردے کو باقی رکھتے ہیں۔

رسول کو یہ بھی معلوم ہے، کہ معجزہ جب کسی جماعت کے سامنے ظاہر ہوتا ہے، تو لوگ کئی قسم کے ہو جاتے ہیں۔ بعض تو ایمان لے آتے ہیں اور بعض باوجود جاننے کے ہٹ دھرمی سے انکار کرتے ہیں۔ اور ظلم و تکبر و حسد کے مارے اظہار تصدیق رسول نہیں کرتے۔ بعض معجزے کو سحر و شعبدہ سمجھتے ہیں۔ رسولوں نے یہ امر دیکھ لیا، اور یہ کہ وہی ایمان لاتا ہے۔ جس کے دل کو اللہ نے نور ایمان سے منور کیا ہو۔ جب آدمی اُس نور سے نہ دیکھے، جس کو ایمان کہتے ہیں، تو معجزہ اُس کو کوئی نفع نہیں دے سکتا۔ لہذا معجزات طلب کرنے میں رسولوں کی توجہ سے دل نہیں ہوئی۔ کیونکہ معجزات کا اثر نہ ناظرین پر پڑتا ہے نہ دلوں پر۔

جس طرح اللہ تعالیٰ اکمل رسل، اعلم خلق، سب سے زیادہ اصدق الحال والمقال کے حق میں فرماتا ہے۔ انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء۔

اے رسول کریم تم جس کو چاہو ہدایت نہیں کر سکتے، مگر اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔ اگر ہمت وارادے کا کوئی ضرور فائدہ ہوتا تو بھلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کامل و زیادہ اعلیٰ اور زیادہ قوی ہمت کا کون ہوتا۔ حضرت کا ارادہ اسلام ابی طالب میں کیوں موثر نہ ہوتا۔ ابو طالب ہی کے حق میں وہ آیت اُتری ہے جس کا ابھی

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جلد سوم

ہم نے ذکر کیا۔

اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے رسول کے حق میں فرمایا رسول کا کام سوائے تبلیغ کے اور کچھ نہیں۔ اور فرمایا تم پر ان کی ہدایت اور مسلمان کرنا لینا واجب نہیں۔ مگر خدا جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔

سورۂ قصص میں اس سے زیادہ فرماتا ہے۔ وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔ یعنی حال عدم میں یعنی موجود فی الخارج ہونے سے پہلے، اپنے اعیان ثابتہ کے ذریعے سے معلوم کرادیا تھا، کہ وہ قابل ہدایت ہیں۔ حق تعالیٰ نے یہ بھی ثابت کیا کہ علم الٰہی تابع معلوم ہے۔ جو چیز جیسی ہوگی ویسا ہی اس کا علم ہوگا۔ جو شخص اپنے عین ثابتہ میں اپنی حقیقت کے لحاظ سے، حال عدم میں، قبل وجود خارجی مومن تھا تو اس عین ثابتہ کے مطابق، صورت میں، بحال وجود خارجی ظاہر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے، کہ وہ ایسا ہوگا۔ اسی لیے فرمایا، وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔ جب اس طرح فرمایا تو یہ بھی فرمادیا۔ میرا قول۔ میرا حکم بدلتا نہیں۔ خلق کی فطرت۔ طبیعت کے متعلق، میرا جیسا علم ہوگا۔ ویسا ہی میرا حکم ہوگا۔ ویسا ہی اس کو ظاہر کروں گا۔ موجود فی الخارج کروں گا۔ میں اپنے بندوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا۔ یعنی ایسا نہیں ہے کہ میں نے ان پر کفر مقدر کیا ہو جو ان کو شقی و بدنصیب بنادے۔ پھر میں نے ان سے ایسے کام کا مطالبہ کیا ہو جو ان کی قوت و وسعت میں نہ ہو۔

بلکہ ہم نے وہی معاملہ کیا جس کا ہم کو علم ہوا، اور ہم نے ایسا ہی جانا جیسا کہ وہ خود تھے۔ اور جیسا انھوں نے اپنا علم کرادیا۔ یعنی ہم نے اسی کو کافر پیدا کیا جس کو ہم کافر

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو سیزدہم

سمجھتے تھے۔ اور ہم نے اسی کو کافر سمجھا، جو اپنی حقیقت عین ثابتہ کے لحاظ سے کافر تھا۔ اگر ظلم ہے تو وہ خود ظالم ہے۔ اسی لیے فرماتا ہے۔ مگر وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ہیں۔ اور اللہ کسی چیز ظلم نہیں کرتا۔

ہم نے اُن لوگوں کو کافر نہیں کہا۔ مگر باقتضا اُن کی ذات کے اُن کو کافر کہیں۔ اور ہماری ذات مع جمیع صفات کے ہم کو معلوم ہے، کہ کیا کہیں کیا نہ کہیں۔ ہماری حکمت و محبت کا تقاضا ہے کہ اُن کو تبلیغ کریں۔ بس کرمانا نہ ماننا اُن کا کام ہے۔

فَالْكُلُّ مِنَّا وَمِنْهُمْ
وَالْأَخْذُ عَنَّا وَعَنْهُمْ

دُنیا میں جو کچھ ہے وہ ہمارے اور اُن کے لحاظ سے ہے، احکام کا قبول کرنا بھی ہمارے اور اُن کے لحاظ سے ہے۔ جیسی کسی کی حقیقت ہوگی ویسا ہی حکم ہم لگا دیں گے، ویسا ہی وہ نمایاں ہوں گے۔

إِنْ لَا يَكُونُوا مِنَّا
فَنَحْنُ لَا شَكَّ مِنْهُمْ

اگر یہ خود کو ہم سے جدا سمجھتے ہیں، تو یہ اُن کی غلطی ہے، کیونکہ ان کا وجود ہم سے ہے، مگر ہم اُن سے خود کو دیکھتے ہیں؛ مظاہر ہی سے ظاہر کا ظہور ہوتا ہے۔

میرے دوست! اس حکمت ملکیہ کلمۂ لوطیہ میں جو کچھ بیان کیا ہے۔ اُس کا یقین کرو۔ کیونکہ یہ خلاصۂ معرفت ہے۔

فَقَدْ بَانَ لَكَ السِّرُّ وَقَدِ اتَّضَحَ الْأَمْرُ
وَقَدْ أُدْرِجَ فِي الشَّفْعِ الَّذِي قِيلَ هُوَ الْوِتْرُ

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

ستر قدر ظاہر ہو گیا ۔ اور نفس الامر واضح ہو گیا۔ اور کثرت میں وحدت داخل ہو گئی ۔ عالم میں حق کے جلوے ہیں۔ ہر جہت میں واحد ہوتا ہی ہے ۔ اعداد کا دار و مدار واحد ہی پر ہے۔

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

ترجمہ

فصوص الحکم

جزو چہار دہم

(۱۴) فصِ حکمتِ قدریہ فی کلمۃِ عزیریہ

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جلد چہارم

فصِ عزیریہ

تمہید

فص عزیریہ میں شیخ ابن العربی نے چند اہم مسئلے بیان کیے ہیں۔ میں اس تمہید میں اُن کو صاف اور واضح کر دینا چاہتا ہوں۔

اللہ ۔ یہ اسم جلیل کبھی ذات کے لیے سمجھا جاتا ہے تو اُس کے مقابل اسمائے صفات ہوں گے۔ جیسے حَیّ عَلِیْم ۔ مرید کبھی اسم جامع صفات کمالیہ کے معنی میں ۔ اس کی تفصیل تمام اسمائے الٰہیہ ہیں۔ اسم ذات کا کوئی مظہر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ذات ہم سے ہمیشہ مستور اور باطن ہی رہتی ہے۔ ہم جو کچھ دیکھتے ہیں وہ مظاہر اسمائی ہیں جس شخص میں سے جس اسم کا زیادہ ظہور ہوتا ہے وہ اُس کا عبد کہلاتا ہے ۔ مثلاً کسی شخص پر علم کی تجلی ہے اور اُس سے علم خوب نمایاں ہے تو وہ عبد العلیم ہے۔ کسی سے قدرت کا ظہور ہو رہا ہے تو وہ عبد القدیر۔ یا عبد القادر یا عبد المقتدر ہے ۔ یا رحمت کی تجلی ہے تو عبد الرحمن یا عبد الرحیم ہے۔ پس عبد اللہ تو وہی ہوگا جس سے تمام اوصاف الٰہی نمایاں ہوں۔ ہر حقیقت ، ہر ماہیت ، ہر عین ثابتہ کے لیے ایک تجلی ہے جس سے وہ عین یا حقیقت نمایاں ہوگی۔ عین ثابتہ

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو چہارم

شئی ہو تو تجلی بھی کلی ہوتی ہے۔ عین ثابتہ جزئی ہو تو تجلی بھی جزئی ہوتی ہے مجمل ہو تو مجمل اور مفصل ہو تو مفصل۔

ہر عین ثابتہ پر جو تجلی اسمائے الٰہی ہوتی ہے وہ اس کا رب کہلاتی ہے۔ ہر ایک شخص دوسرے سے جدا ہے۔ تو اس پر تجلی بھی جدا ہے۔ اسی لحاظ سے کہا جاتا ہے۔ کہ ہر ایک کا رب جدا ہے۔ چونکہ اسم اللہ جامع جمیع صفات و منبع جمیع کمالات ہے لہٰذا وہ اصل تجلیات و رب الارباب کہلاتا ہے۔ اس کا مظہر جو عین ثابتہ ہوگا۔ وہ عبد اللہ۔ عین الاعیان ہوگا عبد اللہ اعظم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ربِّ محمد رب الارباب اور اسم اعظم ہے۔

ہر زمانے میں ایک شخص قدم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رہتا ہے۔ وہ اپنے زمانے کا عبد اللہ ہوتا ہے۔ اس کو قطب الاقطاب اور غوث کہتے ہیں جو عبد اللہ یا محمدی المشرب ہوتا ہے۔ وہ بالکل بے ارادہ تحت امر اور قرب فرائض میں رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو جو کچھ کرنا ہوتا ہے اس کے توسط سے کرتا ہے۔ سب سمجھتے ہیں کہ اس شخص کی بڑی قدرت ہے اور وہ ہے کہ اپنے کو بے بس و بے طاقت جانتا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ اس گولے کی تیز روشنی ہے اور گولہ زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ دھوکا دکھاؤ۔ یہ روشنی منبت سے آرہی ہے۔ ذرا کنکشن کاٹ دو۔ سب نور کافور ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ بدر کس قدر تاباں ہے۔ وہ پکار کر کہہ رہا ہے۔ میری اصلی حالت دیکھنا ہو تو خسوف و کسوف میں دیکھو۔ مجھے نور سے کچھ بھی حصہ نہیں ملا۔ ظلمت میری اصل ہے۔ یہ نور شمس ہے جس کو تم دیکھ رہے ہو۔

قضا و قدر۔ ان لفظوں کے معنی میں علما کا اختلاف ہے۔ شیخ عالم کے پروگرام نظام العمل کو قضا اور اس کی متابعت میں ایک ایک چیز جو نمایاں ہوتی ہے اس کو قدر کہتے ہیں۔ بعض علما اس کے برعکس یعنی نظام العمل کو قدر اور اس کی مناسبت میں ایک ایک چیز کے پیدا ہونے کو قضا کہتے ہیں۔ ولا مشاحۃ فی الاصطلاح۔

khatmenabuwat Android Application

چہاردہم

اس مسئلے کے سمجھنے کے لیے پہلے اس کا تصفیہ کر لو کہ خدائے تعالیٰ
کیا سب چیزوں کو جان کر پیدا کرتا ہے یا پیدا کرنے کے بعد جانتا ہے۔ کہ میں نے
جو چیز پیدا کی ہے وہ ایسی ہے۔

ہر عاقل یہی کہے گا۔ کہ اللہ تعالیٰ جان کر پیدا کرتا ہے۔ پیدا کرنے کے بعد
نہیں جانتا۔ یعنی مرتبۂ علم مرتبۂ قدرت سے پہلے ہے۔ علم ایک طور پر
اضافی چیز ہے۔ علم کے لیے عالم و معلوم دونوں کی ضرورت ہے۔ قبل خلق
جو معلومات الٰہی علم میں ہیں، اُن کو اعیان ثابتہ کہتے ہیں۔ یہی معلومات جب
خارج میں پیدا ہوتے ہیں تو اُن کو اعیان۔ اعیان خارجیہ یا اعیان موجودہ
کہتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ اُن کی اصطلاح میں وجود علمی کو ثبوت اور وجود عینی کو
وجود کہتے ہیں۔ ابھی ہم نے بیان کیا کہ اعیان ثابتہ و حقائق اشیاء پر اسمائے الٰہیہ
کی تجلی ہوتی ہے، تو موجود فی الخارج معلوم ہوتے ہیں۔ اور نمایاں ہوتے ہیں
تجلی اسمائی نہ ہو تو کوئی چیز روشناس نہ ہو۔ چیز جیسی ہوتی ہے، جس طرح اُس
عین کی حقیقت ہوتی ہے۔ جیسا اقتضا ہوتا ہے۔ جیسی اُس کی فطرت
ہوتی ہے، ویسے ہی اُس کو اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے۔ اُس کو اُس کے اقتضا
کے موافق وجود بخشتا ہے۔ ہر شے کے ساتھ اُس کے لوازم لگے رہتے ہیں
اعیان و حقائق تحت قدرت نہیں ہیں۔ وہ مخلوق ہیں۔ کیونکہ علم الٰہی قدیم ہے۔
علم الٰہی حادث ہو تو جہل لازم آئے گا۔ یہ بھی ضرور ہے کہ جیسی چیز کی حقیقت ہے
اللہ تعالیٰ ویسا ہی اس کو نمایاں کرے گا۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ کہ چیز حقیقۃً کچھ اور ہے
اور پیدا کی جا رہی کچھ اور طرح سے ہے۔ شیخ کہتے ہیں کہ علم تابع معلوم ہے۔ یعنی جیسی
چیز کی حقیقت ہے۔ ویسا ہی اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ ویسا ہی پیدا کرتا ہے۔
شر ہے تو شے کی حقیقت کا اقتضا ہے۔ خیر ہے تو اُس کی حقیقت کا اقتضا ہے
خدائے تعالیٰ اچھے کو بُرا، بُرے کو اچھا نہیں کرتا۔ بلکہ بُرے کو بُرا نمایاں
کرتا ہے۔ اچھے کو اچھا۔ گھوڑے کو سونڈ اور ہاتھی کو ایال نہیں دیتا۔ چور سے
اُس کی طبیعت کے اقتضا کے موافق چوری ظاہر کرتا ہے۔ یہ اچھے خاصے
آدمی کو چور نہیں بناتا۔ بُرے ہو تو تم۔ اچھے ہو تو تم۔ فلا تلوموني ولوموا انفسكم

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

مجھے ملامت نہ کرو! بلکہ آپ کو ملامت کرو۔ اللہ کی حجت سب پر قائم ہے۔ جزو چہارم
قل فللّٰہ الحجۃ البالغۃ و کلمۃ اللّٰہ ھی العلیا۔ اللہ کا بول بالا ہے۔

شیخ کہتے ہیں مسئلۂ تقدیر اس قدر بدیہی و واضح ہے۔ کہ اپنی شدت ظہور کی وجہ سے لوگوں کی بصیرت و عقل سے مخفی ہو گیا ہے۔ سب جانتے ہیں کہ جیسی استعداد ہوتی ہے۔ اُسی کے لائق اُس پر صورت عائد ہوتی ہے۔ ویسی ہی حالت و کیفیت بدلتی ہے۔ استعداد و قابلیت دو طرح پر ہے۔ استعداد کُلّی وہ عین ثابتہ و حقیقت و فطرت و طبیعت کا تقاضا ہے۔ جس طرح معلوم الٰہی تحت قدرت نہیں اسی طرح اُس کی استعداد کلی بھی تحت قدرت نہیں۔ کیونکہ لوازم طبیعت علم الٰہی سے ہے علم الٰہی تحت قدرت نہیں۔ بعد کُن نہیں مخلوق نہیں تو اُس کے لوازم یعنی استعداد کُلّی بھی تحت کُن نہیں۔ مخلوق نہیں۔ حقیقت کے متعلق کیوں کا سوال نہیں چل سکتا ہے۔ یہ لِمَ اور کیوں کا سوال بڑھتے بڑھتے عین ثابتہ تک پہنچ کر مضمحل ہو جاتا ہے اور دریائے حیرت میں جا کر ڈوب جاتا ہے جس پر سِرّ قدر کا انکشاف ہوتا ہے اُس کا دل ساکن ہو جاتا ہے۔ اُس کی زبان ملامت سے نا آشنا ہو جاتی ہے۔ دُنیا و مافیہا اُس کو ایک تماشا معلوم ہوتا ہے ؎

تماشا گاہ عالم ہے کسی اُستاد کامل کا دمِ صرفِ یہ ہم کیا ہیں گویا سینما کی چند تصویریں

عارف باللہ کو دیکھتا ہے اور چور کو جاتے ہوئے کوتوالی والوں کو چور کو پکڑتے ہوئے مستغیث کو استغاثہ کرتے ہوئے حاکم کو مقدمے کی سماعت کرتے ہوئے دیکھتا ہے۔ پھر دونوں طرف کے وکیلوں کا زور لگانے کے لیے بال کی کھال کھینچنا حاکم کا سزا سنانا اور مہتمم جیل کا مستغیث میں رکھنا یہ پوری داستان اُس کی آنکھیں دیکھتی ہیں اور چور کی استعداد کُلّی کی تفصیل اور اُس کے جزئیات سمجھتا ہے۔ وہ خوب سمجھتا ہے کہ اُس وقت ایسا ہی ہوتا تھا۔

جیسے مشترک لفظ اپنے مختلف معانی میں مستعمل ہوتے ہیں۔ کہ اُن کے محل و مراد کے دیکھنے سے مراد ایک طرف ایمان جاہ ہو رہے اور مختلف مذاہب پیدا ہو رہے ہیں۔ ولی۔ قریب۔ آقا۔ چچا زاد بھائی۔ مددگار۔ کارساز۔ دوست محبوب و محب۔ پشت و پناہ و مؤید۔ ولی اللہ کی صفت بھی ہے اور مخلوق کی بھی۔ لہٰذا ملامت ہمیشہ رہنے والی چیز ہے کیونکہ اللہ ابدی ہے تو ولایت بھی ابدی ہے۔ اللہ سب کا ولی ہے۔ والی ہے۔ آقا ہے سب کا کافر ہو یا مسلمان۔ اللہ ایمانداروں کا ولی ہے۔ دوست ہے کارساز ہے۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو چہاردہم

محبوب بھی ہے اور محب بھی۔

سیدی عبدالقادر جیلانی و خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہم ولی مرتبہ میں بالیقین اللہ کے محبوب و محب ہیں۔ نبی و رسول جانب قرب حق سے لیتے ہیں اور جانب قرب مخلوق سے دیتے ہیں تبلیغ کرتے ہیں۔ خدا سے سنتے ہیں اور بندوں کو سناتے ہیں۔

نبی۔ صاحب نبا خبر۔ بعض وقعہ لغوی معنی نبا۔ یعنی خبر سے نبی کے معنی لیتے ہیں۔ خبردار واقف۔ ڈکہ مذہبی اصطلاحی نبی یعنی پیغمبر۔ چالاک لوگ اول نبی یعنی واقف صاحب الہام و کشف منواتے ہیں۔ دو چار پیشین گوئیاں کر دیتے ہیں جو صحیح نہیں اترتیں تو اُن کی تاویل کرتے ہیں۔ بات بنانے میں بڑے ماہر رہتے ہیں۔ جاہل پکڑیں آجاتے ہیں کذابوں کو بھی مان لیتے ہیں۔ لاکھ اُن سے کہا جائے کہ الا انہ لا نبی بعدی آیا ہے۔ لوکان بعدی نبی آیا ہے۔ تو وہ نہیں مانتے۔ کذب و جھوٹ کا ایسا گرد ہو گیا ہے کہ اب وہ حق و باطل میں تمیز نہیں کر سکتے۔ انسان کے دل میں ایک بات اتر جائے پھر ٹل نہیں سکتی۔

اسی طرح وحی کے معنی اشارہ کرنے۔ الہام کرنے کے بھی ہیں جیسے اوحی الی النحل اور اوحینا الی ام موسیٰ وحی کے اصطلاحی معنی اللہ تعالیٰ کا پیغمبر کو بذریعہ جبرئیل احکام و تعلیمات دینا۔ مذہبی ڈاکو مشترک لفظ کہہ کر مغالطہ دیتے ہیں۔ دعویٰ ایک چیز کا کرتے ہیں۔ ایک معنی کے لحاظ سے کرتے ہیں۔ اور ثبوت دیتے ہیں تو ایک دوسرے معنی کے لحاظ سے۔

رسول۔ صاحب وحی پیغامبر۔ تبلیغ احکام الٰہی کرنے والا صاحب کتاب یا صحیفہ۔ مبلغ جبرئیل امین ہے۔ صاحب معجزات ہوتا ہے۔ نبی کا لفظ رسول سے عام ہے کیونکہ نبی کو صاحب کتاب ہونا یا بعض کے پاس صاحب تبلیغ و صاحب اُمت ہونا بھی ضرور نہیں حدیث میں وارد ہوا ہے العلماء ورثۃ الانبیاء۔ جب تبلیغ بند ہے۔ ولی صاحب تبلیغ نہیں ہے تو اس کو وراثت میں کیا ملا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں ولی کے کمالات تابع نبی ہیں۔ وہاں اجتہاد کی صورت میں تبلیغ بھی وراثت میں ملی ہے۔ جہاں کسی مسئلے میں قرآن و حدیث میں کوئی حکم یا نص نہ پائے گا۔ اجتہاد کرے گا۔ قرآن و حدیث کی اتباع میں حکم دے گا۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

چہارم

ولایت و رسالت میں سے کونسی چیز دائمی و ابدی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے جیسا گزرا۔ ولی اللہ تعالیٰ کی صفت بھی ہے۔ نبی یا رسول اللہ تعالیٰ کی صفت نہیں ہے۔ لہٰذا ولایت ابدی اور ہمیشہ باقی رہتی ہے۔ اور رسالت منقطع و ختم ہو جاتی ہے۔ رسالت کب تک باقی رہتی ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ دار التکالیف و العمل یعنی دُنیا ختم ہوتے ہی نہ تکلیف رہتی ہے۔ نہ اوامر و نواہی کا سلسلہ ہی باقی رہتا ہے لہٰذا رسالت بھی ختم ہو جاتی ہے۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ بروز قیامت بچوں کو مجنون اور اہل فترت کو یعنی اُن لوگوں کو جن کو رسالت کے احکام نہیں پہنچے اور ایسے زمانے میں تھے کہ پیغمبروں کی تعلیم باقی نہ تھی۔ تبلیغ کی جائے گی یعنی ان میں سے ایک رسول بنا دیا جائے گا۔ وہ دوزخ میں گرنے کا حکم دے گا جو گرے گا وہ نجات پا جائے گا اور دوزخ اُن پر سرد ہو جائے گا۔ جو اُن کے رسول کی اطاعت نہ کریں گے۔ دوزخ میں نہ گریں گے وہ مستحق عذاب ہوں گے۔ زبردستی دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ اس کے بعد سلسلہ تبلیغ ختم ہوگا۔

ولایت چونکہ قرب الٰہی کا نام ہے وہ برقرار رہے گی اور نبوت بمعنی معرفت الٰہی کے وہ بھی باقی رہے گی۔ تجلیات حقہ کی انتہا نہیں تو معرفت کی بھی انتہا نہیں۔

ولایت کا مرتبہ بڑا ہے یا رسالت کا۔ قرب الٰہی کا مرتبہ زیادہ ہے یا تبلیغ کا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول کی جانب قرب الٰہی جانب تبلیغ یا امت سے افضل ہے۔ نہ کہ ولایت ولی تابع رسالت رسول متبوع سے افضل ہے۔

متبوع ہمیشہ اپنے تابع سے افضل ہی رہے گا۔ یہی معنی الولایۃ افضل من النبوۃ کے یعنی ولایت نبی نبوت نبی سے افضل ہے۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو چہارم

فصِ حکمتِ قدریہ

فی کلمۃِ عزیریہ

واضح ہو کہ قضا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اشیا میں۔ اور اللہ تعالیٰ اشیا میں وہی حکم فرمائے گا جس طرح کہ اس نے اشیا کو اور ان کے اقتضاآت ولوازم کو جانا۔ اور اشیا و حقائق و اعیان ثابتہ نے وہی علم دیا۔ اور اسی طرح معلوم ہوئے جیسے نفس الامر میں وہ تھے۔ اور قدر کیا ہے؟ قضا کی تفصیل ہے۔ جیسا جیسا وقت آتا جائے گا عین ثابتہ کی حالت و اقتضا کے مطابق عین خارجی کو حالت و کیفیت و حکم دیا جائے گا۔ نہ کم نہ زیادہ۔ موجود عین خارجی کے احکام بالکل عین ثابتہ کے اقتضاآت کے موافق ہوں گے۔

پس قضائے اشیا پر وہی احکام جاری کیے جو ان کے عین ثابتہ کے اقتضا کے موافق تھے۔ اور یہی ستر قدر اور راز تقدیر ہے۔ قدر کیا ہے؟ وقت نام۔ نظام العمل۔ پروگرام ہے دنیا کا۔ دنیا میں وہی نمایاں ہوتا ہے جو تقدیر میں تھا۔ حقائق اشیا کا مقتضیٰ تھا۔ ستر قدر اسی کو معلوم ہوتا ہے۔ جو دل آگاہ رکھتا ہو۔ اور کان لگا کر اقتضاآت اشیا کو سنتا ہو۔ جس کو وہ زبان حال سے بتلا رہے ہوں۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو چہارم

اور جن کا اس کو شہود نصیب ہو۔
اس سے ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ کرتا ہے، حق ہے اور درست ہے۔ فللہ الحجۃ البالغۃ اللہ کی دلیل اور اس کی حجت بھرپور ہے۔ کامل ہے۔ ایک تحقیقی نظر ڈال کر دیکھو۔ تو معلوم ہو گا کہ حاکم جس مسئلے میں حکم دیتا ہے وہ شے کے اقتضا کا تابع ہوتا ہے۔

پس محکوم علیہ، حاکم کا حاکم ہے۔ کہ مجھ پر اس طرح حکم لگاؤ۔ پس حاکم، اشیا پر حکم لگانے میں محکوم کا محکوم ہے۔ دیکھو حاکم محکوم ہو گیا۔ اور محکوم حاکم۔ یہ ستر قدر اس قدر صاف اور واضح ہے کہ اپنی شدت ظہور کی وجہ سے مستور ہو گیا ہے۔ اور لوگوں کی طلب و اطلاع بڑھ گیا ہے۔ دیکھو۔ ہر شخص جانتا ہے کہ جیسی استعداد ہوتی ہے، ویسی ہی اس پر صورت آتی ہے۔ گھوڑے کے نطفے پر ہاتھی کی صورت نہیں آتی۔ انار کے دانے سے آم کا درخت نہیں اگتا۔ حنظل کڑوا ہے۔ لیموں کھٹا ہے، تو اس کے خالق پر کیا الزام۔ جیسی حقیقت تھی ویسا ہی خدا نے اس کو پیدا کیا۔ نمایاں کیا۔ ابدی کافر کبھی ایمان نہ لائے گا۔ معصوم پیغمبر کبھی گناہ نہ کرے گا۔ نومسلم کی فطرت والا پہلے کفر میں مبتلا ہو گا، پھر اسلام لائے گا۔ مرتد پہلے مسلمان رہے گا پھر کفر کرے گا۔ غرضکہ

(شعر)

دیتا ہے ہر اک کو حکیم جس کی جیسی لیاقت ہے
وہی نمایاں ہوتا ہے جس کی جیسی فطرت ہے

واضح ہو کہ رسل صلوات اللہ وسلامہ علیہم میں دو اعتبار ہیں۔ ایک حیثیت رسالت، امت کی طرف اور تبلیغ احکام کی۔ دوم حیثیت ولی و مقرب الی اللہ و عارف باللہ کی۔ بحیثیت تبلیغ رسالت کے، امت کو جس قدر ضرورت ہوتی ہے۔ اتنے ہی اور اسی کی مناسبت سے اس کے رسولوں کو علم اور احکام دیے جاتے ہیں۔
یہ آپ کو معلوم ہے کہ بعض امتیں بعض سے افضل ہیں جیسے امت محمدی کہ اس کے لیے وارد ہوا ہے کنتم خیر امۃ پس بعض رسولوں کا بعض رسولوں پر

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

پارہ ۳ ارسال احکام میں موافق اُن کی اُمتوں کے باہمی فضیلت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض یعنی یہ تمام رسل ہم نے ان میں کے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ یعنی چونکہ اُمت محمدی افضل الامم ہے۔ اس لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی تبلیغ احکام اور شان رسالت میں دوسرے رُسُل سے اعلیٰ و افضل ہیں۔

دوسری حیثیت یعنی معرفت و قرب ولایت کے لحاظ سے جو اُن کے نفوس قدسیہ و ذات عالیہ کی طرف رجوع کرتی ہیں۔ اس میں بھی اُن کی استعداد کے موافق علوم و احکام میں متفاضل اور بعض بعض سے افضل ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولقد فضلنا بعض النبیین علی بعض۔ یعنی ہم نے بعض انبیاء کو بعض سے افضل بنایا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خلق کے متعلق فرماتا ہے۔ واللہ فضل بعضکم علی بعض فی الرزق۔ اللہ نے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت دی ہے۔

رزق دو قسم کا ہے۔ رزق روحانی جیسے علوم و معارف اور رزق حسی جیسے غذائیں۔ اللہ تعالیٰ اندازے ہی سے رزق کو اتارتا ہے۔ اندازہ کیا ہے۔ خلق کی استعداد اور اُس کی طلب۔ خواہ استعداد و قابلیت انبیاء و اولیاء کی ہو، یا دوسرے اشخاص کی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر شے کی حقیقت کے موافق ہی اُس کو خلق کرتا اور پیدا فرماتا ہے۔ اور اندازے ہی سے اتارتا ہے جو چاہتا ہے۔ اور چاہتا وہی ہے۔ جیسا جانتا ہے۔ پھر اسی پر حکم کرتا ہے۔ ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے کہ جانتا وہی ہے۔ جیسی چیز اور معلوم ہے۔ اور جیسا کہ اُس نے خود کو بتلایا۔ غرضکہ توقیت و تعیین، معلوم اور حقیقت شے کی طرف سے ہے۔ اور قضا یعنی اُس کا موجود فی الخارج کرنا۔ علم، ارادہ، مشیت یہ سب قدر و تقدیر اور نظام اہل عالم کے تابع ہے۔ پس سرِ قدر اجل علوم اور افضل معارف سے ہے۔

مگر سرِ قدر کی فہم اُسی کو عطا کرتا ہے۔ جس کو خدا معرفت تامہ سے خاص کرتا ہے۔ سرِ قدر کا علم، عالم کو راحت کلی دیتا ہے۔ اور عذاب الیم بھی۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو چہاردہم

پس سر قدر نقیضین اور متضاد امروں کو دیتا ہے۔

اسی سر قدر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے خود کو غضب و رضا سے موصوف کیا اچھی فطرت والے سے راضی اور بری طبیعت والے پر غضب کرتا ہے۔ اسی کی وجہ سے اسمائے الٰہیہ میں تقابل ہے۔

لہٰذا حقیقت سر قدر یعنی اقتضائے اعیان ثابتہ اور اُن کی استعداد موجود مطلق پر یعنی حق تعالیٰ پر بھی حکم لگاتی ہے۔ اور وہ حسب اقتضائے اعیان اسمائے جلالیہ و جمالیہ سے موصوف ہوتا ہے۔ جیسے ہادی و مضل اور رؤف و رحیم منتقم و قہار۔ نیز حسب اقتضائے حقایق و اعیان موجود مقید یعنی مخلوقات پر بھی حکم کرتی ہے۔ کہ وہ سعید ہیں یا شقی۔ مومن ہیں یا کافر۔ غرضیکہ کوئی شے حقیقت سر قدر و اقتضاء استعداد سے ذکامل تر ہے۔ نہ قوی تر ہے نہ بزرگ تر۔ کیونکہ اس کا حکم ہر شے کو شامل ہے۔ خواہ متعدی ہوں جیسے فعل و انفعال۔ خواہ غیر متعدی ہوں جیسے علم و حکمت۔ اور دوسرے کمالات نفسانی۔ انبیا صلوات اللہ علیہم اپنے علوم حاصل کرتے ہیں تو وحی خاص الٰہی سے۔ کیونکہ اُن کو معلوم ہے کہ عقل انسانی اپنی نظر فکری اور تفحص جو استیفا میں ادراک حقایق اور دریافت امور سے جیسے کہ وہ نفس الامر و واقع میں ہیں۔ عاجز ہے۔ لہٰذا اُن کے قلوب مقدسہ نظر عقلی سے سادہ اور خالی ہیں۔ صرف اخبار الٰہی سے بھی وہ چیز حاصل نہیں ہوتی۔ جو ذوق اور عین الیقین و حق الیقین سے حاصل ہوتی ہے۔ جب عقل سے علم کامل ہوتا ہے، نہ اخبار سے۔ تو حق الیقین اور علم کامل صرف تجلی الٰہی سے حاصل ہوتا ہے۔ اور اس امر سے کہ اللہ تعالیٰ چشم بصیرت و بصارت سے پردے اٹھا دے۔ اور چشم حق بیں حقایق اشیا اور اعیان ثابتہ کو کماحقہ ادراک کرے کہ وہ اشیا قدیم ہیں یا جدید۔ معدوم ہیں یا موجود ممکن ہیں یا واجب۔

بعض غیر صحاح اخبار و روایات میں ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام نے جو بیت المقدس میں سکونت پذیر تھے۔ جب بخت نصر نے اُس کو تباہ کر دیا،

khatmenabuwat Android Application

جزو چہارم

تو اللہ تعالیٰ سے عرض کیا، کہ اللہ تعالیٰ اس قریہ کو یعنی بیت المقدس کو کیونکر زندہ و آباد کرے گا۔ چونکہ اس کا مقصد بطور حق الیقین کے علم حاصل کرنا تھا، لہٰذا ان پر عتاب ہوا، کہ ایسا کرو گے تو تمہارا نام دفتر انبیا سے مٹا دیا جائے گا۔ ان کی اس سادہ دلی پر یہ دلیل ہے، کہ بعض روایتوں کی بنا پر یہ قول حضرت عزیر علیہ السلام کا انی یحیی ھذہ اللہ بعد موتھا یعنی اللہ اس شہر کے مرنے کے بعد پھر کیونکر زندہ کردے گا۔

شیخ کہتے ہیں۔ کہ اول یہ صحیح ہی کب ہے۔ کہ یہ قول حضرت عزیر علیہ السلام کا ہے۔ فرضاً یہ قول حضرت عزیر کا ہو بھی، تو یہ ایسا ہی ہے جیسے حضرت ابراہیم کا قول۔ رب ارنی کیف تحیی الموتی۔ اے پروردگار! مجھے دکھا دے کہ تو مردوں کو کس طرح جلاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اولم تؤمن۔ کیا تجھے یقین نہیں۔ ابراہیم نے عرض کیا۔ بلیٰ ولکن لیطمئن قلبی ابراہیم نے عرض کیا کیوں نہیں۔ مگر یہ سوال اس لیے کرتا ہوں کہ تیری آیات قدرت کو دیکھ کر میرے دل کو اطمینان ہو، علم الیقین عین الیقین ہو جائے۔

عزیر علیہ السلام کے اس سوال کا جواب قولی نہ تھا۔ بلکہ فعلی تھا۔ اور اظہار قدرت تھا، جو عزیر کو خود ان میں فعل کرکے بتایا گیا۔ فاماتہ اللہ مائۃ عام ثم بعثہ اللہ نے عزیر کو سو سال تک مار ڈالا، پھر ان کو زندہ کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے عزیر سے فرمایا وانظر الی العظام کیف ننشزھا ثم نکسوھا لحما یعنی ذرا گدھے کی ہڈیوں کو تو دیکھو، ہم اس کو کس طرح ملاتے ہیں جاتے ہیں۔ پھر ان پر گوشت پہناتے ہیں۔ عزیر علیہ السلام نے چشم تحقیق سے معائنہ کر لیا کہ گوشت کیونکر پیدا ہوتا ہے جب اخبار الٰہی سے علم الیقین حاصل کر چکے۔ جب مردے کے مرنے کے بعد زندہ ہونے اور اپنی سواری دراز گوش کو مرکر زندہ ہونے کو معائنہ کر لیا، اور عین الیقین تک پہنچ چکے تو آپ نے حق الیقین حاصل کرنے کے لیے قدر سے سوال کیا۔ قدر کا علم تو صرف خدائے تعالیٰ کو ہے، جو حقایق اشیا کو موجود فی الخارج ہونے سے پہلے یعنی حال عدم میں جب کہ اشیا صرف علم الٰہی میں ہیں۔ جانتا ہے۔ یہ یعنی

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو چہارم

علم اعیان الثابتہ، عزیر علیہ السلام کو نہیں دیا گیا۔ کیونکہ علم الٰہی کے مخزنوں سے ہے۔ محال ہے، کہ مخلوق اللہ کے سوا اس کو جانے۔ کیونکہ اعیان ثابتہ خزائن الٰہی کی ابتدائی کنجیاں ہیں۔ یا خزانے ہیں۔ یعنی غیب کی۔ جن کو اللہ کے سوائے کوئی اور جان نہیں سکتا۔ وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو۔ ہاں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ قبل وجود خارجی، بعض امور سے مطلع فرما دیتا ہے۔ حقیقۃً یہ بھی ایک قسم کے اخبار میں داخل ہے۔ راست میں ثابتہ کا علم نہیں ہے۔ واضح ہو کہ اعیان کا نام مفاتیح یا غیب کی کنجیاں اس وقت دیا جاتا ہے، جب وقت فتح ہو۔ حال انکشاف ہو، دیا گیا ادراک ہو، یہ حال فتح کب ہوتا ہے۔ ٹھیک تعلق ایجاد کے وقت۔ یعنی پیدا کرنے کے وقت اشیا سے تعلق تکوین کے حال میں۔ چاہو تو یوں کہو۔ کہ تعلق قدرت مقدور کے ساتھ۔ یہ حال یعنی تخلیق کے وقت مخلوق سے ہوتا ہے۔

پس تعلق قدرت کے وقت، جو علم و ذوق و تجلی ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ سے خاص ہے۔ پس ایسی تجلی و کشف کسی بندے کو نہ ہوگا۔ کیونکہ قدرت تخلیق و ایجاد و اعطائے وجود اللہ تعالیٰ سے خاص ہے۔ ولئن سالتہم من خلق السمٰوات والارض لیقولن اللہ۔ جو ان سے پوچھو۔ کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ وہ ضرور کہیں گے اللہ۔ کیونکہ وجود مطلق جو کسی قید سے مقید نہیں، وہ اللہ کا خاصہ ہے۔

جب دیکھا گیا کہ سوال قدر میں عزیر علیہ السلام پر کچھ عتاب سا معلوم ہوتا ہے تو ہم نے جانا، کہ انھوں نے اطلاع ذوقی و ادراک کیفیت ایجاد سے سوال کیا، اور اس کو طلب کیا تھا۔ حقیقت میں عزیرؑ نے وہ قدرت طلب کی تھی جو وقت تخلیق سے پہلے ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ اقتضا اور خاصہ صاحب وجود مطلق کا یعنی اللہ تعالیٰ کا ہے۔ خلقکم وما تعملون تم کو تمہارے کاموں کو خلق کیا پیدا کیا۔ پس عزیرؑ نے ایسی چیز طلب کی جس کا ہونا جس کے وجود، جس کے ذوق کا ممکنات و مخلوقات میں پایا جانا محال ہے غیر ممکن ہے۔ کیونکہ کیفیات بغیر ذوق کے معلوم ہی نہیں ہو سکتے۔

جلد چہارم

بندا تا دیتی کے دانی۔ دیکھو یہ سُن کر یقین رکھنا۔ کہ آگ جلانے والی ہے۔ علم الیقین ہے۔ کسی کو جلتے دیکھنا عین الیقین ہے جلنے والے پر کیا گذری اُس کو اس کے سوا دوسرا نہیں جان سکتا۔

یہ جو مشہور ہے۔ کہ اس سوال پر اللہ تعالیٰ نے عزیر علیہ السّلام پر وحی کی۔ اگر تم سوال سے باز نہ آؤ گے، تو تمہارا نام دیوان و دفتر نبوت سے محو کر دوں گا۔ اس کے معنی شیخ فرماتے ہیں۔ کہ یہ نبوت کا طریقہ جو اخبار و وحی پر منحصر ہے۔ وہ اس طریق ذوقی کے وقت نہیں رہے گا بلکہ صرف جانب ولایت باقی رہے گی۔ یعنی قرب الٰہی اور تجلّی سے علوم حاصل ہوں گے اور تجلّی و کشف تمہاری استعداد و قابلیت کے موافق ہوتا ہے۔ کیونکہ ادراک، علم ذوقی و وجدانی سب ہر شخص کے حسب استعداد و موافق قابلیت ہوتا ہے۔

جب تم پر تجلّی ہو گی کشف ذوقی ہو گا، تو تم اپنے حسب استعداد دیکھو گے۔ اور پاؤ گے۔ جب تم ذوق سر قدر پر جو مطلوب ہے، غور کرو گے، تو معلوم ہو گا۔ کہ تم جس کے طالب ہو یعنی علم ذوقی، سر قدر، اس کی استعداد تم میں نہیں ہے اسلیے کہ وہ خصائص ذات الٰہیہ سے ہے۔

یہ تو تم کو معلوم ہے، کہ اللہ تعالیٰ ہر شے کو اُس کی استعداد و فطرت کے موافق تخلیق عطا کرتا ہے۔ پیدا کرتا ہے جب اللہ تعالیٰ نے ذوق سر قدر کی استعداد نہیں دی تو معلوم ہوا۔ کہ یہ تمہاری استعداد قابلیت سے خارج ہے اگر تمہاری تخلیق یعنی فطرت میں ایسی استعداد ہوتی تو حق تعالیٰ تم کو ضرور عطا فرماتا۔ کیونکہ وہ فرماتا ہے۔ اعطی کل شیئ خلقہ یعنی ہر شے کو اُس کے لائق تخلیق عطا فرماتا ہے۔ جب واقعہ یہ ہے، تو تم خود اُس وقت ایسا سوال نہ کرتے، اور اللہ تعالیٰ کے منع فرمانے کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ دیکھو۔ لوگ جس کو عزیر پر عتاب سمجھے تھے وہ تو اللہ تعالیٰ کی ان پر بڑی عنایت نکلی۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں۔ اسے کوئی جس نے جانا جانا۔ جس نے نہ جانا نہ جانا۔ واضح ہو۔ کہ ولایت و قرب حق، ایک فلک محیط اور عام ہے۔ کہ ملک و رسول و نبی و معمولی ولی، بلکہ ہر مسلمان پر ایک لحاظ سے صادق آتا ہے۔ اور خود اللہ تعالیٰ پر بھی لفظ ولی صادق آتا ہے۔ لہٰذا

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

ولایت وقرب الٰہی کبھی ختم و منقطع نہ ہوگا۔ ولایت کو بالعموم اسرار و دقائق سے عارف ہونا لازم ہے۔ یہ اسرار و معارف سے واقف ہونا لغوی نبوت ہے۔ اور عرف شارع میں نبی بمعنی صاحب وحی آتا ہے۔ نبوت لغوی نبوت شرعی سے عام ہے۔ اور نبوت تشریعی و رسالت یعنی صاحب وحی و احکام و صاحب اوامر و نواہی، وہ منقطع ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی ہے۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں نہ نبی اولوالعزم، صاحب شریعت مستقل جیسے موسیٰ علیہ السلام نہ نبی تابع صاحب شریعت جیسے عیسیٰ علیہ السلام تابع موسیٰ۔ اب کوئی رسول بالاستقلال صاحب شریعت نہ آئے گا۔

لا نبی بعدی کی حدیث نے اولیا کی کمر توڑ دی۔ کیونکہ اس سے ذوق عبودیت کاملہ کا انقطاع نکلتا ہے۔ کیونکہ جو اسم بندۂ کامل کے ساتھ خاص ہے، وہ لفظ نبی و رسول ہے۔ لفظ عبد میں کامل و غیر کامل سب شریک ہیں۔ بندہ چاہتا ہے کہ اپنے آقا یعنی اللہ سے ممتاز رہے۔ اس کا کمال عبدیت نمایاں رہے۔ کیونکہ اللہ کو نہ نبی کہہ سکتے ہیں نہ رسول۔ ولی تو اللہ کا بھی اسم ہے۔ فرماتا ہے۔ اللہ ولی الذین آمنوا۔ اللہ ایمان داروں کا ولی ہے۔ آتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ وھو الولی الحمید۔ وہ لائق تعریف ولی ہے۔ ولی کا لفظ دنیا و آخرت سب میں، اللہ کے بندوں پر جاری و باقی رہتا ہے۔

جب نبوت و رسالت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منقطع و ختم ہو گئی اور وہ اسم باقی نہ رہا جو صرف عبد کامل پر کہا جاتا ہے اور حق تعالیٰ پر اطلاق نہیں کیا جاتا یعنی رسول و نبی حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا العلماء ورثۃ الانبیاء۔ علما انبیا کے وارث ہیں۔ نبوت و رسالت جب باقی نہ رہی تو وراثت میں کیا ملا نہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان و لطف فرما ہے۔ جب نبوت خاصہ و رسالت خاصہ باقی نہ رہی جو عرف شرع میں مراد ہے تو اللہ تعالیٰ نے نبوت عامہ یعنی عرفان و معرفت اسرار الٰہیہ کو باقی رکھا جو لغوی نبوت ہے۔ یہ معرفت الٰہی و نبوت لغوی وارثان انبیا کو ملتی ہے جس میں تشریع نہیں ہے اور تشریع بھی ثبوت احکام میں بطور اجتہاد کے ملی۔ پس تشریع میں سے بھی ایک قسم کی

khatmenabuwat Android Application

فص چہاردہم

وراثت مل ہی گئی حضرت نے فرمایا العلماء ورثۃ الانبیاء یہ میراث کیا ہے۔ تنہا اجتہاد فی الاحکام جو پرتو تشریع نبی ہے۔

نبی کو جب تشریع و ناموس واحکام کے سوائے دوسرے موضوع ومقصد پر کلام کرتے دیکھو۔ تو خوب سمجھ لو کہ یہ بحیثیت نبی کے نہیں ہے۔ بلکہ بحیثیت ولی ومقرب الٰہی کے ہے۔ اور یہ کلام تشریعی نہیں ہے بلکہ عرفانی ہے۔ اسی لیے نبی کی عالم وعارف وولی ومقرب الٰہی کی حیثیت رسول صاحب تشریع وشرع ہونے کی حیثیت سے اتم وکامل واکمل ہے۔ گو تبلیغ احکام میں شان خلافت ہے۔

پس اگر کسی اہل اللہ سے سنو۔ یا کسی سے یہ قول نقل کیا جائے الولایۃ اعلیٰ من النبوۃ یعنی ولایت نبوت سے اعلیٰ ہے تو اس کے معنی وہی ہیں جو ہم نے بیان کیے ہیں یعنی پیغمبر کی حیثیت قرب ومعیت اور علم ومعرفت حیثیت تبلیغ و ناموس واحکام سے اعلیٰ ہے۔ یا کوئی یہ کہے کہ ولی کا مرتبہ نبی ورسول کے مرتبے سے اعلیٰ ہے۔ اس سے ایک ہی شخص کی دو حیثیتیں دو اعتبار مراد ہیں۔ یعنی رسول اس لحاظ سے کہ وہ ولی مقرب درگاہ وعزت ہیں اس لحاظ سے کہ نبی ورسول ہیں اعلیٰ وافضل ہیں۔ اس کے ہرگز یہ معنی نہیں کہ ولی تابع نبی متبوع سے جو ضرور ولی بھی ہوتا ہے اعلیٰ واتم ہے۔ کیونکہ تابع اپنے متبوع کے مرتبے کو ہرگز نہیں پہنچ سکتا جس امر میں کہ وہ تابع ہے کیونکہ اگر تابع متبوع سے بڑھ جائے یا اس کو پالے تو تابع ہی کب رہا تھا۔ بہرحال رسول ونبی صاحب شرع کا مرتبہ ولایت وعلم ہے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کو فرماتا ہے کہ زیادت علم کی دعا کرو۔ نہ کہ غیر علم کی۔ اللہ تعالیٰ بطور امر کے فرماتا ہے قل رب زدنی علما۔ تم کہو اے پروردگار میرا علم زیادہ کر۔ کیونکہ علم کے ساتھ قرب وولایت کی ترقی ہوتی ہے۔ انقطاع وختم نبوت ورسالت کی وجہ کیا ہے۔ تم کو معلوم ہے۔ کہ شرع کیا ہے۔ اعمال مخصوصہ کے متعلق امر یا نہی۔ اس کی جگہ تو یہی دار دنیا ہے۔ جو دار العمل ہے تو دنیا ختم تو امر ونہی بھی ختم۔ ولایت کا حال ایسا نہیں ہے۔ اگر ولایت کسی طرح ختم ہو جاتی تو ولی کا نام ہی نہ رہتا اور علم ومعرفت وقرب وتجلیات کا دروازہ بھی بند ہو جاتا۔

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو پانزدہم

ولی کا نام تو اللہ کے لیے باقی رہے گا ہی۔ پس بندوں کے لیے بھی نام ولی باقی رہے گا۔ باعتبار تعلیق یا اخلاق الٰہی کے۔ بعد فنا فی الافعال والصفات کے اور باعتبار تحقق کے۔ یعنی فنا فی الذات کے اور باعتبار تعلق کے یعنی بقا باللہ اور بعد الفنا کے۔ پس قول اللہ تعالیٰ کا عزیر علیہ السلام کو کہ اگر تم سر قدر کے سوال سے باز نہ آؤ گے تو تمہارا نام دفتر انبیاء سے مٹا دوں گا۔ کے معنی یہ ہیں۔ کہ ماہیت قدر تجلی سے کشف کے ذریعے تم کو معلوم کرائی جائے گی۔ اور اُس وقت حیثیت رسول مبنی اور یہ نام تمہارے لیے نہ رہیں گے بلکہ صرف ولایت و قرب رہے گا۔

مگر چونکہ ظاہری قرینہ دلالت کرتا ہے۔ کہ یہ خطاب بطور وعید کے ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ حالت قرینہ بن گئی ہے۔ اس خطاب کے لیے کہ وہ وعید ہے۔ بعض خاص مراتب ولایت کے اس دار دنیا میں سے زائل ہونے کی وجہ سے۔ کیونکہ نبوت و رسالت، ولایت کا ایک خاص ممتاز مرتبہ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اُس ولی سے اعلیٰ ہے جس کے پاس نہ نبوت تشریعی ہے نہ رسالت۔ جب اس حالت کے ساتھ ایک اور حالت قرینہ بن گئی ہو جس کی مرتبۂ نبوت مقتضی ہو تو ثابت ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول وعدہ ہے، وعید نہیں ہے۔ اور یہ کہ عزیر علیہ السلام کا سوال مقبول ہے۔ نبی ولی خاص ہی تو ہے۔ ذرا اس قرینۂ حال پر بھی غور کرو کہ نبی جس کے لیے ولایت کا مرتبہ و درجۂ خاص ہے۔ محال ہے کہ وہ کسی امر کے لیے اقدام کرنے کی جرأت کرے۔ جس کو وہ جانتا ہے۔ کہ یہ اللہ کے پاس کروہ ہے یا محال ہے، یا ممکن الحصول ہے۔

جس شخص کے پاس یہ قرائن مجتمع و ثابت ہوں گے۔ وہ ضرور اس خطاب الٰہی کو جو اس قول میں ہے۔ لَاَمْحُوَنَّ اِسْمَکَ مِنْ دِیْوَانِ النُّبُوَّۃِ محل وعدہ پر محمول کرے گا نہ کہ وعید پر۔ اور یہ خبر عزیر علیہ السلام کے باقی رہنے والے علو مرتبت پر دلالت کرے گی۔ اور وہی مرتبۂ ولایت انبیاء و رسل کے لیے آخرت میں باقی رہے گا۔ آخرت محل تبلیغ و شریع نہیں ہے بلکہ مدار الجزاء ہے۔ کوئی شرع کی اتباع کی وجہ سے جنت میں داخل ہوگا۔ کوئی عدم اتباع کی وجہ سے دوزخ میں داخل ہوگا۔ سلسلۂ تبلیغ کب تک رہے گا۔ جنت و دوزخ میں داخل ہونے تک۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جیسا مدیم

متعلق ختم رسالت کو ہم نے جنت و دوزخ میں داخل ہونے تک مقید کر دیا کیونکہ بعض روایات میں آیا ہے کہ اصحاب فترات یعنی وہ لوگ جو تعلیم انبیا مفقود ہونے کے زمانے میں تھے یا اطفال صغار یا مجانین۔ بہرحال جن کو تبلیغ ہوئی اور نہ اس کے قبول کرنے کے وہ قابل تھے۔ یہ لوگ ایک میدان میں جمع کیے جائیں گے تاکہ ان پر عدل و انصاف قایم کیا جائے۔ جرم سے مواخذہ کیا جائے۔ اور نیک عمل کا جنتیوں کو ثواب دیا جائے۔

جب یہ لوگ عامۃ الناس سے الگ الگ میدان میں جمع کیے جائیں گے تو ان میں سے ایک بہتر شخص نبی بنایا جائے گا۔ اور اس روز کے مبعوث و فرستادہ نبی کے ساتھ دوزخ متمثل و نمایاں ہوگی۔ پھر وہ شخص کہے گا کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ بعض لوگ اس کی تصدیق کریں گے اور بعض تکذیب۔ وہ ان لوگوں کو حکم دے گا۔ اس آگ میں یعنی دوزخ میں اپنے آپ کو گرا دو۔ جس نے میری اطاعت کی اس کو نجات ملے گی اور جنت حاصل ہوگی۔ اور جس نے میری نافرمانی کی۔ میرے حکم کی مخالفت کی۔ وہ ہلاک ہوگا۔ دوزخی ہوگا۔

اس نبی کے حکم کو جس نے بجا لایا۔ اور دوزخ میں کود پڑا وہ خوش نصیب ہوا۔ ثواب عمل حاصل کرے گا۔ اور آگ کو تبرد اور سلامتی پائے گا۔ یعنی وہ آگ ان پر سرد اور سلامت رکھنے والی ہو جائے گی اور جس نے نافرمانی کی وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔ اور مخالف نبی اپنے عمل سے جا گزین دوزخ ہوگا۔ یہ تمام انتظام اللہ تعالیٰ اس لیے فرمائے گا کہ اپنے بندوں میں عدل قایم کرے۔ یہ بھی ایک قسم کی تبلیغ کی شکل ہے۔ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ

یعنی اس دن کہ ساق یعنی پنڈلی کھولی جائے گی۔ یعنی ابتدائی تجلی ہوگی یا آخرت کے اموریں سے ایک امر عظیم اور بڑی اہم چیز ظاہر ہوگی اور لوگ سجدے کے لیے بلائے جائیں گے شیخ کہتے ہیں کہ یہ بھی ایک تشریع ہے، تبلیغ ہے۔ بعض کو سجدے کی استطاعت و قدرت ہوگی۔ بعض کو نہ ہوگی۔ جس طرح کہ دنیا میں بعض اشخاص نے فرمان الٰہی کی اطاعت نہ کی۔ اتنی ہی

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزء چہاردہم

تبلیغ و تشریع سے روز قیامت قبل دخول جنت و دوزخ باقی رہے گی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ انقطاع تکلیف اور ختم مطلق تبلیغ کو ہم نے دخول جنت و دوزخ سے مقید کیا۔ والحمد للہ رب العالمین۔

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

ترجمہ

فصوص الحکم

جزو پانزدہم

(۱۵) فصِّ حکمتِ نبویہ فی کلمۂ عیسویہ

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو پانزدہم

تمہید

روح کیا ہے.؟ حیات و علم و قدرت کی اصل اور اُن کا مرکز۔ اس لفظ کے مادّے میں حرکت و فعل ہے۔ آؤ ذرا غور کریں کہ ہمارے جسم میں منبع حیات علم و حرکت کیا ہے۔ دماغ سے اعصاب میں حس و حرکت پہنچتی ہے اور قلب سے حیات۔ دماغ و قلب میں حیات کا مرکز کیا ہے۔ تمام خون سے ایک لطیف بخار قلب میں پیدا ہوتا ہے جب تک وہ لطیف بخار جسم میں رہتا ہے حیات بھی ہے حس و حرکت بھی ہے۔ جہاں وہ بخار لطیف نہ رہا بس موت ہے۔ یہ بخار کتنا ہی لطیف ہو مگر ہے مادّی۔ غریب مادّے میں حسّ و حرکت کہاں۔ ارادہ کدھر، علم سے اُس کو کیا علاقہ۔ مادّے کے لوازم و صفات سے ہے۔ اصرار یعنی جب تک کوئی خارجی قوت متحرک نہ کرے، متحرک نہیں ہوتا۔ اور جب تک کوئی خارجی قوت ساکن نہ کرے ساکن نہیں ہوتا۔ پھر بھلا حرکت ارادی مادّے میں کہاں سے آئی۔ ضرور کسی غیر مادّی شے سے۔ یہ بخار لطیف جس کو عربی میں نسمہ کہتے ہیں۔ اس غیر مادّی شے کا گھوڑا یا آلہ۔ یا معمول ہے۔ ہر ایک ہپنا ٹیزم والا۔ ہر اسپری چوول جانتا ہے۔ کہ روح ایک غیر مادّی شے ہے۔

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

اچھا ذرا اس پر بھی غور کرو۔ کہ خواب میں تم خود کو بھی دیکھتے ہو، اپنے دوستوں سے بھی ملتے ہو۔ بعض مستقبل کی بھی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ عالم شہادت میں اس دُنیا میں، حال کے سوا مستقبل ہرگز معلوم نہیں ہوتا۔ ضرور یہ غیر مادی عالم کا تماشا ہے۔ اچھا تو خواب میں صورت شکل اور دوسری چیزیں مثلاً بات چیت کرنا، چلنا، پھرنا سب ہوتا ہے۔ تو کیا تم آفتاب کے نور سے دیکھتے ہو۔ یا کان کے پردے پر ہوا کے صدمے سے سنتے ہو۔ ہرگز نہیں۔ یہ عالم مثال ہے۔ اس کے احکام، عالم شہادت و مادی دُنیا کے احکام سے بالکل جدا ہیں۔ نوم بے اختیاری سے آدمی خواب دیکھتا ہے لیکن اختیار کا سے کشف ہوتا ہے۔ عالم مثال سے اوپر اور اس سے زیادہ لطیف ایک اور عالم ہے۔ وہ عالم ارواح ہے۔ وہاں نہ صورت ہے نہ شکل۔ نہ طول ہے نہ عرض۔ ایک انانیت۔ خودی اور میں پن ہے جس کے ساتھ حیات علم قدرت لگے ہوئے ہیں۔ ہر ایک انا دوسرے انا سے ممتاز ہے۔ اگر سب کی انا ایک ہی ہوتی تو سب کا ایک ہی ادراک ہوتا۔ علم و احساس ہوتا۔ جو ایک پر گزرتی، دوسرے کو بھی اُس سے واقفیت ہوتی۔ مگر واقعہ ایسا نہیں ہے۔ یہ انا اور اس کے لوازم کن سے بیکون ہوتے ہیں۔ یہاں مراتب خارجی اور مخلوقات کی سرحد ختم ہوتی ہے۔ یہاں تک جتنے عوالم ہیں حادث اور مرکبات ہیں۔ اب آگے مراتب داخلی۔ بسایط اور قدما ہیں۔ یہاں تک کہ ذوات کثیرہ تھے۔ اب ذات واحدہ ہے۔ اور اُس کے اسما وصفات ہیں۔ یہاں تک موجودات بالعرض تھے۔ فیض مقدس سے موجود تھے۔ اب ایک ذات ہے جو موجود بالذّات ہے۔ آخر روح میں بھی حیات و علم و قدرت کہاں سے آئی۔ آئی بھی تو یہ حدوث کیسا۔ حادث و قدیم کا ربط کیسا۔ تعلق کس طرح۔ بات یہ ہے۔ کہ ذات الٰہی ہے۔ اُس کی حیات و علم و قدرت ہے۔ علم کے ساتھ معلومات ہیں، جو قبل کُن ہیں۔ جن کا نام اعیان ثابتہ ہے۔ جو علم میں موجود ہیں۔ مگر خارج میں موجود نہیں۔ ہر عین ثابتہ پر اسماء صفات الٰہی کی تجلی ہوتی ہے۔ عین ثابتہ، حقیقت کونیہ۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

چہ پانزدہم

ماہیت حکمتہ پر جو نام دو اُس کی استعداد و قابلیت و فطرت کے مطابق تجلی ہوتے ہی وہ کن سے فیکون ہوتا ہے۔ اعیان ثابتہ قدیم اسماء وصفات الٰہی قدیم۔ اُن کے روابط و تعلقات کا پروگرام۔ وقت نابنہ عالم قدیم۔ مگر ہر شے بعد ظہور حادث۔ مثلاً تانباسے عنصر قدیم جست خاکستر گل، قدیم مگر ان کا مرکب چیل زمد۔ حادث ڈرامے، قدیم۔ ناٹکوں میں کمیل کا ظہور حادث۔ جلسوں کے وقت نامے۔ نظام العمل، علم کی حد تک قدیم۔ جب عمل اس علم کے ساتھ آکر لکھا ہے ہر وقت ظاہر ہونے والا جزئی فعل، حادث۔ غرضکہ تجلیات الٰہیہ روح الارواح ہیں۔ ہم ہماری روح، بعد کن اور حادث۔ تجلی حیات۔ علم و قدرت قدیم۔ کمن کی حیات۔ علم و قدرت نمایاں وپیدا۔

شیخ کہتے ہیں: اسماء وصفات الٰہیہ کی تجلی سب پر پڑتی ہے۔ مگر اُن کا انعکاس ہر ایک کی حقیقت، ہر ایک کے عین ثابتہ کے موافق ہوتا ہے۔ جمادات میں ان کی حقیقت کے موافق۔ نباتات میں اُن کی طبیعت کے مطابق۔ حیوانات میں اُن کی ماہیات کے مناسب۔ انسان میں اُس کے حسب حیثیت یسبح لہ ما فی السمٰوات وما فی الارض آسمان، زمین میں جو کچھ ہے سب اُس کی تسبیح کرتے ہیں و ان من شیئ الا یسبح بحمدہ و لکن لا تفقہون تسبیحہم کوئی شے ایسی نہیں جو تسبیح و تحمید نہ کرتی ہو۔ مگر تم اُس کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔ غرضکہ جیسی قابلیت ہوتی ہے، ویسی صورت آتی ہے جیسی استعداد ہوتی ہے، اسماء صفات کا ظہور ہوتا ہے۔ اگر خاوند جورو کے تعلقات زمانۂ جنگ میں ہوتے ہیں تو لڑکے اور سپاہی زیادہ پیدا ہوتے ہیں۔ آرام و راحت کے زمانے میں عورتیں اور نازک آدمی زیادہ پیدا ہوتے ہیں۔ اُن کے تصورِ دل کا اثر اولاد پر پڑتا ہے۔ خوبصورت اشیا ماحول میں ہوں تو اولاد بھی حسین ہوگی۔ غرض ماں باپ کے تخیل کا اثر اولاد پر ہوتا ہے۔

شیخ کہتے ہیں جس میں روحانیت کا غلبہ ہوتا ہے، اُن کی ہر چیز میں حیات کا جلوہ رہتا ہے۔ اُن کی خاک قدم میں بھی حیات رہتی ہے۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

چنانچہ سامری نے جبرئیل کی خاک قدم کو گوسالہ طلائی میں ڈالا تو وہ آواز کرنے لگا۔ اس میں سے بھی آثار حیات نمایاں ہونے لگے۔ جزو پانزدہم

تکوین کے اقسام اربعہ یہ ہیں (۱) ماں باپ سے جیسے عام طور پر ہوتا ہے۔ (۲) بغیر ماں باپ کے جیسے آدم علیہ السلام۔ (۳) بغیر باپ کے جیسے عیسیٰ علیہ السلام کا بی بی مریم سے پیدا ہونا۔ (۴) بغیر ماں کے جیسے اُمّی حوا کا آدم سے پیدا ہونا۔ شیخ فرماتے ہیں حضرت عیسیٰ میں روحانیت کا غلبہ تھا اس لیے احیائے موتیٰ (مردے زندہ کرنا) اور لاعلاج بیماروں کو شفا دینا۔ غرضکہ بکثرت معجزات آپ سے نمایاں ہوتے تھے۔

چونکہ ان کی تخلیق میں باپ کو دخل نہ تھا۔ ماں ہی ماں تھیں لہذا ان کی طبیعت میں بہت نرمی اور نرم دلی تھی۔ حکم دیتے تھے کہ اگر کوئی تمہارے رخسار پر ایک طمانچہ مارے تو تم اپنا دوسرا رخسار پیش کرو۔ کہ ایک طمانچہ دوسرے رخسار پر بھی مارے۔ یہی عیسیٰ جب قرب قیامت میں نزول اجلال فرمائیں گے اور حضرت محمد مصطفیٰ کے رنگ میں رنگے جائیں گے تو جزیہ بھی لیں گے اور خنزیر کو قتل بھی کریں گے۔

شیخ فرماتے ہیں جمع ہمت دل اور ہمہ تن توجہ الی اللہ سے اسی کے لائق اثر آتا ہے۔ روح الٰہی اور قوت ملتی ہے۔ فیض ملتا ہے۔ پس مرشد کی صحبت میں بیٹھیں تو خطرات دل سے دور کرکے ہمہ تن متوجہ الی اللہ ہو کر بیٹھیں تو فیض ملتا ہے۔ ہر شخص میں سے ایک قسم کا ترشح ہوتا ہے۔ نیک سے نیکی کا بد سے بدی کا۔ بار بار کی صحبت سے کچھ نہ کچھ اثر ہو ہی جاتا ہے۔ مرشد بھی ہمہ تن متوجہ ہو کر پوری ہمت یا پوری قوت ارادی کو اپنے دل پر کر ڈالے تو مرشد کے خیالات، اخلاق مرید میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ جبرئیل کسکس۔ جبرئیل فسکسکس۔ جبرال فسنک۔ جیرمن۔ جنرل کسکس۔

تمثل۔ ہر معبر، تعبیر خواب دینے والا جانتا ہے۔ کہ معانی اور ایسی چیزیں جو مرئی نہیں وہ خواب میں دیکھنے والے کے لیے مناسب صورت میں

khatmenabuwat Android Application

فص پانزدہم

نمودار ہوتی ہیں۔ چونکہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بشری تھی لہٰذا جبرئیل علیہ السلام کو صورت بشری اختیار کرنی پڑی جو تمام عنصری مخلوقات سے افضل و اعلیٰ تھی اگر جبرئیل نفخ روح کے وقت بشری صورت کے سوائے کوئی اور صورت لیتے تو عیسیٰ علیہ السلام کو بھی احیائے اموات وغیرہ معجزات کے وقت وہی صورت اختیار کرنی پڑتی۔ کیونکہ عالم میں ان کا تصرف قوت جبرئیلی سے تھا۔ ظاہر ہے کہ گفتگو بات چیت اور کلام سے کلمہ پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر کُن کے کلام سے جو کچھ پیدا ہوگا وہ کلمہ ہی ہوگا۔ لہٰذا تمام مخلوقات کُن سے پیدا ہوئے ہیں اور کلمۃ اللہ ہیں۔ اسی طرح کسی شے میں آثار حیات و علم و قدرت اس وقت تک پیدا نہیں ہوتے جب تک اسماء و صفات الٰہیہ کا پرتو اس کے عین ثابتہ۔ اس کی حقیقت پر نہ پڑے۔ اور کوئی شے پیدا ہی نہیں ہو سکتی جب تک اس پر تجلی اسمائی نہ ہو لہٰذا ہر شے کی ایک روح ہے جو منجانب اللہ ہے۔ جب ہر شے کلمۃ اللہ ہے اور ہر شے میں روح اللہ ہے تو جناب عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ یا روح اللہ کہنے کی کیا خصوصیت ہے اس کا جواب یہ ہے۔ کہ چونکہ وہ بے باپ کے پیدا ہوئے اور ان کی جانب روحانیت قوی۔ اور جانب جسمیت ضعیف تھی۔ لہٰذا ان کو کلمۃ اللہ اور روح اللہ کہا گیا۔ طریقہ یہ ہے کہ ان چیزوں کو جن میں جانب روحانیت قوی ہو منسوب الی اللہ کیا جاتا ہے۔ تمام گھر خدا ہی کے ہیں۔ مگر چونکہ کعبہ شریف میں روحانیت اور یہ تو تجلیات الٰہی ہے لہٰذا اس کو بیت اللہ کہا گیا۔

شیخ فرماتے ہیں عیسیٰ میں دو جہتیں ہیں۔ جہت نفخ جبرئیل۔ اس لحاظ سے معجزات ہوتے تھے اور چونکہ جبرئیل بشری صورت میں تھے۔ لہٰذا عیسیٰ کو بوقت معجزہ صورت بدلنے کی ضرورت نہ ہوئی۔ اگر جبرئیل بشری صورت میں نہ ہوتے کسی اور صورت میں ہوتے تو عیسیٰ کو بھی وہی صورت اختیار کرنی پڑتی۔

شیخ فرماتے ہیں۔ اعطائے اولاد، احیائے اموات ظاہری صورت عیسیٰ کے لحاظ سے حقیقت ہے۔ اور باطن کے لحاظ سے حقیقۃً اللہ تعالیٰ کے لئے ہے

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

اور معاملۂ عیسیٰ کے لیے جب یہ کہ قرآن شریف میں جبرئیل کا قول لاھب لک غلامًا زکیا کہ میں تم کو پاکیزہ بیٹا دوں۔ و اذ تخرج الموتیٰ باذن اللہ۔ اللہ کی اجازت سے مردوں کو نکالتے تھے۔ یہاں ظاہر کا لحاظ کر کے بیٹا دینے کی نسبت جبرئیل نے اپنی طرف کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے احیائے موتیٰ کی نسبت عیسیٰ کی طرف۔ بعض نادان اس طرح مجازی نسبت کرنے کو کفر سمجھتے ہیں۔

شیخ فرماتے ہیں۔ احیائے میت جسمانی تو ظاہر ہے یعنی تن مردہ کو زندہ کرنا۔ ایک احیائے معنوی ہے یعنی دل مردہ کو علم دینا۔ اور ناکس کو زندہ کرنا۔ جو شخص اپنے شاگرد کو معرفتِ الٰہی کے متعلق ایک مسئلہ بھی سمجھاتا ہے۔ جس کی تعلیم دیتا ہے وہ بھی احیائے میت کرتا ہے۔ آگ نور دیتا ہے۔ چراغ دیتا ہے جس کو لے کر وہ لوگوں کے سامنے نکلتا ہے۔

"نفس رحمانی" پہلے بیان کر دیا گیا ہے۔ کہ تمام مخلوقات امر کن سے پیدا ہوئے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کلمۃ اللہ ہے۔ اب ذرا اس پر بھی غور کرو کہ ہمارے منہ سے الفاظ و کلمات کس طرح نکلتے ہیں۔ ہم سانس لیتے ہیں۔ ہماری سانس کی ہوا مختلف مقامات سے مختلف مخارج پر سے گذرتی ہے تو منہ سے لفظ یا کلمہ نکلتا ہے۔ بلا تشبیہ فیضِ الٰہی سے لفظ کن بھی مختلف اسماء و صفات پر سے گزرنے کے بعد نمایاں و مشہود ہوتا ہے۔ اور اس کو کلمۃ اللہ اور مخلوق کہتے ہیں۔ یہ فیض یہ وجود بخشی دائماً جاری ہو رہی ہے اور اسی کو نفس رحمانی کہتے ہیں۔ شان رحمٰن اللہ تعالیٰ کی ایک کلی و عالمگیر صفت ہے جو سارے عالم پر اثر ڈالتی ہے جس سے کافر و مسلم دونوں مستفید ہو رہے ہیں۔ مسلم کو بھی وجود مل رہا ہے اور غیر مسلم کو بھی۔ ادھر ایک کو جزئی طور سے بلحاظ خصوصیات جو فیض پہنچ رہا ہے اس کو رحیمیت کہتے ہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی شان رحمانی کا ظہور ہے۔ کہ کافر و مسلم سب کو حصہ مل رہا ہے۔ اور رحیمیت کا ظہور آخرت میں ہوگا اور وہ مسلم و مطیع سے مخصوص ہے۔ کافر و عاصی کو اس میں حصہ نہیں۔ غرضکہ رحمٰن میں الفاظ کی زیادتی ہیں تو معنی میں بھی ہمہ گیری ہے۔

khatmenabuwat Android Application

[illegible]

شیخ ملائکہ کی تقسیم کرتے ہیں۔ (۱) ملائکہ عنصری ملکوت اسفل۔ مدبر عناصر۔ (۲)۔ ارواح علوی۔ سماوات والے۔ (۳) ملائکہ طبعی۔ ملأ اعلیٰ والے۔ حافین عالم۔ (۴) مہیمین۔ عالین۔ حضار دربار الٰہی۔ عبادت الٰہی میں محو مستغرق۔ شیخ کا خیال یہ ہے کہ یہ ملائکہ چونکہ محو و مستغرق فی العبادۃ ہیں لہذا ان کو آدم کو سجدہ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ کیونکہ انہوں نے نہ خلق آدم پر اعتراض ہی کیا اور نہ علمی مقابلہ کیا۔ نہ سجدے کا حکم دیا گیا۔ شیخ کے خیال میں ملائکہ عالین آدم سے افضل ہیں غالباً یہ خیال نوریت اور قرب دائمی کی وجہ سے ہے۔ ورنہ انسان اللہ تعالیٰ کا مظہر تام ہے خلیفۃ اللہ ہے۔ جامع ہے کسی فرشتے نے حقیقت انسانیہ کے سوا دیکھا ہی کیا۔ انا من نور اللہ وکلھم من نوری مہیمین یا ملائکہ عالین حقیقت محمدیہ کے نور سے پیدا ہوئے اور اسی کے جمال میں محو و مستغرق ہیں۔

شیخ فرماتے ہیں لما قام لھا الحق فی مقام حتی نعلم ویعلم استفہمہا۔ جب حق تعالیٰ مقام حتی نعلم ویعلم میں قائم ہوا تو عیسیٰ کلمۃ اللہ سے پوچھا حتی نعلم سے اشارہ ہے آیت حتی نعلم المجاہدین منکم والصابرین تاکہ ہم جان لیں تمہارے میں سے مجاہدین اور صابرین کو ویعلم سے اشارہ ہے ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم اور ابھی تک اللہ کو معلوم نہیں ہوئے وہ لوگ جو تم میں سے جہاد کرتے ہیں۔ ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ کو پہلے علم نہ تھا پھر اس کو علم آیا اور یہ حدوث علم ہے۔ اس مسئلے کی تحقیق ہم بہت ہی مختصر طریقے پر کردیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے صفات تین قسم کے ہیں (۱) صفات حقیقیہ جو ذات کی اصلی و ذاتی صفت ہے۔ اس میں دوسری شے کا بالکل لحاظ نہیں جیسے حیات کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے۔ اس میں مخلوقات کے لحاظ کرنے کی بالکل ضرورت نہیں۔ (۲) حقیقیہ ذات اضافت یا حقیقیہ اضافیہ یعنی وہ صفات جو ہیں تو حقیقی مگر ان کو اضافت عارض ہوتی ہے۔ جیسے علم کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی صفت ہے مگر ایک قسم کی اضافت بھی اس کو لگ جاتی ہے جیسے اللہ کا خود کو جاننا یا بندوں کو جاننا (۳) صفت اضافیہ محضیہ یعنی اضافی صفت جس کا موصوف میں مبدأ نہیں۔ کوئی منشا۔ کوئی مادہ نہیں میں زید سے متقدم ہوں۔ پہلے۔ آگے ہوں۔ یا موخر اور بعد۔ پیچھے۔ آگے پیچھے کے لیے عمرو میں کوئی مادہ صفت قائم نہیں۔ بلکہ صرف دوسرے کو دیکھ کر اس کے لحاظ سے ایک صفت لگا دیتے ہیں اضافیہ محضہ کے بدلنے سے اس کے

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

حتی نعلم

حدوث سے ذات پر حدوث کا اثر کچھ نہیں ہوتا اب ذرا علم پر بھی غور کرو۔ علم الٰہی تین قسم پر ہے (۱) علم ذاتی۔ خدائے تعالیٰ کا خود کو جاننا۔ اس مرتبے میں وہ خود ہی عالم ہے خود ہی علم ہے خود ہی معلوم ہے۔ چونکہ سب کا منشا سب کی اصل ہے۔ لہٰذا خدائے تعالیٰ کا خود کو جاننا سب کو جان لینا ہے۔ (۲) علم ظلی۔ خدائے تعالیٰ کا تمام اشیا کو قبل خلق تکوین ایک دوسرے سے ممتاز طور پر جاننا۔ یہ مرتبہ صفت کا ہے۔ اس مرتبے میں معلومات کو اعیان ثابتہ کہتے ہیں۔ اسی مرتبۂ علم پر عدم اضطرار کا۔ اختیار کا دارومدار ہے۔ اگر یہ علم نہ ہوتو اشیا بے علمی سے بے اختیاری سے پیدا ہوں گے (۳) علم انفعالی۔ خدائے تعالیٰ کا بعد خلق۔ بعد کن خارج میں ممکنات کو موجود کرکے پیدا کر کے جاننا۔ اسی علم انفعالی میں علما کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں علم انفعالی صفت اضافی ہے اس کے حدوث سے ذات الٰہی پر حدوث کا کوئی اثر نہیں ہوتا لہٰذا علم انفعالی حادث ہو تو ہو جائے۔ بعض علما کہتے ہیں۔ کہ علم الٰہی تو قدیم ہے، مگر اس کا تعلق، شے حادث سے ہونے سے حادث ہے۔ بہرحال علم قدیم اور تعلق حادث ہے۔ حتی نعلم ویعلم سے حدوث تعلق مراد ہے۔ بعض علما کہتے ہیں۔ کہ خدائے تعالیٰ جو دائرۂ امکان سے خارج ہے اس کے سامنے سب کچھ حاضر ہے، وہاں سابق لاحق کی گنجائش نہیں۔ اللہ کے لحاظ سے کوئی اول نہیں، کوئی آخر نہیں۔ لہٰذا حتی نعلم سے مراد علم رسول ہے جو خلیفۂ الٰہی ہیں۔

شیخ کہتے ہیں جب خدا کے سوائے کوئی موجود بالذات نہیں۔ کوئی عالم بالذات نہیں تو جتنے ممکنات جانتے ہیں حقیقۃً ان میں سے خدائے تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ وہ اطلاق کے لحاظ سے قدیم ہے اور وہی تقیید و تعیین کے لحاظ سے حادث ہے۔ اسی طرح علم، قدیم میں قدیم ہے۔ اور حادث میں حادث۔ حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تمام لوگوں کو معلوم ہو جائے اور ان کے ضمن میں ہم کو معلوم ہو جائے کہ تم میں سے کون مجاہد ہے اور کون خانہ نشین۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

چند پارہ نہم

فصِ حکمتِ نبوِیّہ

فی کلمۃِ عیسَوِیّہ

مِنْ مَاءِ مَرْیَمَ اَوْ مِنْ نَفْخِ جِبْرِیْنَ فِیْ صُوْرَۃِ الْبَشَرِ الْمَوْجُوْدِ مِنْ طِیْنٍ

وہ یعنی جناب عیسیٰ علیہ السلام آب مریم سے پیدا ہوئے یا نفخ اور پھونکنے سے جبرئیل کے یا دونوں ہی سے۔

جبرئیل نفخ روح کے وقت انسان خاکی کی صورت لیے ہوئے تھے۔

تَکَوَّنَ الرُّوْحُ فِیْ ذَاتٍ مُطَهَّرَۃٍ مِنَ الطَّبِیْعَۃِ تَدْعُوْهَا السِّجِّیْنَ

روح عیسیٰ علیہ السلام ایک ایسے جسم میں نمایاں و متعلق ہوئی جو قید خانۂ طبیعت بشری کی کدورتوں سے پاک و مطہر ہے۔ ان معتکفہ یعنی اعتکاف اور چلہ نشینی ہونیں۔ باپ کا تعلق ہی نہیں۔

لِاَجْلِ ذٰلِکَ قَدْ طَالَتْ اِقَامَتُهٗ فِیْهَا فَزَادَ عَلٰی اَلْفٍ بِتَعْیِیْنٍ

جبرئیل روح الامین نفخ روح کرنے والے ہیں۔ تو روحیت و نوریت کا غلبہ ہی ہوگا۔ اسی لیے تو اس جسم میں ہزار سال سے زیادہ زمانے تک حیات عیسیٰ ممتد ہوگی۔ رفع عیسیٰ سے ولادت خاتم الانبیا تک پانسو چھپن سال۔

khatmenabuwat Android Application

زمانہ کتابت فصوص الحکم تک چھ سو ستائیس ہجری۔ لہذا اس وقت تک حیات عیسوی ہزار سے زاید ہو چکی تھی۔

روح من الله لا من غيره فلذا
احيى الموات وانشا الطير من طين

یہ روح بلا توسط باپ کے خود ذات الٰہیہ سے تھی لہذا روحانیت جناب عیسیٰ قوی تر تھی۔ یہی وجہ ہے کہ مردوں کو بھی زندہ کرتے تھے اور مٹی سے پرندے بنا کر اڑاتے تھے۔

حتى يصح له من ربه نسب
به يؤثر في العالي وفي الدني

یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ ان کو رب العالمین سے نسبت خاص ہے۔ اس نسبت خاص سے انسان میں جو بلند پایہ اور اشرف المخلوقات ہے اثر کرتے اور لاعلاج بیماروں کو شفا دیتے۔ مردوں کو زندہ کرتے۔ اور ادنیٰ مخلوقات مثلاً مٹی سے پرندے بنا کر ان میں پھونکتے اور وہ اڑ جاتے۔

الله طهره جسما ونزهه
روحا وصيره مثلا بتكوين

اللہ تعالیٰ نے جناب عیسیٰ علیہ السلام کے جسم کو پاک صاف کیا اور ان کی روح کو منزہ و مبرا کیا۔ پس وہ تصویر قدرت الٰہی ہیں۔ اماں حوا بغیر ماں کے تھیں۔ تو عیسیٰ بغیر باپ کے تھے۔

واضح ہو کہ روح کی یہ خاصیت ہے کہ جس شے پر اس کا اثر ہو جاتا ہے تو وہ شے زندہ ہو جاتی ہے اور حیات اس میں سرایت کر جاتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ سامری نے خاک نقش پائے جبرئیل روح الامین کو لے کر سونے کے گوسالے کے منہ میں ڈال دیا اور وہ گوسالہ لگا آواز دینے۔ سامری اس مسئلے سے واقف تھا۔

وہ جانتا تھا کہ یہ روح الامین ہیں۔ جہاں ان کا قدم پڑے گا حیات سرایت کر جائے گی۔ تو اس نے قبضہ یعنی مٹھی بھر یا قبصہ یعنی چٹکی بھر مٹی لی۔ (قبضہ ضاد منقوط سے اس کے معنی ہیں مٹھی بھر۔ قبصہ صاد مہملہ و بے نقطے اس کے معنی ہیں چٹکی بھر) اور وہ گوسالہ لگا آواز نکالنے امبا امبا کرنے

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جلد پانزدہم

عربی میں گائے کی آواز کو خوار۔ اگر سامری گائے کے سوا کوئی اور صورت بناتا تو اس صورت کے لائق آواز کا ذکر ہوتا۔ جیسے رغاء اونٹ کی آواز۔ اس کا بلبلانا۔ ثؤاج۔ مینڈھے کی آواز۔ تیعار بکری کی آواز۔ صوت۔ نطق۔ کلام انسان کی آواز۔

یہ واضح ہے کہ ہر شے میں اُس جیسے لائق حیات ہے' روح ہے۔ اسی روح و حیات کو جو کسی روح میں واقع ہے اُس کا لاہوت' اور اُس جسم کو جس سے روح قائم ہے اُس کا ناسوت یعنی جسد کہتے ہیں۔

جب روح الامین یعنی جبرئیل علیہ السلام بی بی مریم کے سامنے پورے آدمی کی صورت میں متمثل و نمودار ہوئے تو بی بی مریم نے سمجھا کہ یہ ایک آدمی ہے جو اُن سے جسمانی تعلق پیدا کرنا چاہتا ہے فاستعاذت بالله منه۔ تو پوری توجہ جمعیت خاطر سے اللہ تعالیٰ سے استعاذہ کیا' پناہ مانگی۔ دعا کی۔ کہ اُن کے شر سے خلاصی ملے کیونکہ اُن کو علم تھا کہ غیر آدمی سے تعلق جسمانی جائز نہیں۔ پس اُن کو اللہ تعالیٰ سے حضور تام ہوا یعنی حضور تام ایک روح معنوی و باطنی ہے۔

اگر اُس وقت بی بی مریم کی ایسی غضبناک حالت میں جبرئیل نفخ روح کرنا چاہتے تو بالفعل بی بی مریم حاملہ نہ ہوتیں کیونکہ پوری جمع ہمت سے اللہ تعالیٰ سے استعاذہ کر رہی تھیں۔ اگر جبرئیل نفخ روح کرتے بھی تو بی بی مریم کی غضبناک حالت کی وجہ سے عیسیٰ علیہ السلام ایسے تیز مزاج ہوتے کہ کوئی شخص اُن کی صحبت میں ٹھہر نہیں سکتا۔

جب جبرئیل نے بی بی مریم سے کہا کوئی بات نہیں میں تمہارے رب کا رسول ہوں' فرستادہ ہوں۔ آیا ہوں کہ تم کو ایک پاکیزہ لڑکا دوں۔ تو اُن کے قبض و دل گرفتگی کی حالت جاتی رہی اور بسط و خوشی کی حالت پیدا ہو گئی۔ تو جبرئیل نے بی بی مریم میں اُس حالت میں نفخ روح کیا جس طرح رسول اُمت کو کلام اللہ پہنچانے میں کیا کرتے ہیں۔ اسی طرح جبرئیل نے کلمۃ اللہ کو بی بی مریم کو پہنچایا۔ اُن کی روح منتقل کر دی۔ وکلمته القاها الی مریم وروح منه۔ یعنی کلمۃ اللہ ہیں جن کو جبرئیل نے مریم کی طرف ڈال دیا

khatmenabuwat Android Application

جزو پانزدہم

اور روح اللہ بن

خواہش ... غلبہ لقاء ذاتی بی بی مریم میں سرایت کر گئی۔ اور جسم عیسیٰ بنا بی بی ... حقیقی پانی اور جبرئیل کے خیالی وہمی پانی سے پیدا ہوا۔ نفخ میں ایک قسم کی رطوبت ہوتی ہی ہے۔ کیونکہ جسم حیوانی کی نفخ اور پھونک میں اجزائے مائیہ ہوتے ہی ہیں۔

بہر حال جسم عیسیٰ ماء متوہم وخیالی اور ماء محقق دونوں سے پیدا ہوا۔ عیسیٰ علیہ السلام بشری صورت میں اس لیے نمودار ہوئے کہ اُن کی ماں بشر تھیں۔ اور جبرئیل کا تمثل بھی صورت بشری تھا تاکہ خلق وتکوین نوع انسانی کی حسب عادت جاریہ ہو۔

پس عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اور مردوں کو زندہ کرنے لگے۔ کیونکہ وہ روح اللہ تھے۔ اور حقیقۃً احیاء اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور نفخ عیسیٰ کی طرف سے تھا جیسے نفخ جبرئیل کی طرف سے اور کلمہ یعنی کُن اللہ کی طرف سے تھا۔

عیسیٰ کے احیائے اموات میں دو اعتبار ہیں۔ اس حیثیت سے کہ نفخ عیسیٰ کی طرف سے تھا جیسے وہ اپنی ماں سے حقیقۃً پیدا ظاہر ہوئے ہیں تو بظاہر احیا عیسیٰ سے حقیقۃً ہے اور اس حیثیت سے کہ احیائے حقیقی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جناب عیسیٰ کی طرف نسبت احیا مجاز ومتوہم ہے۔

پس جیسے اُن کی حقیقت ماء متوہم یعنی نفخ جبرئیل اور ماء حقیقی یعنی ماء مریم سے مرکب ہے۔ ایسا ہی اُن کے احیا میں بھی ایک اعتبار حقیقی ہے اور ایک اعتبار متوہم ومجازی۔ لہٰذا جناب عیسیٰ کے حق میں کہا گیا یحیی الموتی مردوں کو زندہ کرتے ہیں۔ ظاہر کے لحاظ سے حقیقتاً اور باطن کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے لیے حقیقتاً اور عیسیٰ کے لیے مجازاً توہماً بطور تمثیل کے۔

بیان معجزات عیسیٰ کے متعلق قرآن شریف میں ایک جگہ مقولہ عیسیٰ اس طرح ہے فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ میں اُس میں پھونکتا ہوں

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جسم انسانی

نفخ کرتا ہوں اور وہ ہو جاتا ہے پرندہ باذن اللہ۔ اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا مقولہ ہے واذ تخلق من الطین کہیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیہا فتکون طیرا باذنی وتبرئ الاکمہ والابرص باذنی واذ تخرج الموتی باذنی۔ اور یاد کرو جبکہ تم بناتے ہو ایک جانور مٹی سے پرندے کی ہیئت کا میرے اذن واجازت سے اور اچھا کر دیتے ہو مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو میرے اذن سے، اور یاد کرو جبکہ تم مردوں کو قبروں سے نکالتے ہو یعنی زندہ کرتے ہو۔ پہلی آیت فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ میں اگر باذن اللہ انفخ سے متعلق ہو تو معنی یہ ہوں گے، میں اللہ کے حکم سے نفخ روح کرتا ہوں۔ ایک جملہ حالی ہیں۔ اور وہ پرندہ ہو جاتا ہے اور اگر فیکون سے باذن اللہ متعلق ہو تو معنی یہ ہوں گے۔ میں ایک جسم خاکی میں پھونکتا ہوں اور وہ باذن اللہ پرندہ ہو جاتا ہے۔ جب باذن اللہ نفخ ہو تو نفخ کرنے والا اذن اور اجازت دادہ ہوگا۔ اور پرندے کا وجود بظاہر کے لحاظ سے نافخ یعنی نفخ کرنے والے کی طرف منسوب ہوگا۔ اگر باذن اللہ یکون سے متعلق ہو تو نافخ نے نفخ کیا اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے پرندہ موجود ہو گیا۔ گویا موجود ہونا پرندے کا کام ہے نافخ کی طرف اس کا وجود منسوب نہ ہوگا۔

عیسیٰ علیہ السلام کی خلقت وپیدائش میں دو اعتبار تھے۔ مائے متوہم یعنی نفخ جبرئیل اور مائے حقیقی مریم لہٰذا اُن سے تمام افعال ومعجزات میں دو اعتبار رہیں۔ ایک باعتبار جسم خاکی کے دوسرا ایک باعتبار روحانیت کے۔

عیسیٰ میں تواضع ونرمی اتنی تھی کہ اپنی اُمت کو حکم دیا تھا کہ اپنے ہاتھ سے ذلت کے ساتھ جزیہ دیں۔ اگر کسی نے ایک رخسار پر طمانچہ مارا تو اُس کے سامنے دوسرا رخسار بھی پیش کر دیں اور تکبر وخود پسندی نہ کریں۔ اور ظالم سے تصادم اور بدلہ نہ چاہیں۔

یہ تواضع ونرمی باپ کے نہ ہونے اور صرف ماں کے ہونے کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ مرد کے مقابل عورت کو پستی ہے۔ شرعاً اور حساً دونوں طور سے

مُردوں کو زندہ کرنا بیماروں کو اچھا کرنا جبرئیل کے صورت بشری لے کر

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

نفخ کرنے کا اثر ہے یہی وجہ ہے کہ عیسیٰ صورت بشری ہی رکھ کر احیائے موتی کرتے تھے۔ اگر جبریل صورت بشری نہ لیتے بلکہ حیوانات عنصری میں سے کسی اور صورت کو لیتے جیسے حیوان۔ جمادات، نباتات تو عیسیٰ مردے کو اس وقت تک زندہ نہ کرتے۔ احیائے موتی نہ کر سکتے جب تک اس صورت جبریل کو اختیار نہ کر لیتے۔

اگر جبریل صورت نوری لیتے جو عناصر و ارکان سے سوا ہے (یاد رکھو کہ ایک شے اگرچہ تنزل کرے مگر اپنی فطرت و طبیعت سے نہیں نکلتی۔ نوری جبریل نوری ہی رہیں گے گو کہ آدمی کی صورت میں) تو عیسیٰ بھی جب تک نوری صورت نہ لیتے اور عنصری صورت نہ چھوڑتے اور ماں کی طرف کی بشری صورت بھی نہ رکھتے تو احیائے موتی نہ کرتے۔ غرضیکہ صورت جبریل اور آدمی دونوں سے مناسبت ضرور ہے جب لوگ عیسیٰ کو احیائے موتی کے وقت دیکھتے تو کہتے کہ عیسیٰ وہی ہیں۔ حالانکہ وہ نہیں ہیں۔ جیسے ایک عاقل شخص غور و فکر کرتا۔ اور آدمیوں میں سے ایک کو احیائے موتی کرتا دیکھتا ہے جو خصائص الٰہیہ اور صفات الٰہیہ سے ہے پھر صرف زندہ ہوتا ہی نہیں بلکہ بات چیت بھی کرتا ہے تو حیران رہتا ہے کیونکہ وہ انسانی صورت میں خدائی صفات کا اظہار پاتا ہے۔

بعض نادان جناب عیسیٰ میں حق تعالیٰ کا حلول جاننے لگے اور کہنے لگے یہ عیسیٰ ہی اللہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مردوں کو زندہ کرتے ہیں۔ اسی لیے وہ کافر سمجھے گئے۔ کفر کے معنی ہیں۔ چھپا۔ کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو جو حقیقۃً احیائے موتی کرنے والا ہے۔ عیسیٰ کی صورت بشری میں چھپا دیا۔ اور صورت عیسیٰ ان کی آنکھوں کے سامنے پردہ ہو گئی۔ اور ان کی رسائی جناب حق تک نہ ہوئی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ بیشک کفر کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کہا "اللہ مسیح بن مریم ہی ہے" انہوں نے نہ صرف هو الله یا ابن مریم کہا، بلکہ دونوں کو ملا لیا۔ اور احیائے موتی کو تجلی ذات و صفات الٰہیہ

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو پانزدہم

کی طرف منسوب کرنے کے عوض صورت ناسوتیہ بشریہ، جناب عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت دے دی۔ کیونکہ انھوں نے ابن مریم کہا۔ بیشک عیسیٰ ابن مریم ہیں مگر سامع نے خیال کیا کہ نسبت الوہیت صورت عیسوی کی طرف کی گئی۔ مگر غالباً انھوں نے ایسا نہیں کیا ہوگا بلکہ مذہب حلول کی حیثیت سے انھوں نے ہویت ذات الٰہی کو ابتدا ہی سے صورت بشری عیسوی میں جو ابن مریم ہے حال سمجھا۔ حال و محل دونوں جدا جدا ہوتے ہیں۔ لہٰذا انھوں نے صورت عیسوی اور ذات الٰہی میں فرق بھی کیا۔ اس فرق کے باوجود صورت عیسوی اور ہویت ذات الٰہی کو بھی ایک ہی سمجھا۔ کیونکہ انھوں نے کہا اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ المسیح ابن مریم۔

دیکھو جبرئیل صورت بشری میں متمثل تھے۔ بی بی مریم سے گفتگو کرنے کے بعد آپ نے نفخ کیا، تو یہ نفخ بعد کی چیز ہے۔ لہٰذا نفخ حادث شئے پس صورت بشری جبرئیل اور نفخ دونوں میں فرق ہوا۔ اور دونوں ایک نہ ہوئے۔ چونکہ ذاتیات ذات سے کبھی منفک و جدا نہیں ہوتے لہٰذا نفخ اس صورت جبرئیلی کی ذاتیات سے نہ تھا۔ یہی حال الوہیت اور عبودیت جسمانی و بشری و ناسوتی عیسوی کا ہے کہ دونوں ایک نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کے متعلق اہل مذاہب کا اختلاف ہوا۔ کوئی اُن کی صورت انسانی بشری پر نظر ڈالتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ ابن مریم ہیں۔ کوئی ان میں صورت متمثلہ جبرئیل کی شبیہ دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مسیح روح القدس سے ہیں یا خود روح القدس یعنی جبرئیل ہیں۔ کوئی اُن کو اس نظر سے دیکھتا ہے کہ وہ احیائے موتی کرتے ہیں تو روحیت میں اُن کو منسوب الی اللہ کرتا ہے اور ان کو روح اللہ کہتا ہے۔ اور خیال کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ ہی سے حیات پیدا ہوئی جس میں آپ نفخ فرماتے ہیں۔

بہرحال حضرت عیسیٰ کو دیکھ کر کبھی حق تعالیٰ کا وہم ہوتا ہے کبھی جبرئیل روح القدس کا وہم ہوتا ہے۔ کبھی انسان و بشر ہونے کا خیال ہوتا ہے۔

بہرحال ہر دیکھنے والا اپنی نظر خاص اور حال خاص سے دیکھتا ہے جو

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جلد پانزدہم

اُس پر غالب ہے۔ ہمارے پاس تو کلمۃ اللہ بھی ہیں۔ روح اللہ بھی ہیں۔ عبداللہ بھی ہیں۔ اور باہم کچھ تضاد نہیں کیونکہ اعتبارات جدا جدا ہیں۔

عیسٰی کے سوا کسی اور کی صورت حسّی و جسمانی میں ایسا اختلاف نہیں۔ کیونکہ آدم و بنی آدم میں پہلے تسویۂ جسم ہوا اور ہوتا ہے۔ جسم کی استعداد و قابلیت مکمل کی جاتی ہے۔ پھر اس میں نفخ روح کی جاتی ہے۔ عیسٰی کا تسویۂ جسم اور نفخ روح دو معاً ایک ساتھ ہیں۔ دوسرے بنی آدم اپنے پدر صوری و ظاہری کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ نہ یہ کہ نافخ روح یعنی روح پھونکنے والے کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ دیکھو عام طور سے اللہ تعالٰی جب جسم انسانی کو حالت اعتدال پر لاتا ہے۔ مکمل استعداد عطا کرتا ہے۔ تسویۂ جسد فرماتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ یعنی جب میں اس کے جسم کا تسویہ کرتا ہوں وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ تو اس میں اپنی روح کا نفخ کرتا ہوں۔ دیکھو اللہ تعالٰی نے اپنی روح کی طرف اس کے وجود و ذات کو منسوب فرمایا۔ عیسٰی کی حالت ایسی نہیں۔ ان کے نفخ روح میں تسویۂ جسم و صورت بشری داخل ہیں۔ ادھر روح پھونکی گئی ادھر سب کچھ ہو گیا۔ دوسرے بنی آدم کی حالت ایسی نہیں جس طرح کہ ہم نے بیان کیا۔ تمام موجودات کلمات اللہ ہیں جو کبھی ختم نہیں ہوتے۔ کیونکہ وہ کُن سے ہیں۔ اور کُن کلمۃ اللہ ہی تو ہے۔ اس قول کُن کی دو نسبتیں ہیں۔ اول حقیقت الحقائق و ذات الٰہیہ۔ و ماہیت حقہ کی طرف۔ اس لحاظ سے وہ نسبت ناقابل ادراک رہے گی۔ دوم کُن کو صورت متعینہ اور اس کی صورت کی طرف نسبت کریں۔ جس میں وجود مطلق کا تنزل اور اس کا تعین ہوا ہے۔ ظہور ہوا ہے۔

بعض عارفین کُن کا مخاطب ذات حق کو سمجھتے ہیں۔ اور بعض حقیقت ممکنہ یعنی اس کے عین ثابتہ کو۔ اور بعض حیران رہ جاتے ہیں نہ ادھر نسبت کرتے ہیں نہ ادھر۔ یہ مسئلہ بجز ذوق و وجدان کے عقل سے ادراک نہیں ہو سکتا۔ جیسے ابویزید بسطامی۔ کہ ایک دفعہ ان کے ہاتھ سے

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

ایک چیونٹی مرگئی۔ انھوں نے اُس کے تن بیجان میں پھونکا۔ وہ چیونٹی باذن اللہ جنبانیدم
زندہ ہوگئی۔ اُس وقت بایزیدؒ کو معلوم ہوا کہ کون نفخ کر رہا ہے۔ کون روح
پھونک رہا ہے۔ بہر حال بایزیدؒ نے نفخ کیا۔ ورنہ اس نفخ میں وہ عیسٰی کے
مشہود والے اور اُن کے زیر قدم تھے۔ یہ تو عیسوی آن پر پڑا تھا۔

احیائے باطنی ومعنوی علم ہوتی ہے۔ علمی حیات کیسی جو حیات الٰہی ہے
ذاتی ہے، حیات نوری ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالٰی فرماتا ہے۔ اَوَمَنْ
كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ۔ کیا یہ نہیں ہے کہ
ہم نے مردہ دل کو زندہ کر دیا۔ اور ہم نے اُس کو نور عطا کیا جس کو لے کر
لوگوں میں چلتا ہے۔ لہٰذا جس نے کسی مردہ دل کو حیات علمی سے کسی خاص
مسئلے میں جو علم وعرفان الٰہی سے متعلق ہے زندہ کر دیا۔ بیشک اُس استاد
نے شاگرد کو زندہ کر دیا۔ اور یہ اس معرفت کو لے کر وہ اپنے ہم شکل وہم صورت
لوگوں میں چلتا ہے۔

فَلَوْلَاهُ وَلَوْلَانَا لَمَا كَانَ الَّذِيْ كَانَا

اللہ تعالٰی نہ ہوتا اور ہم اور ہمارے اعیان وحقائق نہ ہوتے تو جو کچھ موجود ہے
ہرگز موجود نہ ہوتا۔

فَاِنَّا اَعْبُدٌ حَقًّا وَاِنَّ اللّٰهَ مَوْلَانَا

ہم بیشک بندے ہیں اور اللہ ہمارا مولٰی ہے آقا ہے۔

وَاِنَّا عَيْنُهٗ فَاعْلَمْ اِذَا مَا قُلْتَ اِنْسَانَا

ہم منشا اور اصل حقیقت کے لحاظ سے اللہ سے جدا نہیں ہیں۔
خوب سمجھو۔ اگر تم انسان کو خلیفۃ اللہ مانتے ہو اور اُس کو مظہر اسماء و
صفات الٰہی سمجھتے ہو۔ اللہ کے وجود کو بالذات اور انسان کے وجود کو
بالعرض سمجھتے ہو۔

فَلَا تُحْجَبْ بِاِنْسَانٍ فَقَدْ اَعْطَاكَ بُرْهَانَا

پس اے عارف یہ صورت ظاہری انسان کی حجاب چشم بصیرت نہ ہو۔
اور مانع دیدار کمالات الٰہی نہ ہو۔ کیونکہ برہان سے ثابت ہے کہ بالعرض

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

بغیر بالذات کے رہ نہیں سکتا۔

فنحن حقا و لکن خلقنا   تکن باللہ رحمانا

تم میں سے کچھ حق تعالیٰ کے صفات کا ظہور رہو۔ کچھ بندگی کا اعتراف رہو، تو تم جہت الٰہی سے، تخلق باخلاق الٰہی کی وجہ سے، خلق پر رحم کرو گے۔

وغذ خلقه منه   تكن روحا و ريحانا

خلق خدا کو عرفان الٰہی کی غذا دیا کرو۔ تو تم سراپا راحت و خوشبو ہو جاؤ گے۔

فاعطيناه ما يبدو   به فينا و اعطانا

ہم نے اللہ تعالیٰ کو اس کا مظہر دیا جس سے اس کے کمالات ظاہر ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہم کو وجود بخشا، اپنے کمالات کا پرتو ہم پر ڈالا۔

فصار الامر مقسوما   بایاه و ایانا

یہ ملک رحمت ایسا ہوا ہے۔ ہم میں اور اللہ میں۔

فاحياه الذي يدري   بقلبي حين احيانا

جو میرا حال دل جانتا ہے۔ یعنی اللہ نے مجھے حیات ظاہری دی تو حیات علمی بھی دی اور عرفان سے سرفراز فرمایا۔

فكنا فيه اكوانا   و اعيانا و ازمانا

ہم علم الٰہی میں اعیان ثابتہ تھے اور عالم ارواح میں اکوان و مخلوق تھے اور عالم شہادت ناسوتیہ و جسم میں جو تحت زمانہ ہے مشہود و مرئی۔ غرضکہ ہم علم الٰہی میں سرمدی، ارواح میں دہری۔ اجسام میں زمانی تھے۔ مگر ہر منزل میں اسی میں تھے۔ اس سے کبھی جدا نہیں ہوئے۔

وليس بدائم فينا   ولكن ذاك احيانا

مگر یہ حضور یہ شہود دائمی کب رہتا ہے۔ کبھی کبھی رہتا ہے اور کبھی غفلت بھی رہتی ہے۔

نفخ روحانی اور صورت بشری عنصری کے متعلق ہم نے جو کچھ ذکر کیا ہے

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزء یانی

اس پر واقعات و مسائل دلیل بھی دلالت کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے اپنی صفت نفس رحمانی بیان کی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ہر موصوف کو صفت عارض ہوتی ہے، تو اُس کے ساتھ اُس کے لوازمہ و توابع بھی لگے ہوئے رہتے ہیں۔ یہ بھی تم کو معلوم ہے کہ ہر متنفس کے تنفس اور سانس کو کیا لازم ہے۔ اسی لئے نفس الٰہی رحمانی نے صُوَرِ عالم کو قبول کیا۔ نفس رحمانی تمام عالم کا جوہر ہیولیٰ ہے عالم کی یہ رنگا رنگی سب نفس رحمانی میں نمایاں ہے۔ یہی نفس رحمانی عالم کی طبیعت کلی ہے۔ اس طبیعت کی صورتیں ہیں۔ جو کچھ چیزیں پیدا ہوئی ہیں عناصر بھی اس طبیعت کے صُوَر ہیں۔ عناصر سے اوپر جو کچھ ہے وہ بھی اس کی صورتیں ہیں۔ عناصر سے جو چیزیں پیدا ہو رہی ہیں وہ بھی اسی طبیعت کلی۔ اسی نفس رحمانی۔ اسی فیض یزدانی کے جلوے اور اُس کی نمائشیں و صورتیں ہیں۔ مافوق العناصر کیا ہے۔ ارواح علویہ ہیں۔ جو ہفت آسمان و سبع سماوات سے اوپر اوپر اور مافوق ہیں۔

اور ارواح سبع سماوات اور خود سماوات سب عنصری ہیں۔ جو دخان عناصر سے متولد و پیدا ہوئے ہیں۔ اور ہر آسمان میں جو ملائکہ و فرشتے ہیں وہ انہی سماوات و آسمان کی جنس سے ہیں اور عنصری ہیں۔ ملائکہ سماوات سے اوپر ملائکہ طبیعی ہیں۔ جن کو ملأ اعلیٰ بھی کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ملائکہ ملأ اعلیٰ کی صفت اللہ تعالیٰ نے اختصام و اختلاف بتائی۔ حدیث فیما یختصم الملأ الاعلی یہ ملأ الاعلیٰ والے کس امر میں اختلاف اور جھگڑا کر رہے ہیں۔ ملأ اعلیٰ والوں کے طبیعی ہونے ہی کی وجہ سے باہم اختلاف ہوا۔ کیونکہ طبایع متقابل ہیں۔ ان میں تضاد ہے۔ اسمائے الٰہیہ میں بھی تقابل ہے مگر وہ اعتبارات و نسب ہیں۔ کوئی خارجی حقیقی و مختلف الذوات اشیا نہیں ہیں۔ اور یہ تضاد و اختلاف نفس رحمانی ہی میں یا اُس کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ دیکھو ذات مقدسہ الٰہیہ جو تضاد سے منزہ و مبرا ہے۔ اُس کی صفت ہے ان اللہ لغنی عن العالمین اللہ تمام عالموں سے غنی و بے نیاز ہے۔

یہی وجہ ہے کہ عالم اپنے موجد۔ اپنے پیدا کرنے والے کی صورت اور

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

ترجمہ

رنگ پر ہے۔ اس کا سجدہ کرنا ہے۔ نفس الہٰی رحمانی ہے۔

سانس میں حرارت ، برودت ، رطوبت ، یبوست ، سب کیفیات رہتے ہیں جس میں حرارت کا غلبہ ہوتا ہے وہ اوپر ہو جاتا ہے اور لطیف رہتا ہے۔ جس میں برودت و رطوبت ہوتی ہے وہ سفل میں رہتا ہے۔ جس میں یبوست ہوتی ہے وہ بیٹھ جاتا ہے نیچے ذرشوب اور وہ ثقیل بارد رطب ہوتا ہے۔

دیکھو جب طبیب کسی بیمار کو دوا پلانا چاہتا ہے تو اس کے پیشاب کا قارورہ یعنی شیشی کو دیکھتا ہے۔ جب قارورے میں رسوب دیکھتا ہے تو جانتا ہے کہ مواد پک گیا ہے پھر بیمار کو دوا پلاتا ہے کہ جلد کامیابی ہو۔ رسوب اس لیے پیدا ہوتے ہیں کہ طبیعت میں رطوبت و برودت رہتی ہے۔ پھر یہ ونج رہے شخص انسانی طینت کو اللہ تعالیٰ اپنے دونوں دست قدرت سے گوندھا اور وہ صفات متقابلہ ہیں۔ ہرچند کہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ سیدھے ہی ہیں یعنی کمتر وضعیف نہیں۔ مگر ان میں فرق ظاہر غیر مخفی ہے۔ اگرچہ کہ صرف اتنا ہی فرق ان میں ہے کہ وہ دو ہیں یعنی دو ہاتھ ہیں۔ صفات متقابلہ ہیں۔ کیونکہ طبیعت میں وہی تاثیر کرتا ہے جو مناسب ہوتا ہے۔ طبائع تو آپس میں متقابل و متضاد ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے طینت بشری میں یدین کا اطلاق لایا ہے۔ کیونکہ انسان جامع اضداد ہے۔ اس میں وہ سب ہے جو تمام عالم میں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو خود اپنے صفات متقابلہ سے پیدا کیا تو اس کا نام بشر رکھا۔ کیونکہ اس کے دونوں دست قدرت نے انسان کے خلق میں مباشرت کی ہے یعنی خود کام کیا ہے اور یہ نوع انسانی پر اللہ تعالیٰ کی عنایت خاص ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو جس نے آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا فرمایا مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ تجھے کس چیز نے منع کیا کہ آدم کو سجدہ کرے۔ جس کو میں نے اپنے دونوں دست قدرت سے بنایا۔ کیا تو نے تکبر کیا۔ یا تو اپنے کو بڑوں اور بلند مرتبہ

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جلد پانزدہم

لوگوں میں سے سمجھتا ہے حالانکہ تو ایسا نہیں - شیخ کہتے ہیں - کیا تو خود اپنے جیسے عنصری سے افضل سمجھتا ہے - یا عنصریت و مادیت سے پاک ملائکہ کو بھی - مہیمین - اہل ملأ اعلیٰ سے جانتا ہے - عالین سے مراد وہ ملائکہ ہیں جو نشأت و خلقت نوری رکھتے ہیں اگرچہ طبعی ہیں، مگر عنصریت سے پاک ہیں - منزہ ہیں -

انسان کو دیگر انواع عنصری پر جن کی تخلیق میں دو دست قدرت و صفات متضادہ شامل نہیں - اس لیے فضیلت ہے، کہ وہ مٹی کا ہے - لہذا انسان ملائکۂ ارضی و سماوی سے اعلیٰ و افضل ہے اور ملائکۂ ملأ اعلیٰ ذکر و بھی اس نوع انسانی سے افضل ہیں - کیونکہ نص الٰہی یعنی أَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِينَ وارد ہوا ہے اور حدیث میں آیا ہے مَنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَمَنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَأٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَأٍ خَيْرٍ مِنْهُ یعنی جس نے مجھے اپنے دل میں یاد کیا میں نے بھی اس کو اپنے جی میں یاد کیا اور جس نے مجھ کو ہم نشینوں میں یاد کیا میں نے بھی اس کو ایسے ہم نشینوں میں یاد کیا جو اس کے ہم نشینوں سے اعلیٰ ہیں - تمام علما کی رائے ہے کہ فسجد الملئکۃ کلہم اجمعین اور انا من نور اللہ وکلہم من نوری آیا ہے - لہذا انسان اشرف المخلوقات اور مظہر اتم و خلیفۃ اللہ ہے - مگر شیخ ملائکۂ ملأ اعلیٰ کی طرف صرف جانب نوریت کو اور انسان کی جانب انسیت کو دیکھ کر ملأ اعلیٰ کو فضیلت دیتے ہیں اور شیخ کی نظر انسان کی جامعیت پر اس وقت نہیں ہے - لہذا شیخ کہتے ہیں کہ وہ مامور سجدہ نہیں تھے یا مور سجدہ کیا ہو تے جبکہ حقیقت انسانیہ کے سامنے جھکی سر بہ سجدہ ہوئے ہیں ؎

کیا ملک میری حقیقت کو سمجھتے علوی ان کا استاد نہ سمجھا وہ سمجھتا بھلا میں

اصل راز یہ ہے کہ انسان کے سوا کسی پر فنائیت نہیں آتی ہر ایک اپنے مرکز پر اڑا ہوا ہے - جس کو نفس الٰہی کی معرفت حاصل کرنی ہو وہ عالم کی معرفت حاصل کرے - يَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَاطِلًا - تفکر کرو آسمان و زمین کی تخلیق میں (اور کہو) اے ہمارے پروردگار تو نے اس کو باطل نہیں پیدا کیا - سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

ہم اُن کو اپنی تجلیات و علامات، آفاق عالم اور اُن کے انفس میں دکھائیں گے۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ جس نے اپنی معرفت حاصل کی اُس نے اپنے رب کی معرفت حاصل کر لی۔ جس میں اُس کا ظہور ہے۔ یعنی عالم نفس رحمانی میں ظاہر ہوا اور اسمائے الٰہیہ جو اپنے ظہور اور مظاہر کی طلب میں بیقرار تھے۔ اُس بیقراری کو دور کر دیا۔ اُس نے اپنے آپ میں مظاہر کو پیدا کر کے خود اپنے پر احسان کیا۔ گویا اُن ظہورات کا فائدہ و اثر خود اُس جنابِ مقدس پر پڑتا ہے۔ پھر بیقراریاں و اضطراب آخر مخلوق کی پیدائش تک رہیں اور دور بھی ہوتی رہیں۔

فَالْکُلُّ فِیْ عَیْنِ النَّفَسْ کَالضَّوْءِ فِیْ ذَاتِ الْغَلَسْ

یہ ساری رنگارنگیاں نفس رحمانی ہی میں ہیں۔ جیسی اندھیری رات میں روشنی۔

وَالْعِلْمُ بِالْبُرْھَانِ فِیْ سَلْخِ النَّھَارِ لِمَنْ نَعَسْ

معرفت و شہود تو شل روز روشن کے ہے۔ اور براہین عقلیہ سے حاصل شدہ علم، ختم روز کی غنودگی والا اور اونگھتا ہوا آدمی کے خواب و خیال کے مانند ہے جو وہ دیکھتا ہے۔

فَیَرَی الَّذِیْ قَدْ قُلْتُہٗ رُؤْیَا تَدُلُّ عَلَی النَّفَسْ

یہ غنودگی اونگھنے والا محجوب، غافل جو کچھ ہم نے بیان کیا اُس کو خواب و خیال، غیر معتبر ناقابل اعتماد سمجھتا ہے، جو چند سانسوں پر قائم رہتا ہے۔

فَیُرِیْحُہٗ مِنْ کُلِّ غَمْ فِیْ تَلَاوَتِہٖ عَبَسْ

جو شخص عَبَسَ وَتَوَلّٰی پڑھتا تھا یعنی ترش رو اور پہلو تہی کرتا تھا ہم نے جو کچھ کہا اُس کو سمجھ لیا تو اُس کا سارا غم غلط ہو گیا اور ہر طرح کا آرام مل گیا۔

وَلَقَدْ تَجَلّٰی لِلَّذِیْ قَدْ جَاءَ فِیْ طَلَبِ الْقَبَسْ

دیکھو موسیٰ تو آگ لینے نکلے تھے اور خدائے تعالیٰ کی اُن کے سامنے

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو پانزدہم

تجلی ہو گئی۔

فَرَاٰهُ نَارًا وَهُوَ نُوْ رٌ فِی الْمُلُوْكِ وَفِی الْعَسَسِ

ابتداءً موسیٰ علیہ السلام نے تجلی کو آگ سمجھا حالانکہ بالآخر حضرت موسیٰ و دیگر سلاطین ولایت کے پاس وہ نور تھا۔ نیز وہ نور ہی تھا۔ حتیٰ کہ سلطین کے پاس بھی جو راتوں کو گشت کرتے ہیں اور ظلمت میں پھرتے رہتے ہیں۔

فَاِذَا فَهِمْتَ مَقَالَتِیْ تَعْلَمْ بِاَنَّكَ مُبْتَئِسٌ

اگر تم میری بات سمجھ جاؤ۔ تو تم کو معلوم ہوگا سب کچھ خدا کا ہے۔

اور تم مفلس و نادار رہو۔

لَوْ كَانَ يَطْلُبُ غَيْرَ ذَا لَرَاٰهُ فِيْهِ وَمَا نَكَصْ

اگر اس صورت پیش افتادہ اور حاضر الوقت کے سوا کسی اور صورت کو طلب کرتے تو اس میں سے بھی جلوہ کمالات محبوب نظر آ ہی جاتا۔ کبھی سرنگوں و نادم و ناکامیاب نہ ہوتے۔

کلمۂ عیسوی یعنی ذات حضرت عیسیٰ کے لیے حق تعالیٰ مقام حتیٰ نعلم و نعلم میں قائم ہوا یعنی تمام عالم پر حقیقت واقعہ واضح و ثابت کرنا چاہا۔ ہر چند اللہ تعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہے اور ہر چیز کو جان ہی کر پیدا کرتا ہے مگر دنیا کو اصل حال معلوم ہو جانے کے لیے فرماتا ہے۔ ہم کو بھی معلوم ہو جائے۔ غرضکہ حق تعالیٰ نے جناب عیسیٰ سے استفہام کیا۔ پوچھا۔ اس واقعے کو جو ان کی طرف منسوب ہے کہ کیا وہ حق ہے یا جھوٹ اس کو علم قدیم ازلی علمی سے تو معلوم تھا ہی۔ مگر اس کے ساتھ ایک اور طرح کا علم بھی ملا لینا چاہتا ہے کہ وہ جو جانتا تھا واقع ہوا یا نہیں۔

پس حق تعالیٰ نے عیسیٰ کو فرمایا ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ کیا تم نے لوگوں سے کہا مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوائے دو معبود بنا لو۔ پوچھنے والے یعنی اللہ کے جواب میں عیسیٰ کو ادب ضرور ہے۔ کیونکہ جب حق تعالیٰ نے اس مقام اور اس صورت میں تجلی فرمائی تو حکمت کا اقتضا تھا کہ جواب میں تفرقہ و تعین ا حد

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جمع و احدیت دونوں کا لحاظ رکھا جائے۔

عیسیٰ علیہ السلام نے پہلے تنزیہ کو رکھا اور عرض کیا (سُبْحٰنَكَ) تو پاک ہے۔ سبحان سے تنزیہ اور کاف خطاب سے ایک قسم کی تحدید و تعیین نکلتی ہے۔ کیونکہ کاف مواجہ اور خطاب کا مقتضی ہے (مَا يَكُوْنُ لِيْ) میری کیا مقدور ہے۔ کیا طاقت ہے۔ میرے لیے تو عبدیت ہے تیرے لیے حکم ہے۔ امر ہے۔ تو جو چاہے کہہ سکتا ہے۔ مجھے ایسی جرأت کیونکر ہو سکتی ہے (اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ) کہ میں ایسی بات کہوں جس کا مجھے حق نہیں میری عبودیت، میری ذات کا تقاضا ہرگز نہیں کہ الوہیت کا دعویٰ کروں (اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ) اگر میں نے کہا ہے تو تو خوب جانتا ہے۔ اصل میں کہنے والا تو تو ہی ہے۔ ہمارے تکلم میں بھی تیرے کلام کا جلوہ ہے اور جو کوئی بات کرتا ہے، تو اس کو خوب جانتا ہے۔

تو ہی میری زبان ہے، جس سے میں بولتا ہوں۔ کلام کرتا ہوں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث قدسی میں خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صاحب قرب نوافل کی میں زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔ دیکھو اس حدیث میں ذات حق کو متکلم کی زبان بیان کیا گیا۔ مگر کلام کو عبد کی طرف نسبت کی گئی ہے۔

پھر اس بندہ نیک یعنی عیسیٰ نے اس قول سے اپنے جواب کی تکمیل کی (تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ) میرے دل میں جو ہے، تو اس کو خوب جانتا ہے اور تیری ذات و نفس میں جو ہے اس کو میں نہیں جانتا۔ دیکھو عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی ذات من حیث الذات سے علم کی نفی کی۔ کہ علم ان کی ذات سے پیدا نہیں۔ نہ اس لحاظ سے کہ وہ متکلم ہیں اور کلام الٰہی کا ان پر پرتو پڑا ہے اور اثر ہوا ہے (اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ) تو ہی غیب داں ہے تو چھپی چھپی چیزوں کو خوب جاننے والا ہے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کے غیب داں ہونے کے لیے جناب عیسیٰ نے ضمیر فصل و عماد یعنی اَنْتَ کو لائے تاکہ بیان میں زور اور تاکید ہو۔ اور اسی پر پورا اعتماد ہو۔

khatmenabuwat Android Application

جزو پانزدہم

اور حصر بھی پیدا ہو۔ کیونکہ اللہ کے سوا کوئی بذاتہٖ غیب داں نہیں۔ وہ جو کچھ معلوم کرا دے کرا دے۔ جناب عیسیٰؑ نے عبد و رب۔ خلق و خالق۔ تنزیہ و تشبیہ میں فرق اور امتیاز بھی کیا۔ اور وجود کے لحاظ سے جمع بھی کیا کیونکہ وجود تو بھی ذاتِ حق ہے۔ اور وحدت ذاتِ حقہ اور کثرت مظاہر کو بھی بتایا اور وجود مطلق کے لحاظ سے وسعت دکھائی اور تعیین و مخاطبت کے لحاظ سے تنگی بھی ظاہر کر دی۔

پھر اتمام جواب اس قول سے کیا مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهٖ میں نے تو صرف وہی کہا ہے جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا۔ دیکھو پہلے تو انہوں نے اس امر کی طرف اشارہ کیا کہ وہ میں ہی نہیں۔ نہ وہ قائل کلام و قول ہیں۔ پھر سوال کرنے والے یعنی حق تعالیٰ کا ادب ملحوظ رکھ کر اپنی طرف قول کو منسوب کیا۔ اگرچہ بالعرض علم و قول نہ رہتا تو جناب عیسیٰؑ کا علم حقائق سے محروم ہونا لازم آتا مگر یہ تو ہرگز نہیں۔ پس عیسیٰؑ نے کہا (کہ جس کا تو نے حکم دیا) تو ہی میری زبان سے گویا ہے اور تو ہی میری زبان ہے۔

آپ جو کہتے ہیں کہہ دیتا ہوں (حسرت) میں نہ زندہ ہوں نہ مردہ ہوں میں

ذرا اس روحانی خدائی خبر دہی کو تو دیکھو۔ کیا لطیف ہے اور دقیق و باریک ہے۔ کہ اللہ ہی کی عبادت کرو۔ دیکھو جناب عیسیٰؑ نے اسم اللہ کو ذکر کیا کیونکہ بندگان خدا کی عبادتیں جدا جدا ہیں۔ شرائع جدا ہیں۔ اور خاص خاص اسم نہیں لائے بلکہ لفظ اللہ لائے جو تمام اسما کو جامع ہے۔

پھر کہا (رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ) جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی ظاہر ہے کہ اللہ کی نسبت ربوبیت ہر ایک موجود سے غیر ہے۔ اس نسبت سے جو دوسرے موجود سے ہے اسی لیے ربوبیت کی تفصیل کی۔ اپنے قول (رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ) سے ضمیر متکلم و ضمیر مخاطب کی طرف اضافت کر کے۔

مگر تو نے مجھ کو جس کا حکم دیا۔ خود کو مامور ثابت کیا۔ مامور تو وہی ہوتا ہے جو عبد ہو۔ بندہ ہو۔ کیونکہ امر اسی کو کیا جاتا ہے جس کا فرض ہے فرماں برداری۔ گو وہ فرماں برداری نہ کرے۔

چونکہ امر بحسب مراتب نازل ہوتا ہے۔ لہٰذا ہر ایک کسی مرتبے میں ہونے والا اس مرتبے کے لائق اثر سے رنگین و متاثر ہو جاتا ہے۔ مرتبۂ مامور کے لیے ایک حکم ہے جو مامور پر واقع ہوتا ہے۔ اور آمر کے لیے ایک حکم ہے جو ہر آمر میں نمایاں ہوتا ہے۔

حق تعالیٰ فرماتا ہے اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ نماز پڑھو۔ لہٰذا وہ آمر و مکلف ہے اور بندہ مکلَّف و مامور ہے۔ اور بندہ کہتا ہے رَبِّ اغْفِرْ لِیْ پروردگار مجھے بخش دے۔ اس وقت بندہ آمر ہے اور حق مامور۔ حق تعالیٰ بندے سے بذریعۂ امر جو کچھ طلب کرتا ہے وہی بندہ بھی حق تعالیٰ سے بذریعۂ امر طلب کرتا ہے لہٰذا ہر دعا مستجاب ہے، مقبول ہے۔ اگرچہ حصول مقصود میں تاخیر ہو جس طرح کہ وہ شخص مکلف جس کو نماز پڑھنے کا امر کیا ہو کبھی تاخیر کر جاتا ہے۔ اور وقت پر نماز نہیں پڑھتا۔ بلکہ امتثال امر میں تاخیر کرتا ہے۔ اگر ہو سکتا ہے، تو دوسرے وقت نماز پڑھتا ہے۔ امر کو قبول کرنا تو منوسے گوارا دے سے صحیح امتثال امر کا قصد ہی ہے کُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ پھر جناب عیسٰی نے کہا میں اُن پر نگران تھا جب تک اُن میں موجود تھا۔ جس طرح پہلے نبی ودیکھو، کہا اس طرح یہاں عَلَیَّ وَعَلَیْهِمْ نہ کہا۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کا نگران خدا تھا، اور اپنی اُمت کے نگران حضرت عیسیٰ تھے۔ اور یہی حال تمام انبیا کا ہے کہ جب تک رہتے ہیں اپنی امت کے نگران رہتے ہیں۔

فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ جب تو نے مجھے لے لیا اور اپنی طرف مجھے اُٹھا لیا۔ اُمت کو مجھ سے چھپا لیا اور مجھ کو اُن سے چھپا لیا تو تو اُن پر رقیب و نگہبان تھا۔ بلا توسط میرے اور بغیر میرے جسم و ذات کے وہ روحانی و جسمانی بلکہ اُن کے مادوں میں۔ اُن کی قوتوں میں۔ کیونکہ تو ہی اُن کی بصارت تھا اور آنکھ تھا جس کا اقتضا ہے کہ مراقبہ و مشاہدہ کرے اور دیکھے۔

جب سب میں سے وہی دیکھنے والا ہے، تو گویا انسان کا خود کو دیکھنا بھی

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو پانزدہم

حق تعالیٰ کا انسان کو دیکھنا ہے۔ عیسیٰ حق تعالیٰ کے لیے اسم لائے اور اپنے لیے لفظ شہید۔ وہ چاہتے ہیں اپنے میں اور اپنے رب میں فرق و امتیاز کرنا۔ سب کو معلوم ہو جائے کہ عیسیٰ عیسیٰ ہیں بلحاظ بندہ ہونے کے اور حق تعالیٰ حق ہے باعتبار رب ہونے کے۔ اسی لیے اپنے لیے لفظ شہید کہا اور حق تعالیٰ کے لیے اسم رقیب۔

پھر قوم کو اپنے شہید ہونے سے پہلے بیان کیا۔ چنانچہ انھوں نے کہا کُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ) جناب عیسیٰ کا شہید و نگہباں ہونا اپنی اُمّت کے لیے خاص ہے اور اُنہی پر منحصر ہے۔ آپ نے اپنی قوم کو پہلے رکھ کر ایثار بھی فرمایا ہے اور رعایت و ادب بھی ملحوظ رکھی ہے۔ کیونکہ کلام حق جل جلالہ سے ہو رہا ہے۔ اس سے مخاطبت میں خود پر اہمیت دینی چاہیے اللہ کے لیے رقیب کا اسم لایا تو وہاں علیہم کو رقیب پر متقدم ذکر کیا۔ کیونکہ حق رب جل جلالہ ہر طرح قابل اہتمام ہے۔ اس کے رتبے کا متقدم ہونا باعث ہوا ہے۔ کہ بیان میں بھی اسی کا نام متقدم رہے۔

واضح ہو کہ جناب عیسیٰ نے اللہ کے لیے اسم رقیب ذکر کیا اور خود کے لیے لفظ شہید لایا یعنی اپنے قول عَلَيْهِمْ شَهِيدًا میں اور یہ بھی کہا وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ تو ہر شے کا مشاہدہ کرنے والا ہے۔ مگر دیکھو اس قول میں لفظ "کُلّ" ہے جو عموم کا فائدہ دیتا ہے اور "شَيْءٍ" بھی ہے جو سخت نکرہ اور غیر معین ہے۔ پھر اس کے بعد اسم شہید لایا۔ پس حق تعالیٰ ہر مشہود پر شہید ہے۔ ہر دیدہ کا بینا ہے۔ ہر مرئی کا رائی ہے مگر اس مشہود کی حقیقت کے اقتضا کے موافق

اس قول میں حضرت عیسیٰ نے ایک اور اشارہ کیا ہے کہ جب عیسیٰ قوم میں موجود تھے اور ان کے نگران تھے اس حال میں بھی اللہ تعالیٰ ہی شاہد و نگراں تھا۔ شیخ کہتے ہیں کہ یہ حق کی نگرانی و شہود ہے تمام اشیا کو ضمن میں جسم عیسیٰ کے اور مادۂ عیسوی کے۔ جس طرح ثابت ہو گیا ہے کہ حق تعالیٰ

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو پانزدہم

بندے کی زبان اور سماعت و بصارت ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد جناب عیسیٰ نے ایک کلمہ کہا جو عیسوی بھی ہے اور محمدی بھی۔ کلمۂ عیسوی اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ میں فرمایا کہ یہ قول عیسیٰ نے ہے۔ محمدی اس لیے کہ دعائے مغفرت امت میں اسی کلمے کو حضرت محمد حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات بھر صرف اسی کو دہراتے اور اس کی تکرار کرتے رہتے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ اور کلمہ یا دعا یہ ہے (اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ اگر تو اے رب ان کو یعنی میری امت کو عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کی مغفرت کر دے تو تو عزت والا حکمت والا ہے۔

ذرا اس آیت پر غور کرو۔ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ میں ہُمْ ضمیر غائب ہے جیسے ھو ضمیر غائب ہے، یعنی ھو ضمیر واحد مذکر غائب ہے اور ھُم جمع مذکر غائب ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ھُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے کفر کیا۔ حق پوشی کی، ضمیر غائب سے اشارہ ہے۔ کہ ان کی غیبت ان کا یہ خیال ہے، ان کی غفلت، جو حق تعالیٰ پر مشہود ہے جو حاضر ہے۔ پردہ بن گئی حجاب بن گئی ہے۔ پھر کہا اِنْ تُعَذِّبْهُمْ ضمیر غائب کے ساتھ۔ یہ غیبت، یہ غفلت ہی تو ان میں اور حق تعالیٰ میں حجاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے بزبان عیسیٰ فرمایا وہ امت عیسیٰ کے حضور حق تعالیٰ میں حاضر ہونا پہلے ہے جب حاضر ہوں گے تو کیا ہو گا وہی كَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ہرگز نہیں یہ غافلین کافرین اپنے رب سے اس دن یعنی قیامت میں محجوب ہیں۔ کیونکہ مشاہدہ کرنے والے تو نہیں ہیں اور ان کی غفلت کا غیر ان کے ایمان کے آئینے میں خوب اثر کیا ہے۔ اب غیر ہی غیر ہو گیا ہے۔ غفلت ہی غفلت رہ گئی ہے۔ جو غفلت پہلے تھی وہ اب بھی رہے گی۔ مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى جو یہاں کا اندھا وہ وہاں کا بھی اندھا۔

(فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ) کاف ضمیر واحد مذکر مخاطب میں اشارہ ہے اس توحید کی طرف جس کی تعلیم عیسیٰ نے دی، اور جس پر وہ ان کے زمانے میں تھے۔ عبادک میں اشارہ ہے کہ بندگی سے زیادہ کیا رفعت ہوگی۔ کیونکہ بندے کو خود اپنے پر کسی قسم کے تصرف کرنے کا حق نہیں۔ وہ تو اپنے آقا۔ اپنے سید کے

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جو جانتے ہم

تحت حکم، زیر فرمان رہتے ہیں۔ ان کا آقا بھی ایک جس کا کوئی شریک نہیں۔ کیونکہ کہا عبادک: ضمیر خطاب کو واحد لاکر۔

عذاب سے مراد مقصود اذلال۔ ذلیل و خوار کرنا ہے۔ اب اس سے زیادہ کون ذلیل ہوگا جو بندے ہیں۔ ان ذوات کا اقتضا یہ رہے کہ وہ ذلیل ہی ہیں۔ مالک تو انہیں ذلیل نہ کرے کیونکہ ان کی ذاتی بندگی سے زیادہ اور کیا ذلت دے سکتا ہے۔

وَاِنْ تَغْفِرْ لَہُمْ اگر تو ان کو دامن رحمت میں چھپا لے اور اس عذاب سے کہ تیری مخالفت کر کے اس کے مستحق ہوئے ہیں بچا لے۔ عربی میں غفر کے معنی ہیں چھپانا۔ مِغفر خود کو کہتے ہیں جو سر کو چھپاتا ہے۔

شیخ کہتے ہیں تو ان کے لیے عذاب سے پردہ سپر بنا دے کہ ان کا ستر کرے، عذاب کو ان سے روکے (فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ) بیشک تو عزت مند ہے۔ تیرا احاطہ محفوظ ہے۔ اسم منتقم و قہار سے بچا۔ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو یہ نام دیتا ہے، تو حق تعالیٰ مُعِز اور بندہ جس کو یہ نام دیا گیا عزیز کہلاتا ہے اور بندہ عزیز کا سبزہ زار۔ اس کا احاطہ منتقم و معذب یعنی انتقام و عذاب دینے والے سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ یہاں بھی انت ضمیر فصل و عماد ہے۔ تاکہ بیان میں تاکید اور آیت ایک سیاق اور ایک رنگ پر ہو جائے کیونکہ اس سے پہلے ہے۔ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اور کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْہِمْ اسی لیے اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ فرمایا۔ پس اگر اِنْ تُعَذِّبْہُمْ گویا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے امت کی بخشش کے لیے سوال ہے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دربار الٰہی میں رات بھر طلوع فجر تک اس سوال کو بغرض اجابت تکرار فرماتے رہے۔ پہلی ہی دفعہ کے سوال پر اجابت و قبولیت کا فرمان سماعت فرما لیتے تو تکرار سوال نہ فرماتے۔ بات یہ ہے کہ حق تعالیٰ تفصیلی طور سے ایک ایک امتی کو ان کے ایک ایک گناہ کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کرتا جاتا تھا۔ اور حضرت عرض کرتے جاتے تھے ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم مگر بھی رؤف رحیم

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

امت کے عرض و پیش کرنے میں کوئی ایسی چیز ملاحظہ فرماتے جس میں جانب حق تعالیٰ کی تقدیم اور اس کے احکام کی ترجیح کی ضرورت ہوتی تو ان کے لیے دعا نہ کرتے بلکہ بددعا کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات پیش کیے جو اس آیت کے مقتضیٰ کے مطابق تھے۔ یعنی امت کے کاموں کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کریں۔ اور اس کے ساتھ عفو کی درخواست کریں۔ یہ بھی آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دعا کرتے وقت بندے کی آواز اچھی معلوم ہوتی ہے تو اس کی دعا کی اجابت و قبولیت میں تاخیر فرماتا ہے تاکہ بار بار دعا کرے۔ یہی اس کی محبت کا تقاضا ہے نہ کہ اعراض و بے توجہی کا۔ چھپانا ہے

یہی وجہ ہے کہ اسم حکیم لایا ہے۔ حکیم کے معنی ہیں۔ ہر شے کو اس کے محل پر رکھنے والا اور اشیا کے حقائق و صفات کے اقتضا سے عدول و تجاوز نہ کرنے والا۔ غرضیکہ حکیم وہ ہے جو ترتیب سے واقف اور اس کا علم رکھے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کی تکرار اور دہرانے میں علم عظیم رکھتے تھے۔ جو اس آیت کو پڑھنا چاہے تو اسی طرح پڑھے جس طرح حضرت پڑھتے تھے، ورنہ سکوت ہی بہتر ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو کسی امر کے کہنے اور دعا کرنے کی توفیق عطا کرتا ہے تو اس کو قبول بھی فرماتا ہے، اور اس کی حاجت کو پوری بھی فرماتا ہے۔ آدمی کو چاہیے کہ جس دعا کی توفیق دی گئی ہے تو اس کے لیے جلدی نہ کرے نہ اس کو دیر انگیز سمجھے اور ہر حال میں جس طرح رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت پر مواظبت و مداومت کی تھی خود بھی کرے۔ یہاں تک کہ اپنے ظاہری کان سے یا باطنی سماعت سے سن لے۔ جیسا تم چاہتے ہو یا جیسا اللہ نے چاہا۔ اگر تمہارے زبانی سوال کا معاوضہ دے گا تو تم کو تمہارے کان سے سنا دے گا اور اگر باطنی طور سے معاوضہ دینا چاہے تو تم کو تمہاری باطنی سماعت سے سنا دے گا۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

ترجمہ

فصوص الحکم

جزو شانزدہم

(۱۶) فصّ حکمتِ رحمانیہ در کلمۂ سلیمانیہ

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو شانزدہم

تمہیدِ فصِ سلیمانیہ

رحمت دو قسم کی ہے (۱) امتنانی - (۲) وجوبی - رحمت امتنانی ابتدائی رحمت جو کسی عمل کی جزا کے طور پر نہیں - رحمت وجوبی - جو کسی عمل کی وجہ سے ثواب اور جزا کے طور پر جو رحمت کی جاتی ہے -

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عمل کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے پر جزائے عمل واجب کر لیا ہے - یہ واجب کر لینا بھی ایک قسم کا امتنان ہے کیونکہ کسی غیر نے اس کو واجب نہیں کیا - رحمت امتنانی میں سب کی گنجائش ہے جیسا کہ ارشاد ہے وسعت رحمتی کل شیئ میری رحمت میں ہر شے کی سمائی ہے - رحمت وجوبی نیکوں سے خاص ہے فسا کتبہا للذین یتقون میں اپنی رحمت کو متقیوں کے لیے لکھ رکھتا ہوں - خود پر واجب کر لیتا ہوں - رحمت امتنانی سے وجود ملتا ہے - اور رحمت وجوبی سے ہر طرح کی جزا و ثواب -

پھر رحمت کی دو قسمیں ہیں - رحمت عام رحمت خاص - رحمت عام کو رحمانیت اور رحمت خاص کو رحیمیت کہتے ہیں - شان رحمانیت کا اثر ممکنات و مخلوقات ہی پر نہیں پڑتا بلکہ اس کا اثر اسمائے الٰہیہ پر بھی پڑتا ہے - اسمائے الٰہیہ کے مظاہر پیدا کیے جاتے ہیں -

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو شانز دہم

تو اُن کے کمالات نمایاں ہوتے ہیں بقا کا پیدا کرنا گویا اسمائے الٰہیہ پر رحم کرنا ہے۔

جس طرح سانس مختلف مخارج پر سے گزرتی ہے۔ تو لفظ اور کلمہ بنتا ہے شان رحمانیت مختلف اسمائے الٰہیہ پر سے گزرتی ہے تو لفظ کن سے کلمہ پیدا ہوتا ہے۔ شان رحمانیت کے ہمیشہ اثر کرتے رہنے کو نفس رحمانی۔ اور ہر مخلوق کو جو کن سے بذریعہ نفس رحمانی پیدا ہوتا ہے کلمۃ اللہ کہتے ہیں۔

مخلوقات کا ایک دوسرے سے افضل ہونا۔ باہمی تفاضل ہر چند کہ موجود بالذات ذات واجب کے سوا کوئی نہیں۔ ذات حق کے سوا جتنے ہیں سب اعتباری ہیں۔ خارج میں صرف ذات حق ہے جو بحیثیت واجبہ ہے۔ پھر بعض بعض سے افضل کیوں ہیں۔ یہ اُن کے حقائق و ماہیات اور اعیان ثابتہ کا اقتضا ہے۔

دیکھو خود اسمائے الٰہیہ باہم تفاضل ہے حیات تمام صفات کی اصل ہے۔ اس کے بعد علم کا مرتبہ ہے۔ علم ارادے پر حکومت کرتا ہے۔ ارادے کی حکومت قدرت پر ہے۔ علم کے بعد ارادہ ہوتا ہے۔ ارادے سے تعین ہوتی ہے۔ تو قدرت اپنا عمل کرتی ہے جب اسمائے الٰہیہ میں تفاضل ہے تو حقائق مخلوقات میں تفاضل کیا دشوار ہے باوجودیکہ سب کی اصل منشائے انتزاع ذات حقہ ہے۔

انسان عالم جنی عالم سے افضل و قوی تر ہے دیکھو عفریت نے جو شاہ جن تھا حضرت سلیمان سے عرض کیا۔ کہ تخت بلقیس کو دربار سلیمانی برخاست ہونے سے پیشتر حاضر دربار کرتا ہوں۔ اور آصف بن برخیا جو انسان تھے۔ بیک چشم زدن تخت بلقیس کو ملک سبا سے اڑا لائے۔ ظاہر ہے کہ چشم زدن کا زمانہ مجلس برخاست ہونے کے زمانے سے بہت کم ہے۔ ایک لحظے میں یک نظر ثوابت تک پہنچ جاتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ تجدد امثال کو آصف بن برخیا سمجھتے تھے۔

یہ تجدد امثال کیا ہے؟

بالذات سے بالعرض کو بالاستمرار امداد وجود ملتی رہتی ہے۔

دیکھو! نور شمس بالذات ہے۔ اور نور قمر بالعرض۔ اگر ایک لمحے کے لیے نور شمس قمر پر نہ پڑے تو چاند کی وہی بے نوری ہے۔ جیسے کہ کسوف سورج گہن اور خسوف چاند گہن میں واقع ہے۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو شانۂ

تمہید

چراغ روشن ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ شعلہ قائم ہے۔ حالانکہ ہر آن کاربانک ایسڈ اور پانی بنتا چلا جا رہا ہے اور تازہ تیل اُس کی امداد کر رہا ہے۔ چونکہ پچھلی حالت اگلی حالت سے مشابہ ہے۔ اس لیے لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ موجود ہے مستمر ہے۔ غرضکہ صوفیہ کے پاس ایسا نہیں ہے۔ کہ نجار نے میز بنا دی۔ اب نجار مر بھی جائے تو میز برقرار رہے گی۔ اللہ تعالیٰ تمام عالم کا قیوم ہے ہر شے ہر آن اُس کی طرف محتاج ہے۔ بقائے ذات میں بھی۔ بقائے صفات میں بھی ہر لحظہ ممکن اپنے عدم ذاتی اور قہر احدیت سے فنا ہوتا ہے اور رحمت رحمانیہ وجود عطا کرتی چلی جاتی ہے۔ اشاعرہ نے تجدد امثال کے مسئلے کو اعراض میں تو حق سمجھا کہ اعراض جواہر کے ہر آن محتاج ہیں۔ جواہر سے دائمی امداد وجود ہوتی ہے۔ مگر اُن کو خبر نہیں حق تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے باطل ہے الاکل شئی ما خلا اللہ باطل۔ سوائے ذات حقہ کے کوئی اس قابل نہیں کہ اُس کو جوہر اور مستقل وجود رکھنے والا جانیں۔

بہرحال آصف بن برخیا نے وہ تجلی وجود جو ملک سبا میں تخت بلقیس پر ہو رہی تھی۔ اُس کو دربار سلیمانی کی طرف متوجہ کر دیا اور تخت موجود ہو گیا۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

شناعلم خوارق عادت کے مختلف اسباب ہوتے ہیں۔ ارعاج سنگ ارواح ورخت۔ تسخیر جنات۔ تسخیر ارواح کواکب۔ تسخیر ارواح خبیثہ۔ اپنی توجہ۔ ارادی دل کا استعمال۔ آیات قرآنی واسمائے الٰہیہ سے استمداد۔ کرامت اور معجزے میں انسان کے فعل کو دخل نہیں۔ حق تعالیٰ اپنے محبوبوں کے اعزاز کے لیے کرشمۂ قدرت دکھا دیتا ہے۔ نہ ہمت کی ضرورت نہ توجہ قلبی کی حاجت۔ بظاہر انسان کا قول ہوتا ہے اور تاثیر قوت عزیز کی رہتی ہے۔ حضرت سلیمان کو اللہ تعالیٰ نے جو عطیہ عطا فرمایا تھا یہ تھا کہ نہ وہ ہمت دل لگاتے تھے۔ نہ اسمائے الٰہیہ ہی سے مدد لیتے تھے صرف حکم دیتے اور چیز ہو جاتی۔

قاعدہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص کی کوئی خواہش پوری کی جاتی ہے تو آخرت کے عطایا سے نقصان وکمی واقع ہوتی ہے اور اس کا محاسبہ کیا جاتا ہے۔ ہاں اگر خدا تعالیٰ خود سے دے۔ یا دعا کا حکم دے۔ تو اس کی ذمہ داری اس شخص پر عاید نہیں ہوتی۔ معلوم ہوتا ہے کہ سلیمان علیہ السلام کو حکم رب تعالیٰ ہوا تھا کہ ایسے عظیم ملک کے لیے دعا کریں۔

چونکہ حبیب خدا کو وقل رب زدنی علما کا حکم تھا۔ اور حضرت کو حکم دینا عین امت کو حکم دینا ہے۔ لہذا دعائے طلب زیادت علم میں کسی قسم کا نقصان نہیں۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو شانزدہم

فصِ حکمتِ رحمانیہ

در کلمۂ سلیمانیہ

اِنِّیْ اُلْقِیَ اِلَیَّ کِتَابٌ کَرِیْمٌ اِنَّہٗ مِنْ سُلَیْمَانَ وَ اِنَّہٗ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَ اْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ ۔ بلقیس کہتی ہیں ۔ میرے پاس ایک بزرگ خط ڈالا گیا ۔ پہنچایا گیا ہے ۔ اور وہ خط سلیمان کی طرف سے ہے اور ان کا بھیجا ہوا ہے اور اس کا مضمون یہ ہے ۔ اللہ کے نام سے جو عام طور سے مہربانی کرتا ہے اور خاص طور سے بھی مہربانی کرتا ہے ۔ مجھ پر غلبہ جوئی نہ کرو ۔ اور میرے پاس آؤ اطاعت کرتے ۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام کے خط کی ابتدا اِنَّہٗ مِنْ سُلَیْمَانَ سے ہے ۔ شیخ کہتے ہیں یہ درست نہیں ۔ لوگوں نے اپنی بات بنانے کے لیے نامناسب توجیہیں کیں ۔ جو سلیمان کی معرفت اپنے رب کے متعلق تھی اس کے بالکل خلاف ہے ۔ ان مفسرین کا قول کس طرح درست ہو سکتا ہے ۔ حالانکہ اس صورت میں اسم سلیمان کی تقدیم اسم اللہ پر لازم آتی ہے اور شانِ سلیمان کے لائق ہو سکتا ہے ۔ جبکہ بلقیس جو ہنوز اسلام نہیں لائی تھیں ، کہتی ہیں ۔ میرے پاس ایک بزرگ خط آیا ہے یعنی نامہ خط بلقیس کے پاس بھی

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

واجب التعظیم تھا۔

ان مفسرین کو نام سلیمان سے غلطی ابتدا سمجھنے کی وجہ یہ ہوئی ہوگی کہ عموماً مرسل بادشاہ کے نام سے ابتدا کی جاتی ہے تو دوسرا بادشاہ اس کا احترام کرتا ہے چونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نام سے ابتدا نہیں کی لہذا نامۂ مبارک کو کسریٰ نے چاک کر دیا۔ شیخ کہتے ہیں یہ سب بیکار تاویلات ہیں۔ کسریٰ نے تو حضرت کا پورا نامہ پڑھ کر اس کا پورا مضمون سمجھ کر نامۂ مبارک کو چاک کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے بلقیس کو جو توفیق خیر دی تھی اگر وہ دی ہوتی تو وہ بھی وہی بے ادبی کرتی جو کسریٰ نے کی تھی خط جلانے سے، صاحب خط کا نام۔ نام خدا کے نہ پہلے رکھنے سے کچھ فائدہ ہوتا نہ دیکھیے۔

سلیمان علیہ السلام نے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" میں "رحمن ورحیم" دو اسم لکھ کر رحمن سے رحمت امتنانی اور رحیم سے رحمت وجوبی کو بیان کیا۔ رحمت امتنانی ابتدائی رحمت۔ بغیر جزائے عمل۔ رحمت وجوبی۔ جزائے عمل۔ رحمن نے بلا سبب بلا وجہ عمل یہ احسان کیا۔ کہ پہلے فیض اقدس سے حقائق اشیاء۔ اعیان ثابتہ مخلوقات کو علم میں نمایاں کیا۔ پھر فیض مقدس سے خارج میں موجود کیا۔ اور رحیم نے رحمت رحمن سے ہر ایک کو اس کے حسب استعداد حصہ دلایا۔ یہ رحمت وجوبی بھی ایک طرح سے امتنانی ہی ہے۔ کیونکہ جزائے عمل کو خود پر واجب کر لینا یہ بھی اس کا امتنان واحسان ہے۔ پس رحیم رحمن میں داخل ہے جیسے عام میں خاص داخل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (کتب علی نفسہ الرحمۃ) اللہ سبحانہ نے خود پر رحمت وجوبی یعنی جزائے عمل کو لازم کر لیا ہے۔ یہ اس لیے کہ بندہ جب حکم خدا و ہدی نیک اعمال کرے تو اس کا حق بھی اللہ تعالیٰ پر پیدا ہو جائے۔ اور اس رحمت کا یعنی رحمت وجوبی کا وہ مستحق ٹھہرے۔ مگر اس حق کو حق تعالیٰ پر کسی نے تو واجب کیا۔ خود خدائے تعالیٰ نے کسی اور نے واجب نہیں کیا۔

جب بندہ نیک اعمال اور اس قرب کو پہنچ جاتا ہے۔ تو اس کو

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

منکشف ہو جاتا ہے۔ اس کے توسط سے کرنے والا ہے کون۔ (حاشیہ: جیسے شانِ جسم)
عمل انسان کے ہشت اعضا پر منقسم ہے۔ دو ہاتھ دو پاؤں۔ سامعت۔ بصارت۔ زبان۔ اور پیشانی۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ انسان کے تمام اعضا کی حقیقت خود ہے۔ لہٰذا اصل عمل کرنے والا تو خود خدائے تعالیٰ ہے نہ کوئی اور۔ ہاں صورت تو بندے کی ہے۔ اسمائے الٰہیہ اسمائے مخلوقات میں مندرج و داخل ہیں۔ حق تعالیٰ مخلوقات کا جو ظاہر میں متعین ہے۔ اصل ہے جب ظہور کرتا ہے تو اس کے مظہر کا نام خلق ہو جاتا ہے۔ اس ظہور کی وجہ سے بندے پر اسم الظاھر الآخر صادق آتا ہے۔ اور اس لحاظ سے بندہ جو پہلے نہ تھا پھر ہوا ہے اور بندے کا ظہور حق تعالیٰ پر موقوف ہے اور جب تک اعمال اس کی وجہ سے صادر ہوتے ہیں حق تعالیٰ کا اسم الباطن والاول ہے جب تم خلق کو دیکھو۔ اس پر غور کرو۔ تو معلوم ہو جائے گا کہ کون کس اعتبار سے اول ہے۔ آخر ہے۔ ظاہر ہے۔ باطن ہے۔

اسمائے الٰہی کی معرفت اور ان کی نسبت سے عالم میں تصرف نصیب ہوتا ہے۔ پس یہ معرفت حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی حاصل تھی بلکہ سلیمان علیہ السلام نے جو دعا کی تھی۔ رب ھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی میرے پروردگار مجھے ایسی بادشاہی عطا کر کہ میرے بعد پھر کسی کو حاصل نہ ہو۔ وہ بادشاہی وہ ملک اصل میں یہی معرفت اسمائے الٰہی ہے کیا ایسی حکومت کسی کو سلیمان کے سوا ملی ہی نہیں۔ قطب وقت۔ غوث زمانہ تو تمام عالم کا شہنشاہ۔ اور حاکم علی الاطلاق ہوتا ہے۔

بیشک قطب زمانہ حاکم علی الاطلاق ہوتا ہے۔ اسی میں تجلی اسم اعظم رہتی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی مراد ملک سے ظاہری عالم شہادت کی حکومت اور تصرف عام ہے۔ دیکھو محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اللہ نے سب کچھ دے رکھا تھا۔ آپ کی باطنی حکومت اس سے زیادہ ہی تھی۔ مگر آپ نے عالم شہادت میں اس کو ظاہر نہیں کیا۔

لیکن حضرت رسالت کے وقت حضرت خاتم الانبیا کے پاس آیا کہ

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

آپ پر حملہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اس عفریت پر حضرت کو پورا قابو عطا کیا۔ جنّوں کا شاہ زنجیر
آپ نے ارادہ فرمایا کہ اس کو پکڑ کر مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون سے
باندھ دیں۔ تاکہ صبح ہو تو مدینے کے بچے اس سے کھیلیں۔ اللہ تعالیٰ نے
حضرت کے دل میں دعائے سلیمان کا خیال ڈالا۔ اور آپ نے ظاہری
تصرف عفریت پر نہ کیا۔ اور خدا نے اس عفریت کو ذلیل و خوار کر کے
بھگا دیا۔ دیکھو سرورِ کائنات نے اپنے بھائی سلیمان کی خاطر ظاہری تصرف
عالم شہادت کی حکومت جو واپس نہیں کی۔ جیسے حضرت سلیمان نے
حکومت کی تھی۔ حضرت سلیمان نے اپنی دعا میں ملکاً کہا الملک نہیں
ملکاً نکرہ لانے سے عام مُلک ظاہری نہیں بلکہ ایک خاص حصّہ مُلک
مراد ہے بہرحال دعائے سلیمانی سے عام حکومت مراد نہیں بلکہ خاص
طور کی حکومت ہے۔ ہم نے یہ بھی دیکھا کہ ان کو دیئے ہوئے مُلک کے
اجزا میں دوسروں کی بھی شرکت تھی کیونکہ وہ شہنشاہ تھے ان کے ماتحت
دوسرے شاہ بھی تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حکومت سلیمانی اس مُلک پر
بحیثیت مجموعی تھی۔

حدیث عفریت سے ہم کو یہ بھی معلوم ہوا کہ حکومت سلیمان علیہ السلام
سے ظاہری تصرف مراد تھا یا ممنوع ، اور تصرف ظاہری خاصّہ سلیمان ہے۔
یعنی اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیث عفریت میں فامکنی اللہ منہ
یعنی اللہ نے مجھے اس پر قدرت دی نہ فرماتے تو ہم سمجھتے کہ جب آپ نے
عفریت کو گرفتار کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے دعائے سلیمانی کو یاد دلا دیا۔
تاکہ یعنی حضرت کو اس کی گرفتاری پر قدرت نہ ہوگی۔ اور اس عفریت کو
حق تعالیٰ نے ناکام و نامراد پلٹا دیا۔ بلکہ آپ نے فرمایا۔ اللہ نے مجھے اس پر
قدرت دی۔ اس سے ہم سمجھ گئے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس عفریت پر
قدرت تصرف عطا کی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو دعائے سلیمانی یاد
دلا دی۔ اور آپ نے اس کا لحاظ رکھا۔ اور سلیمان کی خاطر رعایت کی
غرضکہ اس سے ہم کو معلوم ہوا کہ سلیمان علیہ السلام کے بعد جو حکومت کسی کو

نصیب نہ ہوئی۔ وہ عام طور سے دنیا پر ظاہری حکومت ہے۔ ورنہ باطنی حکومت تو
رسول مقبول کو قطعاً تھی۔ بلکہ ہر زمانے میں قطب وقت غوث زمانہ کو
رہتی ہی ہے۔

ہماری غرض اس مسئلے سے صرف یہی ہے کہ دو قسم کی رحمتوں سے متعلق
کلام و تنبیہ کریں۔ جن کو سلیمان علیہ السلام نے دو اسم الٰہی کے ضمن میں بیان
کیا ہے۔ جس کا ترجمہ عربی زبان میں الرحمن الرحیم ہے۔ رحمت وجوبی کو
جس کا اقتضا جزائے عمل سے ہے مقید و خاص کیا جیسے بالمومنین رؤف رحیم
مومنین پر رافت و رحمت کرنے والا ہے۔ اور سأکتبھا للذین یتقون
قریب میں لکھ دوں گا اپنی رحمت واجب کروں گا متقیوں کے لیے۔ اس رحمت
کے مستحق صرف ایمان دار و متقی ہیں۔ اور رحمت امتنان کو جو کسی عمل کے نتیجے
کے مقابل نہیں عام کیا۔ فرماتا ہے ووسعت رحمتی کل شیئ میری رحمت سب کو
عام ہے۔ یہاں تک کہ اسمائے الٰہیہ پر بھی اس رحمت کا فیض پہنچتا ہے یعنی
حقائق نسبت۔ بات یہ ہے کہ حقیقت غیر مستقل معنی کو کہتے ہیں۔ اور ذات
مرجع صفت کو۔ اور ذات و صفت کے مجموعے کو اسم کہتے ہیں۔ چونکہ ذات حق پر
کسی قسم کا اثر نہیں پڑتا۔ اس لیے یہاں اسم سے مراد نسبت صفت بذات ہے۔
نہ ذات، نہ مجموعہ ذات و صفت۔ ہم مظاہر ہیں اسمائے الٰہیہ کے۔ اللہ تعالی
نے ہم کو پیدا فرما کر اسمائے الٰہیہ اور نسبت ہائے ربانی پر رحمت امتنانی فرمائی کہ
ہم پر جو مظاہر ہیں اسمائے الٰہیہ کے کمالات کا پرتو ڈالتے ہیں اور اپنے
فیوض سے مستفیض کرتے ہیں۔ پھر جب ہم اپنے حقائق کو جانتے اور
حق بندگی ادا کرتے اور اطاعت اختیار کرتے ہیں۔ تو حق تعالی اپنے پر
رحمت وجوبی واجب کر لیتا ہے اور جزائے اعمال عطا فرماتا ہے۔ حق تعالی
نے یہی ہم کو معلوم کرا دیا کہ ہماری اصل حقیقت وجود وہی ہے۔ اس سے یہ بھی
معلوم ہو جائے گا۔ کہ اس نے رحمت وجوبی کی بھی ہے تو خود اپنے پر پس
رحمت اس سے جدا ہی کب ہوئی۔ اور کسی اور پر کب احسان و امتنان کیا۔
اور اس کے سوا ہے ہی کون۔

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/
khatmenabuwat Android Application

ہر چند کہ اصل الاصول اور حقیقت الحقائق حق جل جلالہ ہے۔ مگر اس اعتبار میں احدیت بدوا اجمال ہے۔ مگر اس کے ساتھ بیان مراتب رحمت اور احکام تفاوت درجات بھی ضروری ہے۔ کیونکہ خلق کا باہم تفاضل علوم و کمالات میں ظاہر ہے۔ دیکھو بعض بعض سے زیادہ عالم ہوتے ہیں۔ یہ کیا ہے۔ ان کے حقائق و استعدادات کا تفاوت ہے۔ بعض کی استعداد قوی ہے۔ بعض کی ضعیف۔ بعض کے ظہور و خصائص خرق ہے۔ بعض اعتدال حقیقی روحانی و جسمانی سے قریب ہیں۔ بعض بعید۔ حالانکہ ذات الٰہی جو جمیع ہے۔ ایک ہی ہے۔ مخلوقات کا تفاضل ایک طرف رہا۔ ذرا اسماء و صفات الٰہیہ پر بھی غور کرو۔ وہ بھی تو باہم مختلف درجات پر ہیں۔ دیکھو ارادے کے مرتبے سے علم کا مرتبہ بڑا ہے۔ کیونکہ علم کا تعلق شے سے قوی تر اور عام ہے۔ ارادے پر۔ اور ارادہ عام ہے قدرت پر۔ دیکھو جب تک علم ارادے کو متعین نہ کرے وہ کسی شے سے متعلق نہیں ہوتا۔ اور جب تک ارادہ قدرت کو خاص نہیں کرتا۔ اور قدرت بالتعیین حکم نہیں کرتی۔ قدرت شے سے متعلق نہیں ہو سکتی۔ مگر قدرت کی حکومت ارادے پر نہیں۔ اور ارادے کی حکومت علم پر ہے۔ قدرت کو ارادہ لازم ہے۔ ارادے کو علم لازم ہے بلکہ بالعکس۔ یہ صفات الٰہیہ میں تفاضل ہے۔ اور ارادے کا کمال تعلق اور اس کی فضیلت و زیادت ہے، تعلق قدرت پر۔

اسی طرح سمع و بصر الٰہی اور تمام اسمائے الٰہیہ بعض سے بعض افضل ہونے میں مختلف مراتب اور متفاوت درجات پر ہیں۔ اسی طرح وہ صفات جو مخلوقات میں سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ ظاہر میں متفاوت ہیں۔ دیکھو کہتے ہیں، یہ اس سے زیادہ عالم ہے۔ باوجودیکہ ذات ایک ہے۔ جس طرح اگر کسی بھی اسم الٰہی کو پیش نظر رکھو۔ اس کو بیان کرو۔ تو تمام اسما آجاتے ہیں۔ ایک صفت کا بیان کرنا گویا تمام صفات کا بیان کرنا ہے۔ کیونکہ صفت کے ساتھ ذات لگی ہوئی اور ذات کے ساتھ اس کے تمام اوصاف لگے ہوئے ہیں۔ مگر ہوتا یہ ہے کہ ایک صفت مقدم اور غالب رہتی ہے۔ اسی طرح

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/
khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جل شانہٗ

مخلوقات جس میں اسمائے الٰہیہ کا ظہور ہے۔ ان میں بھی ایک دوسرے کے کمالات کی قابلیت ہے۔ لہذا عالم کا ہر جزو مجموعۂ عالم ہے۔ یعنی وہ تمام متفرقات عالم اور حقایق کا قابل ہے۔ اس لیے کہتے ہیں الکل فی الکل سب میں سب کچھ ہے۔ لہذا اس کہتے ہیں کہ زید عمرو سے کم ہے۔ باوجودیکہ ذات حق اصل وعین زید و عمرو ہے۔ اور ہویت حق ہی عمرو میں بہ نسبت زید کے کامل تر و عالم تر ہے۔ جیسے خود اسمائے الٰہیہ باہم متفاضل ہیں۔ حالانکہ غیر حق نہیں ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ کے علم کا تعلق مخلوقات سے بہ نسبت مرید و قدیر کے عام تر ہے۔ حالانکہ عالم ہی مرید ہے۔ مرید ہی قدیر ہے۔ کوئی کسی کا غیر نہیں کیونکہ ذات حق ایک ہی ہے۔

میرے دوست ایسا نہ کرنا کہ کہیں تم اس کو پا جاؤ۔ کہیں نہ پاؤ تو۔ کہیں ثابت کرو۔ کہیں نفی کرو۔ ثابت کرو تو اس طرح جیسا کہ اس نے اپنے لیے ثابت کیا۔ اور نفی کرو تو اس طرح جس طرح اس نے خود سے نفی کی ذرا غور کرو اس آیت پر جو حق تعالیٰ کے حق میں جامع نفی و اثبات ہے وہ فرماتا ہے لیس کمثلہ شیئ اس کے جیسا کوئی نہیں۔ اس میں نفی ہے (وھو السمیع البصیر) وہی سنتا ہے وہی دیکھتا ہے۔ دیکھو حق تعالیٰ نے صفت سماعت و بصارت بیان کی جو ہر زندہ سننے والے اور دیکھنے والے کو عام ہے۔

یاد رکھو۔ کہ ہر شے زندہ ہے۔ مگر ہر شے کی زندگی اور حیات کا علم اس دنیا میں بعض کو ہے۔ بعض کو نہیں ہے۔ کل آخرت میں سب کو معلوم ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ دار الحیوان۔ دار الحیات ہے۔ ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے۔ پہاڑ گواہی دیں گے۔ دنیا بھی حقیقت میں دار حیات ہی ہے۔ مگر اس کا علم بعض سے مستور و مخفی ہے۔ تاکہ بندگان خدا کی بعض کی بعض پر فضیلت و خصوصیت باعتبار ادراک حقایق عالم کے ظاہر ہو جائے جس کا ادراک عام تر ہوگا اس کو حق کا علم عام تر ہوگا۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو شانزدہم

کیونکہ علم نور ہے۔ منشائے انکشاف ہے جس کا ادراک عام نہیں۔ جس کو انکشاف بھی کامل نہیں۔

پس مطلب۔ کہیں تم کو مخلوقات کا باہمی تفاضل حجاب روئے وحدت نہ ہو جائے۔ اور تم کہہ اٹھو۔ کہ یہ قول ہرگز درست نہیں کہ خلق ذات حق کی عین ہے۔ اس سے وابستہ ہے۔ کیونکہ میں نے تم کو بتادیا ہے کہ اسمائے الٰہیہ میں بھی تفاضل ہے۔ تو کیا تم کو اس میں بھی شک ہے کہ اسمائے الٰہیہ عین ذات حق اور ان اسما کا مدلول و مسمّٰی اللہ ہی کے سوا کوئی اور نہیں۔

لہٰذا حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے نام کو اللہ کے نام پر کیونکر مقدم کرتے جیسے کہ بعض مفسرین کا خیال ہے۔ اور ابتدائے خط انہ من سلیمان سے اور اس کے بعد وانہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سمجھے ہیں حالانکہ حضرت سلیمان نے حق تعالیٰ کی رحمت امتنانی سے وجود حاصل کیا ہے ضرور ہے کہ الرحمٰن الرحیم کو اپنے نام سے مقدم کرتے تاکہ مرحوم کی نسبت راحم سے یعنی سلیمان کی نسبت رحمٰن و رحیم سے صحیح ہو۔ ان مفسرین کا قول علم حقائق و حکمت کے برعکس ہے کیونکہ حکمت کا مقتضیٰ ہے تقدیم ما حقہ التقدیم اور تاخیر ما حقہ التاخیر یعنی مناسب ترتیب جس کو پہلے رکھنا ہے اس کو پہلے ہی رکھنا چاہیے اور جس کو بعد رکھنا ہے اس کو بعد ہی رکھنا چاہیے۔ اور تقدیم و تاخیر بلحاظ استحقاق مرتبہ ہے۔ ہر شے کو اس کے محل پر رکھنا ہی تو حکمت ہے۔

بی بی بلقیس کی حکمت اور ان کے علوئے علم سے یہی ہے کہ انہوں نے اس شخص کا نام نہیں ظاہر کیا جس نے سلیمان کا خط پہنچایا تھا۔ یہ اس لیے کیا کہ اپنے متعلقین کو معلوم کرائیں کہ ان کو ایسے امور سے بھی تعلق ہے جن کے طریقوں سے وہ واقف نہیں۔ اور یہ بھی تعلیم و تدبیر الٰہیہ سے ہے امور سلطنت میں۔ کیونکہ جب بادشاہ کی طرف پہنچنے والے اخبار کا علم رعایا کو نہیں ہوتا۔ اور لوگ یہ جانتے ہیں کہ ان کے بادشاہ کو

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

[illegible]

خفیہ اطلاعات پہنچ جاتی ہیں۔ تو حفظ و ضبط ملک اچھی طرح ہوتا ہے۔
رعایائے سلطنت ڈرنے لگتی ہے۔ اور کوئی کام ایسا نہیں کرتے۔ کہ
اگر اس کی اطلاع سلطان کو پہنچ جائے تو ہدف بلا ہو جائیں۔ اسی لیے بادشاہ
خفیہ پولیس کو پوشیدہ و جواسیس کو لگائے رکھتے ہیں۔ اگر رعایا کو معلوم ہو جاتا ہے کہ
بادشاہ کو فلاں ذریعے سے اطلاعات پہنچتی ہیں تو اس سے سازباز کر لیتے ہیں یا
رشوت دیتے ہیں۔ خوشامد کرتے ہیں۔ تاکہ جو چاہیں کر سکیں اور شاہ کو
اطلاع نہ ہو۔

بلقیس نے کہا میرے پاس خط لایا گیا ہے۔ لانے والے کا نام نہیں
بتایا۔ یہ اُن کی سیاست تھی جس سے رعایا اور مدبرین خاص بھی پُرحذر
رہتے تھے۔ اس حسن سیاست کی وجہ سے بلقیس کو دوسروں پر تقدیم
و فضیلت تھی۔

انسانی عالم اور جنّی عالم میں کون زیادہ ہے۔ کون قوی تر ہے۔ اس کے
تصفیے کے لیے حضرت سلیمانؑ کے وزیر جناب آصف بن برخیا اور عفریت جنّی
کے اقوال اور اُن کے قوت تصرف پر غور کرو۔ حضرت سلیمانؑ نے استفسار
فرمایا تھا کہ تخت بلقیس کو کون جلد لاتا ہے۔ عفریت نے کہا آپ کے اسی مقام سے
برخاست فرمانے سے پہلے تخت بلقیس کو لاتا ہوں۔ آصف بن برخیا نے کہا میں [illegible] تخت بلقیس
کو لاتا ہوں۔ اب غور کیجیے کہ عالم صنف انسانی اور عالم صنف جنّی میں کون افضل ہے اور کون اسرار تصرفات
اور خواص اشیاء سے زیادہ واقف ہے۔ ظاہر ہے کہ پلک مارنے اور
شعاع نظر کا جا کر واپس آنے کا زمانہ بہت کم ہے۔ بہ نسبت مجلس سلیمانی کے برخاست
ہونے کے۔ کیونکہ نور نظر کی حرکت شے مبصر تک تیز تر ہے بہ نسبت حرکت جسم کے
اُس شے کی طرف جس کی طرف حرکت کرنا چاہتا ہے۔ دیکھو۔ نظر کے نکلنے
مبصر تک پہنچنے پھر واپس آنے کا زمانہ ایک ہی ہے۔ باوجودیکہ ناظر و منظور
میں بہت بڑی مسافت ہے۔ ادھر نظر نکلی اور کواکب و ثوابت تک جا پہنچی۔
اور عدم ادراک کا زمانہ اور رجوع نظر کا زمانہ ایک ہے۔ سلیمانؑ کے اپنے
مقام سے برخاست فرمانے کا زمانہ اتنا نہیں ہے۔ نہ اس میں اتنی سرعت ہے کہ

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جتنی نظر میں ہے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ آصف بن برخیا عمل و تصرف میں جتنی سے اتم و اکمل تھے۔ آصف کے کہنے اور تخت کے آنے کا زمانہ گویا ایک ہی تھا۔

آصف بن برخیا کے کہتے ہی کے زمانے میں سلیمان نے تخت بلقیس کو اپنے پاس موجود حاضر دیکھا۔ تاکہ کہیں حضرت سلیمان کو یہ خیال نہ پیدا ہو کہ انھوں نے قوت کشف سے تخت بلقیس کو دیکھا ہے۔ اسی لیے قرآن شریف میں مستقراً عندہ کا آیا ہے۔ یعنی تخت بلقیس سلیمان کے پاس حاضر و قرار پذیر تھا۔ آصف کا تخت کو حاضر کرنا نظر تحقیق میں ہمارے پاس اتحاد زمان کے ساتھ نہ تھا بلکہ وہاں اعدام و ایجاد اور سبا سے معدوم کرنا اور دربار سلیمانی میں موجود کرنا تھا۔ اس کو تجدد امثال کہتے ہیں۔ ہر آن ہر شے قہر احدیت سے معدوم ہوتی ہے۔ اور پھر اس کو رحمت امتنانی موجود کرتی ہے۔ مگر عارفین کے سوا اس کو کوئی محسوس نہیں کرتا۔ دیکھو قرآن شریف میں ہے۔ بل ھم فی لبس من خلق جدید یعنی بلکہ اُن کو التباس اور دھوکا ہو گیا ہے تازہ پیدائش و خلق جدید سے کہ وہی اگلی شے ہے۔ اُن پر کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرتا کہ جس شے کو دیکھ رہے ہوں اُسے نہ دیکھا ہو۔

جب معلوم ہو گیا کہ ہر شے میں تجدد امثال ہے۔ اعدام و ایجاد ہے۔ نیستی کے ساتھ ہستی لگی ہوئی ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ ایک شے موجود ہو کر حق قیوم کی طرف دائمی محتاج نہ رہی ہو بلکہ ہر شے کو ہر آن امداد وجود ہوتی ہے۔ اور قیوم جل جلالہٗ کی طرف دائمی احتیاج رہتی ہے۔ بہرحال تخت بلقیس کا ملک سبا میں نیست و نابود ہونا اور حضرت سلیمان کے حضور میں ہست و موجود ہونا یہ دونوں عمل ساتھ ساتھ تھے لہذا یہ ہر دم میں بلکہ ہر سانس میں تجدید خلق اور تازہ امداد وجود کا نتیجہ ہے۔ اس کا علم ہر شخص کو نہیں ہوتا۔ بلکہ انسان خود کو نہیں سمجھتا۔ کہ وہ ہر آن لا یکون اور پھر یکون ہوتا ہے۔ معدوم ہوتا ہے، موجود ہوتا ہے۔ یہاں ثمّ اور پھر کو مہلت کے لیے نہ سمجھو بلکہ یہاں ثمّ اور پھر کا لفظ صرف تقدم تقدم بالعلیۃ کا مقتضی ہے جیسے کہتے ہیں کہ اول ہاتھ پھرتا ہے پھر کنجی پھرتی ہے یہاں حرکت ید کو حرکت مفتاح پر

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزء شانزدہم

تقدیم بالعلیت ہے۔ ایسا ہرگز نہیں کہ پلک جھپکنے کے زمانے کے بعد کبھی پھرتی ہے۔ عربی زبان میں بعض علماء کے کلام میں ثم بلا مہلت بھی مستعمل ہوتا ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے کہز الردینی ثم اضطرب جیسے نیزہ ردینی کا ہلانا پھر اس کا ہل جانا ظاہر ہے کہ نیزے کے ہلانے کا زمانہ اور اس کے ہلنے کا زمانہ یہ دونوں ساتھ ساتھ ہیں۔ اور یہاں فقرہ اور مہلت کا مقتضی نہیں ہے۔

اسی طرح ہر دم ہر آن تجدد خلق اور ایجاد و وجود تازہ مقتضی مہلت و تراخی نہیں۔ زمانہ عدم اور زمانہ وجود متصل ساتھ ہیں۔ جس طرح اشاعرہ کے پاس اعراض و صفات اور غیر مستقل موجودات کی طرف دائمی محتاج ہیں۔ اور ہر آن ہر لحظہ تجدد یا امثال اعراض بھی ہو رہا ہے۔ اسی طرح صرف ذات حق موجود مستقل ہے۔ اس کے سوائے جتنے موجودات ہیں سب غیر مستقل ہیں اور دائمی طور پر محتاج الی الحق ہیں۔ ہر آن ہر لحظہ متجدد ہیں۔

تجدد امثال کا مسئلہ جو حصول تخت بلقیس میں چھیڑ آگیا ہے مشکل ترین مسائل میں سے ہے مگر اس قصے میں ابھی جو ہم نے بیان کیا اس کے سمجھنے والے کے لیے کچھ دشوار نہیں۔ آصف بن برخیا کی فضیلت یہ ہو سکتی ہے کہ وہ اعدام و ایجاد وہ تجدید تخت بلقیس پر وہ تجلی الٰہی جو تخت بلقیس پر ملک سبا میں ہو رہی تھی۔ اس کو سلیمان کے سامنے مجلس میں کھینچ لیا۔ اور تخت موجود ہو گیا پس حقیقت میں تخت نے قطع مسافت کی۔ نہ اس کے لیے زمین لپیٹ دی گئی اور نہ دیواروں کو توڑا پھوڑا۔ اس مسئلے کو وہی سمجھتا ہے جو تجدد امثال کو جانتا ہے۔ جو تجلی الٰہی کو اپنی طرف متوجہ کر سکتا ہے۔

یہ تصرف بعض اصحاب سلیمان سے ظاہر ہوا تاکہ اس کا اثر بلقیس اور انکے ہمراہیوں کے دلوں پر عظمت و مرتبت سلیمان کے لیے پڑے۔

اس تصرف کا سبب یہ ہے کہ سلیمان داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطیہ وہبہ تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا۔ ہبہ کی یہ ذاہب کا موہوب لہ کو بطور انعام دینا۔ نہ بطور جزائے عمل اور نہ بربنائے استحقاق۔ پس سلیمان اللہ تعالیٰ کی نعمت سابقہ وحجت بالغہ۔ اور اعدا کے لیے سرشکن ضرب ہیں۔ حمد و ثنا و شکر

اب سلیمان کے علم پر غور کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ففہمناہا سلیمان ہم نے اس مسئلے کو سلیمان کو سمجھا دیا۔ ماجرا یہ ہے کہ بکریوں کا ایک ریوڑ رات کے وقت کسی کے کھیت میں جا گھسا اور کھا کر کھیت تباہ کر دیا۔ کھیت والے نے داؤد کی خدمت میں حاضر ہو کر بکریوں کے مالک پر دعویٰ دائر کر دیا۔ جتنے کی بکریاں تھیں۔ اتنے ہی کا کھیت کا نقصان ہوا تھا۔ چنانچہ داؤد نے بکریاں کھیت والے کو دلوا دیں۔ مدعا علیہ جانے لگے تو راستے میں حضرت سلیمان مل گئے۔ انہوں نے کہا۔ کہ حکم یہ ہونا چاہیے تھا کہ جب تک کھیتی درست نہ ہو اور اپنی حالت پر نہ آئے۔ اس وقت تک بکریوں کا مالک کھیت والے کی خدمت کرے۔ یعنی اس کی کھیتی کے کام میں لگا رہے۔ اور اس وقت تک بکریوں کا دودھ اور اس کی اون کھیت والا لیتا رہے اس کے بعد بکریاں بکریوں والے کو واپس۔ بہرحال اس مسئلہ خاص میں خدائے تعالیٰ نے داؤد کی رائے کے خلاف سلیمان کو صحیح فیصلے کا الہام فرمایا تھا۔ باوجودیکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وکلا اتینا حکما وعلما ہم نے داؤد و سلیمان میں سے ہر ایک کو حکومت اور علم دونوں دیئے تھے۔ یا مدعا یہ ہے کہ داؤد کا علم عام طور سے تھا۔ اور سلیمان کا علم عام طور سے بھی تھا اور اس مسئلہ خاص میں خاص طور سے تھا۔ الہامی تھا۔ اللہ ہی کا علم تھا۔ فیصلہ سلیمان علم و مرضی الٰہی کے مطابق تھا۔ گویا اس وقت اللہ تعالیٰ ہی حاکم بلا واسطہ تھا۔ اور حضرت سلیمان مقام صدق وصفا میں ترجمان حق تھے۔

جس طرح کہ مجتہد کی دو صورتیں ہیں (۱) مصیب۔ صواب و مقصد الٰہی کے مطابق حق کے موافق (۲) مخطی خطا کرنے والا۔ اس نے کوشش تو کی مگر حق و صواب کو نہ پہنچ سکا۔ مصیب نے چونکہ اجتہاد و کوشش کی اور وہ صواب و حق کو پہنچا۔ لہٰذا اللہ کو دو اجر ہیں۔ اس نے ایسے ہی کیا جیسے کہ حق تعالیٰ خود

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

یا جو تعلیم شرعی اور وحی کے بیان کرتا۔ اور مخطی نفس الامر میں مقصود و حکم الٰہی کو جلّ شانہم
جو حضرت الٰہیہ متعین تھا نہ پہنچا تو اُس کو اُس کے اجتہاد کا ثواب مل جائے گا
اور باوجود خطا کے اُس کا حکم، حکم شرعی و علم سمجھا جائے گا۔

دیکھو اس امت محمدیہ کو مصیب کی صورت میں رتبہ سلیمانی دیا گیا اور خطا کی صورت میں بھی رتبہ داؤدی عطا کیا گیا۔ ماشاء اللہ امت محمدی کی کیا شان ہے۔ کیا فضیلت ہے۔

جب بلقیس نے اپنے تخت کو مجلس سلیمانی میں دیکھا۔ باوجودیکہ وہ سمجھتی تھیں کہ اتنی بڑی مسافت کے لیے اتنی کم مدت میں منتقل کرنا تقریباً محال ہے تو (وہ حالت کیا نہ ہو) بلقیس نے کہا کہ گویا کہ یہ تخت وہی ہے بلقیس نے تجدد امثال کے مسئلے کی تصدیق کی جس کو ابھی ہم نے بیان کیا۔ اور وہ تخت بلقیس ہی کا تھا۔ اور یہ ایسا ہی سچ ہے۔ جیسے کہ تم جو زمانہ ماضی میں تھے زمانہ حال میں بھی ہو۔

پھر منجملہ علم سلیمان کے تنبیہ بھی ہے جس کو انھوں نے صرح یعنی محل کے ذکر میں کیا۔ فقیل لہا ادخلی الصرح پھر بلقیس سے کہا گیا کہ محل میں داخل ہو۔ وہ شیش محل تھا۔ ہموار تھا۔ اُس میں نشیب و فراز نہ تھا فلما رأتہ حسبتہ لجۃ جب بلقیس نے اُس گھر کو دیکھا تو پانی سمجھا۔ پھر اپنے پائنچے پنڈلیوں سے چڑھا لیے کہ کہیں پانی اُن کے کپڑوں کو نہ لگ جائے۔ حضرت سلیمان نے اُن سے اس امر پر تنبیہ کی۔ اُن کا تخت جس کو انھوں نے دیکھا۔ اسی قبیل کا ہے کہ بعینہ اُنکا تخت ہے مگر ہے اُس کا مثل، اسکی شبیہ۔ جیسے شیش محل پانی کا شبیہ ہے۔ یہ تنبیہ نہایت حق ہے۔ سلیمان نے بلقیس کے سامنے علو مرتبہ کی تائید کی۔ سلیمان کے حسن توجہ سے مسئلہ تجدد امثال کا انکشاف ہو گیا۔ انھوں نے ذات حق کو کل یوم ہو فی شان میں دیکھا۔ اور اُس وقت وہ کہہ اٹھیں رب انی ظلمت نفسی واسلمت مع سلیمان للہ رب العالمین۔ اے میرے رب مجھے [illegible] میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور اب خود سلیمان کی طرح اللہ رب العالمین کے حوالے کر دیا۔ اور

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

اُس کی اطاعت اختیار کر لی۔ دیکھو۔ بی بی بلقیس نے سلیمان کی اطاعت کا نام نہیں لیا۔ بلکہ وہ رب العالمین کی مطیع و منقاد ہوگئیں کیونکہ حضرت سلیمان بھی عالمین میں داخل ہیں جیسا کہ انھوں نے اپنے انقیاد و اطاعت کو کسی ایک شان سے خاص نہیں کیا۔ جس طرح انبیاء و رسل کسی شان خاص سے اپنے اعتقاد کو خاص نہیں کرتے۔ کیونکہ بلقیس نے رب العالمین کہا یہ عام لفظ ہے۔ بخلاف فرعون کے کہ اُس نے کہا "امنت برب موسٰی وھارون" یعنی میں رب موسیٰ و ہارون پر ایمان لاتا ہوں۔ اگرچہ ایک وجہ سے فرعون کا یہ کہنا بھی اطاعت بلقیس سے مشابہ ہے۔ کیونکہ موسیٰ و ہارون بھی رب العالمین پر اعتقاد رکھتے تھے۔ مگر بلقیس کے اعتقاد کی قوت فرعون کے ایسے کہنے میں کہاں۔ بلقیس فرعون سے زیادہ اطاعت الٰہی میں دانا اور صاحب بصیرت تھیں۔ فرعون مضطر تھا اور وقت کا ملاحظہ کرتا دیکھتا بھی کہتا تھا۔ اُس نے کہا "امنت بالذی امنت بہ بنو اسرائیل" جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اُس پر میں بھی ایمان لایا۔ فرعون نے بنی اسرائیل کے رب کی تخصیص کی۔ اس تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اُس نے ساحروں کو ایمان لاتے وقت کہتے دیکھا "رب موسیٰ وھارون" پس اسلام بلقیس مثل اسلام سلیمان تھا کیونکہ انھوں نے مع سلیمان کہا اور اُن کے ہمراہ ہوگئیں۔ سلیمان جس عقیدے پر سے گزرتے بلقیس بھی وہی عقیدہ رکھ کر اُن کے ساتھ رہتیں۔ جس طرح ہم اس صراط مستقیم پر ہیں جس پر رب تعالیٰ ہے۔ کیونکہ ہمارے موئے پیشانی اُس کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ جہاں جاتا ہے ہم کو بھی کھینچ لئے جاتا ہے۔ لہٰذا محال ہے کہ ہم اُس سے جدا ہوں۔ ہم حقیقتاً اُس کے ساتھ ہیں اور وہ صریحاً ہمارے ساتھ ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے "وھو معکم اینما کنتم" وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں رہو۔ کیونکہ بالعرض کے ساتھ بالذات لگا ہوا ہے۔ ہم بھی اُس کے ساتھ ہیں کیونکہ وہ ہمارے موئے پیشانی پکڑے ہوئے ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ جب خارج میں حق کے سوا کوئی نہیں۔ تو حق تعالیٰ ہم سے ہم کو لے جائے وہ حقیقتاً اپنے ساتھ آپ ہے۔ اور راہ مستقیم پر رب تعالیٰ ہے۔

khatmenabuwat Android Application

جلد دوم

بلقیس نے حضرت سلیمان سے یہی علم حاصل کیا تھا۔ کیونکہ انھوں نے کہا۔ للہ رب العالمین۔ ایک عالم کر لیا۔ ایک کو چھوڑا۔ ایسا ہرگز نہیں کیا۔ وہ تسخیر جو سلیمان سے خاص ہے اور جس کی وجہ سے اُن کو اُن کے غیر پر فضیلت دی گئی ہے اور جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ایسی حکومت و بادشاہت عطا کی کہ اُن کے بعد کسی کو سزاوار نہ ہو۔ وہ تسخیر یہ ہے کہ حضرت سلیمان نے حکم دیا اور چیز ہو گئی۔ نہ ہمت کی ضرورت۔ و جمعیت ارادہ کی حاجت۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فسخرنا له الريح تجري بامره۔ ہم نے سلیمان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا کہ اُن کے حکم پر وہ چلتی ہے۔ وہ مطلق تسخیر نہ تھی کیونکہ مطلق تسخیر تو تمام بنی آدم کے لیے بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ بالتخصیص ہم سب کے حق میں فرماتا ہے وسخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعا منه اللہ تعالیٰ نے مسخر کر دیا تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔ تمام و کمال۔ قرآن شریف میں جا بجا تسخیر ریاح و نجوم وغیرہ کا ذکر فرمایا ہے سب ہمارے امر و حکم سے نہیں ہوتا بلکہ امر الٰہی سے ہوتا ہے پس جو تسخیر سلیمان علیہ السلام سے خاص ہے، اُس میں اُن کا صرف کہہ دینا اور صادر کر دینا کافی ہوتا تھا۔ تم کو معلوم ہے کہ اجرام عالم بجملہ موجودات پر سب ہمت ہائے نفس۔ عزم قلب۔ جمعیت خاطر۔ دل پڑنے سے متأثر و منفعل ہوتے ہیں۔ بعض لوگ اوضاع فلکیہ۔ اور خواص امور طبیعیہ۔ اور اسماء الٰہیہ و آیات کلام اللہ یا اقوال اہل اللہ سے بھی کام لیتے ہیں۔ یہ معجزات کی قسم سے ہیں۔ و کرامات کی۔ ہم نے اہل ریاضت سے اس قسم کے بہت امور دیکھے ہیں۔ سلیمان بغیر ہمت و جمعیت کے صرف حکم دے دیتے اور کام ہو جاتا۔

اللہ ہم کو اور تم کو اپنی روح سے تائید دے۔ ایسی عطا کسی بندے کو عطا کی جاتی ہے تو آخرت کے حصے اور ملک سے کچھ نقصان و کمی نہیں ہوتی اور اس سے باز پرس بھی نہیں ہوتی۔ باوجودیکہ سلیمان نے رب العالمین سے دعا کی تھی۔ اور ذوق طریق معرفت کا اقتضا تو یہ ہے۔ کہ دوسروں کو آخرت میں جو ملنے والا ہے۔ وہ حضرت سلیمان کو جلد یہاں مل گیا ہو۔ اور اس پر

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

محاسبہ بھی ہو۔ اگر آخرت میں اللہ چاہے۔ مگر اللہ تعالیٰ سلیمان سے فرماتا ہے۔ حجت ششم
ھٰذَا عَطَاؤُنَا یہ ہماری داد ہے بخشش ہے۔ یہ فرمایا کہ تم کو یا تمہارے غیر کو
فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِکْ بِغَیْرِ حِسَابٍ چاہو کسی کو دو چاہو نہ دو کوئی حساب نہیں۔
اس سے ذوق طریق بتا رہا ہے کہ یہ سوال بھی امر رب سے تھا۔
اور طلب جیسے امر الٰہی کی اتباع میں ہوتی ہے۔ تو طالب کو اس کی طلب میں
اجر تام اور ثواب کامل ملتا ہے۔ اور باری تعالیٰ کو اختیار ہے چاہے
حاجت مطلوبہ کو عطا کرے، چاہے عطا نہ کرے۔ بندے نے تو جو حکم اس کو
دیا گیا تھا اس کو پورا کیا۔ پھر بھی ذاتی خواہش سے اصرار اور بحث نہ ہو۔
اگر کوئی طلب ذاتی خواہش اور بغیر امر رب کے ہو تو ضرور اس سے محاسبہ ہوگا۔
یہ قاعدہ تمام دعاؤں میں چلتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے قُلْ رَّبِّ
زِدْنِیْ عِلْمًا یا محمد! تم کہو۔ اے میرے پروردگار! مجھے علم میں بڑھا
اور ترقی دے۔ پس آپ حسب امر رب تعالیٰ زیادت علم کی دعا
کرتے۔ یہاں تک کہ عالم شہادت، عالم بیداری میں بھی سامنے
دودھ آتا تو اس کی تاویل علم کرتے جیسے کہ آپ نے خواب میں دیکھا
کہ آپ کی خدمت میں دودھ کا ایک پیالا پیش کیا گیا آپ نے اس کو
نوش فرمایا اور اس کا بقیہ عمر بن الخطاب کو دیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ
اس کی تعبیر آپ نے کیا دی تو فرمایا علم۔

اسی طرح جب آپ کو معراج ہوئی تو خدمت مبارک میں
دو پیالے پیش کیے گئے ایک میں دودھ تھا۔ اور ایک میں
شراب۔ آپ نے دودھ پی لیا۔ فرشتے نے کہا۔ آپ نے
فطرت کے مطابق کام کیا۔ یعنی اسلام اور علم صحیح کو اختیار کیا۔
اللہ آپ کی وجہ سے آپ کی امت کو بھی اس کی توفیق عطا کرے۔
بہر حال دودھ جب نظر آتا ہے تو وہ علم کی صورت ہے۔ علم ہی دودھ
کی صورت میں متمثل ہوتا ہے۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جلد ہفتم دوم

جیسے جبرئیل پورے انسان کی صورت میں بی بی مریم کے سامنے متمثل ہوئے تھے۔ غور کرو۔ دنیا تمام عین ثابتہ معلوم الٰہی و تجلیات اسمائے الٰہیہ کی نمائش ہے۔ حضرت رسول کریم فرماتے ہیں۔ لوگ سوتے ہیں جب مریں گے تو بیدار ہوں گے۔ آپ تنبیہ فرماتے ہیں۔ کہ انسان جو کچھ حیات دنیا میں دیکھتا ہے وہ بمنزلہ خواب و خیال ہے۔ سونے والے کے سامنے۔ لہٰذا اس کی تاویل ضرور ہے۔ اس کی حقیقت کی طرف راہ نکال لینی لابد ہے۔

یہ بالکل حق ہے کہ دنیا خواب و خیال ہے جو اس مسئلے کو سمجھ جائے وہ رازہائے طریقت حاصل کرے گا۔ زندگی خواب ہے۔ موت بیداری ہے۔ اور آدمی ان دونوں کے درمیان چلتا پھرتا خیال ہے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف یہ تھی کہ جب آپ کے سامنے دودھ پیش کیا جاتا تو دعا کرتے اللھم بارک لنا فیہ و زدنا منہ۔ یا اللہ تو اس میں ہمارے لیے برکت دے۔ اور یہ ہم کو اور دے۔ کیونکہ آپ دودھ کو علم کی صورت اور اُس کا تمثل دیکھتے تھے۔ اور یہ آپ کو معلوم ہے کہ حضرت کو طلب زیادت علم کا حکم دیا گیا تھا۔ جب آپ کے سامنے دودھ کے سوا کوئی اور شئے پیش کی جاتی۔ تو دعا کرتے۔ یا اللہ! ہم کو اس میں برکت دے۔ اور اس سے زیادہ اچھا کھلا۔

غرضیکہ اللہ نے جو کچھ دیا۔ اور سا امر الٰہی کے اتباع میں طلب کیا گیا ہے تو اللہ اُس کے متعلق آخرت میں محاسبہ نہ فرمائے گا۔ اور اگر بغیر امر الٰہی کے سوال کیا ہے تو اللہ کے اختیار میں ہے۔ چاہے اس کا محاسبہ کرے یا نہ کرے۔

مجھے اللہ سے امید ہے کہ بطور خاص طلب زیادت علم میں محاسبہ نہ فرمائے گا کیونکہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم فرمایا ہے کہ طلب زیادت علم کے لیے دعا کریں۔ اور حضرت کو حکم دینا عین امت کو حکم دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ بیشک تمھارے لیے رسول اللہ میں اسوہ حسنہ ہے بہترین نمونہ ہے

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

اللہ تعالیٰ کے احکام سمجھنے والے کے لیے حضرتؐ کی پیروی سے بہتر کونسی اور کس کی پیروی ہوگی۔ جل شانہم

اے طالب عرفان! اگر ہم تم کو مرتبہ و مقام سلیمان علیہ السلام سے پوری اطلاع دیں تو تم گھبرا اٹھو گے۔ کیونکہ اکثر لوگ حالت و مرتبہ سلیمان علیہ السلام سے واقف نہیں۔ ان کے خیالات حضرت سلیمان کے متعلق درست نہیں۔

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

ترجمہ

فصوص الحکم

جزو ہفدہم

(۱۷) فصِ حکمتِ وجودیہ فی کلمۃ داؤدیہ

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو ہفدہم

تمہید

قرآن شریف میں داؤد علیہ السّلام کے لیے آیا ہے۔ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ۔ اے داؤد ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا۔ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْھَوٰی فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لوگوں میں حق و وحی کے مطابق حکم کرو اور ہوائے نفس اور غیر وحی کی اتباع نہ کرو۔ کہ غیر وحی اور ہوائے نفس تم کو راہ خدا سے گمراہ کر دے۔

سوائے داؤد علیہ السلام کے کسی اور کے لیے خلافت کی تصریح و تنصیص نہیں۔ نہ آدم علیہ السّلام کے لیے۔ نہ ابراہیم علیہ السّلام کے لیے۔ حالانکہ تمام انبیا خلیفۃ اللہ ہی ہوتے ہیں۔

داؤد علیہ السّلام جب تسبیح کرتے تو پرندے اور پہاڑ سب تسبیح کرتے اور بحکم اَلدَّالُ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ کے سب کی تسبیح کا ثواب حضرت داؤد علیہ السّلام کو ملتا۔

داؤد علیہ السّلام کے پاس ایک مقدمہ پیش ہوا۔ ایک چرواہے کی بکریاں ایک کسان کا کھیت چر گئیں کھیت کا نقصان بکریوں کی قیمت کے برابر تھا۔

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

لہٰذا داؤد علیہ السلام نے حکم دیا۔ کہ بکریاں کسان کو دے دی جائیں۔ اس فیصلے سے چرواہا مفلس اور قلاش ہوگیا۔ سلیمان علیہ السلام اُس وقت بچے تھے۔ ان کو چرواہے پر رحم آگیا۔ حکم دیا کہ کھیت تیار ہونے تک چرواہا کھیت کی خدمت کرے۔ جب کھیت تیار ہوجائے تو کسان کے حوالے کردے اور اپنی بکریاں واپس لے لے۔ شیخ فرماتے ہیں داؤد علیہ السلام کو اجتہاد کرنے کی وجہ سے ایک درجے کا ثواب اور سلیمان علیہ السلام کو اجتہاد کا ایک ثواب۔ اور مطابق حق ہونے کی وجہ سے ایک ثواب یعنی حق رس ومصیب کو دو ثواب۔ شیخ کہتے ہیں کہ امت محمدی پر بڑا اکرام ہے کہ مجتہد مخطی کو داؤد علیہ السلام کا ثواب اور مجتہد مصیب کو سلیمان علیہ السلام کا ثواب عطا کرتا ہے۔

یہاں ایک بحث ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں۔ نبی اجتہاد نہیں کرتا۔ بلکہ اُس کی شان ہے مَا یَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ۔ وہ خواہش نفس سے حکم نہیں کرتا۔ کچھ نہیں بولتا۔ وہ تو وحی ہے جو اللہ کی طرف سے کی جاتی ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ نبی بھی اجتہاد کرتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ اُن کو غلطی پر باز نہیں رکھتا۔ فوراً متنبہ کردیتا ہے۔ اُساریٰ بدر میں حضرت ابوبکرؓ کی رائے تھی کہ بجائے فدیہ لے کر قیدی چھوڑ دیے جائیں۔ اور حضرت عمرؓ کی رائے تھی کہ قیدیوں کو قتل کردیں۔ رحمۃ للعالمین نے حضرت ابوبکرؓ کے مشورے کو قبول کیا۔ قرآن اُترا کہ یہ کام نامناسب تھا۔ رائے پسند آئی فاروق اعظم کی۔ مگر عمل باقی رکھا گیا صدیق اکبر کی رائے کے موافق۔

خلفا کا سلسلہ آدم سے لے کر ایں دم تک جاری ہے۔ تو کیا وہ خلیفۃ اللہ ہیں یا خلیفۃ الرسول؟ شیخ کہتے ہیں کہ باطن کے لحاظ سے خلیفۃ اللہ ہیں۔ اور ظاہر کے لحاظ سے خلیفۃ الرسول۔ جس معدن جس مقام سے نبی لیتے تھے۔ اُسی مقام سے انسان کامل صاحب الزمان۔ غوث قطب لیتے ہیں خلیفۃ الرسول کی حیثیت سے متبع احکام نبی ہیں جس طرح بعض انبیاء انبیائے اولوالعزم کے تابع

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو ہفتم

ہوتے ہیں۔ اور بعد ا ہم اقتداء کا حکم ہے۔ اسی طرح اولیاء بھی تابع نبی ہیں۔
حالانکہ صاحب وحی دونوں ہیں۔ کوئی ولی قرآن وحدیث متواتر کی جو یقینی ہیں
خلاف نہیں کر سکتا۔ ہاں حدیث ضعیف و احاد کی تصحیح رسول خدا سے
کر لیتے ہیں۔ کیونکہ حدیث احاد گو عدل نے عدل سے روایت کی مگر وہم اور
روایت بالمعنی اور ذاتی فہم کی غلطی سے معصوم نہیں۔ لہذا وہ رسول خدا سے
راست دریافت کر لے سکتے ہیں۔

مگر عرفائے محققین کے پاس انا من نور اللہ وکلھم من نوری۔
اور اللہ المعطی وانا القاسم ثابت ہے۔ لہذا کوئی قطب راست
خدائے تعالیٰ سے نہ لے سکتا ہے۔ نہ دیکھ ہی سکتا ہے۔ امام الطریقۃ الشیخ
ابوالحسن علی الشاذلی درود میں عرض کرتے ہیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ
عَلٰی مَنْ لَمْ یُدْرِکْهُ مِنَّا سَابِقٌ فِیْ وُجُوْدِهٖ وَلَا لَاحِقٌ فِیْ شُهُوْدِهٖ وَلَا شَیْئَ
اِلَّا وَهُوَ بِهٖ مَنُوْطٌ اِذْ لَوْلَا الْوَاسِطَةُ لَذَهَبَ الْمَوْسُوْطُ اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ سِرُّکَ
الْجَامِعُ وَنُوْرُکَ الْوَاسِعُ الدَّالُّ عَلَیْکَ وَحِجَابُکَ الْاَعْظَمُ الْقَائِمُ بَیْنَ
یَدَیْکَ فَلَا یَصِلُ وَاصِلٌ اِلَّا اِلٰی حَضْرَتِهِ الشَّامِخَةِ وَلَا یَهْتَدِیْ
حَائِرٌ اِلَّا بِاَنْوَارِهِ اللَّامِعَةِ۔

اٹھا لے ذرا آنکھ کا بھی یہ بیچ سے پردہ ۔۔۔ تو اے نور خدا بیشک نقاب روئے وحدت ہے
میں عینک لگا کر جس کو چاہوں دیکھ لیتا ہوں (حضرت اعلیٰ) ۔۔۔ اگر آنکھوں پہ عینک نہ ہو پھر تو ظلمت ہے

سید غوث الاعظم عبد القادر الجیلانی فرماتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی
سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الَّذِیْ تَاهَتْ فِیْ اَنْوَارِ جَلَالِهٖ اُولُو الْعَزْمِ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ وَتَحَیَّرَتْ
فِیْ دَرْکِ حَقَائِقِهٖ عُظَمَاءُ الْمَلٰٓئِکَةِ الْمُهَیَّمِیْنَ۔ ثُمَّ اَرْوَاحُ عِبَادِکَ
مُتَعَلِّقِیْنَ اِسْمَائِکَ وَمَنْبَعُ اَنْوَارِکَ۔

حضرت غوث پاک فرماتے ہیں:
اے اللہ صلوٰۃ وسلام نازل کر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر
جن کے انوار جلال میں انبیائے مرسلین سرگشتہ وحیران ہیں۔ اور ان کی
حقیقت کے ادراک کرنے میں بزرگ ترین ملائکہ مہیمین سرگرداں ہیں۔ وہ تیرے

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزء مقدم

بندوں کی جان جاں ہیں۔ تیرے اسرار کے معدن ہیں، اور تیرے انوار کے منبع و سرچشمہ ہیں۔

حضرت ابوالحسن شاذلیؒ فرماتے ہیں۔

اے اللہ درود و سلام بھیج اُس ذات مقدس پر کہ ہمارے اگلے بزرگ اُن کے وجود سے سابق نہیں ہیں۔ اور ہمارے پچھلے بزرگوں کو اُن کے شہود تک رسائی نہیں۔ ہر شے اُن سے وابستہ ہے۔ کیونکہ بیچ کی کڑی نہ ہو تو طرفین مل ہی کب سکتے ہیں۔ خدایا وہ تیرے جامع راز ہیں، اور تیرے واسع نور ہیں جو تیری طرف رہنما ہیں۔ اور ایک بہت بڑا پردہ ہیں جو تیرے سامنے چھوڑا ہوا ہے۔ کوئی پہنچنے والا ہرگز نہیں پہنچ سکتا، مگر اُن کے دربار کی طرف جو بیچ میں پڑتا ہے۔ اور کسی حیرت اعتقد کو ہدایت نہیں ہوتی مگر اُن کے نور تاباں سے۔

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

فصِ حکمتِ وجودیہ فی کلمہ داؤدیہ

واضح ہو کہ نبوت و رسالت اللہ تعالیٰ کی ایک خاص عنایت ہے جس میں انسان کے کسب کو کچھ دخل نہیں۔ نبوت سے میری مراد عرفی شرعی نبوت ہے۔ جس میں شریعت و تبلیغ ہے نہ کہ نبوت بمعنی لغوی یعنی باخبر ہونا یا خبر دینا۔ انبیا و رسل پر اللہ تعالیٰ کے عطایا اعمال کی جزا نہیں ہیں۔ بلکہ ہبہ ہیں۔ نہ ابتداً جزا ہیں نہ انتہاً۔ طالب جزا ہیں۔ انبیا کو جو کچھ دیا جاتا ہے۔ انعام و افضال ہے لطف و کرم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ہم نے ابراہیم کو اسحٰق و یعقوب کو بطور ہبہ و تفضل دیا۔ ایوب علیہ السلام کے حق میں فرماتا ہے وَوَهَبْنَا لَهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ ہم نے ایوب کو ان کی آل و اولاد دی اور اس آل و اولاد کے برابر اور آل و اولاد دی۔ موسیٰ کے حق میں فرماتا ہے وَوَهَبْنَا لَهُ مِن رَّحْمَتِنَا أَخَاهُ هَارُونَ نَبِيًّا اور ہم نے موسیٰ کو اپنی رحمت سے ان کے بھائی ھارون کو نبی بنا کر دیا وغیر ذالک۔ پس وہ عطا جو ان کا ابتداً و اولیٰ کار ساز ہے وہی ان کا ہر حال میں کار ساز ہے۔ معنوی امور ہے۔ ان کا متولی کوئی ہے۔ اسم وہاب ہے۔ داؤد علیہ السلام کے متعلق فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُودَ مِنَّا فَضْلًا۔ ہم نے داؤد کو اپنا فضل و کرم دیا۔ ان کے ساتھ

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

و طلب جزا کو لگایا نہ یہ فرمایا کہ ان کو جو کچھ دیا گیا ہے وہ کسی عمل کی جزا ہے۔

عطا پر اللہ تعالیٰ سے عمل کے ذریعے سے شکر کرنے کا حکم دیا یہ مطالبہ کیا تو آل داؤد سے نہ کہ داؤد علیہ السلام سے۔ داؤد پر جو انعام و افضال ہوا ہے۔ ان کی امت سے عملی شکریے کا مطالبہ کیا گیا۔ کیونکہ یہ عطا داؤد علیہ السلام کے حق میں تو فضل ہے اور امت کے حق میں طالب معاوضہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِعْمَلُوْا اٰلَ دَاوٗدَ شُکْرًا وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ۔ اے آل داؤد تم شکریے میں عمل کرو۔ مگر میرے بندوں میں شکر گزار بہت کم ہیں۔ اگرچہ انبیا نے اللہ کے انعامات و مواہب کا شکر ادا کیا۔ مگر اس کا مطالبہ حق تعالیٰ کی طرف سے نہ تھا۔ بلکہ خوشی دل سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماقبل و مابعد امکانات گناہ کو باطل کر دیا تو آپ نے اتنی عبادت کی قدم مبارک پر ورم آگیا۔ لوگوں نے اس کے متعلق عرض کیا تو آپ نے فرمایا اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا۔ کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ نوح علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّہٗ کَانَ عَبْدًا شَکُوْرًا۔ وہ بڑا شکر گزار بندہ تھا۔ اللہ کے شکر گزار بندے بہت ہی کم ہیں۔

سب سے پہلی نعمت اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد کو دی وہ یہ ہے کہ آپ کا نام ایسا رکھا جس کا ہر ایک حرف جدا ہے۔ یہ ان کے دنیا سے بے تعلق ہونے پر دال ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ان کا یہ نام رکھنے سے ہم کو مدد ملتی ہے۔ داؤد میں حروف ذیل ہیں د۔ ا۔ و۔ د۔ دیکھو ہر ایک حرف دوسرے سے جدا ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک محمد رکھا جس میں م۔ ح۔ م تو ملنے والے حرف ہیں۔ مگر آخر میں د ہے جو ماقبل سے تو ملتا ہے اور مابعد سے نہیں ملتا۔ پس حضرت کے اسم مبارک میں وصل بھی ہے فصل بھی ہے مگر داؤد علیہ السلام کو نبی ہونے کی وجہ سے باطن میں تو وصل و فصل ہے مگر نام کی حالت ایسی نہیں ہے۔ یہ جامعیت اختصاص و فضیلت ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو داؤد علیہ السلام پر یعنی نام کے لحاظ سے بھی جامعیت پر اشارہ ہے۔ پس حضرت کے لیے جمیع جہات سے جامعیت ہے۔ اسی طرح

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

اسم کے نام میں بھی جامعیت ہے۔ الف بالکل منفصل ہے جو حرف متصل ہیں اور (د) متصل و منفصل۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے داؤد پر جو انعامات فرمائے ہیں ان کو اس طرح فرماتا ہے اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ وَالطَّيْرَ مَحْشُورَةً كُلٌّ لَهُ أَوَّابٌ۔ ہم نے پہاڑوں کو داؤد کے لیے مسخر کر دیا کہ وہ اُن کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں۔ صبح کو اور شام کو پرندے بھی جمع کر دیے گئے ہیں۔ سب اُن کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔ داؤد کے ساتھ پہاڑ اور پرندے تسبیح کرتے ہیں۔ کہ داؤد کے عمل میں اُن کے اعمال داخل ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْأَيْدِ إِنَّهُ أَوَّابٌ ہمارے پر قوت بندے داؤد کو یاد کرو۔ وہ ہماری طرف بڑا رجوع کرنے والا تھا۔ اور فرماتا ہے وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ہم نے اُن کی حکمت کو قوت دی۔ اور اُن کو حکمت و معرفت عطا کی۔ اور حق و باطل میں فیصلہ کرنے والا بیان بھی دیا۔ پھر داؤد پر احسان عظیم اور مرتبہ قرب حق جو اُن سے خاص ہے۔ یہ ہے کہ اُن کی خلافت منصوص ہے۔ صریحاً ہے۔ ان کے دوسرے ہم جنسوں کی خلافت ایسی صریح نہیں ہے۔ گو کہ اُن میں خلفا حق ہیں۔ فرماتا ہے يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ اے داؤد ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا۔ کہ لوگوں میں حق حق حکم کرو اور اپنی خواہش کی اتباع نہ کرو۔ ہوا سے مراد وہ احکام ہیں جو غیر وحی الٰہی ہیں اور وہ خطرات جو دل میں گزریں فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ کہ وہ خطرے تم کو راہ خدا سے گمراہ کر دیں۔ سبیل اللہ سے مراد وہ طریقہ وحی ہے جو انبیا کو بتایا جاتا ہے پھر اُن کا لحاظ رکھ کر فرماتا ہے إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ جو لوگ راہ حق گم کرتے ہیں۔ اُن کے لیے سخت عذاب ہے بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ۔ اس وجہ سے کہ وہ روز حساب و قیامت کو بھول گئے۔ یہ نہ فرمایا کہ اگر تم میری راہ سے گمراہ ہو جاؤ تو تمہارے لیے عذاب شدید ہے۔
اگر تم کہو کہ آدم کی خلافت بھی تو منصوص ہے۔ تو میں کہتا ہوں کہ داؤد کی خلافت جیسی منصوص ہے ویسی آدم کی خلافت منصوص نہیں۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

ملائکہ سے فرمایا اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً میں زمین پر ایک خلیفہ پیدا کرنے والا ہوں۔ اور نہ فرمایا کہ میں آدم کو زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔ اگر ایسا فرماتا بھی تو داؤد کے متعلق اس قول کے برابر نہ ہوتا۔ ہم نے تم کو (اے داؤد) زمین میں خلیفہ بنایا۔ یہ صراحتہً ہے۔ محقق و ثابت ہے۔ آدم علیہ السلام کے متعلق ایسا محقق و مصرح نہیں۔ نیز آدم کے قصے سے کہیں یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ وہ خلیفہ موعود آدم ہی تھے۔ دیکھو تم کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کے متعلق کوئی خبر دے تو تم اس میں دل لگا کر غور و فکر کرو۔ حکمت و معرفت کی موجیں اس میں سے نکلتی معلوم ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ابراہیم خلیل اللہ کے متعلق فرماتا ہے اِنِّی جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا۔ میں تم کو لوگوں کا امام بناتا ہوں۔ مگر خلیفہ تو نہ فرمایا۔ اگرچہ ہم جانتے ہیں کہ یہاں امام سے مراد خلیفہ ہی ہے۔ مگر خاص طور سے لفظ خلیفہ مصرحاً فرمانے کے برابر نہیں۔

پھر داؤد علیہ السلام کی خلافت مخصوصہ میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد کو خلیفہ حکم بنایا۔ اور حکم دینا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتا ہے اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ حکم دینا تو اللہ ہی کا کام ہے۔ داؤد کو فرماتا ہے فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ حق سے وابستہ رہ کر لوگوں میں حکم کرو۔

ممکن ہے کہ خلافت آدمؑ داؤدؑ کے مرتبے کے برابر نہ ہو۔ بلکہ ممکن ہے کہ آدم ان لوگوں کے خلیفہ ہوں جو ان سے پہلے زمین میں بستے تھے۔ اور خلق میں حکم الٰہی چلانے کے لیے نائب حق نہ ہوں۔ اگر آدمؑ نائب و خلیفۃ اللہ واقع میں بھی ہوں تو ایسی تخصیص و تصریح تو نہیں ہے۔ جیسی داؤدؑ کے لیے ہے۔ بیشک زمین پر جو خلیفۃ اللہ ہوئے ہیں وہ انبیاء و رسل ہی ہیں۔

آج کے دن خلافت رسول اللہ کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خلافت باقی نہیں ہے کیونکہ اس وقت کے خلفاء بجز شرع خاتم النبیین کے کوئی حکم نہیں دے سکتے اور دائرہ شرع سے باہر نہیں نکل سکتے۔ مگر یہاں ایک دقیقہ ہے۔ نازک بات ہے اس کو ہمارے ہی جیسے شخص جان سکتے ہیں۔ وہ دقیقہ یہ ہے شرع رسول پر حکم کرتے ہیں۔ قرآن کا منشا کیا ہے۔ یہ کہاں سے علم لیتے ہیں خلیفہ رسول تو

جزو ہفدہم

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو ہفتم

وہ ہیں جو قرآن و حدیث سے حکم لیتے ہیں۔ جو عن فلاں عن منقول ہیں یا۔ قرآن و حدیث میں مصرح حکم نہیں ملتا۔ تو قیاس کرتے ہیں۔ اجتہاد کرتے ہیں۔ مگر اس اجتہاد کی اصل وہی منقول قرآن و حدیث ہیں۔

ہم میں ایسے لوگ بھی ہیں جو کشف والہام سے جو ظنی ہیں اللہ تعالیٰ سے لیتے ہیں۔ لہذا وہ اس حکم شرعی میں خلیفۃ اللہ ہیں۔ پس ایک طور پر مادہ کشف والہام اور مادہ وحی رسول ایک ہیں۔ مگر الہام ظنی اور وحی قطعی ہے پس خلیفہ جو ولی ہوتا ہے۔ ظاہر میں متبع بنا ہوتا ہے اور باطن میں موافق نبی۔ جیسے عیسیٰ نزول فرمائیں گے تو متبع خاتم النبیین ہوں گے۔ جیسے نبی محمد توحید میں موافق و متبع انبیائے سابق کے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ۔ ان انبیائے سابقین کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی تھی۔ تم بھی اے محمد ان کی پیروی کرو۔ وہ خلیفہ۔ ولی۔ صاحب کشف اللہ تعالیٰ سے لینے کے طریقے سے واقف ہونے کی وجہ سے خاتم النبیین کے موافق ہے۔ کیونکہ مرضی الٰہی۔ اور حق وہی ہے جو خاتم النبیین کی شرع شریف ہے۔ یہ موافقت ایسی ہی ہے جیسے خاتم النبیین انبیائے سابقین کے احکام کو باقی رکھ کر ان کے موافق تھے۔ ہم بھی انبیائے سابقین کے احکام کی اتباع کرتے ہیں۔ مگر اس وجہ سے کہ ان احکام کو خاتم النبیین نے باقی رکھا۔ نہ اس وجہ سے کہ وہ شرع انبیائے سابقین سے ہیں۔ بلکہ اس وجہ سے کہ وہ تقرر و ابقاء ہے خاتم النبیین کی جانب سے۔ لہذا خلیفہ کا اللہ تعالیٰ سے لینا عین رسول اللہ کا لینا ہے۔ ایسے صاحب کشف خلیفہ کے متعلق ہم زبان کشف سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ باطن خلیفۃ اللہ ہے اور ظاہر خلیفہ رسول اللہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔ اور آپ نے منصوص و معین طور پر کسی کو خلیفہ نہ بنایا۔ کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ اپنی امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو خلافت کو اللہ تعالیٰ سے لیں گے اور خلیفۃ اللہ ہوں گے۔ مگر احکام شرع میں تابع نبی معصوم جب رسول اللہ کو

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

فص ہفدہم

یہ معلوم تھا تو آپ نے خلافت میں کوئی تعیین و تخصیص نہیں کی۔ پس خلق خدا میں خلیفۃ اللہ ہیں۔ معدن خاتم النبیین و مادۂ انبیائے سابقین سے وہ احکام لیتے ہیں جو خود انھوں نے لیے تھے اور خاتم الانبیاء کے فضل و اصالت کو جانتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ احکام رسول قابل زیادت و نقصان ہیں۔ کیونکہ رسول سابق اس وقت بھی ہوتے تو احکام کی زیادت ہو سکتی تھی۔

خدائے تعالیٰ ایسے خلیفہ کو انھیں احکام شرعیہ اور علوم کو دیتا ہے۔ جو خاص کر کے انبیا کو دیے گئے تھے۔ پس خلیفۃ ولی ظاہر میں متبع نبی اس کا غیر مخالف رہتا ہے۔ بخلاف رسل کے کہ وہ انبیائے سابقین کے احکام کو منسوخ بھی کرتے ہیں۔

دیکھو یہودیوں نے جب تک یہ خیال کیا کہ حضرت عیسیٰ حضرت موسیٰ پر کسی حکم کو زیادہ نہ کریں گے۔ جیسے کہ ہم نے خلیفہ کے متعلق بہ نسبت رسول کے کہا تو ان پر ایمان لائے۔ ان کا اقرار کیا۔ جب حضرت عیسیٰ نے بحیثیت رسول ہونے کے بعض احکام موسوی پر زیادت کی بعض کو منسوخ کر دیا۔ تو اس کو برداشت نہ کر سکے۔ کیونکہ یہ ان کے عقیدے کے خلاف تھا۔ یہودیوں نے امر رسالت کو جیسا سمجھنا چاہیے تھا نہ سمجھا اور ان کو قتل کرنا چاہا۔ اُن کے پورے قصے کو اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں بیان فرمایا ہے جب عیسیٰ رسول تھے تو انھوں نے زیادت کو قبول فرمایا۔ خواہ اس حکم کی کمی سے جس کو موسیٰ نے مقرر فرمایا تھا۔ خواہ زیادت حکم سے۔ سچ پوچھو تو کمی بھی شرع میں ایک قسم کی زیادت ہے۔

خلافت کو آج یہ منصب زیادت و نقصان نہیں شرع پر کچھ زیادت و نقصان ہوتا بھی ہے تو اجتہادیات میں۔ اس خبر پر کبھی زیادت نہیں ہو سکتی۔ جو رسول اللہ سے بالمشافہہ راست حاصل کی گئی ہے۔ کبھی خلیفہ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس کا حکم حدیث کے خلاف ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ اس کا اجتہاد ہے۔ حالانکہ واقعہ ایسا نہیں ہے۔ اصل یہ ہے کہ اس امام کے پاس جہت کشف سے یہ حدیث ثابت نہیں۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو ہفتم

اگر یہ حدیث ثابت ہوتی ہے تو امام اسی حدیث کے موافق حکم دیتا۔ اگرچہ وہ حدیث عن عدل عن عدل سے ثابت ہے۔ یعنی معتبر آدمی کی روایت معتبر آدمی سے ہے۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں معتبر ہیں۔ راوی پھر بھی وہم سے معصوم نہیں ہیں۔ نہ روایت بالمعنی سے ایسے واقعات آج خلیفہ سے صادر ہوتے ہیں۔

جب عیسیٰ نازل ہوں گے تو بہت سے اجتہادی احکام جو ائمہ کے جاری کردہ تھے اٹھا دیں گے کیونکہ عیسیٰ پر حقیقت طریقہ محمدی ظاہر ہو جائے گی خصوصاً جبکہ ایک واقعے میں ائمہ سے باہم مختلف احکام دیے گئے ہوں۔ یہ ہم کو قطعی علم ہے۔ کہ اگر وحی نازل ہوتی؟ تو ان صورتوں میں سے کسی ایک کے مطابق نازل ہوتی۔ اور وہی حکم الٰہی حقیقی ہوتا۔ اس حکم خاص کے سوا جو احکام اجتہادی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے اس لیے باقی رکھے ہیں کہ وہ شرع تقریری ہے۔ خدا کے رکھنے سے رہے ہیں۔ تاکہ امت کو حرج نہ ہو۔ اور دائرۂ احکام وسیع ہو۔

حضرت رسول اعظم کا فرمان ہے۔ اِذَا بُوْیِعَ لِخَلِیْفَتَیْنِ فَاقْتُلُوا الْاٰخِرَ مِنْهُمَا اگر دو خلیفوں کے لیے بیعت لی جائے تو ان سے پچھلے کو مار ڈالو۔ یہ حکم خلافت ظاہری کے متعلق ہے جس کا کام ہے۔ امن قائم رکھنا۔ شمشیر زنی کرنا۔ اس میں تعدد خلفا کی گنجائش نہیں۔ اگر دونوں متفق بھی ہو جائیں تو ایک کو ختم کرنا ضروری ہے۔ بخلاف خلافت باطنی کے کہ اس میں تعدد خلفا ممکن ہے۔ نہ ان کا کام ہے قتل و کشت۔ خلافت ظاہری میں حق قتل ہے۔ اور خلافت باطنی میں حق قتل نہیں ہے۔

اگر خلافت باطنی والا خلیفۃ اللہ۔ اور خلافت ظاہری والا عادل ہو تو خلیفۂ رسول اللہ ہوتا ہے۔ خلافت ظاہری میں ایک خلیفہ کا رہنا اور تعدد خلفا نا جائز ہونا۔ اس لیے ہے کہ رفع فتنہ و فساد یا دفع مظلمہ و بدامنی ضرور ہے۔ یہ مشابہ ہے لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا۔ اگر آسمان زمین میں کئی الٰہ ہوتے تو ان میں فساد ہو جاتا فرض کرو کہ وہ دونوں متفق بھی ہو جائیں۔ تو ہم جانتے ہیں کہ بفرض و تقدیر اختلاف کے۔ ایک کا حکم چلے گا جس کا حکم چلے وہ تو حقیقۃً الٰہ ہے یا خلیفہ کی صورت میں خلیفہ ہے اور جس کی نہ چلے وہ نہ الٰہ ہے

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

(جہنم) خلیفہ ہی ہو سکتا ہے۔

جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ تعدد الٰہ محال ہے۔ اور الٰہ حق ایک ہی ہے تو اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ دُنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ سب اللہ کے ارادے اور مشیت سے ہو رہا ہے۔ گو بظاہر بعض کام خلاف شرع بھی ہو رہے ہیں۔ کیونکہ شرع کا مقرر کرنا بھی خدا کی مشیت سے ہے۔ اللہ تعالیٰ شرع شریف سے خیر کثیر کا حکم دیتا ہے۔ اور عمل کے وقت وہی نمایاں کرتا اور پیدا فرماتا ہے۔ جو بندے کی طبیعت اور فطرت کے مطابق ہو ؎

وہی نمایاں ہوتا ہے جس کی جیسی فطرت ہے
دیتا ہے ہر اک کو حکم (مصرعہ) جس کی جیسی طبیعت ہے

مشیت شرع میں تقرر و تعیین خیر کثیر ہے۔ نہ کہ عمل بالمشیت۔ غرضکہ مشیت کی حکومت بڑی زبردست ہے اسی وجہ سے ابو طالب مکی صاحب قوت القلوب نے مشیت کو عرش ذات فرض کیا ہے۔ کیونکہ مشیت اپنی ذات سے احکام دیتی ہے۔ بہر حال دُنیا میں کوئی شے نہ موجود ہوتی ہے نہ معدوم ہوتی ہے مگر مشیت الٰہی سے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگ گناہ کرتے ہیں۔ امر الٰہی کا خلاف کرتے ہیں۔ مگر حق یہ ہے کہ اس امر الٰہی کا خلاف واقع ہوتا ہے جو امر انبیا کے توسط سے دیا جاتا ہے۔ امر تکوینی یعنی حکم کُن کا خلاف ہرگز نہیں ہوتا۔ غور کرو تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ بندہ جو جو کام کرتا ہے۔ مشیت کے لحاظ سے دیکھو، تو کوئی اللہ تعالیٰ کی مخالفت نہیں کرتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ مخالفت امر تشریعی سے (جو بواسطہ انبیا کے ہوتا ہے) نہ کہ امر تکوینی سے اور نہ کہ خود اللہ سے یا اس کی مشیت سے مخالفت ہوتی ہے۔ یا ہو سکتی ہے۔ اور زیادہ غائر نظر ڈال کر دیکھو تو معلوم ہو گا امر مشیت فعل عبد کو ہوتا ہے نہ کہ خود عبد کو جس سے فعل ظاہر ہوتا ہے جب حق تعالیٰ فعل کو کُن کا حکم دیتا ہے تو تعمیل ہے کہ وہ فعل ظاہر ہو۔ اصل یہ ہے کہ شرعی حکم بتوسط انبیا بندے کو پہنچایا جاتا ہے۔ بعض بندوں کی طبیعت کا اقتضا اطاعت و امتثال حکم ہوتا ہے، تو اس کے فعل کو امر کن دیا جاتا ہے

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

اور وہ موجود ہو جاتا ہے۔ جس کی طبیعت امتثال امر سے ابا اور انکار کرتی ہے تو فعل کو کُن کا حکم نہیں دیا جاتا۔ اور وہ فعل نہیں پیدا ہوتا ہے۔ ایسی بدطبیعت کو پھر امر تشریعی دیا ہی کیوں جاتا ہے جبکہ معلوم ہے کہ اطاعت اُس کی طبیعت کے اقتضا کے موافق نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اُس کی بدفطرتی تمام اشخاص کو معلوم کرانے کے لیے امر تشریعی کیا جاتا ہے۔ ایجاد فعل کا حکم اس صورت خاص اور محل مخصوص میں نہ ہو گا۔ لہٰذا بندۂ عاصی کا فعل ایک لحاظ سے مخالف امر اللہ ہے اور ایک لحاظ سے اس میں موافقت و اطاعت امر اللہ ہے۔ اُن کی اتباع و موافقت میں حسب حالت مدح بھی ہوتی ہے اور مذمت بھی۔

جب واقعات نفس الامری وہ ہی ہیں جو ہم نے بیان کیے کہ اقتضائے فطرت و طبیعت شے کے مطابق امر تکوینی آتا اور تخلیق صورت و طالع ہوتی ہے لہٰذا مآل خلق کا اُس کی سعادت ہے اور اُس کے کمالات کے ظاہر ہونے پر ہے۔ باوجودیکہ انواع سعادات مختلف اور اُن کے کمالات کا ظہور جدا ہے۔ ہر شے کے اظہار کمال کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا وسعت رحمتی کل شیء میری رحمت میں ہر ایک کی سمائی ہے اور سبقت رحمتی غضبی میری رحمت میرے غضب سے سابق ہے اور سابق تو پہلے ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے دیکھو۔ تو پہلے رحمت کا اثر ہوا تھا جس سے وہ عاصی مخلوق ہوا۔ پھر وہ جو عصیاں غضب الٰہی ہوا تو سابق نے پھر اپنا عمل کیا یعنی اُس عاصی کو رحمت نے گھیر لیا کیونکہ غضب سے پہلے رحمت ہی متقدم و سابق تھی۔ یہ معنی ہیں سبقت رحمتی غضبی کے۔ تاکہ رحمت اپنا کام کرے اُس پر جو اُس تک پہنچا ہے۔ رحمت سب کے آخر میں غایت و انجام میں قدم جمائے کھڑی ہے۔ ہر ایک اپنی وصف کی طرف سالک اور رواں ہے۔ لہٰذا وہاں تک پہنچنا بھی ہے جس کے ساتھ رحمت کا پہنچنا اور غضب کا ختم ہونا بھی ہے۔ لہٰذا ہر رحمت تک پہنچنے والے کو حسب استعداد و حسب حیثیت رحمت کا پہنچنا بھی ہے۔

فَمَنْ ثَمَّ ذَا فَہْمٍ يُشَاهِدُ مَا قُلْنَا ۔ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فَہْمٌ فَيَاْخُذُہٗ عَنَّا

جس کو اللہ نے فہم عطا کیا ہے ہم نے جو کچھ کہا اس کو دیکھتا ہے۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جس کو کچھ نہیں وہ ہم سے لیتا ہے۔

کنا مثل الا ما ذکرت تا لا نا ختبئه علیہ و کلی بالحال فیه کما کنا

ہاں اس کے سوا کچھ نہیں جو ہم نے بیان کیا۔ اس پر اعتماد رکھو

اور اس میں صاحب حال جیسے کہ ہم تھے۔

فمنه الینا ما تلونا علیکم ومنا الیکم ما وهبناکم منا

اللہ کے پاس سے ہم کو جو کچھ پہنچا وہی ہے جس کو ہم نے تمہیں سنا دیا۔

ہماری طرف سے جو کچھ تم کو پہنچ رہا ہے وہ ہے جو ہم نے تم کو دیا۔

داؤد علیہ السلام کے لیے اللہ کا لوہے کو نرم کر دینا اور ان کا لوہے سے زرہیں بنانا اس سے یہ اعتبار لے سکتے ہیں۔ کہ سخت دلوں کو زجر و توبیخ اور سرزنش بھی نرم کرتی ہے جیسے آگ لوہے کو نرم کرتی ہے مگر بعض سخت دل ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان پر آگ تک اثر نہیں کرتی۔ آگ تو پتھر کو توڑ دیتی ہے۔ اس کا چونا بنا دیتی ہے یہ بھی ایک اعتبار ہے۔ اس میں ایک تنبیہ ہے کہ لوہا کیوں گلایا جاتا تھا اس لیے کہ اس سے زرہ بنائیں۔ زرہ میں کیا بات ہے۔ لوہے کے ذریعے سے لوہے سے حفاظت کی جاتی ہے۔ زرہ سے سنان، سیف، سکین، چھری، بھالے سے بچاؤ کیا جاتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو کیا دعا سکھائی اللھم انی اعوذبک منک خدایا میں تجھ سے تیری پناہ لیتا ہوں۔ تیرے غضب سے بھاگ کر تیرے دامن رحمت میں چھپتا ہوں۔ سمجھو یہ اعتبار ہے۔ روح ہے۔ لوہے کے نرم کرنے اور پگھلانے کی دو اللہ منتقم بھی ہے۔ رحیم بھی ہے مرکا سرق ہے وہی معین ہے۔

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

ترجمہ

فصوص الحکم

جزو ہجدہم

(۱۸) فص حکمت نفسیہ در کلمۂ یونسیہ

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

فصّ حکمتِ نفسیہ

در کلمۂ یونسیہ

واضح ہو کہ انسانی خلقت و نشأت کو پورے اجزائے ظاہری و باطنی کے ساتھ دیکھو۔ وہ ما جرا کیا ہیں۔ روح۔ نفس۔ جسم ہیں۔ تو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔ اور وہ مظہر تام ہے اسم جامع اللہ کا۔ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ اللہ نے آدم کو اپنی صورت طبیعت اپنی حالت پر پیدا کیا ہے۔ اس تصویر قدرت کو کوئی بگاڑ نہیں سکتا۔ اس مرکب کے اجزا کی تحلیل نہیں کر سکتا۔ انسان کو قتل نہیں کر سکتا۔ مار ڈال نہیں سکتا۔ مگر اس کا خالق۔ یا تو خود یا اس کے امر سے۔ جیسے قصاص میں یا جہاد میں۔ جو شخص بغیر امر خالق کے روح و بدن کو جدا کر دے۔ قتل نفس کر دے وہ اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے۔ وہ حدود اللہ سے تجاوز کرتا ہے۔ وہ خانۂ خدا کو خراب کرنے میں کوشش کرتا ہے جس کے آباد کرنے کا حکم خدا دیتا ہے اُسے ویران کرتا ہے۔

واضح ہو کہ شفقت عباد اللہ پر افضل ہے۔ غیرت فی اللہ سے۔ اھ

khatmenabuwat Android Application

جلد دوم

کفار کو مسلمان بنا لینا بہتر ہے ان کے قتل سے۔ ایک مشہور قصہ ہے کہ داؤد نے بیت المقدس کی عمارت بنانی چاہی جب اس کی تعمیر سے فارغ ہوتے وہ عمارت گر جاتی۔ داؤد نے اس کی شکایت اللہ تعالیٰ سے کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی اتاری کہ میرے گھر کی تعمیر وہ ہاتھ نہیں کر سکتے جو خون انسانی میں رنگے گئے ہیں۔ داؤد نے عرض کیا یہ سب کچھ تیری راہ میں واقع ہوا فرمایا کیوں نہیں۔ لیکن کیا وہ میرے بندے نہ تھے۔ داؤد نے عرض کیا بیت المقدس کی تعمیر اس کے ہاتھوں سے کرا جو میری اولاد سے ہو۔ وحی ہوئی کہ تمہارا بیٹا سلیمان اس کو بنائے گا۔ اس قصے سے مقصد یہ ہے کہ خلقت و نشأت انسانی کی رعایت جس قدر ہو سکے بہتر ہے اور اساس بنیان انسانی کو قائم رکھنا اس کے ہدم اور گرانے سے اولیٰ ہے۔

دیکھو دشمنان دین کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ نے کیا کیا رعایتیں کی ہیں۔ ان سے جزیہ لے کر چھوڑ دینے کا حکم ہے۔ اور ان پر رحم اور ان کی بقا کے لیے صلح جائز رکھی گئی۔ فرماتا ہے وَإِن جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ۔ اگر وہ صلح کی طرف مائل ہو جائیں تو تم بھی صلح کی طرف جھک جاؤ۔ اور اپنے تمام کاموں کو خدا پر چھوڑ دو۔ اس پر اعتماد کرو۔ توکل کرو۔

دیکھو جس شخص پر قصاص واجب بھی ہو جائے تو ولی دم وارث مقتول کو اختیار دیا گیا ہے کہ خون بہا لے لے یا عفو کر دے۔ وارث مقتول نہ مانے تو بیشک قاتل قابل قتل ہو گا۔

دیکھو اولیائے دم وارثان مقتول بہت سے ہوں اور ان میں سے ایک دیت پر راضی ہو جائے یا معاف کر دے اور باقی کا ارادہ قتل ہی ہو تو اللہ تعالیٰ عفو کرنے والے کی کیسی رعایت کرتا ہے۔ اور عفو کرنے والوں پر اس کو ترجیح دیتا ہے۔ لہذا وہ قصاصاً قتل نہ کیا جائے گا۔

دیکھو ایک شخص بہ ارادہ حبیب کریم مارا گیا قاتل کا پتہ نہ لگا۔ وارث مقتول کی نظر میں ایک شخص کے پاس وہ تسمہ تھا جو مقتول کے پاس ہمیشہ رہتا تھا۔ وارث مقتول نے اس شخص پر دعوائے قتل کیا جس کے پاس سے تسمہ ملا۔

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/
khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

حضرت نے فرمایا بلا ثبوت شرعی اگر تو اس کو قتل کر دے صرف اس گمان پر کہ مقتول کا
تسمہ اس کے پاس سے نکلا ہے۔ تو یہی قاتل ہے۔ تو تو بھی اسی طرح ظالم ہوگا
جیسے خود قاتل ہے۔

دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَجَزٰؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا یعنی برائی کا
بدلہ اتنی ہی برائی ہو۔ قصاص کے بدلے کو برائی فرمایا۔ گو شارع کے طور پر ہی۔
مگر سیئہ تو ضرور فرمایا۔ حالانکہ وہ عامر شرعی اور جائز حق ہے۔ مگر ہے
ناگوار طبیعت۔ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ پھر جو معاف کر دے
اور صلح کرے، تو اس کا اجر اللہ پر ہے۔ کیونکہ قاتل بھی تصویر حق ہے جیسا
جو وارث مقتول قاتل کو معاف کرے، اور قتل نہ کرے، تو اس کا اجر
اللہ پر ہے جس کی صورت پہ یہ قاتل ہے۔ جب بندہ عفو کرتا ہے تو حق تعالیٰ
زیادہ مستحق ہے کہ اس سے عفو قصور کرے کیونکہ اسی نے اپنے لیے پیدا
کیا تھا۔ اللہ کے اسم ظاہر کی تجلی بندے کے وجود سے ظہور پذیر ہوتی ہے
جس نے انسان کی رعایت کی۔ اس نے حقیقت میں حق تعالیٰ کی رعایت کی
اور اس کا پاس خاطر کیا۔ انسان اپنی ذات کے لحاظ سے قابل مذمت نہیں
بلکہ وہ اپنے افعال بد کی وجہ سے قابل مذمت ہوتا ہے انسان کا فعل اور اس کی
ذات ایک نہیں ہیں۔ ہم جو کلام کر رہے ہیں وہ ذات انسانی میں ہے۔

کوئی فعل ایسا نہیں جس کا بازگشت اللہ تعالیٰ پر نہ ہو۔ کیونکہ بندے
کے افعال کا مرجع۔ صفات۔ صفات کا مرجع ذات۔ اور افعال کی [illegible]
وجود حقیقی کا وجود مطلق۔ وجود مطلق عین ذات حق ہے۔ بہرحال اسماء اللہ
اللہ تعالیٰ میں مشترک ہیں تاہم اس کے باوجود بعض افعال محمود ہیں اور بعض
مذموم ہر شخص اپنی غرض کے موافق نہ ہونے سے مذمت کرتا ہے مگر
مبنی بر غرض مذمت اللہ تعالیٰ کے پاس مذموم ہے۔

مگر نفس الامر میں وہی فعل مذموم ہے جس کو شرع مطہر کے لحاظ سے شریعت نے
مذموم ٹھیرایا ہو۔ شرع کی مذمت کرنا مبنی بر حکمت ہے جس کو اللہ جانتا ہے یا
جس کو اللہ نے اس کا علم دیا ہو۔

khatmenabuwat Android Application

جیسے شریعت نے قصاص کو جاری کیا کہ اس میں نوع انسانی کی بقا ہے جزء جہنم
اور قاتل و ظالم کو ظلم و تعدی سے روکتا ہے کہ کہیں حدود اللہ سے تجاوز نہ کرے
وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ۔ قصاص میں تمہارے لیے بڑی
حیات ہے اے خالص عقل رکھنے والو۔ اولی الالباب وہ لوگ ہیں جو
اصل حقیقت سے واقف ہیں۔ اہل دانش و بینش ہیں۔ قیاس اہل بصیرہ
حقائق حکمیہ کے اسرار و دقائق کے عارف ہیں۔

جب تم کو معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اس نشأۃ انسانی اور اس کی بقا کے لیے
اتنی رعایت فرماتا ہے تو تم خود اپنی مراعات کے زیادہ مستحق ہو تمہاری سعادت
اسی جسم سے ہے جب تک انسان زندہ رہتا ہے جس کمال کی تحصیل کے لیے
وہ پیدا ہوا ہے اس کے حصول کی امید ہے جس نے اس کے برباد کرنے
میں کوشش کی اس نے کمال مطلوب کے وصول میں رکاوٹ پیدا کر دی۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا خوب فرمایا ہے۔ کیا تم کو خبر دوں اس
چیز کی جو تمہارے لیے بہتر ہے اور افضل ہے اس سے کہ تم تمہارے دشمن
سے ملو پھر وہ تمہاری گردنیں اڑائیں اور تم ان کی گردنیں اڑاؤ۔ صحابہ نے عرض کیا
ہاں۔ آپ نے فرمایا وہ ذکر اللہ ہے۔ یاد رہے۔ ذکر کی فضیلت اس لیے ہے کہ
اس نشأۃ انسانی کا صرف وہی حصہ رہ جاتا ہے جو اس سے جو ذکر مطلوب ہے)
اس کو کرتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ذاکر کا ہمنشین رہتا ہے۔ اور ہمنشین ذاکر کو مشہود
ہوتا ہے۔ وہ ذاکر جو حق تعالیٰ کا مشاہدہ نہیں کرتا حالانکہ حق تعالیٰ اس کا جلیس و
ہمنشین ہے۔ تو وہ حقیقی ذاکر ہے ہی نہیں۔ کیونکہ ذکر اللہ تمام اجزاء عبد میں
ساری و جاری رہتا ہے۔ وہ تخلیق انسانی کو کیا جانے گا جو صرف زبان سے
اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ اس وقت تو حق تعالیٰ صرف جلیس لسانی ہو گا تو زبانی
اس کو دیکھے گی جس کو انسان اس آنکھ سے دیکھے گا جس سے سب کو دیکھتا ہے
ذرا سوچو سمجھو۔ اس راز کو۔ غافلوں کے لیے نہیں۔ غافل کا وہ عضو جو ذکر کرتا ہے
وہ حاضر و ناظر حق ہے اور مذکور یعنی حق اس کا جلیس ہے۔ پس وہ عضو حق کا
مشاہدہ ہے۔ اور غافل اپنی غفلت کے لحاظ سے ذاکر حق ہے۔ نہ حق جلیس غافل۔

انسان نفس الامر میں کثیر اجزاء سے مرکب ہے۔ اس میں مختلف حقائق ہیں۔
روحانیت بھی ہے جسمانیت بھی ہے۔ اس کو ذات بسیط اور احدی العین
نہیں۔ اور حق تعالیٰ کی ذات بسیط ہے۔ ترکیب کو ذات حق میں گنجائش
نہیں۔ حق تعالیٰ احدی العین ہے اور اسمائے الٰہیہ کے لحاظ سے کثیر ہے
جیسے کہ انسان کثیر الاجزا ہے۔ اور ایک جزو کے ذاکر ہونے سے دوسرے
اجزا کا ذاکر ہونا کوئی لازمی بات نہیں۔ لہٰذا حق جل مجدہ ذاکر کا جلیس ہے
اور دوسرا جزو ذکر سے غافل ہے۔ ہر انسان میں کوئی نہ کوئی جزو ذاکر رہتا ہے
اور حق اس جزو کا جلیس رہتا ہے اور باقی اجزا کی اس کے طفیل میں حفاظت کرتا ہے
اللہ تعالیٰ اس خلقت انسانی کو موت سے بھی فنا نہیں کرتا۔ موت سے
یا انعدام اور نیست کرنا نہیں ہے۔ بلکہ تفریق اجزا ہے۔ حق تعالیٰ سے جدا
کر کے اپنی طرف کر لیتا ہے۔ پس موت کیا ہے۔ روح کو خدا کا لینا ہے۔
اِلَیْهِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ کُلُّهٗ۔ عالم کا کاروبار سب اسی کی طرف رجوع کرتا ہے
جب حق تعالیٰ بندے کو لے لیتا ہے۔ تو اس کے گھوڑے یعنی جسد کے
عوض دوسرا گھوڑا اختیار کرتا ہے۔ مگر اسی عالم کے مناسب جس میں وہ منتقل
ہوا ہے۔ چونکہ اس عالم میں اعتدال ہے اس لیے وہ دار البقا ہے۔
انسان اس میں کبھی نہیں مرے گا۔ وہ اس کے اجزا کی تفریق ہوتی ہے یا
دوزخ والوں کا انجام بھی نعمت و راحت ہے۔ مگر دوزخ ہی کی شکل میں یا آتشیں
صورت ذائقہ و بال گزرنے کے بعد ضرور ہے کہ دوزخ پر برد و سلام
ہو جائے اور یہ دوزخ ہی ان کے حق میں جنت ہے۔ بہشت اہل دوزخ
بعد ادائے حقوق کے بہشت خلیل اللہ ہو جائے گی جبکہ خلیل علیہ السلام آگ میں
ڈالے گئے تھے خلیل اللہ نے آتش افروختہ کو دیکھ کر تکلیف اٹھائی۔ یہ
عذاب نظر ہے، عادت علم و خیال ہے۔ صورت آتش کچھ اس طرح واقع
ہوئی ہے۔ قریب کے میدان کو دفعۃً کو رنج والم پہنچاتی ہے۔ اس آتش
سے حق تعالیٰ کی ارادہ ابراہیم خلیل کے متعلق کیا تھی۔ نا واقف تھے۔ ان کے
غم و الم اٹھانے کے بعد برد و سلام تھا ہی۔ اور خلیل کے حق میں بھی

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

وہ صورت آگ صورت ناری تھی اور وہ آتش نوری تھی۔ ناری تھی لوگوں کی آنکھوں میں۔ جہنمیہم

ایک ہی شے مختلف نظروں میں مختلف طور سے نظر آتی ہے۔ یہی حال تجلی الٰہی کا بھی ہے۔ چاہو تو یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ اس صورت میں نظر آتا ہے چاہو تو یہ کہو کہ عالم ناظر کی نظر میں اور عالم میں ایسا نظر آتا ہے جیسے تجلی حق ہوتی ہے پس عالم ناظر ہر ناظر میں اس کے مزاج کے مطابق نظر آتا ہے۔ اور مختلف صورتوں میں نظر آتا ہے علم حقایق میں یہ سب درست ہے۔ گوارا ہے اگر ایک شخص مر جائے یا قتل خواہ کوئی ہو جیسا قتل کیا جائے اگر اللہ کی طرف رجوع کرتا۔ اس کی خدمت میں پہنچتا۔ تو اللہ تعالیٰ کسی کے مرنے کا حکم ہی نہ دیتا اور نہ اس کے قتل کو شروع کرتا۔ سب اس کے قبضے میں ہیں۔ اللہ کے لحاظ سے کوئی مفقود نہیں ہوتا۔ لہٰذا قتل کو شروع بھی کیا کرتا ہے اور موت کا حکم بھی دیتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ بندہ اس کے دست قدرت سے نہیں نکل سکتا۔ نہ فوت ہوتا ہے۔ پس اللہ ہی کی طرف وہ رجوع کرتا ہے۔ باوجودیکہ وَاِلَیْہِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ کُلُّہٗ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حق خود اپنے آپ میں تصرف کرتا ہے۔ وہی متصرف ہے۔ وہی متصرف فیہ۔ پھر کوئی شے اس سے باہر نکلی۔ اور اس کی عین نہیں۔ بلکہ ہویت حق وذات مطلق عین ذات مقید ہے۔ وَاِلَیْہِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ کُلُّہٗ کے معنی کشف وتحقیق سے بھی ثابت ہو گئے ہیں۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

ترجمہا

فصوص الحکم

جزو نوزدہم

(۱۹) فص حکمت غیبیہ در کلمۂ ایوبیہ

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

تمہید

شیخ کہتے ہیں۔ ہر شے زندہ ہے۔ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ۔ ہر شے اللہ کی تسبیح و تحمید کرتی ہے مگر تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ ہر شے کی تسبیح خاص ہے جو اس کی فطرت مناسب ہے۔

ہر شے کی حیات پانی سے ہے وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ۔ پانی سے ہم نے ہر شے کو زندہ پیدا کیا۔ پانی نمائش ہے فیض اقدس و مقدس کی۔ عرش حکومت الٰہی آب فیض الٰہی پر قائم اور اسی سے بنا ہوا ہے وَکَانَ عَرْشُهٗ عَلَی الْمَآءِ اللہ کا عرش پانی پر تھا۔ یا ہے۔

شیخ کہتے ہیں۔ اعتدال حقیقی ناممکن الوجود ہے۔ جب تک کسی ایک جزو کا غلبہ نہ ہو مرکب چیز بن ہی نہیں سکتی۔ فلاں شے معتدل ہے' کے معنی ہیں کہ اعتدال حقیقی سے قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے صفات میں غضب بھی ہے رضا بھی۔ ایک چیز مرضی و پسندیدہ بھی ہو، مغضوب بھی ہو نہیں سکتا کیونکہ رضا و غضب صفات متضاد ہیں لہٰذا اقتضائے حکمت سے کبھی ایک صفت ظاہر ہوتی ہے۔ کبھی دوسری۔

شیخ کہتے ہیں۔ دوزخیوں پر ہمیشہ عذاب نہ رہے گا۔ بلکہ خود دوزخ میں ان کو ایک قسم کی راحت ہو جائے گی۔ گو دوزخ سے نہ نکلیں گے۔ بعض لوگ

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جلد دوم

کہتے ہیں۔ کہ الدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ دنیا میں علم صحیح حاصل ہی نہیں کیا۔ جاہل ہی رہے۔ تو آخرت میں علم صحیح کہاں سے آئے گا مَنْ کَانَ فِیْ ھٰذِہٖۤ اَعْمٰی فَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ اَعْمٰی جو یہاں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہے تکلیف رفع ہوتی ہے علم سے جب دنیا میں جہل ہی جہل تھا تو آخرت میں بھی عذاب ہی عذاب رہے گا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ۔

شیخ کہتے ہیں تکلیف۔ امداد شیطانی کیا ہے۔ ادراک حقایق سے بُعد غفلت عن اللہ معلوم ہے کہ قرب و بعد۔ اضافی و انتزاعی معنی ہیں بوجود فی الخارج نہیں۔ مگر اس کے باوجود اُن کے آثار و احکام ظاہر ہیں۔ ناقابل انکار ہیں۔

شیخ کہتے ہیں صبر کی حقیقت کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مطلقاً شکایت و ذکر نا کیونکہ شکایت کرنا رضا بالقضا کے خلاف ہے۔ شیخ کہتے ہیں صبر غیر اللہ کی طرف شکایت و ذکر نا ہے۔ خدا سے تضرع و زاری سے دفع بلا کے لیے دعا کرنا۔ خلاف صبر نہیں۔ بلکہ دعا نہ کرنا قہر الٰہی سے مقابلہ کرنا ہے۔ محبوب سے ہارنے کا اعتراف کرنا جیتنے سے کم نہیں۔ اس لیے حدیث میں آیا ہے اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ دعا بندگی کا مغز ہے۔ ہاں خدا سے ناراض ہونا۔ اسباب پر اعتماد کرنا۔ بُرا ہے۔ اسباب کو سوختہ حقیقی دجان کر اُن کا استعمال کرنا بھی بُرا نہیں۔

ایک عارف کو بھوک لگی۔ وہ رونے لگے کسی بدمذاق نے اُن پر اعتراض کیا۔ کہ صبر نہیں کرتے روتے ہو۔ اس عارف نے کہا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسی لیے بھوکا رکھا ہے کہ میں روؤں۔ میں اُس کے کام کا مقصد اور غایت پوری کرتا ہوں۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

فصِ حکمتِ غیبیہ

در کلمۂ ایوبیہ

جانو کہ سرِ حیات و رازِ زندگی یعنی وجودِ حق پانی یا فیض نفسِ رحمانی یا فیض اقدس و مقدس میں جاری و ساری ہے پس پانی اصل عناصر و ارکان ہے یہی وجہ ہے اللہ تعالیٰ تمام اشیا کو پانی ہی سے ہی زندہ کیا اور رکھا۔ سچ پوچھو تو ہر شے زندہ ہے اور اس میں سرِ حیات ہے۔ کیونکہ ہر شے اللہ کی تسبیح و تحمید کرتی ہے۔ مگر ہم اس کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔ مگر یہ کہ اللہ کی طرف سے کشف ہو۔ ظاہر ہے کہ جو زندہ ہوگا وہ تسبیح کرے گا۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ ہر شے زندہ و حی ہے۔ پس ہر شے کی اصل پانی و فیض الٰہی ہے۔ دیکھو عرش سلطنت الٰہی آب فیض اقدس پر تھا۔ کہ وہ عرش اسی آب فیض سے بنا ہے اور اسی سے بلند ہوا اور اٹھا ہے۔ مگر وہ آب فیض ہی اس عرش حکومت کی حفاظت کرتا ہے جیسے اللہ نے انسان کو بندہ بنایا۔ اور وہ خود اپنے پروردگار سے تکبر کرنے۔ اور سربلند سمجھنے اور حق تعالیٰ باوجود بندے کی اس خود پسندی کے اور اپنی حقیقت سے جاہل رہنے کے تحت اور باطن سے اس کی حفاظت کرتا ہے۔ کیونکہ وہ

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جیسا کہ خود کو سب سے نیچا سمجھتا ہے۔ حضرت سید المرسلین فرماتے ہیں۔ اگر رسی باندھ کر نیچے ڈالو گے تو حق تعالیٰ ہی پر اترے گا۔ حضرت اشارہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی جانب فوق ہی میں منحصر نہیں ہے۔ اس کو تحت و فوق دونوں برابر ہیں جیسے اوپر ہے ویسی ہی نیچے بھی ہے۔ فرماتا ہے یَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ وہ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں جو ان کے اوپر ہے اور فرماتا ہے وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وہ اپنے بندوں پر قاہر و زبردست ہے۔ فوق و تحت سب اس کے ہیں۔ جہاں یہ جہات ستہ صرف انسان کے لحاظ سے ہے جو صورت رحمانی پر ہے۔ اللہ کے سوا کوئی مُطعِم۔ کھلانے والا نہیں اللہ تعالیٰ گروہ موسوی و عیسوی کے متعلق فرماتا ہے وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ اگر وہ قائم رکھتے احکام توراۃ اور انجیل کو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تعمیم کی اور فرمایا وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِم مِّن رَّبِّهِمْ اور ان احکام کو قائم رکھتے جو ان کے رب کے پاس سے نازل کیے گئے ہیں۔ اس میں داخل ہے ہر حکم جو کسی رسول کی زبان پر یا الہام سے اترا ہو لَأَكَلُوا مِن فَوْقِهِمْ تو وہ اپنے اوپر سے آنے والے کو کھاتے۔ وہ مطعم ہے کھلانے والا ہے کیونکہ فوق کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جاتی ہے وَمِن تَحْتِ أَرْجُلِهِم اور اپنے پاؤں کے نیچے سے۔ وہی کھلانے والا ہے تحت سے بھی۔ ترجمان خدا محمد مصطفیٰ کی زبان سے تحت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے جو حدیث لو دلیتم بحبل لھبط علی اللہ سے ثابت ہوتا ہے۔

اگر عرش سلطنت آب فیض پر قائم نہ ہوتا تو اس کا وجود بھی قائم نہ رہتا کہ ہر زندہ کا وجود حیات ہی سے محفوظ رہتا ہے۔

دیکھو زندہ جب طبعی معمولی موت سے مر جاتا ہے۔ تو اس کے اجزاء کے نظام تحلیل ہو جاتے ہیں۔ اور اس نظم خاص کی ترکیب معدوم ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایوب کو فرمایا ارْكُضْ بِرِجْلِكَ هَٰذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ۔ تم اپنی لات مارو۔ یہ نہانے کی جگہ ٹھنڈی ہے۔ یہاں مغتسل سے مراد پانی ہے جو حضرت ایوب کو غم و الم کی حرارت کی افراط تھی۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جلد دوم

اللہ تعالیٰ نے پانی کی سردی سے اُن کو تسکین دی۔ دیکھو طب کیا کرتی ہے۔ زاید کو کم۔ ناقص میں زائد کرتی ہے علاج کا مقصد طلب اعتدال ہے مگر اعتدال حقیقی ناممکن الحصول ہے۔ اُس کی طرف راہ نہیں۔ تاہم طبیب طبیعت کو اعتدال حقیقی سے قریب تر کر دیتا ہے۔ عارف کے پاس اعتدال یہ ہے کہ صحیت محو محض اور صاف ہشیاری اور سکر خالص و خالص نشے کے درمیان ہو۔

ہم نے یہ کہا تھا کہ اعتدال حقیقی کی طرف راہ نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ معرفت حقایق اور کشف و شہود سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر آن ہر لحظہ علی الدوام سلسلۂ تکوین جاری ہے۔ یعنی تجدد امثال ہے، فنا بھی ہے، وجود بھی ہے۔ ظاہر ہے کہ تکوین و ایجاد بغیر میل و رغبت خاص کے ہو نہیں سکتی۔ اس میل کو طبیعت حیوانی میں انحراف اور طبائع غیر حیوانی میں تعفین کہتے ہیں اور حق تعالیٰ کے حق میں ارادہ رکھتے ہیں۔ ارادہ کیا ہے میلان حق ہے مراد خاص کی طرف۔ کسی اور طرف کی میلان نہیں۔ اور اعتدال کے معنی تو یہ ہیں کہ تمام اجزا میں تساوی ہوتی ہے اور وہ باہم برابر ہو سکتے ہیں۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ یہی وجہ تو ہے کہ ہم نے کہا کہ اعتدال حقیقی موجود نہیں۔ قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ مختلف صفات سے موصوف ہے رضا سے بھی موصوف ہے اور غضب سے بھی۔ رضا غضب کا دور کرتا ہے اور غضب زائل رضا ہے اور اعتدال تو یہ ہے کہ رضا و غضب دونوں باہم مساوی ہوں۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ غضب کرنے والا ایک شخص سے راضی بھی ہو اور پھر غضب بھی کرے۔ پس ایک شخص ایک شخص پر دو حکموں میں سے ایک حکم۔ ایک صفت سے موصوف ہو گا۔ یہی میلان ہے۔ اسی طرح ایک شخص ایک شخص سے راضی اور ناراض دونوں نہیں ہو سکتا۔ پس اس صورت میں بھی۔ ضد متضاد حکموں میں سے ایک سے موصوف ہو جائے اور یہ بھی میل ہے۔

ہماری یہ ساری تقریر اس لیے ہے کہ بعض لوگوں کے وہم میں اہل نار پر

khatmenabuwat Android Application

جلد دوم

ورنہ ابداً غضب خدا رہے گا۔ اور کبھی ان دوزخیوں پر رضا و رحمت اللہ کی طرف سے نہ ہوگی۔ مگر ہمارا مقصد توضیح ہے کہ اللہ کے غضب سے اللہ کی رحمت سابق ہے۔

اگر ہم جیسا کہتے ہیں درست ہے تو مآل و انجام دوزخیوں کا یہ ہوگا کہ ان سے رنج و الم دور ہو جائے گا۔ گو رہیں گے دوزخ ہی میں۔ یہ اس کی رضا کا اثر ہے جب دوزخیوں کا رنج دور ہو جائے گا تو خدائے تعالیٰ کا غضب بھی نہ رہے گا کیونکہ بندے کا الم نتیجہ غضب خدا ہے۔ اس کو سمجھے تو کیا اچھا ہوتا جس کو غصہ آتا ہے جو غضب کرتا ہے۔ اس کو اذیت پہنچتی ہے یعنی تکلیف ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ خود کو راحت دینا چاہتا ہے کہ کسی طرح جس پر غصہ آیا ہے اس کو تکلیف پہنچا کر۔ حقیقت میں غصہ کرنے والے کا رنج اس شخص کو پہنچتا ہے جس پر غصہ ہوا ہے۔ جب حق تعالیٰ کو تمام عالم سے مجرد و علیحدہ کر کے دیکھو تو وہ پاک ہے منزہ و مبرا ہے۔ اس صفت امکانی سے اس قدر غضب و راحت اور انتقام لینے سے۔ اور جب حق تعالیٰ ہی حقیقت عالم ہے۔ یہ تمام احکام امکانیہ کہاں ظاہر ہوں گے خود اسی میں۔ اور پیدا ہوئے تو خود اسی میں۔ یہ مراد ہے قولہ تعالیٰ وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ سب کا مرجع وہی ہے۔ یہ باعتبار حقیقت بھی ہے اور کشف سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

اس کی عبادت کرو۔ اسی پر توکل کرو اور سب کاموں کو اس پر چھوڑ دو۔ خود کو اپنی نظر سے چھپا لو۔ دائرۂ امکان میں اس عالم سے زیادہ عجیب و غریب چیز کوئی نہیں کیونکہ وہ صورت رحمان کی جلوہ گری ہے۔ اللہ نے عالم کو پیدا کیا۔ یعنی وجود حق تعالیٰ کا ظہور و نمود عالم سے ہوا جیسے حقیقت انسانی وجود صورت طبعی و جسم مادی و عنصری سے ظاہر ہوتی ہے۔ ہم وجود حق کی صورت ظاہری ہیں۔ اور ذات حق اس صورت مدبرہ کی روح ہے جو تدبیر کس میں ہوئی خود اس میں۔ اور پیدا کہاں سے ہوئی۔ خود اس سے۔

حق تعالیٰ معنی و باطن کے لحاظ سے اول ہے۔ اور صورت اور نشأت کے لحاظ سے آخر ہے احکام و احوال کے بدلنے سے ظاہر ہے اور تغیر و تصرف کے لحاظ سے

جلد دوم

وہ باطن ہے۔ وہ ہر شے کو جانتا ہے۔ وہ ہر شے کو دیکھتا ہے تاکہ مشاہد ہو جائے۔ علم شہودی ہو جائے نہ کہ تخیلات وعلم نظری و فکری۔ ہمارا علم بھی ذوقی ہے۔ شہودی ہے۔ نہ کہ فکری و خیالاتی۔ حق یہ ہے کہ علم ذوقی و شہودی ہی علم صحیح ہے اس کے سوا جو کچھ ہے۔ وہم و گمان۔ اٹکل اور تخمین ہے۔ اس قابل نہیں ہے کہ اس کو علم کہا جائے۔

وہ پانی ایوب کے لیے پینے کے لیے بھی تھا کہ گرمی و تکلیف تشنگی دور کی جائے۔ تشنگی بھی تکلیف و رنج ہے ایک قسم کا عذاب ہے۔ شیطان کا اثر ہے۔ اعتبار میں شیطان سے مراد ادراک حقایق سے بُعد ہے۔ جب ادراک ہو تو وہ محل قرب میں ہے۔ پس ہر شہود جس کا مشاہدہ ہو رہا ہو آنکھ سے قریب ہے۔ گو مسافت میں بعید ہے کیونکہ مشاہدے کے لحاظ سے نظر بصر اس سے متصل ہوتی ہے اگر بصر سے بصر کا اتصال نہ ہو تو وہ کبھی نظر ہی نہ آئے مشہود ہی نہ ہو۔ تم کو اختیار ہے۔ چاہو تو یوں کہو کہ شعاع نظر بصر سے متصل ہوتی ہے اس تک پہنچتی ہے۔ چاہو یوں کہو کہ مبصر مشہود کی صورت آنکھ میں منطبع و منقش ہو جاتی ہے۔ کچھ ہی کہو۔ بصر و مبصر میں اتصال و قرب ضرور ہے اسی لیے ایوب مس کے ساتھ ضمیر متکلم لائے اور مسنی الضر اور اس مس و اثر کرنے کو شیطان کی طرف نسبت دی۔ حالانکہ مس و اثر قریب تھا۔ پھر ایوب علیہ السلام نے کہا۔ جو بعید تھا اب وہ مجھ سے کسی حکمت و راز کی وجہ سے قریب ہو گیا ہے۔

یہ تم کو معلوم ہے کہ قرب و بُعد امر اضافی ہیں۔ لہذا قرب و بعد دو نسبتیں ہیں۔ اعتباری ہیں موجود فی الخارج نہیں۔ باوجودیکہ قرب و بعد کا احکام قریب و بعید پر جاری ہیں

اے طالب جان لے کہ ستر الٰہی جو قصۂ ایوب میں بیان کیا گیا ہے کیوں یہ واقعہ ہمارے لیے باعث عبرت کتاب مسطور۔ حکایت مذکور ہے۔ اس کو پڑھ کر امت محمدی کیا نصیحت لے گی۔ امت محمدی اس واقعے سے حضرت ایوب کی پیروی کرے گی۔ اس سے اس کا شرف ترقی کرے گا۔

اُس کی بزرگی بڑھے گی۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے ایوب کی تعریف کی اِنَّا وَجَدْنٰہُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّہٗ اَوَّابٌ ہم نے ایوب کو صابر پایا۔ وہ کیا اچھا بندہ ہے اللہ کی طرف بڑا ہی رجوع کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ تعریف کرتا ہے کہ ایوب علیہ السلام صبر کرتے ہیں اور دفع ضرر کے لیے دعا بھی کرتے ہیں۔

اس سے ہم کو معلوم ہو گیا کہ بندہ اگر دفع ضرر کے لیے دعا کرے تو اُس کے صبر پر کوئی اعتراض نہیں آتا۔ وہ صابر ہیں۔ وہ نیک بندے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وہ مسبب کی طرف یعنی اللہ کی طرف رجوع کرنے والے ہیں نہ کہ اسباب کی طرف۔ اللہ ایسے بندے کے لیے اسباب پیدا کر دیتا ہے اور خود اُس کا کام کر دیتا ہے۔ کیونکہ بندہ اللہ ہی پر اعتماد کرتا ہے اسی کی طرف استناد کرتا ہے۔ مُضر اشیا کے دفع کرنے والے بہت ہیں اور مسبب الاسباب تو ایک ہی ذات ہے۔ لہذا اُس ذات کی طرف رجوع بہتر ہے جو اسباب خاص پیدا کر کے رنج والم کو دور کرنے والا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ بعض اسباب موثر ہونے میں علم الٰہی کے موافق نہیں۔ وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول نہیں کی۔ اصل میں اُس نے دعا کی ہی کب تھی۔ اس کا میلان تو سبب خاص کی طرف تھا جو مقتضائے زمانہ و وقت کے مناسب تھا۔

ایوبؑ نے حکمت الٰہی کی اتباع کی۔ کیونکہ وہ نبی اللہ تھے وہ جانتے تھے کہ صبر غیر اللہ کی طرف شکوہ نہ کرنا ہے۔ نہ کہ اللہ کی طرف۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ صبر مطلقاً شکوہ نہ کرنا ہے۔ اور ہمارے پاس غیر اللہ کی طرف شکوہ نہ کرنا ہے وہ لوگ سمجھتے ہیں کہ خدا ہی کا شکوہ کرنا رضا بالقضا کے مخالف ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ رضا بالقضا کے خلاف نہ اللہ کی طرف شکایت ہے نہ کسی اور کی طرف، آفت و مصیبت کی شکایت کرنا۔ یوں لئے پھرنا مخالف رضا ہے۔ ہم مامور نہیں ہیں کہ مصیبت سے راضی رہیں۔ تکلیف سے ناراض ہونا اور قضا سے ناراض ہونا ایک نہیں۔

ایوبؑ جانتے تھے کہ رفع شکایت کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جلد دوم

دعا مانگنا بھی غلطی ہے قہرِ الٰہی سے مقاومت اور برابری کرتا ہے۔ اپنی طاقت۔ اپنی ایسا کرنا جانتا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ اُس کو مبتلائے آلام کر رہا ہے۔ وہ خطا کرتا ہے جو خود کو سمجھتا ہے کہ قہرِ الٰہی کو برداشت کرے گا۔ اسی لیے تو دفع الم کے لیے دعا نہیں کرتا۔ بلکہ صاحب تحقیق کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے تضرع وزاری سے التجا کرے، کہ بلا کو دفع فرمائے۔ کیونکہ عارف صاحب کشف کے خیال میں بندے سے اذیت کا دور کرنا عین حق تعالیٰ سے دفع اذیت کرنا ہے۔ کیونکہ اللہ فرماتا ہے کہ بندوں کی تکلیف سے خود اُس کو بھی تکلیف ہوتی ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں۔ بھلا اس سے کیا تکلیف ہو گی کہ اللہ تم کو ایک بلا میں مبتلا کرے اور تم اُس سے غفلت میں رہو تم اُس کے مرتبے کو نہیں جانتے کہ وہ تمہارے شکوے کی طرف رجوع کرے اور اُس کو دور کرے اور اس التجا سے تمہاری احتیاج ذاتی و افتقار حقیقی ظاہر ہو ؎

عکس بود امکاں کہ ہمہ عجز و نیاز است

تم حق تعالیٰ سے دفع اذیت کی دعا کرو گے تو اُس کی تکلیف بھی دور ہو گی کیونکہ تم ہی اس کی ظاہری صورت ہو۔

ایک عارف کو بھوک لگی، تو وہ لگے رونے۔ بعض بد مذاقوں نے اُن پر اعتراض کیا۔ اُس عارف نے کہا اللہ نے مجھے اسی لیے بھوکا رکھا ہے کہ میں روؤں۔ اُن کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے مجھے مبتلائے ضرر و تکلیف اس لیے کیا ہے کہ میں اس ضرر کے دفع کے لیے دعا کروں۔ (اظہار تذلل و عاجزی کروں اور یہ صبر کے خلاف نہیں۔ اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ صبر غیر اللہ کی طرف شکایت نہ کرنا ہے۔ نہ کہ اللہ سے بھی دعا نہ کرنا۔

جب غیر اللہ کوئی نہیں۔ تو کس سے شکایت کی جائے۔ کس سے دعا کی جائے۔ سب وجوہ حق ہیں مگر قبلۂ دعا، شان ربوبیت ہے جو غالب ہے ان سب کا اسم جامع اللہ ہے۔ اسکا وجہ کو مخاطب کر کے دعا کرے کہ دفع ضرر ہو، رفع اذیٰ ہو۔ نہ وہ وجوہ جن کو اسباب کہتے ہیں ہر چند کہ ذات حق ہی کا

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو نہم

سب تفضل ہے۔ جمیع اسباب کا، خاص خاص وجوہ سے عین حق ہونا، عارف کو ذات حق سے، دفع ضرر کے لیے دعا کرنے سے نہیں روکتا۔ اس طریقے کا وہی بندہ پابند ہوتا ہے جو صاحب ادب ہو۔ اسرار الٰہی کا امین ہو۔ اللہ کے امین بندوں کو اللہ ہی جانتا ہے۔ اور بعض ہمارا بعض کو بھی جانتے ہیں۔ اے طالب حق! ہم نے تم کو نصیحت کر دی۔ اب مانگو تو بس اللہ سبحانہٗ ہی سے مانگو۔

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

ترجمہ

فصوص الحکم

جزو بستم

(۲۰) فص حکمت جلالیہ در کلمۂ یحیویہ

www.maktabah.org
khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو بستم

فصِّ حکمتِ جلالیہ
در کلمۂ یحیویہ

حکمت جلالیہ یعنی حکمت ہے اسمائیں۔ جلال و قہر الٰہی موجودات کو فنا کر کے اُس کو عدم ذاتی کی طرف رجوع کراتے ہیں یحیٰی علیہ السلام کے نام میں دو باتیں ہیں۔ ایک یہ پہلا نام ہے جو رکھا گیا۔ وَلَمْ نَجْعَلْ لَهُ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ہم نے یحیٰی سے پہلے ان کا کوئی ہمنام نہیں بنایا۔ اور اُن کے نام میں حیات کا مادہ ہے۔ گویا زکریا علیہ السلام کا نام یحیٰی سے زندہ رہتا ہے۔ ان کا نام کیا ہے۔ گویا علم ذوقی ہے۔ کہ جب تک اُس کو دہ جانیں۔ کچھ اس کا پتا نہیں لگتا۔ ہر چند کہ آدم کا نام شیث سے اور نوح کا ذکر سام سے چلا اور دوسرے انبیا بھی ایسے گزرے ہیں۔

مگر خدا نے کسی کو یہ دو باتیں نہ دیں۔ دُنیا میں پہلا نام اور خود اس نام میں اس صفت کی طرف اشارہ ہے کہ یہ باپ کے نام کو زندہ کرنے والے ہیں۔ یہ نعمت اللہ تعالیٰ نے زکریا علیہ السلام ہی کو دی۔

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

حضرت زکریا نے دعا کی تھی کہ رب ھب لی من لدنک ولیا۔ اے میرے اللہ جزو پنجم
فرزند کو دے ہبہ کر اپنی طرف سے ولی۔ چونکہ من لدنک کے لفظ کو جو
ذات حق پر دال ہے، ولی کے لفظ سے جو بیٹے پر دال ہے۔ پہلے رکھا۔
مقدم کیا۔

جیسے بی بی آسیہ زوجۂ فرعون نے عندک بیتا فی الجنۃ میں عندک
کو مقدم کیا جو ذات حق پر دال ہے بہ نسبت بیت کے کیونکہ الجار قبل الدار
یعنی اول اچھے ہمسایے کو ڈھونڈو پھر گھر ڈھونڈنا۔

اللہ نے بھی ان پر کرم کیا کہ حاجت برآری کی۔ اور بیٹا دیا۔ اور نام
رکھا بھی تو ایسا کہ نام کام پر دلالت کرے۔ زکریا نے اللہ سے اولاد
کے لیے دعا کی تھی جو باپ کے بعد نام کا سبب ہے۔ اس کی جو لیب
عمر نام سے ظاہر ہو جاتی ہے یحییٰ یعنی جیتے شادی کے بعد زندہ رہے۔
ان کو اولاد تو ہوئی نہیں۔ پھر ان سے زکریا کا نام کیا چلا۔ بات یہ ہے کہ
انبیا کے پاس اسم یاد رہتا۔ اور تبلیغ و دعوت الی اللہ ہے۔ لہذا زکریا نے
اولاد کی بجائے ذکر اللہ کو اختیار کیا۔ اس لیے کہ بیٹا باپ کا راز
اور اس کا خلاصہ ہوتا ہے۔ زکریا کی دعا میں ہے یرثنی ویرث من آل یعقوب
وہ لڑکا میرا وارث ہو اور اولاد یعقوب کا وارث ہو۔ انبیا کا ورثہ ترکہ
کیا ہے؟ ذکر اللہ اور اس کی تبلیغ اور اس کی طرف دعوت۔

اس کے بعد واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے یحییٰ علیہ السلام پر اپنا سلام بھیجا۔
فرمایا ہے وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا۔ یحییٰ پر
سلام ہے جس دن وہ پیدا ہوا جس دن وہ مرتا ہے اور جس دن زندہ اٹھایا
زندہ ہو کر۔ اور صفت حیات کی طرف اشارہ کیا جو ان کے نام سے
نکلتا ہے۔ اور اپنے سلام کی ان پر اطلاع دی۔ ظاہر ہے کہ یہ کلام حق تعالیٰ
کا ہے جو حق و صدق ہے قطعی و یقینی ہے۔ جناب عیسیٰ روح اللہ فرماتے ہیں
وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا سلام ہے مجھ پر
جس دن میں پیدا ہوا۔ اور جس دن میں مروں اور جس دن میں اٹھوں گا زندہ ہو کر۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جدید علم

اس قول سے جناب عیسیٰ کی خدائیت و اتحاد ظاہر ہوتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا یحییٰ کے متعلق سلام کا فرمانا۔ اس کا اتحاد و کلام اللہ ہونا۔ اور بلا تاویل ہونا ظاہر ہے کلام عیسیٰ میں خدائیت کی تاویل ضرور ہے تب کہیں کلام اللہ سمجھا جائے گا۔

عیسیٰ کا معجزہ ان کا خرق عادت گہوارے میں کلام کرنا ہے جس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کو گویا اور ناطق فرمایا۔ اس وقت ان کی عقل قوی اور ان کے قویٰ کامل ہو گئے تھے۔ حالانکہ وہ بہت چھوٹے بچے تھے۔ پس اس وقت بلحاظ آلخبر یحتمل الصدق والکذب کے۔ احتمال عقلی کذب کا تو اس وقت دور ہو گا جب جناب عیسیٰ روح اللہ بڑے ہو کر۔ بالغ ہو کر۔ اپنے افعال سے ثابت کریں گے برخلاف قول اللہ تعالیٰ کے یحییٰ علیہ السلام کے حق میں کہ اس میں احتمال کذب کی گنجائش نہیں عنایت الٰہی جو حضرت یحییٰ پر ہے وہ ناقابل التباس ہے۔ بہ نسبت سلام عیسیٰ علیہ السلام کے خود اپنے پر۔ اگرچہ قرائن احوال دلالت کرتے ہیں کہ جناب عیسیٰ اللہ تعالیٰ سے قریب ہیں۔ ان کا گہوارے میں اپنی ماں کی براءت کے لیے کلام کرنا وہ بھی بطور شاہد کے ان کے صادق ہونے پر واضح طور پر دلالت کرتا ہے۔ اور دوسرا شاہد خشک درخت خرما کا ہلنا۔ اور تازہ کھجور کا گرنا۔ بغیر نر کے پھول کے مادہ کو ڈالے ہوئے۔

جیسے بی بی مریم نے عیسیٰ علیہ السلام کو جنا بغیر خاوند کے بغیر مرد کے۔ بغیر زناشوئی کے تعلقات کے۔ فرض کرو کہ ایک نبی نے دعویٰ کیا کہ میرا معجزہ۔ میری نشانی یہ ہے کہ یہ دیوار بات کرے۔ اور دیوار نے بات کی۔ مگر کہا تم کاذب ہو۔ تم رسول نہ ہو۔ تو بھی معجزہ صحیح ہوا اور دیوار کے کہنے پر التفات نہ کیا جائے گا۔ اور ثابت ہو جائے گا کہ وہ رسول اللہ ہے۔

جب کہ یہ احتمال عقلی کلام جناب عیسیٰ میں باقی ہے۔ باوجود ان کی والدہ کے اشارے کے، ان کی طرف جب کہ وہ گہوارے میں ہیں۔ تو اس اعتبار سے سلام خدا یحییٰ علیہ السلام پر ارفع و اعلیٰ ہے۔

جناب عیسیٰ علیہ السلام نے اِنِّی عَبۡدُ اللّٰہِ کیوں کہا۔ اس وجہ سے کہ بعض

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

نادانوں نے اُن کو ابن اللہ کہا۔ اُن کا معجزہ تو اُن کے بات کرتے ہی ثابت ہو چکا۔ اور اُن کا عبداللہ ہونا بھی اس گروہ کے پاس ثابت ہو گیا۔ جو حضرت عیسٰی کی نبوت کے قایل تھے۔ اب رہ گیا۔ زاید کلام یعنی اٰتانِیَ الْکِتَابَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا۔ اُس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا۔ یہ سب بعد کے زمانے میں واقع ہوئے اور کذب کے احتمال عقلی کو باطل کردیا۔ اور گہوارے میں جو کچھ فرمایا تھا۔ اُس کی صداقت ظاہر ہو گئی۔ ہمارے اشارات کی حقیقت تک پہنچو اور اس کو پہچانو۔

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

تمام شد

فصوص الحکم

جزو بست و یکم

(۲۱) فصِ حکمتِ مالکیہ در کلمۂ زکرویہ

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

تمہید فصِّ زکریّہ

(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ میری رحمت میں ہر شے کی سمائی ہے۔ حدیث قدسی میں ہے کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ میں پوشیدہ خزانہ تھا مجھے شوق ہوا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوقات کو پیدا کیا۔ بعض عرفا اصل تخلیق محبت کو سمجھتے ہیں۔ اسی کو بعض لوگ رحمت کہتے ہیں)

(سب سے پہلے کس پر رحمت ہوئی۔ یا کس کی محبت تھی۔ سب سے پہلے اپنی ذات کی محبت تھی)

اسیر دام گیسوئے محبت آپ اپنا ہوں
جو جنبش ہو مگر وابستۂ زنجیر نسبت ہے (حضرت صدیقی)

(شیخ کے پاس رحمت ذاتی کا تعلق اپنی ذات سے ہوا پھر اسمائے الٰہیہ سے ہوا۔ چونکہ اسما بغیر مظاہر کے بے اثر رہتے ہیں لہٰذا حق تعالیٰ نے اعیان ثابتہ کو فیض اقدس سے علم میں نمایاں فرمایا۔ اسمائے الٰہیہ جب اعیان ثابتہ پر اثر کرتے ہیں تو فیض مقدس سے شے موجود خارجی ہو جاتی ہے) رحم کا یہ سارا سلسلہ

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

کسی عمل کا ثواب یا جزا نہ تھی۔ جہاں بلا معاوضۂ عمل و رحم کو رحمت امتنانی کہتے ہیں۔ موجود فی الخارج ہونے کے بعد بندہ عمل کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اُس کے عمل کی جزا عطا کرتا ہے جزائے عمل رحمت وجوبی کہلاتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ میں اپنی رحمت کو لکھ دیتا ہوں متقیوں کے لیے۔ جزا بتیم

رحمت عام کو رحمانیت کہتے ہیں۔ اور ایک ایک شے سے اُس کے خاص خاص تعلقات کو رحیمیت کہتے ہیں۔

نظام نامۂ عالم اور بہ وگرام تخلیق کے لحاظ سے کوئی شے بری نہیں۔ سب خیر ہی خیر ہے۔ اجزائے عالم میں بعض کو بعض سے نسبت دیں تو خیر و شر اضافی پیدا ہوتا ہے۔

رحمانیت جس میں رحم عام ہے۔ اور نفس رحمانی سے تمام عالم کو وجود عطا ہو رہا ہے۔ خیر ہی خیر ہے۔ اصل یہ ہے کہ وجود خیر ہے اور عدم شر ہے۔

صفات دو قسم کے ہوتے ہیں۔ انضمامی۔ انتزاعی۔ انضمامی میں صفت یک گونہ ذاتی وجود رکھتی ہے۔ مگر موصوف سے مربوط اور اُس سے قائم، مثلاً میرا رومال پھولوں میں بسا ہوا ہے یعنی خوشبو صفت انضمامی ہے جس کا ذاتی وجود رومال سے مرتبط ہے۔ انتزاعی میں صفت کا ذاتی وجود۔ یک گونہ بھی مستقل وجود نہیں رہتا۔ بلکہ موصوف کو دوسروں سے نسبت و اضافت دی جاتی ہے۔ تو صفت انتزاعی سمجھی جاتی ہے۔ دیکھو عالم میں آسمان و زمین ہیں۔ ان میں باہم نسبت دی جاتی ہے۔ تو آسمان سے فوقیت اور زمین سے تحتیت انتزاع کی جاتی۔ سمجھی جاتی ہے۔ بہرحال صفت انتزاعی کا منشا ضرور ہوتا ہے، جو ہمیں کے نفس الامری۔ واقعی۔ صدق کی حفاظت کرتا ہے۔ لہٰذا کذب اور جھوٹ بلا منشا ہوتا ہے۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جو طبع بکم

خدا کے تعالیٰ چونکہ عین وجود ہے۔ اُس کے سوا کسی کو وجود بالذات نہیں مستقل وجود صرف حق جل وعلا کا ہے۔ لہٰذا اُس کے صفات انضمامی نہیں ہیں انتزاعی ہیں جو مختلف اعتبارات سے پیدا ہوئے ہیں۔ مگر اُن کا منشا بھی ضرور ہے اور اُن کے خاص حقائق ہیں۔

صفات الٰہی عین ذات ہیں؟ یا غیر ذات۔ اگر صفات الٰہیہ انضمامی ہوتے تو غیر ذات ہوتے۔ وہ تو انتزاعی ہیں۔ لہٰذا لا عین ولا غیر ہیں یعنی مفہوم و معنی کے لحاظ سے عین ذات نہیں اور منشا کے لحاظ سے غیر ذات نہیں بلکہ عین ذات ہیں۔

اگر ایک اسم الٰہی کو یو لو۔ ذکر میں مقدم رکھو۔ تو اُس کے ساتھ ذات لگی ہوئی ہے۔ ذات کے ساتھ تمام اسمائے الٰہیہ لگے ہوئے ہیں۔

دیکھو ہم کہتے ہیں اللہ حی علیم قدیر ہے۔ اسی طرح ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ حی ہی علیم ہے علیم ہی قدیر ہے۔ معطی ہی مانع ہے منتقم ہی غفار ہے۔ مگر دعا کرنے کا قاعدہ یہ ہے کہ سوال اور مقصد کے مناسب نام سے پکاریں۔ بھوکے ہو تو یَا رَزَّاقُ اُرْزُقْنِیْ نہ کہ یا مانع ارزقنی۔ یا منتقم ارزقنی۔ علم کے طالب ہو تو اس طرح دعا کرو۔ یا علیم و یا خبیر عَلِّمْنِیْ مِنْ لَدُنْکَ عِلْمًا۔ ضعیف ہو تو یا قوی پڑھو۔ کشف نہیں ہوتا تو یا علیم یا خبیر یا سمیع یا بصیر پڑھو۔ حل مشکل کے لیے یا فتاح کا ذکر کرو۔ یا۔ اسم کلی کے ذریعے سے سوال کرو مثلاً یا اللہ یا رحمٰن۔ یا وہاب یا حی یا قیوم۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ مگر نام کو کوئی مستقل ذات نہ سمجھو۔ ایک ہی ذات کے عنوانات جانو۔ دیو۔ دیوی پرست۔ اسی چکر میں سرگرداں رہ گئے اور لگے کہنے اَجَعَلَ الْاٰلِھَۃَ اِلٰھًا وَّاحِدًا اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ محمد نے تمام دیوتاؤں کو ایک ہی خدا بنا دیا۔ یہ تو بڑی تعجب خیز بات ہے!

افسوس۔! اللہ کے اسما جو دلیل ذات تھے وہی اُن کے لیے

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

حجاب ذات ہو گئے۔ اغراض و مقاصد رکھنے والوں کو ذات سے کیا غرض۔ مردان خدا ما سوا اللہ کو آگ لگا دیتے ہیں حتی کہ خود کو فنا کر دیتے ہیں تو ذات حق ملتی ہے۔ ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ اپنی طرف تو خیر۔ اسمائے الٰہیہ کی طرف التفات کرنا بھی شرک سمجھا جاتا ہے۔ جزوبت ترکیم

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

فصِّ حکمتِ مالکیہ
در کلمۂ زکریاویہ

(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ میری رحمت میں سب کی وسعت ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رحمت الٰہی ہر شئے کو وجود دیتی اور اُس پر اُس کے احکام جاری کرتی ہے) اور رحمت الٰہی غضب الٰہی پر بھی رحمت کرتی ہے۔ اور وجود دیتی ہے اور اُس کا مظہر پیدا کرتی ہے پس رحمت غضب پر سابق ہے۔ یعنی (رحمت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف پہلے ہے) اور غضب کی نسبت بعد ہر عین ثابتہ معلوم الٰہی۔ اللہ تعالیٰ سے طالب وجود ہے۔ لہذا رحمت الٰہی ہر عین ثابتہ کو عام ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ اپنی رحمت ہی سے عین ثابتہ کی طلب وجود خارجی کو قبول فرماتا ہے۔ اُس کو ایجاد کرتا اور وجود بخشتا ہے لہذا ہم نے کہا کہ رحمت الٰہی ہر شئے کو وجود اور اُس کے احکام دیتی ہے۔ اسمائے الٰہیہ بھی اشیا میں داخل ہیں۔ ان اسمائے الٰہیہ کا مرجع اور ان کا منشائے ذات واحدہ حقہ ہے۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

(سب سے پہلے رحمت ذاتیۂ الٰہیہ کس کو سماتی ہے۔ سب سے پہلے عین ثابتہ کلی یعنی حقیقت محمدی کو رحمت الٰہی سماتی ہے۔ جو اُس کے ظہور کا باعث ہے تاکہ رحمت رحمانی ونفس رحمانی سے نمایاں وظاہر کرے۔ غرضکہ سب سے پہلے رحمت رحمانی خود اپنے آپ سے متعلق ہوتی ہے۔ پھر عین ثابتہ کلی سے، جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا۔ پھر رحمت ہر موجود خارجی کے عین ثابتہ سے متعلق ہوتی ہے۔ جو دنیا و آخرت میں عرض وجوہر مرکب وبسیط کی صورت میں نمایاں ہوتا ہے۔)

رحمت عامّہ میں نہ حصول غرض کو دخل ہے۔ اور نہ ملائمت طبع کو۔ بلکہ رحمت کلیۂ الٰہیہ میں ملائم غیر ملائم موافق ناموافق سب کی سمائی ہے یہی وجہ ہے کہ کسی کی ایجاد وعطائے وجود میں کوتاہی نہیں کرتی۔

ہم نے فتوحات مکیہ میں بیان کیا ہے کہ آثار اعیان ثابتہ واسمائے الٰہیہ کے ہوتے ہیں جو انتزاعی ہیں۔ موجود فی الخارج نہیں۔ بلکہ موجود وعلی ومعدوم خارجی ہی کے آثار موجودات خارجی میں نمایاں ہوتے ہیں اور یہ عجیب علم اور نادر مسئلہ ہے۔ اس مسئلے کی حقیقت کو وہی پہنچتا ہے جس کی قوت تخییل اور وہم قوی ہو۔ جس شخص میں وہم وتخیل کام نہیں کرسکتا۔ وہ اس قسم کے مسائل سے بعید ہے۔

فَرَحْمَةُ اللّٰهِ فِي الْاَكْوَانِ سَارِيَةٌ

اللہ تعالیٰ کی رحمت تمام مخلوقات میں جاری وساری ہے۔

وَفِي الذَّوَاتِ وَفِي الْاَعْيَانِ جَارِيَةٌ

ذوات یعنی اعیان ثابتہ نیز اعیان خارجیہ میں بھی جاری ہے۔

مَكَانَةُ الرَّحْمَةِ الْمُثْلٰى اِذَا عُلِمَتْ
مِنَ الشُّهُوْدِ مَعَ الْاَفْكَارِ عَالِيَةٌ

برفضیلت رحمت کی مرتبت اگر شہود وتفکر کے ساتھ معلوم ہو تو بہت بڑی ہے۔

جس کو رحمت الٰہی یاد کرے وہ خوش بخت وسعید ہے نفعا یہی ہو کہ

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جنڈ سے کیم

کیا کوئی ایسی شے بھی ہے، جس کو رحمت الٰہی نے یاد نہ کیا ہو؟ نہیں کوئی نہیں۔ رحمت الٰہی کا اشیا کو یاد کرنا ہی تو ان کا ایجاد کرنا ہے۔ پس ہر موجود مرحوم ہے۔

میرے دوست! میرے کہنے سے تمہیں یہ امر حجاب نہ ہو کہ دنیا میں لوگ بلاؤں میں مبتلا ہیں۔ اور تمہارا عقیدہ ہے کہ آلام آخرت جس پر عذاب ہوتا ہے کبھی کم نہیں ہوتے پھر سب پر رحمت الٰہی کیسی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اوّلاً تو رحمت عام ایجاد میں ہے۔ آلام پر رحمت نے آرام کو پیدا کیا۔ ثانیاً رحمت کا اثر دو وجہ پر ہے۔ ایک رحمت کا اثر بالذات اور وہ عین ثابتہ موجود فی العلم کو ایجاد کرنا؟ وجود خارجی بخشنا ہے۔ اس اعتبار میں، نہ غرض کو دخل ہے نہ عدم غرض کو۔ نہ ملائم سے غرض ہے نہ غیر ملائم سے۔ رحمت ہر موجود کو عین ثابتہ پر اس کے وجود سے قبل، حال ثبوت میں نظر رکھتی ہے۔ حق تعالیٰ نے ان خیالی معبودوں کو جن کو لوگوں نے اپنے عقاید میں تراش رکھا ہے۔ اعیان ثابتہ میں سے ایک عین ثابتہ جانتا ہے۔ یہ عقاید بالجملہ کیا ہیں؟ حق مخلوق ہیں معبود مجعول ہیں۔ کس کے مخلوق ہیں۔ معتقد کے مخلوق ہیں۔ پس بندہ جیسا اعتقاد رکھتا ہے ویسی ہی اس پر تجلی ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ کی رحمت ذاتی اس پر رحمت کرتی اور اس کو ایجاد کرتی ہے۔ اسی لیے ہم نے کہا۔ حق مخلوق۔ معبود مجعول۔ خدائے تراشیدہ آلۂ باطل اعتقادی۔ یہی پہلی شے ہے: جس سے رحمت متعلق ہوئی اور مرحوم ہوئی۔ اور دوسرے مرحوم کے ایجاد کرنے پیدا کرنے سے پہلے مرحوم ہوئی۔ مگر رحمت دوسروں سے متعلق ہونے سے پہلے خود اپنے آپ سے متعلق ہوئی

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

حکم

یعنی جب تک رحمت خود ظاہر نہ ہوئی دوسروں کو ظاہر نہ کی۔

رحمت کا تعلق قبل ایجاد حقائق و اعیان ثابتہ سے ہوتا ہے۔ اسی طرح بعد خلق۔ بعد ایجاد۔ رحمت کا تعلق سوال سے بھی ہوتا ہے اور رحمت رحیمیہ سوالات اور اقتضاآت کو پورا کرتی ہے۔ مگر فطرت۔ حقیقت۔ طبیعت کا اقتضا و سوال، زبانی دعاؤں سے زیادہ مستحق ہے کہ اس کی تکمیل کی جائے غرضکہ محجوب بے کشف حق تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ ان کے عقاید کے مطابق اُن پر رحم کرے۔ آثار نمایاں کرے اور اہل کشف خود رحمت الٰہی کے طالب ہوتے ہیں۔ وہ اللہ کا نام لے کر دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ تو ہم پر رحم فرما۔ اللہ تعالیٰ اُن پر رحم فرماتا ہے مگر کس طرح۔ خود رحمت کی تجلّی اُن پر ہوتی ہے پھر وہ خود اپنے پر بھی رحمت کرتے ہیں اور دوسروں پر بھی رحمت کرتے ہیں۔

تمام دُنیا پر کس کا حکم چل رہا ہے۔ صرف رحمت کا۔ حکم کس کا ہوتا ہے صفت کا جو اپنے موصوف میں قایم رہتی ہے شجاعت شجاع سے شمشیر زنی کرواتی۔ محبت محب سے آثار محبت ظاہر کرواتی ہے۔ بہرحال رحمت ہی حقیقت میں رحم کرنے والی ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو رحم دینے سے رحمت کرتا ہے۔ جب ان میں رحمت پیدا ہو جاتی ہے تو اس کا حکم ذوق و وجدان سے پاتے ہیں۔ پس رحمت جس کو یاد کرتی ہے وہ مرحوم ہو جاتا ہے اور رحمت کرنے والا رحیم و راحم ہے۔

احکام، مخلوق نہیں ہوتے۔ مخلوق تو موجودات خارجی ہوتے ہیں حکم تو ایک امر معنوی ہے کہ معانی کلّیہ باطنہ اُس کے بالذات موجب ہیں۔

پس احوال و معانی باطنہ موجود ہیں نہ معدوم یعنی موجود خارجی

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

حمد بست ودیکم

نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ نسبتیں ہیں۔ وہ معدوم محض بھی نہیں ہیں۔ کیونکہ ان کے آثار و احکام ہیں۔ اور معدوم محض پر کوئی حکم و اثر مترتب نہیں ہوتا۔

کیونکہ جس سے علم قایم ہوتا ہے وہ عالم کہلاتا ہے۔ لہذا علم ایک حال ہے۔ پس عالم ایک ذات ہے جو علم سے موصوف ہے پس عالم نہ عین ذات ہی ہے اور نہ عین علم ہی ہے۔ بلکہ ان دونوں کے درمیان ایک نسبت ہے۔ وہاں تو علم ہے اور وہ ذات ہے جس سے علم قایم ہے۔ عالم ہونا ایک حال ہے! اُس ذات کا جس سے علم قائم ہے۔ اس سے علم کی نسبت موصوف سے پیدا ہوئی ہے۔ اس کو عالم کہتے ہیں۔

اور رحمت حقیقت میں راحم کی مرحوم سے نسبت ہے اور رحمت ہی سے احکام مرتب ہوتے ہیں۔ پس رحمت ہی رحمت کرنے والی ہے جو مرحوم میں اثر رحمت پیدا کرتی ہے۔ خدائے تعالیٰ اس لیے اس میں رحمت پیدا نہیں کرتا کہ اُس کا کام نکلے یا اُس کا حال درست ہو بلکہ اُس میں اس لیے رحمت پیدا کرتا ہے کہ دوسروں پر رحم کرے اور خوارق پیدا کرے۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ محل حوادث نہیں۔ پس ایسا نہیں کہ اُس میں رحمت حادث اور بعد پیدا ہوئی ہو۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ بغیر رحمت کے راحم نہیں ہوتا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رحمت عین حق ہے جس کو اس مسئلے کا ذوق نہیں اور اس میدان میں قدم نہیں تو وہ یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا ہے کہ حق تعالیٰ عین رحمت ہے یا کسی اور صفت کا عین ہے۔ لہذا وہ کہتا ہے کہ صفات الٰہیہ لا عین ولا غیر یعنی صفات الٰہیہ انتزاعی ہیں۔ منشا ان کا عین ذات ہے۔ یعنی ذات سے منتزع ہیں اور مفہوم معنی کے لحاظ سے غیر ہیں جیسے علیم و قدیر۔ سمیع و بصیر۔ مفہوم کے لحاظ سے آپس میں غیر ہیں اور منشاء ماخذ و اصل سب کی ذات حق ہے۔ اس مذہب کے شخص کو اتنی قدرت نہیں کہ صفات کو عین ذات کہے۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

لہٰذا اس نے لاسمی والا ظہر کیا۔ یہ عبارت بھی اچھی ہے۔ مگر عین ذات کہنا زیادہ حق اور مشکلات کو زیادہ دور کرنے والی ہے۔ غرضیکہ صفات الٰہیہ انضمامی نہیں ہیں کہ ذات حق میں قائم و موجود ہوں بلکہ وہ نسبتیں اور اضافتیں ہیں۔ موصوف اور اعیان معقولہ میں جو موجود فی الخارج نہیں۔ رحمت اگرچہ تمام صفات کو جامع ہے مگر ہر اسم کے ساتھ اس کی نسبت جدا ہے۔

اسی لیے دعا کی جاتی ہے اَسْأَلُكَ بِكُلِّ اِسْمٍ سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ اَوْ اَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں بواسطہ ہر اسم کے تو نے خود کو اس سے موسوم کیا۔ یا اس کو اپنی کتاب میں اتارا۔ الغرض رحمت الٰہی اور خود اللہ تعالیٰ نے ہر شے کو سما لیا ہے۔ نہ کوئی اس کی ذات سے خارج ہے۔ نہ اس کے علم و رحمت سے خارج ہے۔

رحمت الٰہی کے متعدد شعبے ہیں۔ جتنے اسمائے الٰہیہ ہیں اتنے ہی رحمت کے شعبے ہیں۔ ذات کے ایک ہونے سے یہ مناسب نہیں ہے کہ نسبت تو اسم خاص کی طرف کرے اور رحمت کو عام سمجھے کہ وہ ہر چیز کو عطا و پیدا کر دے گی۔ مثلاً ایک شخص دعا کرے رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ۔ پروردگار! تو مغفرت کر اور رحم فرما۔ اور سمجھ لے کہ ارحم کہنے سے ہر طرح کا مقصد حاصل ہو جائے گا۔ علیٰ ہذا القیاس دوسرے اسما۔ یہاں تک کہ یہ کہہ دے یَا مُنْتَقِمُ ارْحَمْنِي۔ اے انتقام لینے والے رحم کر۔ اس خیال سے کہ ذات تو ایک ہی ہے۔

یہ عدم عمومیت رحمت اس لیے ہے کہ (یہ اسمائے ذات مسماۃ پر تو دلالت کرتے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ اپنے حقائق سے ایسی معانی پر بھی دلالت کرتے ہیں جو مختلف ہیں۔ پس دعا کرنے والا ان اسما کے توسل سے طالب رحمت ہوتا ہے۔ اس حیثیت سے کہ وہ اسما اس ذات پر دلالت کرتے ہیں، جو ان اسما کی مسماۃ ہے۔ اس ذات کے سوا کوئی اور مقصود نہیں ہوتا دعا کرنے والا۔ اس اسم کے

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

صاحب حکیم

معنی و مدلول سے و ہ نہیں کرتا جو دوسرے اسم کے معنی و مدلول سے جدا و متمیز ہے۔ جو کوئی اسم فدیۂ تخالیب ہوتا ہے اور دلیل ذات ہوتا ہے۔ تو اس وقت وہ متمیز نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ مقصود نہیں ہوتا بلکہ ذات مقصود ہوتی ہے مگر ہر اصطلاحی لفظ کی بھی ایک حقیقت ہوتی ہے جو دوسرے سے جدا ہوتی ہے۔ ہر چند کہ اسما ایک ہی ذات پر دلالت کرنے کے لیے وضع کیے گئے ہیں پس معلوم ہو گیا کہ اس میں کوئی خلاف نہیں۔ کہ ہر اسم کا ایک حکم خاص ہے۔

چونکہ تمام اسما کی دلالت ایک ہی ذات قدسی پر ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے ابوالقاسم بن قسی نے اسمائے الٰہیہ کے متعلق فرمایا کہ ہر ایک اسم الٰہی تمام اسمائے الٰہیہ پر دال ہے۔ جب تم ایک اسم کو ذکر میں مقدم رکھو۔ تو اس پر تمام اسمائے الٰہیہ محمول ہوں گے مثلاً ہم یوں کہیں گے۔ رحمٰن سمیع و بصیر ہے۔ علیم و قدیر ہے۔ مانع و معطی ہے خافض و رافع ہے۔ اس کی وجہ بھی ہے کہ یہ سب اسما ذات واحدہ پر دال ہیں۔ اگرچہ بکثرت اسما اس ذات پر وارد اور محمول ہو سکتے ہیں۔ لیکن ان اسما کے حقائق مختلف ہیں۔

یہ معلوم رہے کہ رحمت الٰہی بندوں کو دو طرح سے پہنچتی ہے ایک طریق وجوبی ہے۔ اور اس رحمت کو رحمت وجوبی کہتے ہیں فرماتا ہے فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ۔ میں نے اپنی رحمت لکھ دی ہے۔ فرض کر دی ہے۔ ان لوگوں کے لیے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ رحمت وجوبی وہ ہے جو صفات علمی و عملی سے مقید ہے۔ اور اس کی جزا و ثواب ہے۔ اور دوسرا طریقہ جس سے رحمت پہنچتی ہے۔ وہ طریقۂ امتنان الٰہی ہے۔ جو کسی عمل کا بدلہ نہیں ہے۔ نہ کسی اور کام کرنے پر موقوف ہے جیسے قولہ تعالیٰ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ۔ میری رحمت سب کو سما لیتی ہے۔ اسی قسم سے ہے جو فرمایا گیا ہے لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ کہ چھپا دے۔ روک دے اللہ تمہارے اگلے پچھلے ممکن گناہوں کو۔ اسی قسم سے ہے اِعْمَلْ مَا شِئْتَ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ۔ تم جو چاہو کرو۔ میں نے تمہارے گناہ بخش دیے۔ او عارف۔! اس کو خوب سمجھ رکھ۔ جودت حکیم

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

ترجمہ

فصوص الحکم

جزو بست و دوم

(۲۲) فصِّ الیاسیہ

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جدلیت ہمہ

فص حکمت الیاسیہ

شیخ کا خیال ہے کہ الیاس علیہ السلام ہی ادریس علیہ السلام ہیں جو نوح سے پہلے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مکان بلند پر اٹھالیا۔ وہ وسط افلاک یعنی فلک شمس میں ساکن ہیں۔ شیخ کے خیال میں فلک سے نزول فرما کر قریۂ بعلبک کی طرف مبعوث کیے گئے۔ بعل ایک بت کا نام ہے اور بک اُس قریے کا سلطان تھا۔ بعل بت سلطان کے ساتھ خاص تھا۔

الیاس جو پیرا ادریس کہلائے عالم مثال میں کیا دیکھتے ہیں۔ کہ کوہ لبنان پھٹ گیا ہے (جو لبانۃ بمعنی حاجت سے مشتق ہے) اور اُس میں سے ایک آتشیں گھوڑا نکلا۔ اُس کا ساز و سامان سب آتشیں تھا۔ الیاس نے اُس کو دیکھا تو اُس پر سوار ہو گئے۔ اور اُن کی شہوت نفسانی ساقط ہو گئی اور وہ عقل بلا شہوت رہ گئے اور اُن کو اغراض نفسانی کی چیزوں سے کوئی تعلق نہ رہا۔ اس حال میں حق تعالیٰ اُن کے پاس منزہ تھا۔ گویا اُن کی معرفت باللہ نصف رہ گئی۔ اور ایک جانب کی ہو گئی۔ اور تطبیہ سے اُن کی نظر منقطع ہو گئی۔ اور فرشتہ صفت آدمی ہو گئے۔ کیونکہ عقل جب وہم و خیال سے مجرد ہو جاتی ہے اور علم نظری ہی نظری رہ جاتا ہے تو اُس کی معرفت الٰہی بھی

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

شان تنزیہ کی ہوتی ہے نہ کہ شان تشبیہ کی۔ اور جب صاحب عقل پر اللہ تعالیٰ کے تجلیات ہوتے ہیں، اُس کی معرفت کامل ہوتی ہے، تو وہ ایک جگہ تنزیہ کا قائل ہوتا ہے۔ اور ایک جگہ تشبیہ کا۔ اور وہ وجود الٰہی کو تمام صور طبیعیہ وعنصریہ میں سرایت کرتا ہوا پاتا ہے۔ اُس کے پاس کوئی صورت نہیں رہتی مگر یہ کہ اُس کی ذات کو ذات حق سے جدا نہیں سمجھتا۔ جذابیت وہم

یہ معرفت تامہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پاس سے منزل شرائع ان کو لے کر آئے ہیں اور تمام اوہام واحساسات وتصورات اسی کا حکم کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ نشأت انسانی میں عقول سے زیادہ اوہام کا غلبہ ہے کیونکہ عاقل مراتب عقلی میں کتنی ہی ترقی کرے۔ مگر تعقل میں حکم وہم وتصور سے خالی نہیں رہتا۔

پس وہم سلطان اعظم ہے۔ اس صورت کاملۂ انسانیہ میں اور آمیزش وہم وتصور کے ساتھ شرائع الٰہیہ اُترے ہیں۔ شرائع میں تشبیہ بھی ہے اور تنزیہ بھی۔ تشبیہ ہے تو وہم سے تنزیہ کے ساتھ۔ تنزیہ ہے تو عقلی تشبیہ کے ساتھ۔ پس تشبیہ وتنزیہ دونوں آپس میں ملے جلے ہیں۔ تنزیہ تشبیہ سے خالی نہیں۔ اور تشبیہ تنزیہ سے خالی نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ اس آیت میں دو احتمال ہیں۔

(۱) کاف زائد۔ اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے۔ اس کے جیسا کوئی نہیں یہ تنزیہ ہے۔

(۲) کاف غیر زائد۔ اس تقدیر پر یہ معنی ہیں۔ اُس کے مثل کے جیسا کوئی نہیں۔ یعنی اُس کی تجلی مثالی کے برابر کوئی نہیں۔ یہ تشبیہ ہے وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ وہ ہے سننے والا اور دیکھنے والا۔ یہ تشبیہ ہے۔ یہ بڑی زبردست آیت ہے جو تنزیہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ اس کے باوجود کاف کی وجہ سے تشبیہ سے خالی نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے آپ کو سب سے زیادہ جانتا اور واقف ہے اُس نے اپنی ذات کی تعبیر اور بیان تو ایسا ہی فرمایا ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

پھر فرماتا ہے پاک ہے تیرا رب یا محمد! صاحب عزت و قوت ان اوصاف سے کہ عقل والے بیان کرتے ہیں۔ اللہ کی صفت اہل عقل وہی بیان کریں گے جس کو ان کی عقلوں نے دیا۔ جو ان کی سمجھ میں آیا۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے ان اہل عقل کی تنزیہ سے بھی تنزیہ کی۔ اور خود کو اس سے پاک ظاہر کیا۔ اہل عقل کی تنزیہ کیا ہے۔ ایک قسم کی تحدید ہے کیونکہ ان کے عقول عاجز و قاصر ہیں۔ کامل تنزیہ کرنے سے۔

تمام شرائع ایسے احکام لے کر آئے ہیں جو تصورات و اوہام میں آسکیں اور ان کی صحت کا یقین کر سکیں پس حق جن جن صفات میں ظاہر ہوتا ہے بغیر ظہور باقی نہ رہے۔ اعمال و شرائع یہی کہتے ہیں۔ اور انہی کو لے کر آئے ہیں۔ انھیں اس کو سمجھتی ہیں۔ حق تعالیٰ ان پر تجلی فرماتا ہے اور وہ پیغمبروں سے وراثۃً ملحق ہو جاتے ہیں۔ اور ان کی اتباع کرتے ہیں۔ پیغمبروں نے جو کچھ کہا وہ بھی وہی کہتے ہیں۔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ اللہ خوب جانتا ہے جہاں رسالت کو رکھتا ہے اور جس کو رسول بناتا ہے پس اللہ اعلم کی دو توجیہیں ہو سکتی ہیں۔ پوری آیت یہ ہے۔ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔۘ-اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ شیخ کہتے ہیں کہ یہاں دو توجیہیں ہیں (۱) مَا اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَعْلَمُ۔ رسل اللہ مبتدا۔ اللہ اعلم خبر۔ معنی یہ ہوں گے۔ رسولان خدا مظاہر خدا ہیں۔ جو محل رسالت کو خوب جانتا ہے۔

(۲) رُسُلُ اللّٰهِ کا جملہ الگ اور اَللّٰهُ اَعْلَمُ الگ جملہ۔ اس جملے میں اللہ مبتدا۔ اعلم الخ خبر۔ یہی معنی درست ہیں۔ اللہ رسولوں کی قابلیت کا و استعداد تبلیغ کو جو لوازم رسالت سے ہیں۔ خوب جانتا ہے شیخ کہتے ہیں کہ یہ دونوں توجیہیں اس آیت میں حقیقت ہیں۔ اسی لیے ہم تشبیہ فی التنزیہ و تنزیہ فی التشبیہ کے قائل ہیں۔

جب یہ ثابت ہو چکا تو اب ہم منتقد یعنی پیرو عقل اور معتقد یعنی تاویل کرنے والوں کی بحثوں پر پردہ ڈال دیتے ہیں۔ یعنی ان کے لیے مزید

khatmenabuwat Android Application

توضیح و تشریح نہیں کرتے۔ حالانکہ یہ بے صورت متعدد متعددی حق تعالیٰ کی جلوہ بعدم
تجلی گاہوں میں سے ہیں۔ مگر ہم کو تاویل سے بعید ہے وہ بھی تجلی کا حکم دیا گیا ہے
تاکہ ان کی استعداد صور اور ساتھ ہی حقائق و اعیان کا انکشاف اور کمی و زیادت
ظاہر ہو جائے۔ کیونکہ کسی خاص صورت میں تجلی کرنے والا اس صورت کی
استعداد کے مطابق ظاہر ہوتا ہے۔ پھر تجلی و جلوہ گر کی طرف وہ سب احکام
منسوب ہوں گے جو اس صورت کی حقیقت اور اس کے لوازم کے مقتضی ہیں
یہ منزلہ ہونے والی بات ہے جیسے ایک شخص اللہ تعالیٰ کو خواب میں
دیکھتا ہے کوئی اس کا انکار نہیں کرتا اور اس میں بھی شک نہیں ہے کہ حق تعالیٰ
اس صورت مرئی کا عین ہے اور اس کی اصل و مقصود ہے۔ پس اس صورت
کے جس میں تجلی ہوئی ہے اور اس کے حقائق کے لوازم کے موافق بھی رویت
و دیدار ہوگا۔

پھر صرف تنزیہ کا قائل وقت تعبیر خواب اور تجاوز کرے گا۔ ایک ایسے حصر
امر کی طرف جو عقلاً مقتضی تنزیہ ہے۔ اور تنزیہ و تشبیہ دونوں کا قائل
و صاحب کشف مثالی ظہور اس صورت سے لامحالہ تنزیہ کی طرف نہ
جائے گا بلکہ اس صورت کو تنزیہ کا بھی حق دے گا اور تشبیہ اور اس کے
لوازم کا بھی حق دے گا جس میں اس کا ظہور ہوا ہے۔ پس اللہ حقیقۃً
اشارات کے سمجھنے والے کے لیے ایک عبارت ہے۔

اس حکمت کی روح اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امر و شان الٰہی کی
دو قسمیں ہیں مؤثر اور متاثر۔ یہ دونوں ایک ہی حقیقت کی دو عبارتیں ہیں۔
وہ اعتبار ہیں پس مؤثر ہر وجہ سے ہر حال اور ہر حضرت و مقام میں فاعل ہے اور
متاثر ہر وجہ سے ہر حال اور ہر حضرت و مقام میں منفعل ہے۔

اگر کوئی شے تمہارے سامنے آئے تو اس کو اس کے مناسب اصل
کے ساتھ ملا دو۔ کیونکہ آنے والا فرع ہوتا ہے کسی نہ کسی اصل کی اور محبت الٰہی
بندے کے نوافل سے ظاہر ہوتی ہے۔ یہ محبت مؤثر و متاثر میں ایک
اثر ہے اور اس سے حق تعالیٰ بندے کی سماعت و بصارت وغیرہ ہو جاتا ہے۔

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

یہ امر ثابت و معتبر ہے۔ اور تم اس سے انکار نہیں کر سکتے کیونکہ وہ شرع سے ثابت ہے بشرطیکہ تم صاحب ایمان ہو۔

اب رہ گیا صاحب عقل سلیم وہ یا تو صاحب تجلی ہے جو تجلی کو مجلی میں پس ہم نے جو کچھ کہا وہ اس کو سمجھتا ہے یا مومن مسلم ہے تو اس پر ایمان رکھتا ہے جس طرح کہ حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے۔

جس صورت میں حق تعالیٰ کی جلوہ گری ہو ضرور ہے کہ بحث و تفتیش کرنے والے پر وہم و تخیل صحیح غلبہ کرے۔ کیونکہ وہ اس صورت طبعی کے مرآۃ ہونے کا یقین اور اس پر ایمان رکھتا ہے۔ مگر وہ صاحب عقل جو یقین نہیں رکھتا وہ خیال و وہم صحیح پر وہم فاسد کو غالب کر دیتا ہے۔ وہ اپنی نظر عقلی و فکری سے خیال کرتا ہے کہ خواب میں جو تجلی ہوئی ہے وہ حق تعالیٰ پر ناجائز و محال ہے۔ اور اس کو شعور بھی نہیں ہوتا اور وہم فاسد بھی اس سے جدا نہیں ہوتا کیونکہ وہ اپنی حقیقت سے غافل ہے۔

منجملہ اس حکم کے حق تعالیٰ میں صورت ہے۔ اور امر الٰہی منقسم ہے مرتبہ متاثر میں۔ آیات ذیل کے معانی یہی ہیں۔ قولہ تعالیٰ اُدْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ تم دعا کرو میں قبول کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ۔ محمدا تم سے میرے بندے میرے متعلق سوال کریں۔ تو میں تو قریب ہوں۔ جب دعا کرنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں جواب دیتا ہوں۔ ظاہر ہے کہ مجیب تو جب ہی ہوتا ہے کہ داعی ہو۔ اگرچہ داعی کی ذات مجیب کی ذات ایک ہی ہے داعی و مجیب کی صورتوں کے اختلاف میں کسی کو خلاف نہیں۔ بیشک داعی و مجیب دو مختلف صورتیں ہیں۔ یہ تمام صورتیں ذات حق کے لیے ایسی ہیں جیسے مثلاً زید کے لیے اعضا۔ تم کو معلوم ہے کہ زید حقیقت واحد شخصی ہے اور یہ کہ ہاتھ کی صورت نہ اس کے پاؤں کی صورت ہے۔ نہ سر کی نہ آنکھ کی۔ نہ بھوں کی۔ پس زید کثیر بھی ہے اور واحد بھی۔ وہ صورتوں کے لحاظ سے کثیر ہے اور ذات کے لحاظ سے واحد ہے۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

ایسا ہی انسان اپنی حقیقت وعین ماہیت کے لحاظ سے بیشک واحد ہے اور یہ بھی بیشک ہے کہ اُس کے افراد میں سے عمرو زید جعفر خالد وغیرہ اس میں بھی کیا شک کہ حقیقت وعین واحدہ کے اشخاص وافراد کا وجود غیر متناہی غیر محدود ہے پس وہ صور و اشخاص کے لحاظ سے کثیر ہے۔ (جدیث دوم)

اگر تم یاد دار ہو تو تم کو علم قطعی ہے کہ خود حق تعالیٰ بروز قیامت ایک صورت میں تجلی فرمائے گا۔ اور لوگ اس کو پہچان لیں گے۔ پھر ایک دوسری صورت میں بدل جائے گا اور لوگ نہ پہچانیں گے پھر ایک اور دوسری صورت میں بدل جائے گا اور لوگ پہچان لیں گے حالانکہ تمام صور میں حق تعالیٰ ہی متجلی ہے۔ اس کے سوا کوئی اور نہیں ہے اور معلوم ہے کہ یہ صورت وہ دوسری صورت نہیں ہے پس گویا کہ حق تعالیٰ کی ذات واحدہ بجائے مرآت یعنی آئینہ کے ہے جب دیکھنے والا آئینۂ حق میں اپنی اعتقادی صورت متعلق بحق کو دیکھتا ہے تو پہچانتا بھی ہے اور اس کا اقرار بھی کرتا ہے۔ اور اگر اتفاق سے آئینۂ حق ہی میں کسی اور کی اعتقادی صورت دیکھے تو اس سے انکار کرتا ہے جیسا کہ آئینے میں اپنی صورت کے ساتھ کسی اور کی صورت دیکھے پس آئینہ ایک ہے۔ اور دیکھنے والے کی نظر میں صورتیں بہت سی ہیں حالانکہ سچ پوچھو تو خود آئینے میں اُن تمام صورتوں میں سے ایک بھی صورت نہیں۔ حالانکہ مرآۃ و آئینے کو بھی فی الجملہ ایک وجہ سے اثر ہے۔ اور ایک وجہ سے اثر نہیں بھی ہے۔ آئینے کا اثر جو وہ کرتا ہے یہ ہے کہ وہ شکل کو متغیر کر کے منعکس کرتا ہے۔ بڑا آئینہ بڑی صورت کو چھوٹا آئینہ چھوٹی صورت کو دکھاتا ہے اسی طرح طول و عرض کا حال ہے۔ آئینے کا اثر مقادیر میں ہے۔ مقادیر آئینے کی طرف منسوب ہوں گے۔ یہ تغیرات آئینے کی طرف اس لیے منسوب ہوں گے کہ اس کے مقادیر مختلف ہیں سو یقدر وسع آئینہ جو آئینہ کہ ظاہر (صورت) بیکار آئینہ خانہ وہی محو تماشا ہے مسئلۂ زیر بحث میں متعدد آئینے نہ سمجھو بلکہ ایک ہی آئینے کو خیال کرو۔ اور وہ ذات حق کو جو واحد ہے، محل نظر میں رکھو۔ اس لحاظ سے ذات حق غنی عن العالمین ہے۔ اور بلحاظ اسمائے الٰہیہ کے اس وقت ذات حق کو متعدد آئینے سمجھو جس اسم الٰہی میں تم اپنی ذات کو دیکھو۔ یا کوئی اور دیکھے تو نظر ناظر میں اسی اسم کی حقیقت و ماہیت

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

ظاہر ہو گی۔ واقعہ تو یہی ہے۔ اگر سمجھ گئے ہو تو نہ بیقراری کرو نہ خوف۔ اللہ شجاعت کو (وجود بعد عدم)
دوست رکھتا ہے اگرچہ ایک سانپ کے مارنے میں ہو۔ سانپ کیا ہے؟ تمہارا
نفس ہے۔ اس مارنفس کی ذات زندہ و باقی رہتی ہے صورت خیالی اور حقیقت علمی
و ماہیت ذہنی و عقلی کی بقا سے شے کی ذات ہرگز فنا نہیں کی جا سکتی۔ گو کہ حس ظاہر میں
صورت خارجی فاسد اور ساقط ہی کیوں نہ ہو جائے کیونکہ اس کی حد حقیقت یعنی اعیان ثابتہ
اس کی حفاظت کرتا ہے اور خیال یعنی عالم مثال اس کو زائل ہونے نہیں دیتا یہ
عدم فنا و ذات و حقائق کے لیے ایک قسم کی عزت و قوت ہے۔ کیونکہ تم حقائق کو
فنا نہیں کر سکتے۔ پھر اس قوت سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ تم خالی ہو۔ تم نے وہم
و خیال پکا لیا کہ کسی کو قتل کیا۔ فنا کر دیا۔ مگر وہ کب فنا ہوتا ہے۔ عقل و وہم میں اس کی
صورت حقیقت میں موجود رہتی ہے۔ یہاں عقل سے مراد علم الٰہی و عین ثابتہ ہے۔
اور وہم عالم مثال ہے کہ خیال کلی عالم ہے۔ اس پر یہ دلیل ہے۔ فرماتا ہے۔
وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ۔ یا محمد جب تم نے بظاہر پھینکا تو
حقیقت میں تم نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ ہی نے پھینکا۔ آنکھوں نے صورت محمدیہ ہی کو دیکھا۔
جس کے لیے حس ظاہر میں رمی یعنی پھینکنا ثابت ہے اسی صورت سے اللہ تعالیٰ نے
نفی رمی بھی کی ہے یعنی حضرت نے بالذات نہیں پھینکا وما رمیت پھر اسی صورت محمدی
کے لیے رمی ثابت کی گئی باعتبار توسط اور واسطہ ہونے کے اذ رمیت پھر بالذات
پھینکنے والے کو صاف طور پر بیان کیا کہ وہ اللہ ہے ولکن اللہ رمی بصورت محمدی
میں۔ اس پر ایمان لانا ضرور ہے۔ کیونکہ یہ نص قرآنی ہے۔ اس شان تاثر و مؤثر کو
دیکھو۔ کہ حق صورت محمدی میں نزول فرماتا ہے۔ دیکھو حق تعالیٰ نے اپنے نفس
کے متعلق اپنے بندوں سے اس کو فرمایا ہے ہم میں سے کسی نے تو اللہ کی طرف سے
یہ بات نہیں گھڑی۔ بلکہ وہ خود اپنے متعلق فرماتا ہے۔ اس کا فرمان حق ہے۔ اس کی
خبر صادق ہے جس پر ایمان واجب ہے۔ چاہے اس کا مزہ و تمہاری سمجھ میں
آئے یا نہ آئے۔ پھر تم یا تو صاحب تحقیق اور عالم ہو یا صاحب ایمان و تسلیم ہو۔
نظر عقلی کے ضعف پر یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ عقلاً فکر و نظر سے یہ
حکم لگاتے ہیں کہ معلول ہرگز علت کی علت نہیں ہو سکتا۔ یہ حکم عقلی ہے جو مانع ہے

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

مگر علم تجلی و کشف میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ کبھی علت کی علت معلول بھی ہو جاتا ہے۔ حدیث دوم
عقل کا یہ حکم صحیح و درست بشرطیکہ کشف و شہود سے قطع نظر کریں۔ کیونکہ اگر علت
اپنے معلول کی معلول ہو جائے تو تقدم الشئ علی نفسہ اور دور دونوں لازم آتا ہے جو
محال ہیں۔ علت کے معلول کے معلول ہونے میں زیادہ سے زیادہ عقل یہ کشف و شہود
جو کہہ سکتی ہے۔ یہ ہے کہ جب دلیل نظری کے قیاسات کے خلاف یہ بات
ثابت ہو گئی کہ ان صور کثیرہ میں ذات واحد متحقق ہی ہے۔ تو ان صور کے لحاظ سے
مختلف حیثیات و اعتبارات پیدا ہوتے ہیں۔ پس وہ ذات واحدہ اس
حیثیت سے کہ وہ ایک معلول کی علت ہے صورتوں میں سے ایک صورت میں
تو وہ علت ہونے کی حالت و حیثیت سے معلول معلول نہ ہوگی۔ بلکہ اس ذات
کی صورتوں میں منتقل ہونے سے حکم بھی منتقل ہوگا۔ پھر وہ ایک اعتبار سے معلول
معلول ہوگی۔ تو اس کا معلول اس کی علت ہو جائے گا۔ یہ بڑی غایت کہ جہاں تک عقل پہنچ
جبکہ حقیقت نفس الامری پر اس کی نظر ہو۔ اور نظر فکری ہی پر قانع نہ ہو۔ علت کے
سمجھنے میں نظر عقلی کی یہ حالت ہو تو اس تھک جانے کے سوا کیا حالت ہوگی۔

حق یہ ہے کہ انبیاء صلوٰۃ اللہ علیہم سے زیادہ کوئی صاحب علم نہیں ہے۔
انھوں نے وہ سب چیزیں بیان کر دیں جو جناب الٰہی کے متعلق ہیں۔ عقل جن کو
ثابت کرتی ہے ان کو بھی ثابت کیا اور اس کے سوا دوسری چیزوں کو بھی ثابت
کیں جن کے ادراک میں عقل مستقل نہیں۔ بلکہ ان کو بالکل محال سمجھتی ہے۔ اور
تجلی الٰہی ہوتی ہے تو اس کا اقرار کرتی ہے پھر جب تجلی کے بعد تنہا رہتا ہے تو
جو کچھ دیکھا ہے اس میں حیران ہو جاتا ہے ؎

غایت معرفت و علم ہے نادال ہونا (مصرعہ) سرمۂ دیدۂ تحقیق ہے حیراں ہونا
پھر اگر عبد رب ہے۔ تابع تجلیات ہے۔ تو عقل کو تابع عرفان تجلی کر دیتا ہے
اگر بندۂ نظر و فکر ہوتا ہے تو حق کو حکم عقلی کے تابع کر دیتا ہے اور تاویل کرتا ہے۔ یہ ہماری
کشمکش عالم و نشأت دنیا میں ہے جبکہ دنیا میں مشغول ہو کر نشأت آخرت سے محجوب ہے۔
جو عارفین ہیں وہ بظاہر صورت دنیوی میں ہوتے ہیں کیونکہ ان پر اس دنیا میں احکام دنیا
جاری ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے باطن کو عالم آخرت کی طرف پھیر دیا ہے۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

خلوت در انجمن ہے۔ دل بیار و دست بکار ہے۔ وہ ظاہری حالات کی وجہ سے پہچانے نہیں جاتے۔ مگر وہ شخص جان سکتا ہے جس کی چشم بصیرت سے اللہ تعالیٰ نے پردے اٹھا دیے ہیں۔ بس وہ عارف باللہ ہے۔ بلحاظ تجلی الٰہی کے دیکھنے کے کہ وہ عالم آخرت میں ہے دنیا ہی میں اس کا حشر ہو چکا ہے اور وہ قبر سے اٹھایا گیا ہے۔ اور وہ ایسی چیزیں دیکھتا ہے جو دوسرے نہیں دیکھتے، اور اس کو ایسی چیزوں کا شہود ہوتا ہے جو دوسروں کو نہیں ہوتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عنایت و توجہ خاص ہے اپنے خاص بندوں پر۔

جلوت در عدم

اگر کوئی شخص اس حکمت الیاسیہ ادریسیہ کو جاننا چاہتا ہے تو اس کو چاہیے کہ حکم عقلی سے جو شبہات کا باعث ہوتا ہے تنزل کرے اور حیوان مطلق بن جائے۔ الیاس علیہ السلام کے متعلق شیخ کا خیال ہے کہ ان کا نام پہلے ادریس تھا۔ وہ نوح سے پہلے پیغمبر ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اٹھا لیا اور ایک زمانے کے بعد پھر رسول بنا کر زمین پر بھیجا۔ اور اس دفعہ ان کا نام ادریس ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو منزلتیں اور مرتبے عطا کیے۔

جو شخص حیوان مطلق ہو جاتا ہے اس کو وہ سب چیزیں معلوم و منکشف ہو جاتی ہیں جو جن و انس کے سوا دوسرے حیوانات کو معلوم ہو جاتی ہیں۔ اس مرتبے پر پہنچ کر اس کو اپنی حیوانیت کی تحقیق ہو جاتی ہے۔

مرتبۂ حیوانیت کی تحقیق کی دو علامتیں ہیں۔ (۱) یہ کشف جو حیوانات کو ہوتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ کون قبر میں عذاب دیا جاتا ہے اور کون نعمت سے سرفراز ہوتا ہے۔ وہ میت کو زندہ۔ بے زبان کو متکلم، بیٹھنے والے کو چلتا دیکھتا ہے۔ (۲) ایسا شخص گونگا سا ہو جاتا ہے۔ اگر وہ کچھ کہنا چاہتا ہے۔ تو ہرگز نہیں کہہ سکتا۔ اس وقت اس کو مرتبۂ حیوانیت کا تحقق ہو جاتا ہے

شیخ کہتے ہیں ہمارا ایک شاگرد یا مرید تھا کہ اس کو یہ کشف حاصل ہوا تھا مگر اس کا گونگا پن محفوظ نہ رہا۔ لہٰذا اس کو مرتبۂ حیوانیت کا تحقق نہ ہوا۔

جب مجھ کو اللہ تعالیٰ نے اس مقام میں قائم کیا۔ تو میں نے اپنی حیوانیت کا پورے طور پر تحقق حاصل کیا۔ میری یہ حالت ہو گئی تھی کہ آنکھوں سے دیکھتا اور منہ سے

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

بولنا چاہتا تو بول نہ سکتا۔ گونگے جبات نہیں کر سکتے اُن میں اور خود میں میں تمیز نہیں کر سکتا تھا۔ جنوبیت دوم

جب انسان مقام حیوانیت سے ترقی کرتا ہے تو عقل مجرّد عن المادہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ ایسے امور کا مشاہدہ کرتا ہے۔ جو اصول و علتیں ہیں ان اشیا کی جو صُوَر طبعی و عنصری میں نمایاں و ظاہر ہوتے ہیں، وہ بطور علم ذوقی کے جان لیتا ہے کہ یہ حکم صورت طبعی میں کہاں سے ظاہر ہوا۔ اگر اس کو اس کا کشف ہو جائے کہ طبیعت ہی نفس رحمان ہے تو اُس کو خیر کثیر مل گیا عقل پر حکومت کرنے والی اتنی معرفت کافی ہے۔ اور وہ عارفین میں شامل ہو جائے گا۔ اور اس کو علم ذوقی سے معلوم ہو جائیں گے معنی لَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ کے یعنی تم نے قتل نہیں کیا لیکن اللہ نے اُن کو قتل کیا۔ حالانکہ اُن کو تلوار نے۔ ضارب نے اور اُس شخص نے جو لوہے کو تلوار کی صورت دی ہے یعنی لہار نے قتل کیا ہے اور ان تینوں کے مجموعے سے قتل واقع ہوا۔ عارف چیزوں کو اُن کی اصلوں اور صورتوں کے ساتھ دیکھتا ہے۔ اس شخص کی معرفت تام ہوتی ہے۔ اگر نفس رحمانی کو بھی دیکھ لے اُس کا بھی مشاہدہ ہو جائے۔ تو اُس کی معرفت تام بھی ہے اور کامل بھی۔ پس اللہ تعالیٰ ہی کو دیکھے گا۔ اور ہر مرئی کا عین دیکھے گا۔ پھر دیکھنے کا رائی (دیکھنے والا) عین مرئی (دیکھا ہوا) نہ ہے۔ اتنا عرفان کافی ہے وَهُوَ الْمُوَفِّقُ وَالْهَادِيْ۔

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

ترجمہ

فصوص الحکم

جزو بست و سوم

(۲۳) فصِ حکمتِ احسانیہ بکلمۂ لقمانیہ

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

فصِ حکمتِ احسانیہ

بکلمہ لقمانیہ

إِذَا شَاءَ الْإِلٰهُ يُرِيْدُ رِزْقًا　　لَهٗ فَالْكَوْنُ أَجْمَعُهٗ غِذَاءٌ

جو شے کھائی جاتی ہے۔ فنا ہو جاتی ہے۔ چھپ جاتی ہے۔ جب فنائیت آتی ہے تو ساری دنیا اس میں چھپ جاتی ہے۔ گویا اس کی غذا ہو جاتی ہے۔ اور گویا وہ سب کو کھا گیا۔ نگل گیا۔

ممکنات کا ظہور ہوتا ہے۔ تو امداد وجود ہم میں مختفی و پوشیدہ ہو جاتی ہے

مراتب داخلی میں جو قبل کن ہیں ہم خدائے تعالیٰ میں تھے اور مراتب خارجی ہیں جو بعد کن ہیں، خدا ہم میں ہے سے

پہلے ہم تھے وحدت میں (حق) اب تو ہم میں وحدت ہے

وَإِنْ شَاءَ الْإِلٰهُ يُرِيْدُ رِزْقًا　　لَنَا فَهُوَ الْغِذَاءُ كَمَا يَشَاءُ

غرضکہ اگر حق تعالیٰ ہم کو رزق دینا۔ پیدا کرنا چاہتا ہے تو وہ ہماری خواہش کے موافق وہ خود ہمارا رزق و قوت ہو جاتا ہے۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

مَشِيئَتُهُ إِرَادَتُهُ فَقُولُوا بِهَا قَدْ شَاءَ مَا فِي الْمَشَاءِ

اُس کی مشیت (جو کلیات و اُصول سے متعلق ہوتی ہے) ہی ارادہ ہے (جو جزئیات سے وقت خلق متعلق ہوتا ہے) تم مشیت الٰہی کے تحت گفتگو کرو۔ جس کو اُس نے چاہا۔ وہی ہو کر رہے گا۔

يُرَادُ زِيَادَةً وَيُرِيدُ نَقْصًا

ارادے میں زیادت و نقصان ہے۔

وَلَيْسَ مَشَاؤُهُ إِلَّا الْمَشَاءُ

مشیت تو مشیت ہی ہے۔ اس میں نہ کمی ہے نہ زیادت۔

فَهَذَا الْفَرْقُ بَيْنَهُمَا فَحَقِّقْ وَمِنْ وَجْهٍ فَعَيْنُهُمَا سَوَاءٌ

مشیت و ارادے میں یہی فرق ہے۔ اس کو محقق و ثابت جان۔ اور ایک وجہ سے دیکھو تو دونوں کی حقیقت اور ذات ایک ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ ہم نے لقمان کو حکمت دی اور فرماتا ہے وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا جس کو حکمت دی گئی اس کو خیر کثیر دیا گیا۔ اس سے بالنص اور تصریح سے معلوم ہوا کہ لقمان صاحب خیر کثیر تھے۔ کیونکہ اس پر شہادت الٰہی دال ہے حکمت کیا ہے حقائق اشیا کا جاننا۔ ہر ایک کا حق اس کو دینا ہر شے کو اس کے محل پر رکھنا ہے۔ حکمت کی دو قسمیں ہیں۔ قابل بیان، نا قابل بیان یا جس سے سکوت اختیار کیا گیا ہے۔ قابل بیان جیسے لقمان کا اپنے فرزند کو کہنا يَا بُنَيَّ إِنَّهَا إِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمَاوَاتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللَّهُ بیٹے! اگر ہر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر وزن میں۔ پھر وہ ہو پتھر کے طبقے میں یا آسمانوں میں یا زمین میں تو اللہ ہی اس کو لائے گا۔ یہ راز حکمت تو صریح مذکور ہے۔ وہ یہ کہ لقمان نے اللہ ہی کو اس کا لانے والا ظاہر کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں اس کو برقرار رکھا۔ اس کے کہنے والے کے قول کی تردید نہیں فرمائی مگر وہ حکمت جس سے سکوت اختیار کیا گیا، اور اس کو بیان نہیں کیا گیا

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جد بعکم

مگر قرینۂ حال سے معلوم ہو گئی ہے۔ وہ شخص ہے جس کی طرف وہ دانہ لایا گیا ہے
لقمان نے نہ اس کا ذکر کیا۔ نہ اپنے فرزند سے کہا کہ اللہ اس دانے کو
تمہاری طرف لایا یا تمہارے غیر کی طرف۔ پس اِیتَاق یعنی لانے کو
عام چھوڑا۔ اور مُؤتی بہٖ یعنی اُس شے کو جس کو اللہ تعالیٰ لاتا ہے اُس کو
بھی عام رکھا کہ خواہ آسمانوں میں ہو یا زمین میں۔ اُس میں اس امر کی طرف
تنبیہ ہے کہ دیکھنے والا دیکھے بقولہ تعالیٰ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ
اور وہی اللہ ہے آسمانوں میں اور زمین میں۔ پس لقمان نے تنبیہ کی بعض
حکمت کو بیان کر کے اور بعض سے سکوت اختیار کر کے کہ حق تعالیٰ ہر معلوم کا
عین ہے۔ کیونکہ معلوم شے سے بھی عام۔ اور مبہم ترین لفظ ہے۔ پھر لقمان نے
حکمت کو تمام و کمال طور سے بیان کیا۔ تاکہ اس حکمت میں عالم و نشاۃ کا
ذکر پورا ہو۔ اُنہوں نے کہا اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ بیشک اللہ لطیف ہے۔ اس کی
لطافت اور لطف سے یہ ہے کہ اسے وجود بالذات دوسروں کے
وجود بالعرض کی وجہ سے، وہ ہر شے خاص میں جو محدود و معین ہے
اور خاص اسم کا مستحق ہے۔ ان سب میں جلوہ گر بلکہ ان کا عین ہے یہاں تک کہ
شے خاص کے حق میں نہیں کہا جاتا۔ مگر وہ اسم جو اُس پر دلالت کرے خواہ
اتفاقِ اہلِ لغت سے یا اصطلاح گروہ خاص سے۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ یہ
آسمان ہے۔ زمین ہے۔ پتھر ہے۔ درخت ہے۔ حیوان ہے۔ فرشتہ ہے۔ رزق ہے
کھانا ہے۔ حالانکہ ذات بالذات و موجود حقیقی و عین حقہ ایک ہی ہے ہر شے سے
وہی ظاہر ہے۔ اور ہر چیز میں اُسی کا جلوہ ہے۔ جیسے اشاعرہ کہتے ہیں کہ عالم جوہر
کے لحاظ سے ایک ہی طرح پر ہے پس عالم جوہر واحد ہے۔ تو یہ تمہارا ہی قول ہو کہ
ذات بالذات ایک ہی ہے۔

پھر اشاعرہ نے کہا کہ عالم باوجود جوہر واحد ہونے کے اعراض کے
لحاظ سے مختلف ہے۔ یہ تمہارا ہی قول ہے کہ ذات واحدہ حقہ ہی متنوع نسبتوں
کے اختلاف کی وجہ سے مختلف و متکثر ہے تاکہ ممیز ہو جائے پھر کہا جائے کہ
یہ وہ نہیں ہے۔ باعتبار صورت عرض یا مزاج کے جس طرح چاہو کہو یہ اور وہ

khatmenabuwat Android Application

ایک ہی ہیں۔ باعتبار جوہر و ذات بالذات حقیقۃ الحقائق کے۔ یہی وجہ تو ہے کہ ذات جوہر صورت و مزاج کی تعریف اور حد میں کی جاتی ہے۔ بنا بریں کہتے ہیں کہ جوہر و اصل سوا حق کے کچھ اور نہیں۔ اور کہنے والا گمان کرتا ہے کہ سوائے جوہر اگرچہ ثابت و حق ہے مگر وہ حق نہیں جس کو اہل کشف و تجلی بیان کرتے ہیں۔ یہ حکمت دراز ہے۔ حق تعالیٰ کے لطیف ہونے کا۔ جوہر یعنی مادہ

پھر لقمان نے حق تعالیٰ کی صفت بیان کی خبیر یعنی آزمائش کے ساتھ علم رکھتا ہے اور وہ قول اللہ تعالیٰ کا ہے ولنبلونکم حتی نعلم البتہ ہم تم کو آزمائیں گے۔ یہاں تک کہ جان لیں گے۔ یہ تو علم ذوقی اور وجدانی ہے پس اللہ تعالیٰ نے علم ازلی نفس الامری کے باوجود خود کو استفادہ علم کرتا بیان فرمایا ہے جس بات کو حق تعالیٰ قرآن شریف میں اپنی ذات حقہ کے متعلق فرمائے ہم تو اس سے انکار نہیں کر سکتے۔ وہ تو علم ذوقی حادث اور علم مطلق ازلی میں تمیز فرماتا ہے علم ذوقی تو قوائے روحانی و جسمانی سے مقید ہے۔

وہ اپنے متعلق فرماتا ہے کہ وہ عین قوائے عبد ہے فرماتا ہے کنت سمعہ میں اس کی سماعت ہو جاتا ہوں۔ سماعت تو بندے کی قوتوں میں سے ایک قوت ہے وبصرہ اور اس کی بصارت ہو جاتا ہوں۔ بصارت بھی بندے کی قوتوں میں سے ایک قوت ہے ولسانہ اور اس کی زبان ہو جاتا ہوں۔ زبان تو اعضائے عبد سے ایک عضو ہے ورجلہ ویدہ اور اس کے ہاتھ پاؤں ہو جاتا ہوں۔ دیکھو صرف قویٰ ہی کے بیان کرنے پر کفایت نہیں کی بلکہ اعضا کا بھی ذکر فرمایا۔ بندہ سے کیا۔ یہی اعضا و قویٰ تو ہیں۔ اس کے سوا اور سے کیا۔ اس سے تو ثابت ہوتا ہے کہ اصل و ذات عبد عین حق ہے۔ مگر ہوشیار! عبد رب نہیں ہے۔ کیونکہ نسبتوں کے حقائق باہم متمیز ہیں۔ اور ہویت حقہ جس کی طرف سب کی نسبتیں پہنچتی ہیں۔ وہ ان متقیدات و قیود سے علیحدہ نہیں ہے۔ کیونکہ ان نسبتوں میں سوائے اس کی ذات حقہ کے کوئی اور نہیں۔ پس وہ عین واحدہ ہے۔ جس کی نسبتیں متعدد

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/
khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جلد بست دوم

اور صفتیں ہیں۔ لقمان نے اپنے بیٹے کو جو تعلیم دی تھی اُس کی تمام حکمت اس آیت میں ان دو اسمائے الٰہی میں ہے لطیفاً خبیراً اللہ تعالیٰ کو ان دو اسماء سے موسوم کیا۔ اگر لقمان اس حکمت و توصیف کو کون وجود بیان کرتے اور کہتے کہ کان اللہ لطیفاً خبیراً تو حکمت میں اتم و ابلغ ہوتا لقمان نے جس معنی کو اپنے قول میں ادا کیا تھا اللہ تعالیٰ نے بھی اسی کو فرمایا۔ کسی قسم کی اس پر زیادت نہیں کی۔ اگر ان اللہ لطیف خبیر اللہ تعالیٰ کا قول ہوتا یعنی اللہ تعالیٰ نے جب جان لیا کہ لقمان اگر اپنے مشورے کو تمام کرتے تو اسی طرح تمام کرتے۔

لیکن لقمان کا قول اِنْ تَکُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اگر کوئی چیز رائی کے دانے برابر ہو رائی کا دانہ کس کی غذا ہے۔ وہ تو چھوٹی چیونٹی ہے جس کا ذکر قولہ تعالیٰ میں ہے فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَہٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَہٗ۔ ذرہ کے دو معنی ہیں۔ (۱) چھوٹی چیونٹی۔ (۲) باریک خاک جو سورج دھوپ میں اڑا کرتی ہیں۔ شیخ نے ذرہ کے معنی چیونٹی کے لیے ہیں۔ یعنی جو کوئی عمل کرے ذرہ بھر بھلائی اس کو دیکھے گا اور جو کوئی عمل کرے ذرہ بھر برائی اس کو دیکھے گا چیونٹی چھوٹی سی کھانے والی ہے اور رائی کا دانہ بھی تھوڑی سی کھانے کی چیز ہے اگر موجودات میں اس سے بھی چھوٹی چیز معلوم ہوتی تو اللہ تعالیٰ بیان کرتا جیسے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیٖۤ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا اللہ نہیں شرماتا کہ مثال بیان کرے مچھر کی چونکہ علم الٰہی میں ہے کہ مچھر سے زیادہ چھوٹے جانور نہیں ہیں تو فرمایا فما فوقہا۔ یا اس سے مافوق یا اس سے زیادہ یعنی چھوٹائی و مخلوقی میں۔ یہ بھی قول اللہ تعالیٰ کا ہے اور سورہ زلزال میں بھی اللہ تعالیٰ ہی کا قول ہے اس کو خوب سمجھ رکھو ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے چیونٹی کے وزن پر کفایت نہیں کی۔ اور یہ کہ موجودات عالم میں چیونٹی سے بھی زیادہ چھوٹی چیزیں ہیں اس مسئلے کو اللہ تعالیٰ نے بڑی بلاغت سے بیان فرمایا۔ واللہ اعلم۔

لقمان نے یا بنی کہہ کر ابن کی تصغیر کیوں کی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تصغیر محبت سے پیار سے اسی طرح کہتے ہیں۔ اسی لیے لقمان نے اپنے بیٹے کو ایسی نصیحتیں کیں کہ اگر ان پر عمل کریں تو اس میں ان کی خوش بختی ہے۔

ان کے منہیات و ممانعتوں کے اسرار یہ ہیں لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ۔ بیٹا! اللہ سے شرک نہ کرو بیشک شرک بڑا ظلم ہے۔ مظلوم کون ہے؟ مرتبہ و مقام الوہیت ہے کیونکہ مرتبہ الوہیت جو ناقابل تقسیم ہے شرک سے قابل تقسیم و ٹکڑے ہو جاتا ہے ذات الوہیت

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

تو ایک ہی ہے۔ شرک کرنا کیا ہے؟ بخود الوہیت کو الوہیت کا شریک ماننا ہے۔ یہ تو بڑا جہل ہے۔

شرک کرنے کا سبب کیا ہے؟ ایک شخص جس کو امر واقعی و نفس الامری کی معرفت نہیں۔ نہ اس کو کسی شے کی حقیقت سے واقفیت ہوتی ہے جب ایک ذات میں مختلف صورتوں کو دیکھتا ہے اور اس کو اس کا علم نہیں ہوتا کہ یہ سب صورتیں ایک ہی ذات کی ہیں تو ایک صورت کو دوسری صورت کا اس مقام میں شریک جانتا ہے۔ اور ہر صورت کو اس مقام میں سے ایک جزو دیتا ہے۔ حالانکہ معلوم ہے کہ ہر شریک کا جدا جدا حصہ ہے۔ اس تقریر پر حقیقت میں کوئی کسی کا شریک نہیں۔ کیونکہ ہر شخص خاص کو اس مقام مشترک میں سے اس کا حصہ ملا ہے۔ اب رہ گیا خاص کا عام کا شریک ہونا مثلاً زید کا انسان کا شریک ہونا۔ وہ بالبداہت جہل ہے۔ غرضکہ شرک کا سبب شرکت غیر متعین ہے۔ جیسے ایک گھر میں بلا تعین حصہ کئی لوگ رہتے ہیں تو ہر ایک کے تصرف سے ابہام باقی نہیں رہتا۔ بہرحال عام کا حکم خاص پر نہیں لگتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى۔

تم اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو۔ اس میں شرکت نہیں جس نام سے پکارو اس کے لیے اسمائے حسنیٰ ہیں۔

لے لے کے مختلف نام تجھ کو پکارتے ہیں
سرگرم جستجو ہیں سارے جہان والے

خدا کے سوا کسی کو کوئی قوت تصرف نہیں تو شرک بھی نہ رہا۔ یہی تو روح مسئلہ و جان تحقیق ہے۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

ترجمہ

فصوص الحکم

جزو بست و چہارم

فصّ (۲۴) حکمتِ امامیۃ بکلمۃ ہارونیۃ

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو بست چہارم

فصِ حکمتِ امامیہ
بکلمہ ہارونیہ

واضح ہو کہ ہارون علیہ السلام کا وجود حضرت رحمت الٰہی سے تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَوَهَبْنَا لَهُ مِن رَّحْمَتِنَا أَخَاهُ هَارُونَ نَبِيًّا﴾ ہم نے موسیٰ کے لیے اپنی رحمت سے اُن کے بھائی ہارون کو نبی بنادیا۔ لہٰذا ہارون کی نبوت حضرت رحمت الٰہی سے تھی۔ ہارون موسیٰ سے عمر میں زیادہ تھے اور موسیٰ ہارون سے نبوت میں بزرگ تر تھے۔ چونکہ ہارون کی نبوت حضرت رحمت الٰہی سے تھی۔ لہٰذا اُنھوں نے اپنے بھائی موسیٰ کو کہا ﴿يَا ابْنَ أُمَّ﴾ میری ماں کے بیٹے۔ اُنھوں نے ماں کی نسبت کا ذکر کیا، نہ کہ باپ کی، کیونکہ ماں رحمت و شفقت میں باپ سے زیادہ ہوتی ہے۔ اگر ماں میں محبت و شفقت زیادہ نہ ہوتی تو اولاد کی پرورش کی تکلیف برداشت نہ کرتی۔ پھر ہارون علیہ السلام نے کہا ﴿لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي﴾ ﴿وَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْأَعْدَاءَ﴾ نہ میری داڑھی پکڑو نہ میرا سر۔ اور نہ میرے دشمنوں کو میری اہانت سے خوش کرو۔ ہارون کے یہ سب کلمات

khatmenabuwat Android Application

رحمت کے آثار سے اور اس کے بھرے ٹکڑوں میں سے جو ٹکے ہیں۔ موسیٰ کے غضب کا سبب غیرت وحمیت حق ہے۔ اور الواح میں غور و تامل ذکر کرتا ہے مگر موسیٰ ان الواح میں غور و تامل فرماتے، تو ان میں ہدایت و رحمت پاتے۔ ہدایت کیا تھی۔ اس امر حق کا بیان تھا جس نے موسیٰ کو غضبناک بنا دیا تھا۔ اور ہارون اس سے بری تھے۔ ان الواح میں بھائی پر رحمت کرنے کا بھی ذکر تھا۔ پھر موسیٰ ہارون کی ڈاڑھی نہ پکڑتے۔ وہ بھی قوم کے سامنے۔ باوجودیکہ ہارون موسیٰ سے بڑے تھے عمر میں زیادہ تھے۔ انہوں نے بسبب ام موسیٰ پر شفقت سے تھے۔ کیونکہ ہارون کی نبوت مقتضائے رحمت الٰہی سے تھی پھر انہوں سے اس کے سوا اور کیا ظاہر و صادر رہتا۔

پھر ہارون نے موسیٰ سے کہا اِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَیْنَ بَنِیْ اِسْرَآءِیْلَ میں اس بات سے ڈرا کہ تم کہو، تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا۔ اور تم مجھ کو ان کے تفرقے کا سبب ٹھیراؤ۔ حالانکہ گوسالہ پرستی نے ان میں تفرقہ پیدا کیا تھا۔ نہ کہ میں نے۔ بنی اسرائیل میں بعض سامری کی اتباع و تقلید میں گوسالہ پرستی میں مبتلا تھے اور ان میں سے بعض گوسالہ پرستی سے توقف اور رکے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ موسیٰ واپس ہوں اور ان سے گوسالہ پرستی کے متعلق سوال کریں۔ لہٰذا ہارون کو خوف ہوا کہ یہ تفرقہ کہیں انہی کی طرف منسوب نہ ہو جائے۔

موسیٰ بہ نسبت ہارون کے حقیقت نفس الامری سے زیادہ واقف تھے۔

موسیٰ جانتے تھے کہ گوسالہ پرستوں نے حقیقت میں کس کی پرستش کی ہے۔ (نیز اس میں انہوں نے کیا غلطی کی ہے) وہ جانتے تھے کہ اس کا حکم ازلی ہے کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ خدا جس شے کا حکم دیتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ لہٰذا موسیٰ کا عتاب اپنے بھائی ہارون پر اس لیے تھا کہ ان سے انکار واقع ہوا تھا۔ اور ان کے قلب میں اتنی وسعت نہ تھی جتنی موسیٰ کے قلب میں تھی۔ کیونکہ عارف کامل وہ ہے جو ہر شے میں حق کو دیکھے، بلکہ اس کو ہر شے کا عین دیکھے۔ یہ موسیٰ ہارون کی علمی تربیت

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جو دلبستہ جام

فرمار ہے تھے۔ اگرچہ عمر میں اُن سے چھوٹے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ہارون کو جو کچھ
کہنا تھا کہہ دیا تو سامری کی طرف مڑے۔ پھر اُسے فرمایا فَمَا خَطْبُكَ يَا سَامِرِيُّ
او سامری تیرا کیا حال ہے۔ تو نے یہ کیا کیا ایک خاص صورت گوسالہ کی کیوں اختیار کی۔ جو قوم کے
زیوروں سے یہ گوسالہ کیوں بنایا۔ اُن کے اموال لے کر اُن کے دل بھی
لے لیے۔ عیسٰی بنی اسرائیل سے فرماتے ہیں۔ اے بنی اسرائیل! انسان کا
دل وہاں رہتا ہے جہاں اُس کا مال رہتا ہے۔ تم مال آسمان میں رکھو تو تمہارا
دل بھی آسمان میں رہے گا۔ مال کو مال اسی لیے کہا جاتا ہے کہ دلوں کا
میلان اسی کی طرف رہتا ہے۔ سب کے دل میں مال پرستی بھری ہوئی ہے۔
لوگوں کے دلوں کا مقصود اعظم مال ہی ہے۔ کیونکہ سب کو اس کی حاجت ہے
(سب لوگ مال کو قاضی الحاجات کافی المہمات۔ ستار العیوب
سمجھتے ہیں) صورتوں کو بقا و دوام کب ہے۔ موسٰی نے جلا دینے میں
جلدی کی۔ ورنہ گوسالہ کی صورت تو جانے والی ہی تھی۔ موسٰی پر غیرت نے
غلبہ کیا۔ اسے جلا دیا۔ پھر اُس کی راکھ دریا میں بہا دی۔ اور سامری سے
فرمایا اُنْظُرْ إِلَىٰ إِلٰهِكَ اپنے معبود کو دیکھ۔ تعلیم پر متنبہ کرنے کے لیے
آلہ فرمایا۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ یہ بھی جلوہ گاہ الوہیت میں سے ایک
جلوہ گاہ ہے لَنُحَرِّقَنَّهُ میں اس کو جلا دوں گا۔ کیونکہ حیوانیت انسان کو
حیوانیت حیوان میں قوت تصرف ہے کیونکہ اللہ نے حیوان کو انسان کا مسخر
و تحت تصرف کر دیا ہے۔ خصوصاً جبکہ اُس کی اصل حیوان نہیں ہے بلکہ
جمادات سے ہے۔ تو زیادہ قابل تسخیر و تصرف ہے۔ کیونکہ غیر حیوان کو ارادہ
نہیں۔ وہ تو اُس شخص کے تحت تصرف ہے۔ جو صاحب ارادہ و تصرف ہے
وہ ہرگز اباء و سرتابی نہیں کر سکتا۔ حیوان تو صاحب ارادہ
و غرض ہوتا ہے۔ کبھی حیوان سرتابی و انکار بھی کرتا ہے
اگر اس میں قوت اظہار انکار ہوتی ہے۔ تو انسان کے ارادے کے خلاف
شرارت و سرکشی بھی کرتا ہے۔ اگر قوت اظہار انکار نہ رکھتا ہو یا خود حیوان
کی غرض بھی اس سے متعلق ہو تو رام ہو کر اطاعت اختیار کرتا ہے۔ یہی حال

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جندبت چالام

انسان کا بھی ہے کہ اپنے سے اعلیٰ کی اطاعت کرتا ہے جبکہ اُس سے مال ملنے کی امید ہوتی ہے جس کو بعض صورتوں میں اجرت کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ورفعنا بعضہم فوق بعض درجات لیتخذ بعضہم بعضا سخریا ہم نے بعض کو بعض پر کئی درجے بلند کیا۔ تاکہ بعض بعض کو مزدور و مسخر بنالے۔ محکوم اپنے جیسے سے مسخر ہوتا ہے تو بلحاظ حیوانیت کے مسخر ہوتا ہے نہ کہ بلحاظ انسانیت کے۔ کیونکہ مثلین تو ضدین ہوتے ہیں۔ جس کا مرتبہ اعلیٰ و ارفع ہو، مال میں، جاہ میں، انسانیت کی وجہ سے وہ تسخیر کرلیتا ہے۔ حاکم ہو جاتا ہے۔ اور دوسرا مسخر و رام ہوتا ہے۔ تو خوف یا لالچ کی وجہ سے براہ حیوانیت رام ہوتا ہے نہ کہ انسانیت کی راہ سے۔ پس مثل مثل کا مطیع نہیں ہوتا۔

دیکھو جانوروں میں کیسی لڑائی رہتی ہے کیونکہ برابر والے اور مثل رہتے ہیں اور مثلان ضدان ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ودفع بعضکم فوق بعض درجات ہم نے تمہارے بعض کے مرتبے بعض سے اعلیٰ وارفع بنائے ہیں۔ پس وہ باہم ہم مرتبہ نہیں ہیں۔ لہذا درجات کی وجہ سے تسخیر و حکومت ہوتی ہے

تسخیر کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک تسخیر مراد یعنی (۱) مسخر تسخیر و تصرف کرنے والے کا دوسرے کو اپنے تحت ارادہ کر لینا۔ اگرچہ انسانیت میں بظاہر اپنا مثل ہو۔ جیسے آقا کا اپنے غلام کو مسخر کر لینا۔ اور سلطان کا رعایا کو زیر فرمان کر لینا۔ اگرچہ انسانیت میں مثل ہیں۔ آقا و سلطان کا مسخر کر لینا رفعت درجہ کی وجہ سے ہے۔

(۲) دوسری قسم تسخیر حال ہے جیسے رعایا کا بادشاہ کو جو اُن کے امور کا ذمہ دار ہے مسخر کر لینا کہ ان سے مدافعت کرے۔ اُن کی حمایت کرے۔ جو ان رعایا سے عداوت کرے ان سے جنگ کرے۔ ان کی جان و مال کی حفاظت کرے۔ یہ سب رعایا کی تسخیر حالی ہے۔ گو وہ منہ سے کچھ نہ کہیں۔ اس طرح رعایا بادشاہ کو مسخر کر لیتی ہے۔ غور کر کے دیکھو تو یہ بھی

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو بست و چہارم

یعنی تسخیر حال بھی، تسخیر مرتبہ ہی ہے۔ رعایا کے مرتبے کا یہی اقتضا ہے اور اس کا یہی حکم ہے۔

بعض بادشاہ خود غرض ہوتے ہیں۔ صرف اپنے لیے کام کرتے ہیں بعض بادشاہ حقیقت امر سے واقف ہوتے ہیں۔ اُن کے حقوق کا لحاظ رکھتے ہیں اور اُن کی قدر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اتنا اجر و ثواب عطا کرتا ہے۔ جتنا حقیقت شناس علما کو عطا کرتا ہے۔ اُن کا اجر صرف اللہ کے ذمے ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بندوں کے تمام کاروبار کا متکفل ہے۔ عالم بھی حال کی وجہ سے اُس ذات پاک کو اپنے حسب حال کر لیتا اور مسخر کر لیتا ہے۔ جس پر لفظ تسخیر کا اطلاق نہیں ہوتا۔ نہ کوئی اس کے متعلق یہ لفظ زبان پر لا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ہر روز وہ ایک نئی شان میں ہے۔ ہارون علیہ السلام نے ہر چند گوسالہ پرستوں کو زبان سے منع فرمایا۔ مگر قہر و غلبہ فعل سے اس لیے منع نہ کر سکے جیسے کہ موسیٰ نے کیا۔ کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا ایک راز ایک تماشا تھا۔ جو وجود خارجی میں ظاہر ہوا کہ ہر صورت میں گو کہ زائل و باطل ہونے والی تھی۔ عبادت ہو رہی تھی۔ اور پوجنے والے نادانی ہی سے سہی۔ مگر معبود سمجھ کر پوج رہے تو تھے۔ آخر باقی باقی رہے گا اور فانی فنا ہو کر رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ انواع میں سے کوئی نوع ایسی نہ رہی کہ اُس کی پرستش نہ کی گئی ہو۔ خواہ معبود سمجھ کر خواہ حاکم سمجھ کر۔ کوئی سنگ پرست ہے تو کوئی زر پرست ہے۔ کوئی شاہ پرست ہے۔ کوئی خود پرست ہے۔ ہر صاحب عقل قالب پرستی کرتا ہے۔ کسی شے کی پوجا نہیں کی جاتی جب تک وہ پوجنے والے کے پاس بلند مرتبہ نہ سمجھی جائے۔ اور اُس کے قلب میں اُس شے کا درجہ عالی نہ مان لیا جائے۔ اسی لیے حق تعالیٰ کے اسما میں سے

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

رفیع الدرجات بلکہ رفیع الدرجہ پس ایک ہی ذات کے بہت سے درجات ہیں۔ اُس نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ ہو۔ وہ بھی مختلف اور کثیر درجات ہیں۔ ہر درجے سے ایک تجلی گاہ الٰہی پیدا ہوتی ہے۔ جس میں اُس کی پرستش ہوتی ہے۔ عظیم ترین جلوہ گاہ جن میں پرستش ہوتی ہے۔ خواہش و محبت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ کیا تم نے اس کو بھی دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا۔ خواہش بزرگ ترین معبود ہے۔ ہر شے کی اُسی کی وجہ سے پرستش ہوتی ہے۔ اُس کی پرستش بالذات ہے۔ دوسروں کی بالعرض۔ شیخ فرماتے ہیں ؎

وحق الھویٰ ان الھویٰ سبب الھویٰ

قسم ہے محبت کی! محبت کا سبب خود محبت ہے

ولولا الھویٰ فی القلب ما عُبِدَ الھویٰ

دل میں محبت نہ ہوتی تو کوئی محبت کی پرستش نہ کرتا۔

تم دیکھتے ہو اللہ تعالیٰ کا علم اشیا کے متعلق کس قدر کامل و اکمل ہے۔ اُس نے اُس شخص کے متعلق جس نے خواہشات کی پرستش کی اور اُن کو اپنا معبود بنا لیا۔ کیسی پوری بات فرمائی۔ فرماتا ہے وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ علم رکھتے ہوئے بھی اللہ نے اُس کو سرگردان و حیران کر دیا۔ ضلالت کے معنی حیرت کے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ملاحظہ فرماتا ہے کہ اس پرستار نے اپنی خواہش و ہوا اور جذبۂ شوق و محبت کی پرستش کی اور اُس کے احکام کا مطیع و منقاد ہو گیا۔ جس شخص کو عبادت و بندگی کا حکم محبت نے دیا وہ تعمیل کرتا ہی ہے اور اس پر عمل کرتا ہی ہے۔ یہ جذبۂ محبت وہ ہے کہ خدا کی

khatmenabuwat Android Application

عبادت بمحبت

عبادت بھی اسی پر مبنی ہے۔ اگر اُس جناب مقدس کی محبت اور جذبۂ شوق اور اس کا ازدیاد نہ ہوتا، تو کوئی نہ اللہ کی عبادت کرتا نہ اُس کو دوسروں پر ترجیح دیتا نہ اُس کو اختیار کرتا۔

اسی طرح جو شخص صُوَرِ عالم میں سے کسی صورت کی پرستش کرتا ہے اور اُس کو اپنا آلہ و معبود مانتا ہے تو اس کا اصل سبب محبت و شوق ہی ہے۔ عابد و پرستار ہمیشہ سلطانِ ہوا کا تابعدار رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ملاحظہ فرمایا کہ پرستاروں اور پوجنے والوں کے معبودات بھی مختلف طرح طرح اور نوع بہ نوع کے ہیں۔ ایک کا پوجنے والا دوسرے کے پوجنے والے کی تکفیر کرتا ہے۔ اُس کو خطاکار سمجھتا ہے جو ادنیٰ درجے کی آگاہی رکھتا ہے وہ حیران و سرگرداں رہ جاتا ہے۔ کیونکہ جذبۂ محبت کو متعدد دیکھتا ہے بلکہ ہر جگہ ایک ہی محبت کو پاتا ہے۔ کیونکہ محبت کی حقیقت ہر عابد و پرستار میں ایک ہی ہے جب یہ حالت ہے تو اللہ تعالیٰ عابد کو حیران کر دیتا ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ ہر عابد محبت ہی کی پرستش کرتا ہے اور محبت ہی نے اُس کو اپنا بندہ بنا لیا ہے۔ خواہ محبت و عبادت امر مشروع کی ہو یا نہ ہو۔ جو عارف کامل مکمل ہوتا ہے۔ وہ ہر شے کو جلوہ گاہ حق جانتا ہے۔ انہی جلووں کا سبب ہے کہ نادانوں نے باوجود اسم خاص کے مثلاً پتھر۔ درخت۔ حیوان۔ انسان۔ آگ۔ ستارے فرشتے کو آلہ و معبود مانا۔ الوہیت کیا ہے۔ عابد کا تخیل ہے کہ فلاں کے لیے مرتبۂ معبودیت ہے۔ حالانکہ وہ حقیقتًا اُس عابد خاص کے سامنے۔ اُس کی نظر کے روبرو جو اپنے معبود خاص کو پکڑا بیٹھا ہے صرف ایک جلوہ گاہ الوہیت ہے۔ نہ حقیقی آلہ۔ یہی وجہ تو ہے کہ بعض نادان لوگوں نے مجلیٰ و جلوہ گاہ الوہیت اور خود الوہیت میں تمیز نہ کر کے کہہ دیا مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى۔

ہم تو ان بتوں کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہم کو قرب الٰہی بخشیں۔ ذریعۂ قرب بھی کہتے ہیں جو غیر مقصود بالذات ہونے پر دال ہے۔ پھر عبادت بھی کہتے جو اٰلہ کے ساتھ خاص ہے چنانچہ دوسری جگہ ان اصنام کے اٰلہ ہونے کی تصریح کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ۔ [illegible]

کیا اس نے ہزاروں خداؤں کو ایک ہی خدا کر دیا ہے۔ یہ تو بڑی تعجب خیز اور اچنبے کی بات ہے۔ وہ توحید سے انکار نہ کر سکے بلکہ تعجب میں سرگرداں رہ گئے۔ وہ تو ہزاروں صورتوں کی طرف نسبت الوہیت کرکے کھڑے رہے۔ اڑے رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور اُن کو ایک معبود کی طرف دعوت دی جس کو سب جانتے ہیں۔ اور کسی کو اُس کا شہود نہیں۔ اس پر بین شہادت ہے کہ وہ خود اس کو ثابت و حق جانتے ہیں اور اس کا اعتقاد رکھتے ہیں جو اُن کے اس قول سے ظاہر ہے: مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى۔

ہم ان بتوں کی عبادت بایں ہمہ اسی لیے کرتے ہیں کہ وہ ہم کو قرب الٰہی بخشیں۔ پھر وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ وہ محض پتھر ہیں۔ اسی واسطے ان پر حجت قائم کی گئی۔ یہ کہہ کر قُلْ سَمُّوْهُمْ۔ تم پوچھو۔ ذرا ان کے نام تو بتلاؤ۔ نام تو وہی بتلائیں گے جن کو وہ جانتے ہیں، کہ اُن کی ایک حقیقت خاص ہے۔

مگر عارفین جو حقیقت نفس الامری و واقعی سے واقف ہیں ان صُوَر کی عبادت سے انکار ظاہر کریں گے کیونکہ ان کے مرتبۂ علم و معرفت اور حکم وقت کا اقتضا ہے کہ حکم رسول کی تابعداری کریں۔ وہ رسول پر ایمان لاتے ہیں۔ اسی وجہ سے ان کو مومنین کہتے ہیں۔ لہٰذا عرفا تابع وقت رہتے ہیں۔ اس کے باوجود وہ یہ بھی خوب سمجھتے ہیں کہ ان نادانوں نے دراصل ان

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/
khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

حدیث حلیم

صُور و اعیان کی پوجا نہیں کی بلکہ اللہ ہی کی عبادت کی ہے۔ ان بتوں کے ضمن میں۔ اور یہ سلطان تجلی الٰہی کا تقاضا ہے۔ ان تجلیات کو اصنام میں سے عرفا دیکھتے ہیں۔ اور بہ نادان جس کو تجلیات کا علم نہیں انکار کرتا ہے۔ نبی و رسول اور اُن کے وارث حال جو عارف کامل ہیں۔ نادانوں سے اس حقیقت کو چھپاتے ہیں۔ وارث نبی ان متعین صور سے جو زوال پذیر ہیں۔ باز رہنے کا حکم دیتے ہیں۔ کیونکہ رسول نے ان باطل اشیا کی پوجا سے روکا ہے۔ رسول کی اتباعٔ محبت الٰہی کی امید سے ہے۔ کیونکہ وہ فرماتا ہے۔ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ بھی تم سے محبت کرے گا۔ رسول اللہ نے ایک الٰہ یا معبود کی طرف دعوت دی۔ جو سب کا محتاج الیہ اور حاجت روا ہے۔ وہ سب کا معلوم اور سب کا متفق علیہ ہے۔ مگر اُس کی ذات پاک کا شہود میسر نہیں۔ ابصار نہیں اُس کو ادراک اور احاطہ نہیں کر سکتیں۔ وہ ابصاروں کو احاطہ کیے ہوئے ہے۔ وہ بڑا ہی لطیف ہے اعیان اشیا میں ساری ہے۔ لہٰذا ابصار اُس کو ادراک نہیں کر سکتے جس طرح کہ وہ اپنی ارواح کو ادراک نہیں کر سکتے۔ حالانکہ ارواحٔ اشباح و قویٰ اور صُور ظاہری کے مدبّر و منتظم ہیں۔ اللہ ہی لطیف و خبیر ہے۔ خبیر خبرت سے مشتق ہے۔ خبرت کے معنٰی ہیں۔ ذوق۔ ذوق تجلی ہے۔ تجلی صور میں ہوتی ہے۔ پس صورتوں کا ہونا بھی ضرور ہے۔ اور تجلی کا ہونا بھی لابد ہے۔ صاحب ہوا کا اُس کو دیکھ کر۔ اس سے متاثر ہو کر پوجا کر بیٹھنا بھی ہونے والی ہی بات ہے۔

مترجم کہتا ہے: غیر محدود کو محدود سمجھنا۔ گوشتہ کو

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو بست و چہارم

پکڑے بیٹھنا تازہ تجلی کی طرف التفات نہ کرنا۔ ظاہر کو ظاہر کا، باطن کو باطن کا، حق نہ دینا۔ متفق علیہ کو چھوڑ کر مختلف فیہ کے لیے لڑنا، ظلم ہے۔ کاش تم اس حقیقت کو سمجھتے۔ سیدھا راستہ دکھانا اللہ ہی کا کام ہے۔ اور اسی سے اُس کی امید ہے۔

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

ترجمہ

فصوص الحکم

جزو بست و پنجم

(۲۵) فص حکمت علویہ بکلمہ موسویہ

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

فصِ حکمتِ علویّہ

بکلمۂ موسویّہ

فرعون کے بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کرنے میں کیا حکمت تھی اور کیا راز تھا۔ اس کا راز یہ تھا کہ جو جو لڑکے موسیٰ کے واسطے مارے گئے تھے اُن کی زندگی سے موسیٰ کو امداد ملے۔ کیونکہ وہ لڑکے موسیٰ سمجھ کر مارے گئے تھے۔ فرعون نے جان بوجھ کر قتل کیا تھا۔ تو ضرور اُن سب بچوں کی حیات جو موسیٰ کے لیے مارے گئے تھے حیات موسوی کی طرف عود کرے گی۔ ان معصوم بچوں کی حیات طاہر تھی۔ فطرت پر تھی۔ اغراض نفسانی نے اس کو ناپاک نہیں کیا تھا بلکہ وہ قالوا بلیٰ کے عہد پر قائم تھے۔ لہٰذا موسیٰ کیا تھے۔ ان سب مقتولین کی حیات کا مجموعہ تھے جو اُن کے دھوکے میں مارے گئے۔ یہ خاص اختصاص جناب موسیٰ علیہ السلام کے لیے جو ان سے پہلے کسی اور کو نہ تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کے سوانح حیات میں بہت سے راز ہیں۔ میں ان میں سے چند کو اس باب میں لکھاؤں گا۔ کہ اُٹھتے ہی جتنے اللہ نے

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جواب ہشتم

میرے دل میں ڈالے۔ یہ پہلا راز تھا جو اس باب میں مجھ سے کہا گیا۔ موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو بہت سی روحوں کا مجموعہ تھے۔ ان میں قوائے فعالہ و سوختہ جمع ہو گئی تھیں۔ کیونکہ چھوٹوں کا اثر بڑوں پر کچھ نہ کچھ ہوتا ہی ہے دیکھو بچہ بالخاصیۃ بڑے پر اثر کرتا ہے۔ اُس کو خودداری و ریاست پر سے اُتار دیتا اور اپنی طرف مائل کر دیتا ہے۔ وہ بچے سے کھیلتا ہے اُس کو بہلاتا ہے اور بچے کی عقل کے موافق خود بھی بن جاتا ہے۔ پس بڑا چھوٹے کا مسخر اور زیر تصرف ہو جاتا ہے۔ اور بڑے کو اس کا شعور و احساس تک نہیں ہوتا۔ پھر بچہ اپنی تربیت۔ حمایت اور خبرگیری میں بڑے کو مشغول کر دیتا ہے۔ اور وہ تنگ و بیزار نہیں ہوتا۔ یہ چھوٹے کا تصرف ہے بڑے میں کیونکہ معصوم بچے کا مقام بھی اعلیٰ ہے کیونکہ بچے کو اللہ کے پاس سے آئے ہوئے تھوڑی مدت ہوتی ہے وہ نومولود ہوتا ہے۔ اور بڑے پر زیادہ زمانہ گزرا ہوا ہوتا ہے۔

جو خدا سے قریب تر ہوگا، وہ اُس کو مسخر کرے گا۔ جو خدا سے بعید ہے جیسے بادشاہ کے مصاحبین و ندماء دور والوں کو مطیع و مقہور کر لیتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی۔ پانی برستا تو سر مبارک برہنہ فرما کر پانی کے نیچے نکل آتے۔ کہ آپ پر پانی کے قطرے پڑ جائیں۔ اور فرماتے اس کو پروردگار کے پاس سے آئے تھوڑا زمانہ گزرا ہے۔ غور کرو۔ اُس رسول پاک کی معرفت باللہ کس قدر بزرگ و برتر ہے۔ کس درجہ واضح ہے۔ دیکھو۔ مطر نے (بارش) افضل البشر پر بھی اثر کیا۔ کیونکہ اُس کو ایک طرح کا قرب رب تھا۔ یہ بارش کیا تھی۔ گویا ایک فرشتہ تھا۔ جو آپ کے پاس وحی لاتا ہے۔ آپ بھی اس سے ملنے کے لیے زیر سما نکل آئے تاکہ پروردگار کے پاس سے جو آیا ہے لے لیں۔ پانی کے قطروں کے جسد پاک پر پڑنے میں اگر کوئی الٰہی فائدہ نہ ہوتا تو رسول اللہ صلعم اُس کے لیے صحن میں نکل نہ آتے۔ یہ پانی بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مراسلہ ہے۔ ایک پیغام ہے جس نے ہر شے کو حیات بخشا۔ زندہ کرتا ہے

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

حاشیہ پنجم

اس کو خوب سمجھو۔

موسیٰ کو تابوت یعنی صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈالنے سے کیا عبرت، کیا نصیحت، کیا حکمت سمجھی جا سکتی ہے۔ تابوت کیا ہے ناسوت ہے یعنی جسم ہے۔ دریا کیا ہے گویا وہ علم ہے جو اس جسم کے واسطے سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ علم کہاں کہاں سے آتا ہے۔ قوت نظری و فکری سے۔ قوت حسیہ سے۔ قوت خیالی سے۔ اگر یہ جسم عنصری نہ ہوتا تو نفس انسانی کو نہ ان قوتوں اور قوتوں سے علوم ظاہری حاصل ہو سکتے جب نفس ناطقہ انسانی اس جسم ناسوتی میں آگیا۔ اور نفس جسم میں تصرف اور اُس کی تدبیر وانتظام پر مامور ہوا تو یہ قویٰ اُس کے آلات بنائے گئے۔ ان قویٰ کے ذریعے سے نفس اس تابوت تن کی تدبیر کرتا ہے۔ تدبیر بدن ہی مراد الٰہی ہے۔ اس تابوت بدن میں نور سکینۂ رب جل وعلا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس تابوت تن کو دریائے علم میں ڈال دیا تاکہ ان قویٰ کے ذریعے فنون واقسام علوم کو حاصل کرے اگرچہ روح مدبر بادشاہ تن ناسوتی ہے مگر اللہ نے اُس کو معلوم کرا دیا کہ تدبیر بدن بغیر بدن سے متعلق ہوئے ممکن نہیں پس اللہ تعالیٰ نے ان قویٰ کو اس کا خادم و ملازم بنا دیا۔ وہ قویٰ کہاں ہیں۔ اس ناسوت وجسم میں، جس کو باب اشارات وحِکَم میں تابوت سے تعبیر کی گئی ہے۔ واضح ہو کہ شیخ اور دیگر عرفا کی عادت ہے کہ ہر ایک بات سے جو کسی خاص غرض سے کہی گئی ہو، ایک قصے سے جو کسی کا ہو، ہر ایک خبر سے جس کے معنی کچھ ہی ہوں۔ ایک نصیحت لیتے ہیں۔ اور سارے قصے کو اپنے مطلب پر ڈھال لیتے ہیں۔ اس کو اشارہ، اعتبار، اور کبھی حکمت بھی کہہ دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوگا کہ قرآن شریف کی تفسیر تو سیاق وسباق اور لغت ومحاورات سے ہوتی ہے۔ اور اشارہ یا اعتبار ہم اپنے مقصد کے مطابق لیتے ہیں۔ لہٰذا اعتبار کو تفسیر سمجھنا غلطی ہے اور عبرت لینے والے سے جھگڑنا بیکار ہے۔

یہی حال ہے حق تعالیٰ کے تدبیر عالم کرنے کا۔ عالم کی تدبیر عالم سے یا اُس کی صورت سے فرماتا ہے۔ بہرحال حق تعالیٰ تدبیر عالم، عالم ہی سے کرتا ہے

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جیسے بیٹے کا پیدا ہونا باپ پر موقوف ہے۔ مسببات اسباب پر موقوف ہیں۔ مشروطات شروط پر۔ معلولات علل پر۔ مدلولات دلائل و اولّہ پر۔ موجودات محققہ و معینہ حقایق پر موقوف ہیں۔ یہ سب چیزیں عالم ہی سے ہیں۔ اور یہ حق تعالیٰ کی تدبیر و انتظام ہے۔ پس عالم کی تدبیر و انتظام عالم ہی کی چیزوں سے کیا گیا۔

صورت عالم سے ہماری مراد اسمائے حسنیٰ اور صفات علیا ہیں جن سے حق تعالیٰ موسوم و متصف ہوتا ہے۔

کوئی اسم اسمائے حسنیٰ سے ہم تک نہیں پہنچا۔ مگر یہ کہ اس کا معنیٰ و روح ہم عالم میں پاتے ہیں۔ بہرحال تدبیر عالم صورت عالم یعنی اسما و صفات الٰہیہ سے حق تعالیٰ نے کی۔ یہی وجہ ہے کہ آدم کے حق میں جمیع صفات حضرت الٰہیہ کی فہرست اور نمونہ ہیں۔ اور اس میں ذات و صفات و افعال ہیں۔ کہا گیا اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ۔ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا صورت حق کیا ہے۔ حضرت الٰہیہ کے سوا کچھ نہیں۔ حق تعالیٰ نے اس مختصر شریف یعنی انسان کامل میں جمیع اسمائے الٰہیہ کو رکھا۔ اور ان حقایق کو بھی جو اس کی حقیقت سے خارج اور عالم کبیر میں تفصیل وار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کامل کو روح عالم بنا دیا۔ اس کی کمال صورت کی وجہ سے علویات و سفلیات سب کو اس کا مسخر بنا دیا۔

جس طرح عالم میں کوئی شے ایسی نہیں جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید نہ کرتی ہو۔ اسی طرح عالم میں کوئی شے نہیں جو حقیقت صورت انسان کی وجہ سے اس کی مسخر و مطیع نہ ہو۔ فرماتا ہے وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ۔ اور اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب کو اپنی طرف سے تمہارا مسخر کر دیا۔ پس عالم میں جو کچھ ہے وہ سب تحت تسخیر انسان ہے۔ اس بات کو انسان کامل جانتا ہے۔ اور انسان حیوان نہیں جان سکتا۔

بظاہر جناب موسیٰ کو تابوت میں اور تابوت کو دریا میں ڈالنا ہلاکت کی صورت ہے۔ مگر باطن قتل سے نجات ہے۔ جیسے علم سے نفوس

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو بست و پنجم

زندہ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا۔ کیا جو شخص کہ تھا مردہ یعنی جاہل، پھر ہم نے اُس کو زندہ کیا، یعنی علم سے، اور اُس کے لیے نور یعنی ہدایت عطا کی۔ اُس شخص کی حالت کی مانند ہے جو تاریکیوں میں ہے یعنی ضلال و گمراہی میں کہ، اُس سے نہ نکلے گا۔ یعنی کبھی ہدایت نہ پائے گا: کیونکہ امر واقعی کی کوئی انتہا نہیں۔ کوئی غایت نہیں کہ آدمی وہاں پہنچ کر ٹھیر جائے۔ ہدایت یہی ہے۔ کہ حیرت کی طرف انسان کو راہ ملے۔ وہ جان لے کہ امر مطلوب یہی حیرت ہے اور حیرت، قلق یعنی اضطراب و حرکت ہے۔ اور حرکت حیات ہے۔ پس نہ سکون ہے نہ موت ہے۔ اور وجود ہی وجود ہے۔ عدم کا یہاں قدم نہیں۔ ایسا ہی حال ہے: آب علم کا جس سے زمین قلب کی حیات و حرکت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ۔ پس زمین حرکت کرتی ہے۔ اور بڑھتی و اُبھرتی ہے، آبائے علو یعنی افلاک سے مادر زمین حاملہ ہوتی ہے۔ اور پھولتی پھلتی ہے۔ اور اُگاتی ہے، ہر قسم کے نفیس و بارونق جوڑے۔ یعنی نہیں جنتی مگر اُس کو جو اُس کے مشابہ ہے۔ یعنی اُس کی طرح طبعی ہے۔ زمین کی زوجیت و شفعیت ان چیزوں کے لحاظ سے ہے، جو اُس سے پیدا و ظاہر ہوتے ہیں۔ اسی طرح وجود حق گو کہ واحد ہے مگر اُس کو کثرت لاحق ہوئی۔ متعدد اسما پیدا ہوئے کہ یہ چیز ایسی ہے۔ وہ چیز ایسی ہے۔ یہ سب کس کا اقتضا ہے؟ عالم کا: عالم حق تعالیٰ سے ظاہر ہوا۔ وہ اپنی نشأت و پیدائش کی وجہ سے حقائق اسمائے الٰہی کو طلب کرتا ہے۔ پس بوجہ عالم، اور اسمائے الٰہیہ کے، جو اُس کے خالق ہیں۔ حق تعالیٰ کے لیے کل ہونا ثابت ہوا۔ اور وہ بلحاظ اپنی ذات مقدسہ کے احدی العین، شخص معین ہے جیسے ہیولیٰ کہ اپنی ذات کی وجہ سے ایک ہے مگر ظاہری صُوَر کی وجہ سے کثیر ہے۔ ہیولیٰ بذاتہ اُن صُوَر کثیرہ کا حامل ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ باوجود ایک ہونے کے صُوَر تجلیات کی وجہ سے اُس کو کثرت

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جز بست و پنجم

عارض ہوئی۔ پس حق تعالیٰ تجلی گاہ ہے صُوَرِ عالمِ اسماء، باوجود احدیت کے۔ جو معقول سمجھ میں آتی ہے۔ دیکھو یہ تعلیم الٰہی کس قدر اچھی اور نفس الامری ہے۔ مگر اس کی معرفت و اطلاع اسی بندے کو ہوتی ہے جو اللہ کا خاص بندہ ہے۔

جب آل فرعون نے موسیٰ کو دریا میں درخت کے پاس پایا۔ تو فرعون نے اُن کا نام موسیٰ رکھا۔ (مُو) کے معنی قبطی زبان میں پانی کے ہیں اور (سا) کے معنی قبطی زبان میں درخت کے ہیں۔ موسیٰ کو دریا اور درخت کے پاس پایا تو اُن کا نام موسیٰ رکھا۔ کیونکہ اُن کا تابوت یعنی صندوق دریا میں درخت کے پاس ٹھیرا تھا۔

جب موسیٰ کا تابوت دریا سے نکال لیا گیا۔ تو فرعون نے چاہا کہ موسیٰ کو قتل کر دے تو اس سے اُس کی بیوی آسیہ نے کہا۔ شیخ کہتے ہیں آسیہ کا یہ کہنا الہامی تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو کمال کے لیے پیدا کیا تھا۔

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ آسیہ و مریم بنت عمران کے متعلق اس کمال کی شہادت دیتے ہیں۔ جو مردوں کو دیا جاتا ہے آسیہ نے فرعون سے موسیٰ کے حق میں کہا کہ یہ بچہ یعنی موسیٰ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ موسیٰ کا آسیہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہونا تو ظاہر ہے کہ موسیٰ سے آسیہ کو ایمان اور مردوں کا کمال دیا گیا۔ جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا۔ اور فرعون کی آنکھوں کی ٹھنڈک اس وجہ سے کہ شیخ کے خیال میں فرعون ڈوبتے ڈوبتے ایمان سے مرا ہے۔ پاک صاف مرا ہے۔ اُس میں مرتے وقت کچھ خباثت باقی رہی نہ تھی۔ کیونکہ وہ ایمان سے مرا ہے۔ ایمان لا کر اُس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ کیونکہ اسلام ماقبل کے تمام گناہوں کو محو کر دیتا ہے۔ اللہ نے فرعون کو اپنی رحمت کی ایک نشانی و دلیل بنا دی ہے کہ کوئی بندہ رحمت الٰہی سے مایوس نہ ہو۔ اللہ کی رحمت سے قوم کفار ہی مایوس ہوتی ہے۔ اگر فرعون حالت یاس میں ہوتا تو ایمان لانے میں جلدی اور مبادرت نہ کرتا۔ لہٰذا موسیٰ ایسے ہی تھے جیسے اُن کے متعلق آسیہ زوجۂ فرعون نے کہا تھا کہ موسیٰ میرے اور تیرے (فرعون) کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ اسے مت قتل کرو۔ شاید کہ

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جلد پنجم

ہم کو نفع دے۔

شیخ کہتے ہیں اور ہوا بھی ایسا ہی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُن دونوں کو نفع دیا۔ اگرچہ اُن کو معلوم نہ ہوا۔ یہ وہی نبی ہے جس کے ہاتھ پر ملک فرعون اور سلطنت بعزو کی تباہی ہوگی۔

مترجم کہتا ہے: یہ وہ معرکۃ الآراء مقام ہے کہ اس کی تائید و تردید میں کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ شیخ کی تکفیر تک کی گئی ہے

حضرت عبدالوہاب شعرانی کہتے ہیں کہ میں نے خود شیخ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتاب فصوص دیکھی۔ اُس میں نجات فرعون کے متعلق کچھ بھی نہیں لکھا تھا۔ شیخ کے نجات فرعون پر دلالات تو آپ نے دیکھ لیے۔ عدم اسلام فرعون کے چند دلائل بھی سن لیجیے۔

يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَوْرَدَهُمُ النَّارَ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُودُ وَأُتْبِعُوا فِي هَٰذِهِ لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُودُ۔

آگے ہوگا فرعون اپنی قوم کے قیامت کے دن پہنچائے گا اُن کو دوزخ پر اور بُرا گھاٹ ہے دوزخ جس پر پہنچے۔ اور پیچھے سے ملتی رہی اس جہان میں لعنت، اور دن قیامت کے بھی بُرا بدلہ ہے جو اُن کو ملا۔ وَقَالَ مُوسَىٰ رَبَّنَا إِنَّكَ آتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَأَهُ زِينَةً وَأَمْوَالًا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوا عَنْ سَبِيلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَىٰ أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ۔ قَالَ قَدْ أُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمَا۔ اور کہا موسیٰ نے، کہا اے رب ہمارے تو نے دی ہے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو رونق اور مال دُنیا کی زندگی میں۔ اے رب تا کہ بہکادیں تیری راہ سے۔ اے رب مٹادے اُن کے مال اور سخت کر اُن کے دل کو کہ نہ ایمان لائیں جب تک کہ دیکھیں دکھ کی مار۔ فرمایا قبول ہو چکی دعا تمہاری۔ آلْآنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ۔ اب خدا کا اقرار کرتا ہے اور تو بے حکم رہا پہلے اور رہا بگاڑنے والوں میں۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے شر سے بچایا۔ جدیث پ۲۰ ج۱
فَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوسٰى فٰرِغًا موسیٰ کی ماں کا دل خالی ہو گیا یعنی اُس ہم و غم سے کہ اُن کو پہنچا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ پر دائیوں کے دودھ کو حرام کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ اُنھوں نے اپنی ماں کے سینے کی طرف توجہ کی۔ پھر اُن کی ماں نے اُن کو دودھ پلایا۔ اور اللہ نے اُن کی ماں کی خوشی پوری کی۔

ایسا ہی علم شرائع کا حال ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے عام و خاص راستہ مقرر کیا۔ یہ چھوٹا راستہ اصل اور بڑے راستے ہی سے نکلتا ہے۔ اصل ہی سے فرع کو غذا ملتی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو بھی اصل یعنی اپنی ماں سے غذا ملی۔ جس طرح درخت کی ڈالیوں کو جڑ سے غذا ملتی ہے۔ یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک شے ایک شریعت میں حرام ہوتی ہے اور وہی دوسری شریعت میں حلال ہوتی ہے۔ یہ بھی ظاہری صورت کے لحاظ سے ہے یعنی کسی چیز کا حلال ہونا نفس الامر میں تو حال کی چیز اور ماضی کی چیز ایک نہیں ہوتی کیونکہ واقعے کے لحاظ سے تو ایک نیا ہی حکم اور نئی ہی پیدائش ہے جو تخلیق کیا ہے؟ تجلی جدید ہے۔ تجدد امثال ہے۔ اور تجلی میں تو تکرار نہیں ہوتی۔ اسی وجہ سے ہم نے تم کو متنبہ کیا۔ اسی بات کو تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے حق میں تحریم مراضع یعنی دائیوں کے دودھ کے موسیٰ پر حرام کرنے سے کنایہ فرمایا۔ سچ پوچھو تو حقیقت میں ماں وہی ہے جس نے دودھ پلایا نہ وہ جس نے جنا۔ کیونکہ جننے والی ماں تو امانت کے طور پر حاملہ رہی بچہ اُس کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ اُس کے خون حیض سے غذا حاصل کی۔ یہ سب اُس کے بغیر ارادے کے تھا۔ تاکہ ماں کا بچے پر غیر معمولی احسان واحتنان نہ ہو۔ کیونکہ اُس نے اُس خون کو غذا کیا ہے۔ اگر اُس خون کو غذا نہ کرتا اور وہ خون نہ نکلتا تو ماں ہلاکت میں پڑ جاتی یا بیمار ہو جاتی۔ اس لحاظ سے تو کچھ بچے ہی کا احسان ماں پر ہے کیونکہ اُس نے اس خون کو اپنی غذا بنا لی۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزوبت و پنجم

اور ماں کو اس ضرر سے بچا لیا۔ اگر یہ خون رک جاتا اور نہ نکلتا۔ اور بچہ اس کو اپنی غذا نہ بنا لیتا تو ماں کو ضرر پہنچ جاتا۔ دودھ پلانے والی دائی کا یہ حال نہیں ہے اس نے تو دودھ پلا کر اس کی حیات و بقا کا ارادہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دودھ پلانے کا کام بھی ماں ہی سے لیا تاکہ موسیٰ علیہ السلام پر ان کی ماں کے سوا کسی اور عورت کا احسان نہ ہو لِتَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ تاکہ مادر موسیٰ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غمگین نہ ہوں۔ موسیٰ کو پالیں پرورش کریں۔ ان کو اپنی گود میں نشو ونما پاتے دیکھیں۔

اللہ تعالیٰ نے بند تابوت سے موسیٰ کو نجات دی۔ پھر موسیٰ کے حجاب ظلمت طبیعت کو پھاڑ دیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو علم الٰہی عطا فرمایا تھا۔ اگرچہ طبیعت سے پورے پورے طور پر نہ نکلے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا بہت سی جگہ امتحان لیا تاکہ ابتلاآت و مصائب میں ان کا صبر و تحمل ثابت ہو جائے۔

پہلا ابتلا موسیٰ کا قبطی کو قتل کرنا ہے۔ یہ قبطی قوم فرعون سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو ان کے باطن میں اس کی توفیق دی۔ اس کا الہام کیا۔ اگرچہ ان کو معلوم نہ تھا کہ یہ الہام ہے۔ مگر انھوں نے اپنے دل میں اس قتل کی پروا نہ کی باوجودیکہ انھوں نے وحی آنے تک تاخیر نہیں کی۔ کیونکہ نبی معصوم دل کا ہوتا ہے۔ گو کہ اس کا انھیں شعور نہیں رہتا یہاں تک کہ وہ نبی ہو جائیں اور ان کی عصمت کی انھیں خبر ہو۔

اسی واسطے موسیٰ کو خضر نے ایک لڑکا کو قتل کر کے دکھایا اور موسیٰ نے ان پر اعتراض کیا۔ اور خود موسیٰ نے قبطی کو جو قتل کیا تھا اس کو بھول گئے۔ اس پر خضرؑ نے موسیٰ سے کہا مَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِي میں نے اس قتل کو خود سے نہیں کیا۔ وہ موسیٰ کو ان کے قبل نبوت مرتبہ کی طرف توجہ دلاتے ہیں موسیٰ نفس الامر میں معصوم الحرکۃ تھے۔ اگرچہ ان کو اس کا علم نہ تھا۔ اور خضرؑ نے ان کو کشتی توڑ کر بھی بتلا دیا کہ بظاہر اس میں کشتی کا نقصان تھا اور بباطن اس میں غاصب کے ہاتھ سے اس کو

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو بست پنجم

بچانا تھا۔ خضر نے اُس کو تابوت موسیٰ کے مقابل کیا جس پر دریا چوطرف سے موجزن تھا۔ اس میں بھی بظاہر ہلاکت اور بباطن نجات تھی جیسا کہ مادر موسیٰ نے اس خوف سے کیا تھا کہ کہیں صاحب فرعون کا موسیٰ پر دسترس نہ ہو۔ اور ان کو پکڑ کر ذبح نہ کر ڈالے۔ اور ماں کھڑی دیکھتی رہ جائے۔ مادر موسیٰ کا دریا میں تابوت موسیٰ کو ڈال دینا الہام خداوندی سے تھا۔ اور اُن کو اس کی خبر تک نہ تھی۔ اُن کے دل میں آ گیا تھا کہ وہ موسیٰ کو ضرور دودھ پلائیں گی۔ پھر جب موسیٰ کے متعلق خوف ہوا تو اُن کو دریا میں ڈال دیا۔ کیونکہ مشہور مثل ہے نہ آنکھ دیکھے نہ دل کو درد ہو۔ اُن کو ایسا خوف و غم نہ ہوا جیسا کہ قتل موسیٰ آنکھوں کے سامنے ہوتا تو ہوتا۔ اُن کو اس کا گمان غالب پیدا ہو گیا تھا کہ شاید اُن کے حسن ظن کی وجہ سے رحمت الٰہی سے اللہ موسیٰ کو اُن کی طرف واپس لائے۔ وہ اس دلی حسن ظن پر جی رہی تھیں۔ اُن کی امید خوف و یاس سے مقابلہ کر رہی تھی جب اس کا الہام ہوا تو اپنے جی میں کہنے لگیں کہ شاید یہ وہی رسول ہو جس کے ہاتھ پر فرعون اور قبطیوں کی ہلاکت ہو۔ اس گمان پر وہ جیتی اور خوش رہیں۔ اُن کا ایسا گمان نفس الامری اور نزد اللہ تعالیٰ کے پاس محقق تھا۔

پھر جب موسیٰ پر مقدمہ قصاص قبطی میں وارنٹ چھوٹا اور حکم نامہ گرفتاری جاری ہوا تو وہ بظاہر بھاگ کھڑے ہوئے۔ حقیقۃً ان کا چل دینا جب نجات پر مبنی تھا۔ کیونکہ حرکت ہمیشہ مبنی بر حُب رہتی ہے۔ دیکھنے والے دوسرے اسباب کی طرف نسبت کر کے محجوب رہ جاتے ہیں۔ حالانکہ واقع میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ اصل یہ ہے کہ عالم کی حرکت عدم سے جس میں وہ ساکن تھا وجود کی طرف ہوتی ہے۔ یعنی علم الٰہی سے عالم شہادت کی طرف ہوتی ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ ساری دُنیا سکون سے حرکت کرنے پر مبنی ہے حرکت جو سبب وجود عالم ہے۔ حق تعالیٰ کی حرکت حُبّی ہے۔

اسی حرکت حُبّی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث قدسی سے اس طرح آگاہی بخشی ہے كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَأَحْبَبْتُ أَنْ أُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو بست پنجم

میں ایک گنج مخفی تھا مجھے کوئی نہیں پہچانتا تھا۔ تو میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں۔ لہذا میں نے خلق کو پیدا کیا۔ دیکھو اگر یہ محبت نہ ہوتی تو عالم وجود خارجی میں پیدا ہی نہ ہوتا۔ پس عالم کو حرکت ہے، عدم سے وجود کی طرف۔ حرکت موجب ہے ایجاد عالم کے لیے۔ نیز عالم بھی خود کو وجود خارجی میں نمایاں ہونے کو دوست رکھتا ہے جس طرح ثبوت علمی میں نمایاں تھا۔ غرضیکہ ہر وجہ سے عالم کی حرکت، عدم ثبوتی سے وجود خارجی کی طرف حبی ہے۔ خواہ جانب حق سے۔ خواہ جانب عالم سے کیونکہ کمال بذاتہٖ محبوب ہے۔ یہاں کمالات الٰہی سے مراد کمالات صفاتی وافعالی ہیں۔ اور حق تعالیٰ کا اپنی ذات مقدسہ کو جاننا۔ یعنی علم ذاتی کے لحاظ سے وہ غنی عن العالمین، یعنی تمام عوالم سے بے نیاز ہے اور یہ علم خاصہ خداوندی ہے۔ علم ذاتی وفعلی جو اشیا کے پیدا ہونے کے پہلے تھا۔ وہ تو قدیم وازلی ہے۔ پھر کونسا علم ہے جو باقی رہ گیا ہے۔ علم انفعالی حادث، جو اشیا کے خارج میں حادث ہونے سے حادث ہوتا ہے۔ پس صورت کمال، علم حادث وقدیم سے ظاہر ہوتی ہے۔ پس مرتبہ علمی کا کمال حدوث وقدم دونوں راہ سے ہو جاتا ہے۔

اسی طرح مراتب وجود حق کی بھی تکمیل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وجود کی دو قسمیں ہیں ازلی وغیر ازلی حادث۔ وجود ازلی تو وجود بالذات حق تعالیٰ کا ہے اور غیر ازلی وجود حق کا ہے۔ گر صور عالم میں جو علم میں تھے۔ اس وجود خارجی وشہودی کو حدوث کہتے ہیں۔ کیونکہ اس وجود بالعرض وحادث ہیں۔ بعض حادث۔ بعض حادث کے سامنے ظاہر ہوتے ہیں: اور حق تعالیٰ خود اپنے سامنے صور عالم میں ظاہر ہوا۔ اب وجود کامل ہو گیا۔ اس تقریر سے ثابت ہو گیا کہ حرکت عالم، تحصیل کمال کے لیے، حرکت حبی ہے۔ اس کو خوب سمجھو۔

دیکھو اسمائے الٰہیہ اپنے آثار کا ظہور ذات وعین علم میں نہ دیکھ کر کیسے بیقرار تھے پھر ظہور آثار کے بعد کیسی راحت ہوئی۔ غرض کہ اس کو راحت محبوب ومطلوب تھی۔ یہ راحت کب ملی جب اعلیٰ واسفل کی

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزویت پنجم

صورتوں کو وجود خارجی ملا۔ پس ثابت ہو گیا کہ حرکت لوازم حب سے ہے پس عالم میں کوئی حرکت نہیں مگر وہ محبت پر مبنی ہے۔ بعض علما اس مسئلے کو جانتے ہیں۔ اور بعض سبب قریب کی وجہ سے محجوب و ناواقف رہ جاتے ہیں کیونکہ سبب قریب کا حکم، ظاہر رہتا ہے۔ اور نفس انسانی پر اس کا غلبہ رہتا ہے۔ کیونکہ دنیا ظاہر پرست ہے

موسیٰ کو قتل قبطی کی وجہ سے خوف ظاہر تھا۔ گو یہ خوف بھی قصاص قتل قبطی سے حب نجات پر متضمن و مشتمل تھا۔ پس خوف واقع ہوا تو بھاگے۔ مگر حقیقت میں نجات کو محبوب جانا۔ کس سے۔ فرعون سے، اور اس کے عمل سے، موسیٰ نے سبب قریب یعنی خوف قصاص کو جو فی الحقیقت ظاہر و مشہود ہو رہا تھا بیان فرمایا۔ خوف آدمی کے لیے بمنزلۂ صورت جسمی کے تھا۔ اور حب نجات بمنزلۂ روح مدبر بدن کے۔ انبیا علیہم السلام بالکل ظاہری زبان میں بات چیت کرتے ہیں۔ ان کا خطاب عام فہم ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کو سامع عالم کی سمجھ، اور فہم پر اعتماد رہتا ہے کہ وہ تو حقیقت مسئلہ سے واقف ہو ہی جائے گا۔ رسولوں کو عامۃ الناس کا بڑا لحاظ رہتا ہے کیونکہ وہ اہل فہم کے مرتبے کو جانتے ہی ہیں۔ رسول اللہ صلعم نے اس مرتبۂ خاص پر عطایا میں متنبہ فرمایا۔ حضرت مال تقسیم فرما رہے تھے۔ ایک نو مسلم کو مال دیا۔ اور ایک مضبوط ایمان والے نیک آدمی کو نہ دیا۔ سعد بن وقاص نے اس نیک آدمی کی سفارش کی تو حضرت نے فرمایا میں ایک آدمی کو دیتا ہوں۔ حالانکہ اس کے سوا دوسرا آدمی مجھے اس سے عزیز تر ہے۔ اس خوف سے کہ کہیں وہ مرتد نہ ہو جائے اور اس کو اللہ دوزخ میں نہ ڈال دے۔ دیکھو حضرت نے ضعیف العقل ضعیف النظر والفکر کی رعایت کی۔ کیونکہ اس میں طمع اور کدورت طبعی غالب تھی۔

عطایائے مالی میں جس طرح عامۃ الناس کا لحاظ کیا گیا اسی طرح عطایائے علمی میں عامۃ الناس کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ بیان عام فہم مگر جوامع الکلم رہتا ہے۔ عرفا اس کے مغز سخن کو پہنچتے ہیں۔ اور ظاہرین

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو بست پنجم

ظاہر سے خوش ہو رہتے ہیں عظیم الشان معنی پر عام فہمی کا خوبصورت خلعت پہناتے ہیں کہ کم فہم وہیں ٹھہر جائے اور کہنے لگے۔ کیا اچھا خلعت ہے۔ غریب سمجھتا ہے کہ یہ معمولی عام فہم الفاظ نہایت بلند مرتبے میں ہیں صاحب فہم دقیق جو حکمت کے موتیوں کو غوطہ مار کر نکالتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے۔ دل میں کہتا ہے۔ کیونکہ بادشاہ نے اُس کو خلعت دیا تو کیوں۔ پھر غور کرتا ہے کہ یہ خلعت کس قیمت کا ہے، اور اس کا کپڑا کس قسم کا ہے۔ اس خلعت کی حیثیت سے اس شخص کی حیثیت کا اندازہ لگاتا ہے جس کو خلعت دیا گیا ہے اُس کو ایسے حقایق کا انکشاف ہوتا ہے جو نادانوں کو نہیں ہو سکتا۔

انبیا و رسل اور اُن کے جانشین حضرات نے جب یہ دیکھا کہ دُنیا میں اور اُن کی اُمت میں اس قسم کے نادان و کم فہم لوگ بھی ہیں تو اپنے بیان میں زبان ظاہر اور عام فہم کو اختیار کیا۔ جس میں عام و خاص سب شریک ہیں خاص افراد وہ سب سمجھتے ہیں جو عامۃ الناس سمجھتے ہیں اور اس سے زیادہ بھی سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ تو ہے کہ عامۃ الناس سے امتیاز اور اسم خاص رکھتے ہیں۔ علوم کی تبلیغ کرنے والوں نے زبان ظاہر پر اکتفا کیا۔ یہ حکمت تھی موسیٰ کے اس فرمانے کی فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ۔ میں تم سے بھاگا۔ جب تم سے ڈرا۔ آپ نے یہ نہ فرمایا۔ میں تمہارے پاس سے حب سلامتی و عافیت کی وجہ سے بھاگا۔

موسیٰ علیہ السّلام شہر مدین میں پہنچے جہاں شعیبؑ رہتے تھے۔ اُن کی دو صاحبزادیاں پنگھٹ پر پانی بھرنے آئیں۔ آپ نے بغیر اجرت کے اُن کی بکریوں کو پانی پلا دیا۔ پھر زیر سایۂ الٰہی جو درخت کی صورت میں نمایاں تھا واپس جا بیٹھے۔ اور دعا کی رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ۔ میرے پروردگارا۔ تو نے مجھ پر جو خیر اور بھلائی اُتاری ہے۔ میں اُس کا محتاج ہوں۔ موسیٰ علیہ السّلام نے للہ بے اجرت کے پانی پلانے کو وہ خیر سمجھا جس کو اللہ نے اُن پر اُتارا۔ موسیٰ نے خود کو محتاج و فقیر ظاہر کیا۔ اس خیر کی طرف جو عند اللہ ہے۔ جب موسیٰ علیہ السّلام کے سامنے

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو لبت و پنجم

بغیر اجرت کے دیوار کھڑی کر دی اور اپنا بھی ایک کام بغیر اجرت کے دکھا دیا۔ تو موسیٰ نے اس پر خضر کو معتوب کیا اور ناخوشی ظاہر کی۔ تو خضر نے ان سے بغیر اجرت کے پانی پلا دینے کا خود ان کا واقعہ یاد دلایا۔ اس کے سوا اور بہت سی باتیں ہیں، جن کا ذکر کیا گیا۔ اس قصے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمنا کی کہ کاش موسیٰ سکوت اختیار کرتے، اور اعتراض نہ کرتے، تاکہ اللہ تعالیٰ موسیٰ و خضر دونوں کا پورا قصہ بیان فرماتا۔ اور حضرت کو بھی معلوم ہو جاتا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو باوجود ناواقفی کے، کن کن نیک کاموں کا الہام فرمایا۔ اور ان سے واقف کرا دیا تھا۔ کیونکہ اگر موسیٰ واقف ہوتے، تو ان کاموں پر خضر پر اعتراض نہ کرتے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کے پاس خضر کے اچھے ہونے کی شہادت دی تھی اُن کا تزکیہ و تعدیل کی تھی۔

اور باوجود اس کے موسیٰ کو خیال نہ رہا۔ اللہ تعالیٰ کے تزکیۂ خضر کا اور اتباع خضر کی شرط کا، کہ جب تک وہ بیان نہ کریں، سوال نہ کریں۔ یہ بھی ہم پر اللہ کی رحمت ہے جب کہ امر الٰہی کو بھول جائیں سے

اگر سچ پوچھیے غفلت نشان شان رحمت ہے

اگر موسیٰ کو اس کا علم رہتا تو خضر ان سے نہ کہتے مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا۔ وہ چیز جس کا تم کو احاطہ علم نہیں۔ میں ایک علم پر ہوں، جس کا ذوق تم کو نہیں۔ جیسے کہ تم ایک علم پر ہو کہ جس کو میں نہیں جانتا۔ یعنی تم کو کلیات کا علم ہے اور مجھ کو خاص خاص جزئیات کا۔ اس جواب میں خضر نے انصاف سے کام لیا۔

اس امر کی حکمت کہ موسیٰ نے خضر کو کیوں چھوڑا یہ ہے کہ رسول کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ تم کو رسول جو کچھ دے، اس کو لے لو اور جس چیز سے منع کرے اس سے باز رہو۔ خدا شناس علما جو قدر رسالت و رسول جانتے ہیں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے سامنے ٹھیر جاتے ہیں۔ خضر کو معلوم تھا کہ موسیٰ اللہ کے رسول ہیں۔ وہ منتظر رہے۔ کہ موسیٰ سے کیا صادر ہوتا ہے۔ تاکہ خضر حضرت موسیٰ کا

khatmenabuwat Android Application

جلد پنجم

حقِّ ادب ادا کریں۔ تو موسیٰ نے خضر سے فرمایا اِنْ سَاَلْتُکَ عَنْ شَیْءٍ بَعْدَھَا فَلَا تُصٰحِبْنِیْ۔ اس کے بعد اگر میں تم سے کسی شے کے متعلق سوال کروں تو پھر تم مجھ کو اپنے ساتھ نہ رکھنا۔ پس موسیٰ نے خضر کو اپنے ساتھ رکھنے سے منع کیا۔ جب موسیٰ نے تیسری دفعہ بھی سوال کیا۔ تو خضر نے اُن سے کہا هٰذَا فِرَاقُ بَیْنِیْ وَ بَیْنِکَ یہ جدائی ہے میرے اور آپ کے درمیان موسیٰ نے بھی اس پر ایسا نہ کرو نہ فرمایا۔ اور وہ اُن کی صحبت میں رہ جاتا۔ موسیٰ علیہ السلام کو اپنا مرتبہ معلوم تھا جس نے خضر کو اپنے ساتھ رکھنے سے منع کیا۔ موسیٰ علیہ السلام خاموش ہو گئے۔ اور دونوں میں جدائی ہو گئی۔ ذرا ان دونوں عالم شخصوں کے کمال کو دیکھو۔ اور احکام الٰہی کا حق ادب ادا کرنے کو دیکھو۔ اور خضر کے انصاف پر ستادہ اعتراف کو موسیٰ علیہ السلام کے سامنے دیکھو۔ کیونکہ انہوں نے کہا۔ میں ایک ایسا علم پر ہوں کہ اللہ نے مجھ کو سکھایا ہے اور آپ اس کو نہیں جانتے اور آپ ایک ایسا علم پر ہو کہ اللہ نے آپ کو سکھایا۔ اور میں اس کو نہیں جانتا۔ خضر کا موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہنا دوا تھی اس زعم کی جو اُن کے اس قول سے پیدا ہوا تھا وَکَیْفَ تَصْبِرُ عَلٰی مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا۔ اور آپ کیونکر صبر کر سکیں گے اس چیز پر جس کا آپ کو علم نہیں۔ باوجودیکہ خضر کو مرتبہ رسالت کا علم تھا جو خضر کو حاصل نہ تھا۔

یہی بات امتِ محمدیہ میں اس طرح ظاہر ہوئی جب نر کا پھول مادہ درخت پر نہ ڈالا گیا۔ اور لوگ اعجاز محمدی کا انتظار نہ کر سکے۔ اور کھجوریں کم لگیں۔ تو لوگوں نے شکایت کی اور صبر نہ کر سکے۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر لوگ صبر کرتے تو نر کا پھول مادہ پر ڈالنے کا طریقہ ہی اٹھ جاتا اور پھل خوب لگتے۔ اور لوگ اعجاز محمدی اور آپ کے علم پر پورے تصرف کو دیکھتے رسول اللہ صلعم نے اصحاب سے فرمایا۔ تم دنیا کے کام خوب جانتے ہو۔ یعنی اسباب کے استعمال کو۔ یہ ایک بیان ہے کہ علم شے بہتر جہل سے۔ یہ علم ہی تو ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جس سے خود کی مدح کی ہے۔ وَہُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

وہ سب کچھ جانتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب سے فرمایا کہ
وہ دنیا کے کاموں کو آپ سے زیادہ جانتے ہیں کہ یہ تجربے پر موقوف اور
علم جزئیات سے ہے۔ اور حضرت کو اس کا تجربہ کرنے کا موقع نہیں ملا تھا
کیونکہ آپ کی توجہ ضروری تر سے ضروری تر پر تھی۔ ہم نے تم کو بڑے کام کی
بات پر متنبہ کردیا ہے۔ اگر اپنے کاموں میں اس کو استعمال کرو تو تم کو بڑا
نفع ہوگا

پھر مجھ کو میرے رب نے حکومت و خلافت عطا کی۔ وجعلنی
من المرسلین اور مجھ کو رسولوں میں سے بنایا۔ موسیٰ کی اس سے مراد
رسالت ہے۔ ہر رسول خلیفہ نہیں ہے۔ خلیفہ صاحب سیف اور
صاحب عزل و نصب ہوتا ہے۔ رسول کو ایسا ہونا لازم نہیں۔ اس کا فرض
جو نازل ہوا اس کی تبلیغ ہے۔ پس اگر احکام رسالت پر مقاتلہ اور بزور شمشیر
اس کی حمایت کرے تو وہ رسول و خلیفہ ہے۔ جس طرح کہ نبی رسول نہیں۔
اسی طرح ہر رسول بھی خلیفہ نہیں۔ یعنی رسول کو ملک و حکومت ضرور نہیں۔

فرعون کی ماہیت الٰہیہ سے سوال میں کیا حکمت ہے۔ اس نے
پوچھا ما رب العالمین۔ رب العالمین کی حقیقت کیا ہے شیخ کا خیال ہے کہ
فرعون کا یہ سوال نادانستہ نہ تھا۔ بلکہ امتحاناً تھا۔ دیکھے کہ موسیٰ دعوائے رسالت
کے ساتھ اپنے رب کے متعلق کیا جواب دیتے ہیں شیخ کا خیال ہے کہ
فرعون کو رسولوں کا مرتبہ علمی معلوم تھا۔ وہ جواب موسیٰ سے ان کے صدق دعویٰ
پر استدلال کرنا چاہتا ہے۔ اس نے سوال کیا تو ایسا موہم سوال کیا جس کے دو
پہلو تھے۔ صحیح جواب ناممکن تھا۔ یعنی حقیقت الٰہیہ کی حد و ذاتیات بیان کرنا
اگر اسم و خواص بیان کردیں تو کہہ دے کہ جواب سوال کے مطابق نہیں ہے۔
فرعون یہ تمام پہلو دار باتیں اس لیے کر رہا تھا کہ حاضرین دربار کو فکر و حیرانی
میں رکھے۔ اور جو کچھ خود سمجھتا ہے۔ دوسروں کو معلوم ہونے نہ دے اور
اپنی جھوٹی خدائی باقی رکھے۔ ظاہر ہے کہ جو چیز بسیط ہوتی ہے اس کی
جنس و فصل نہیں ہوتی جب جنس و فصل نہیں ہوتی تو حد بھی نہیں ہو سکتی۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

فص بست پنجم

ناچار حقیقت حال کے جاننے والے' خواص و افعال بیان کریں گے' جو رسم ہوگی۔ موسیٰ کے ایسے جواب دینے پر کہے گا کہ موسیٰ کا جواب میرے سوال کے مطابق نہیں ہے۔ جہال حضار دربار اپنی کم فہمی کی وجہ سے سمجھے کہ فرعون موسیٰ سے زیادہ عالم ہے۔

جب موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے سوال وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ کے جواب میں رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِیْنَ کہا۔ جو بظاہر سوال کا جواب ہے۔ فرعون کو معلوم تھا کہ یہی جواب دیا جائے گا۔ مگر اپنے درباریوں سے کہہ دیا اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِیْٓ اُرْسِلَ اِلَیْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ۔ بیشک یہ تمہارا رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا مجنون ہے۔ میرے سوال کا جواب تک دینا نہیں جانتا۔ کیونکہ اصل جواب تو مقصود نہیں۔ ممکن ہی نہیں۔

سوال صحیح ہے کیونکہ ماہیت سے سوال کرنا مطلوب کی حقیقت سے سوال کرنا ہے۔ اور وہ حقیقت اپنے غیر سے ممتاز ہے' جن لوگوں نے حدود کو جنس و فصل سے مرکب مانا ہے۔ اس جگہ ہے۔ جہاں کوئی مشترک چیز نکلتی ہے" جو شے بسیط ہے جس کی جنس نہیں ہے۔ اس کی فصل بھی نہیں۔ مابہ الاشتراک نہیں تو مابہ الامتیاز بھی نہیں ہے۔ پس اس سوال کا اہل حق اور صاحب علم صحیح و عقل سلیم کے پاس جواب وہی ہے جو موسیٰ علیہ السلام نے دیا یعنی جب حد ممکن نہ ہو تو رسم سے جواب دیں گے جبکہ حقیقت ناقابل ادراک۔ ناقابل بیان ہو تو اس کے افعال سے و آثار سے اس کو ماننا پڑے گا۔

یہاں ایک بڑا راز ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا تو مفعول پر اثر فعل بتا دیا۔ اس شخص کے مقابل جو حدِّ ذاتی سے سوال کرتا ہے۔ پس حدِ ذاتی نے بظاہر صور عالم کی طرف اضافت بتلا دی یا وہ ذات بتلا دی جس سے صور عالم ظاہر ہوتے ہیں۔ گویا موسیٰ نے فرعون کے سوال کے جواب میں یعنی وما رب العالمین کے جواب میں رب السموات والارض

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

کہنے کے معنی یہ ہوئے کہ رب العالمین جس میں شہود عالمین۔ علوی جیسے آسمان اور سفلی جیسے زمین۔ اور جو آسمان وزمین کے درمیان ہے ان کنتم موقنین۔ اگر تم کو یقین ہے یا رب العالمین وہ ہے جو ان سب میں ظاہر ہے۔

جب فرعون نے اپنے ہم نشینوں سے کہہ دیا انہ لمجنون۔ یہ موسیٰ تو دیوانہ ہے جیسا کہ ہم نے اس سے پیشتر مجنون ہونے کے معنی میں کہا۔ موسیٰ نے اور توضیح کی۔ تاکہ فرعون ان کے علم الٰہی کے مرتبے کو جانے۔ شیخ کہتے ہیں کہ فرعون ان سب باتوں کو جانتا تھا۔ موسیٰ نے فرمایا رب المشرق والمغرب مشرق ومغرب کا رب ہے۔ اس میں اعتبار یہ ہے۔ جو ظاہر ہے اور جو پوشیدہ ہے۔ یعنی ظاہر وباطن سب کی اصل وہی ہے۔ اور جو درمیانی حالت میں ہے اس کی بھی اصل اور اس کا قیوم وہی ہے وھو بکل شیء علیم وہ سب کچھ جانتا ہے اگر تم کو کچھ عقل ہے یعنی اصحاب تقیید وتعیین ہو۔ کیونکہ عقل کے معنی ہی ہیں قید کرنا اور اونٹ کا پاؤں باندھنا۔

پہلا اہل یقین کا جواب ہے۔ اور وہ اہل کشف ووجود ہیں۔ ان کے لیے کہا ان کنتم موقنین یعنی اگر تم اہل کشف ووجود ہو تو میں نے وہ بات کہہ دی جس کا تم کو اپنے شہود ووجود میں یقین حاصل ہو چکا ہے۔ اگر تم اس صنف سے نہیں ہو تو میں نے دوسرا جواب دیا۔ اگر تم صاحب عقل وتقیید ہو۔ اور خدا تعالیٰ کو اپنے دلائل عقلیہ سے جو نتیجہ نکلتا ہے۔ اس میں محصور سمجھتے ہو۔ موسیٰ علیہ السلام نے کشفی وعقلی دونوں وجہوں کو ظاہر کر دیا۔ تاکہ فرعون ان کی فضیلت وصداقت کو جان لے شیخ کہتے ہیں موسیٰ جانتے تھے کہ فرعون ان کی فضیلت وصداقت کا پہلے ہی سے علم رکھتا تھا۔ یا قوت رکھتا تھا کیونکہ اس نے ماہیت حقہ کا سوال کیا۔ پس موسیٰ نے جان لیا کہ فرعون کا سوال ماہیت سے اصطلاح قدما وحکما کے مطابق نہیں ہے اسی واسطے موسیٰ نے جواب دیا۔ اگر اس کے سوا کچھ اور جانتے۔ تو فرعون کے سوال ہی پر اعتراض کرتے۔ اس کو خطا کار ظاہر کرتے۔ جب موسیٰ نے مسئول عنہ یعنی حق تعالیٰ کو عین عالم بنایا۔ تو فرعون نے اس زبان میں

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو بست و پنجم

تغالب کیا حالانکہ قوم فرعون کو اس کا شعور بھی نہ تھا۔ پھر فرعون نے کہا لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِي لَأَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُونِينَ۔ اگر تو میرے سوا کسی اللہ کو معبود بنائے گا۔ تو میں تجھ کو قید کردوں گا۔ سجن میں سین حروف زوائد سے ہے اور سین کے جانے کے بعد جن رہ گیا۔ مترجم کہتا ہے۔ علمائے ادب کے پاس سین زائد نہیں ناقلہ ہے۔ اور جن کا مادہ جنن ہے نہ کہ جن بہرحال یہ مقام اعتبار کا ہے۔ یعنی میں تجھ کو چھپا دوں گا۔ کیونکہ تو نے وہ جواب دیا ہے جس سے میری تائید ہوتی ہے کہ میں تجھ سے یہ بات کہوں اے موسیٰ! اگر تو زبانِ توحید سے مجھ سے کہے۔ اے فرعون! تو بڑا نادان ہے۔ ایک ہی ذات کے جلوے بھی سمجھتا ہے۔ اور پھر مجھے ڈراتا دھمکاتا بھی ہے۔ توحید اور پھر تفریق کیسی۔ فرعون کہتا ہے میں تفریق و تمیز کرتا ہوں۔ ذات واحد کے مراتب ہیں۔ ذات واحدہ میں تفریق ہے نہ تقسیم۔ اس وقت میرا مرتبہ تجھ پر فعل سے حکومت کرنے کا ہے۔ اور ذات حقہ کے لحاظ سے میں اور تو جدا جدا نہیں ہیں۔ موسیٰ نے جب فرعون کی بات سن لی۔ تو فرعون کو اس کا حق ادا کر کے فرمایا۔ تو مجھ پر حکومت نہیں کر سکتا حالانکہ حق تعالیٰ کو فرعون کے رتبے میں باعتبار ظاہری کے اس مجلس میں رتبۂ ظاہر موسیٰ پر حق تحکم تھا۔ موسیٰ فرماتے ہیں۔ تیرے ظلم و تعدی نے تیری حکومت و زبردستی مجھ پر باقی نہ رکھی۔ فرماتے ہیں اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِينٍ کیا اگر میں تیرے پاس روشن معجزہ لاؤں تو بھی حکومت کر سکتا ہے۔ فرعون سے کچھ بن نہ پڑی۔ کہنے لگا فَأْتِ بِهِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ سچے ہو تو کھلا معجزہ دکھلاؤ۔ لاؤ فرعون نے یہ بات اس لیے بھی کہی کہ ضعیف العقل حاضرین دربار کے سامنے اس کی ہٹ دھرمی و ناانصافی ظاہر نہ ہو جائے۔ لوگ فرعون کے متعلق شک کرتے تھے۔ اور فرعون ان کو ضعیف العقل احمق سمجھتا تھا۔ فَأَطَاعُوهُ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ لوگوں نے فرعون کی اطاعت کی۔ وہ تو فاسق قوم تھی۔ یعنی مقتضائے عقل صحیح سے نکل جانے والی قوم تھی۔ کیونکہ فرعون نے زبان ظاہر سے جو ادعا کیا تھا۔ اس سے عقل انکار کرتی ہے۔ عقل کی بھی ایک حد ہے۔ صاحب کشف و یقین جب

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو بست و پنجم

اس سے تجاوز کرتا ہے تو اپنے مقام پر ٹھہر جاتی ہے۔ لہٰذا موسٰی نے ایسا جواب دیا کہ صاحب کشف و یقین اور صاحب عقل دونوں اس کو قبول کرلیں۔ فَاَلْقیٰ عَصَاہُ موسٰی نے اپنا عصا ڈال دیا۔ عصا کیا تھا وہ دعوت موسٰی سے فرعون کے عصیان و انکار کی صورت تھی فَاِذَا ھُوَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ۔ وہ تو بیّن اژدہا تھا۔ پر معصیت و شر طاعت وخیر سے مبدل ہوگیا۔ اللہ تعالٰے فرماتا ہے یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّئَاتِہِمْ حَسَنَاتٍ اللہ بدل دیتا ہے اُن کے سیئات کو حسنات سے۔ یعنی حکم میں؛ یہاں حکم ظاہر ہوا کہ حقیقت عصا و ثعبان (اژدہا) ایک ہی جوہر میں عصا و اژدہا کی صورتوں میں ظاہر ہے۔ عصائے موسٰی نے اپنے جیسے یعنی ساحروں کے سانپوں کو نگل گیا۔ کیونکہ وہ سانپ کی شکل میں تھا۔ اور عصائے موسٰی نگل گیا عصاؤں کو۔ کیونکہ وہ خود بھی عصا تھا۔

موسٰی علیہ السلام کی حجت فرعون کی حجتوں پر غالب آگئی جو عصاؤں۔ سانپوں اور رسیوں کی صورت میں تھیں۔ ساحروں کے پاس رسیاں تھیں۔ موسٰی کے پاس رسی نہ تھی جبل کے معنی عربی میں رسی اور چھوٹے ٹیلے کے ہیں غرضکہ ساحروں کا علم بمنزلہ ٹیلوں کے تھا؛ خیالی تھا اور موسٰی علیہ السلام کا علم بمنزلہ کوہ بلند کے تھا نفس الامری و واقعی تھا۔

جب ساحروں نے یہ دیکھا تو موسٰی کے علمی مرتبے کو جان لیا۔ اور یہ کہ انہوں نے جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا وہ مقدور و طاقت بشری سے خارج ہے۔ اگر انسان کی مقدور میں ہو بھی تو اُس کو ہوگا۔ جو علم حقیقی و خیالی و الہامی میں تمیز کرسکتا ہو۔ کیونکہ معجزۂ موسٰی سے عصا نفس الامر و واقع میں اژدہا بن گیا تھا اور ساحروں کے عمل سے لوگوں کے خیالوں میں رسیاں سانپ معلوم ہونے لگیں۔ غرضکہ صاحب فن ساحر رب العالمین رب موسٰی و ہارون پر ایمان لائے۔ یعنی وہ رب جس کی طرف موسٰی و ہارون کی دعوت تھی۔ اُن کو معلوم تھا کہ قوم جانتی ہے کہ موسٰی و ہارون فرعون کی خدائی کی دعوت نہیں دیتے

چونکہ فرعون عہدے منصب حکومت پر تھا۔ صاحب وقت اور حاکم و خلیفہ صاحب تیغ و شمشیر تھا۔ اگرچہ زبان شرع میں ظالم تھا۔ اسی لیے کہہ اٹھا

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى میں تمہارا اعلیٰ پروردگار ہوں۔ یعنی اگرچہ ہر ایک میں کچھ نہ کچھ شان ربوبیت ہے مگر میں سب سے اعلیٰ ہوں کیونکہ مجھے تم پر ظاہری حکومت ملی ہے۔ ساحروں نے موسیٰ کے صدق دعویٰ کو یقینی جان لیا تھا تو انہوں نے موسیٰ کے فرمودہ سے انکار نہیں کیا۔ اور اس کا اعتراف کر لیا۔ اور انہوں نے فرعون سے کہا اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا فَاقْضِ مَاۤ اَنْتَ قَاضٍ اے فرعون! تو اس دنیوی زندگی کو ختم کر سکتا ہے۔ جو حکم دینا چاہتا ہے دے۔ آج تیری باری ہے پس فرعون کو ایک طرح سے حق تھا کہ کہے اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى میں تمہارا بڑا رب ہوں یعنی پالنے والا ہوں۔ اگرچہ فرعون ذات حق سے جدا نہ تھا۔ مگر صورت تو فرعون کی تھی۔ اس نے ان ساحروں کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے۔ ان کو سولی دے دی یعنی حق صورت باطل میں تھا کہ غریب ساحروں کو اس کے بغیر مرتبہ شہادت حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔

اسباب و علل کا تعطل ممکن نہیں۔ کیونکہ نظام حکمت بالغہ جز ہیں۔ اور اعیان ثابتہ و علم الٰہی کا جزو ہیں۔ ہر شے وجود خارجی کی اسی طرح نمودار ہوتی ہے جس طرح علم و ثبوت میں تھی کیونکہ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ کلمات اللہ میں تبدیلی نہیں ہو سکتی کلمات اللہ کیا ہیں۔ موجودات خارجی ہیں۔ موجودات خارجی کی طرف قدم منسوب ہوتا ہے۔ اعیان ثابتہ و علم الٰہی کی وجہ سے۔ اور اعیان ثابتہ کی طرف حدوث منسوب ہوتا ہے۔ باعتبار وجود خارجی و ظہور کے۔ جیسے تم کہتے ہو حَدَثَ الْيَوْمَ عِنْدَنَا اِنْسَانٌ اَوْ ضَيْفٌ آج ہمارے پاس ایک آدمی یا مہمان حادث ہوا آیا۔ اس حادث ہوا پیدا ہوا موجود ہوا کہنے سے لازم نہیں آتا کہ اس سے پہلے موجود نہ تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ قدیم ہے اس کے تمام صفات قدیم اس کا کلام بھی قدیم ہے مگر اس کے باوجود کلام قدیم کے متعلق باعتبار عالم شہادت کے محدث فرماتا ہے۔ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ان کے پروردگار کے پاس سے کوئی تازہ یاددہانی، کوئی محدث ذکر نہیں آتا مگر اس کو کھیلتے ہوئے سنتے ہیں وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ اللہ رحمٰن کے پاس سے کوئی یادداشت نہیں آتی مگر یہ کہ وہ لوگ اعراض کرتے۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جلدت پنجم

روگردانی کرتے ہیں۔ یہ تو معلوم ہے۔ رحمت رحمت ہی کرے گا اور جو رحمت سے اعراض کرے یعنی منہ پھیرے تو اس پر عذاب ہی آئے گا جو عدم رحمت ہی ہے۔ فَلَمْ يَكُ يَنفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا سُنَّتَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ ان کو ان کا ایمان نفع نہیں دے سکا جبکہ انھوں نے ہمارے عذاب کو دیکھا۔ (اور ایمان بالغیب باقی نہ رہا) یہ اللہ کا طریقہ ہے اپنے بندوں میں مگر قوم یونس کا ایمان نزول یونس کے سامنے ہو سکنے کی وجہ سے) نفع دیا۔ (گو یہ آیت عام ہے مگر یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ ان کا ایمان ان کو آخرت میں بھی نفع دے گا) کہ صرف قوم یونس کا استثنا ہے۔ شیخ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی مراد یہ ہے کہ دنیا کا عذاب ان سے مرتفع نہ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ فرعون باوجود عذاب کے گرفتار عذاب ہوا۔ یہ یہی اس وقت ہے کہ فرعون کو یقین ہو گیا ہو کہ وہ دار آخرت میں اسی وقت منتقل ہو جائے گا تو یہ حال سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس کو مرنے کا یقین نہ تھا۔ کیونکہ اس نے آنکھوں سے دیکھا کہ مسلمان خشک راستے کو جا رہے ہیں جو موسیٰ کے دریا کو عصا سے مارنے سے پیدا ہوا تھا۔ فرعون کو اپنے مرنے کا یقین نہ تھا جبکہ وہ ایمان لایا بخلاف محتضر یعنی قریب المرگ شخص کے۔ پس فرعون کو محتضر پر قیاس نہ کیا جائے گا۔ لہٰذا فرعون اُس رب پر ایمان لایا جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے تھے۔ اور شیخ کہتے ہیں اس کو نجات کا یقین تھا۔ اور اس کو نجات بھی ہوگئی۔ مگر جس طرح فرعون چاہتا اس طرح نہیں اللہ تعالیٰ نے اس کی روح کو عذاب آخرت سے نجات دی اور اس کے بدن کو ڈوبنے سے بچایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً۔ آج ہم تیرے بدن کو غرق سے بچالیں گے تاکہ تو پیچھے والوں کے لیے نشانی ہو۔ عبرت ہو۔ کیونکہ اگر اپنے بدن کے ساتھ غائب ہو جاتا تو شاید لوگ کہتے کہ فرعون کہیں چھپ گیا ہے۔ لہٰذا اپنے معمولی جسد کے ساتھ مردہ ظاہر ہوا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ فرعون ہے۔

غرضکہ شیخ کا خیال ہے کہ فرعون کو طاہر اور بالکل نجات حاصل ہوئی جس پر عذاب آخرت ثابت ہو جاتا ہے۔ وہ ایمان لاتا ہے

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

حزب بست پنجم

فلو جاءتھم کل آیۃ حتی یروا العذاب الالیم اگرچہ آئے اُن کے پاس ہر قسم کی نشانی۔ یہاں تک کہ وہ دیکھ لے دردناک عذاب یعنی عذاب آخرت کا مزہ چکھ لے پس فرعون اس صنف سے نکل گیا ظاہر قرآن سے تو یہی معلوم ہوتا ہے۔ اس پر بھی ہم کہتے ہیں کہ فرعون کی حقیقت حال اللہ ہی کے علم میں ہے۔ کیونکہ عام لوگوں کے دل میں فرعون کے کفر و شقاوت کا یقین بیٹھ گیا ہے، حالانکہ اُن کے پاس کوئی واضح دلیل نہیں ہے جس سے وہ استناد کریں۔ اب رہا آل فرعون کا حکم تو اُن کا حکم جدا ہے۔ یہ مقام اُس کے ذکر کا نہیں ہے۔

یہ بات معلوم رہے کہ اللہ کسی کو قبض نہیں کرتا۔ نہیں مارتا۔ مگر جس کو ایمان آجاتا ہے۔ یعنی اخبارات الٰہیہ و رسل علیہم السلام کی اُس کو تصدیق ہو جاتی ہے میری مراد محتضر قریب الموت شخص سے ہے۔ اسی واسطے آدمی موت فجاءت و قتل غفلت، و مرگ ناگہانی سے کراہت کرتا ہے۔ موت فجاءت کی تعریف یہ ہے کہ اندر کی سانس نکل کر پھر واپس داخل نہ ہو یہ اور چیز ہے اور محتضر اور چیز۔ اسی طرح قتل غفلت ہے۔ کہ کوئی نامعلوم طور پر پیچھے سے گردن اڑا دے۔ پس وہ شخص کفر و اسلام جس حال میں ہے اسی پر مرے گا۔ اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جیسے مرو گے ویسے اٹھو گے۔ یعنی کفر و اسلام جس پر مرے ہیں۔ اسی پر حشر کیے جائیں گے۔ کیونکہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کما انتم علی ما کانت علیہ میں کاف حرف وجودی ہے۔ وہ دنیا سے بغیر قرائن و احوال کے دلالت نہیں کرتا ہے لہٰذا بہت فرق ہے۔ کافر محتضر یعنی قریب الموت اور کافر مقتول بحال غفلت اور مرگ ناگہانی سے مرنے والے میں۔ جیسے ہم نے مرگ ناگہانی کی تعریف میں بیان کیا۔ آگ کی صورت میں موسیٰ سے کلام اور اُن کے لیے اُس صورت میں تجلی کیوں ہوئی۔ اُس کی حکمت اور اُس کا راز کیا ہے؟ موسیٰ آگ لینے نکلے تھے۔ آگ ہی کی طرف اُن کی پوری توجہ اور اسی کی طرف یکسوئی تھی لہٰذا جس کی طلب میں نکلے تھے اُس کی صورت میں تجلی ہوئی۔ تاکہ موسیٰ اُس پر توجہ کریں اور اُس سے اعراض نہ کریں۔ کیونکہ اگر

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

صورت غیر مطلوب میں تجلی ہوتی تو موسیٰ اُس پر توجہ نہ فرماتے۔ اعراض کر جاتے، کیونکہ اُن کی جمیع ہمت اور پوری توجہ تو مطلوب خاص یعنی آگ کی طرف تھی۔ اگر موسیٰ اعراض کرتے تو ردِّ عمل ہوتا۔ اور اللہ تعالیٰ کو بھی اُن سے اعراض کرنا پڑتا حالانکہ وہ اللہ کے برگزیدہ، پسندیدہ، مقرب پیغمبر تھے۔ اس قرب ہی کا تقاضا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے مطلوب ہی میں تجلی فرمائی اور اُن کو اس کی خبر بھی نہ تھی ؎ بیت پنجم

كَنَارِ مُوسٰى رَاٰهَا عَيْنَ حَاجَتِهٖ وَهُوَ الْإِلٰهُ وَلٰكِنْ لَيْسَ يَدْرِيْهِ

آتش موسیٰ کہ اُنہوں نے اُس کو عین حاجت و مطلوب سمجھا۔ حالانکہ وہ آتش عین حق و تجلی ہدایت تھی۔ مگر اُن کو خبر نہ تھی ؎

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھیے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری ہو جائے

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

ترجمہ

فصوص الحکم

جزو بست و ششم

(۲۶) فصِّ حکمتِ صمدیۃ بکلمۃ خالدیۃ

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

چھبیسواں فص

فصِ حکمتِ صمدیہ

بکلمۂ خالدیہ

شیخ کہتے ہیں خالد بن سنان نے نبوت عالم شہادت کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ برزخ یعنی قبر میں جو کچھ گزرتا ہے اُس کے بیان کرنے کا وعدہ کیا۔ انھوں نے حکم دیا کہ ان کی قبر کھودی جائے۔ پھر وہ خبریں دیں گے کہ کیا حیات برزخ مثل حیات دُنیا ہے۔ اس سے معلوم ہو جائے گا کہ تمام پیغمبروں نے جو کچھ حیات دُنیوی میں رہ کر خبر دی تھی وہ سب درست و صادق تھی۔ اُن کا مقصد یہ تھا کہ تمام دُنیا ایمان لائے۔ اُن اخبارات پر جن کو پیغمبروں نے بیان کیا۔ وہ سب کے حق میں رحمت ہونا چاہتے تھے۔ اُن کی نبوت، نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کا شرف رکھتی تھی۔ اُن کو اطلاع دی گئی تھی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجے گا۔ خالد عالم شہادت کے کوئی رسول نہ تھے۔ کیونکہ رسالت میں تبلیغ شرط ہے۔ وہ سب کے حق میں رحمت بن کر رسالت محمدیہ سے حصہ وافر حاصل کرنا چاہتے تھے۔ ان کو تبلیغ دنیوی کا حکم نہیں دیا گیا۔ لہٰذا انھوں نے چاہا کہ

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

برزخ کے متعلق شہادت عینی دیں۔ اور لوگوں کے حق میں علم و معرفت قوی تر ہو۔ اُن کی قوم نے اُن کو ضائع کر دیا۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ اُن کی قوم ضائع ہو گئی۔ بلکہ آپ نے فرمایا کہ اُنھوں نے اپنے نبی کو ضائع کر دیا۔ کیونکہ اُن کو اُن کے مقصد کو نہیں پہنچایا۔ اب زیر بحث یہ مسئلہ رہ گیا ہے کہ کیا اُن کو اُن کی نیت کے موافق اجر ملے گا۔ اجر کے ملنے میں تو کسی کو اختلاف نہیں۔ اختلاف ہے تو اس میں ہے کہ آرزو کا ثواب کیا فعل کے برابر ہوگا یا نہیں۔ شرع میں بہت سی جگہ وارد ہوا ہے کہ نیت کا ثواب عمل کے برابر ملے گا۔ مثلاً ایک شخص جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے نکلا مسجد میں پہنچا تو نماز ہو چکی تھی۔ تو اُس کو حاضر نماز کا ثواب مل جائے گا۔ اسی طرح ایک شخص باوجود فقر کے اصحاب ثروت و مال جو کچھ نیک اعمال کرتے ہیں یہ بھی اُس کی تمنا کرتا ہے تو اُس کو بھی اُن کا ثواب ملے گا۔ مگر کیا اہل مال کی نیتوں کے برابر ثواب ملے گا۔ یا اُن کے اعمال کے برابر۔ کیونکہ اصحاب عمل تو نیت بھی کرتے ہیں اس کے ساتھ عمل بھی کرتے ہیں تو اس میں کسی کی تصریح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کی بظاہر تو ان دونوں کا اجر مساوی نہ ہوگا۔ یہی وجہ ہے خالد بن سنان علیہ السلام نے ابلاغ کو طلب کیا۔ تاکہ نیت و عمل دونوں کریں اور اُن کا ثواب حاصل کریں۔ واللہ اعلم۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

ترجمہ

فصوص الحکم

جزو بست و ہفتم

(۲۷) فص حکمت فردیہ بکلمہ محمدیہ

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزو بست ونہم

فصِّ حکمتِ فردیہ

بکلمۂ محمدیہ

سرِ ذات محمد صلی اللہ علیہ وسلم فردیت ہے۔ کیونکہ آپ اس نوع انسانی کے کامل تر فرد ہیں۔ لہذا حقیقۃً نبوت آپ ہی سے شروع ہوئی اور آپ ہی پر ختم ہوئی۔ آپ نبی تھے اور آدم ہنوز آب و گل میں تھے۔ پھر اپنی نشأت و خلقت عنصری کے لحاظ سے خاتم النبیین ہیں۔ اور اوّل افراد کا تین کا عدد ہے۔ اس کے سوا جتنے افراد ہیں۔ وہ اسی فردِ اوّل سے صادر ہیں لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب پر پہلی دلیل ہیں حضرت کو اللہ تعالیٰ نے جوامع الکلم یعنی کلیات و اصول عطا کیے تھے وہ جوامع الکلم کیا ہیں۔ حقایق و مسمّیات اسمائے آدم ہیں جس طرح قیاس میں تثلیث ہے یعنی اصغر۔ اوسط۔ اکبر یا صغریٰ۔ کبریٰ۔ نتیجہ۔ اسی طرح آپ میں بھی تثلیث ہے (۱) احدیت (۲) وحدت (۳) عین الاعیان یا معلوم کلی اجمالی۔ دلیل اپنے آپ پر دلیل اور بدیہی ہوتی ہے یعنی شکل اوّل میں جو منتج اشکال ہے۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جامعیت جسم

چونکہ آپ کی حقیقت، فردیت اولیٰ کو پیدا کرتی ہے اور اُس کی ترتیب میں تثلیث ہے اس لیے آپ نے محبت کے متعلق جو اصل وجود ہے فرمایا۔ مجھے تمھاری دُنیا سے تین چیزیں محبوب ہیں۔ کیونکہ اس میں تثلیث ہے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ عورتیں اور خوشبو۔ اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ حضرتؐ نے پہلے عورتوں کا ذکر فرمایا اور بعد نماز کا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت مرد کا جزو ہے اپنی اصل ظہور میں۔ اور معرفت انسان کی خودی، معرفت رب سے مقدم ہے اور معرفت رب نتیجۂ معرفت نفس خود ہے۔ اسی لیے حضرتؐ نے فرمایا مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ۔ اب چاہو تو تم یہ کہو کہ کوئی شخص نہ اپنے نفس کی حقیقت جان سکتا ہے نہ رب تعالیٰ کی۔ اس سے وصول الی اللہ کا ممتنع ہونا ثابت ہوتا ہے۔ چاہو تو یہ کہو کہ جو اپنے نفس کو جتنا جانے گا اُتنا ہی رب تعالیٰ کو بھی جانے گا۔ میری احتیاج رب کے محتاج الیہ ہونے پر دال ہے۔ میرا امکان اُس کے وجوب پر۔ میرا عدم اُس کے وجود پر روشن دلیل ہے پہلی صورت سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم خود کو نہیں جان سکتے تو خدا کو کیونکر جانو گے۔ دوسری صورت سے معلوم ہوتا ہے کہ تم خود بھی جانتے ہو۔ اور خدا کو بھی۔ ہر شے اللہ تعالیٰ پر دلیل ہے ؎

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

تمام دلائل میں سے واضح تر دلیل ذات محمدؐی ہے۔ کیونکہ عالم کا ہر جزو اپنی اصل پر دلیل ہے۔ سب کی اصل کیا ہے۔ رب تعالیٰ شانہ۔ اس کو خوب سمجھو۔ یہ عورتوں کی محبوبیت کیوں ہے۔ کُل کو جزو محبوب ہی ہوتا ہے اس سے حق تعالیٰ کے متعلق بھی ایک بات معلوم ہوئی جو اس نشأت عنصری کے متعلق فرماتا ہے۔ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ میں نے اُس میں اپنی روح پھونکی۔ پھر بیان فرمایا کہ وہ انسان کی ملاقات کا بڑا مشتاق ہے۔ وہ اپنے مشتاقوں کے لیے فرماتا ہے اے داؤد! میں اُن کا بہت زیادہ مشتاق ہوں یعنی اپنے

khatmenabuwat Android Application

جوبیت دہم

مشتاقوں کا سہ

دریا پکارتا ہے اِدھر دیکھ اے حباب
تیرے لیے میں تیری طرح بیقرار ہوں
حسرت

یہ ایک لقائے خاص و ملاقات مخصوص ہے ع بے مرے کے خدا نہیں ملتا
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حدیث دجال میں فرماتے ہیں۔ تم میں کا کوئی شخص
جب تک نہ مرے گا اپنے خدا کو دیکھ نہیں سکتا۔ جس کی یہ صفت ہوگی وہ
ضرور مشتاق ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا شوق بھی اپنے مقربوں کے لیے اسی قدر ہے۔
باوجودیکہ حق تعالیٰ اپنے عاشقوں کو دیکھتا ہے تو وہ بھی حق تعالیٰ کو سر در
دیکھنا چاہیں گے مگر مقام دنیا دیدار حق سے مانع ہے۔ یہ تو ایسا ہی ہوا جیسے
حق تعالیٰ فرماتا ہے حَتّٰی نَعْلَمَ یہاں تک کہ میں جان لوں۔ باوجودیکہ حق تعالیٰ
عالم ہے۔ وہ اس صفت خاص طریقہ مخصوص کے طور پر ملاقات کا شوق
رکھتا ہے جو بعد موت ہوگی۔ اس وقت عاشقوں کے شوق کو بھی تسکین ہوگی۔
حدیث قدسی جس میں حق کا تردد مذکور ہے وہ بھی اسی قسم کا ہے فرماتا ہے
کوئی کام جو میں کرتا ہے اس میں سے کسی میں مجھے ایسا تردد نہ ہوا جیسا مجھے
مومن بندے کے قبض روح کے وقت ہوتا ہے۔ وہ مرنے کو مکروہ سمجھتا ہے۔
اور میں اس کی ناخوشی کو مکروہ جانتا ہوں۔ مگر اس کا مجھ سے ملنا بھی ضروری ہی ہے۔
اپنے عاشق کو اپنے وصال و ملاقات کی بشارت دی۔ اور یوں نہ فرمایا کہ
اس کا مرنا ضرور ہے تاکہ موت کے ذکر سے غمگین نہ ہو چونکہ بے مرے کے خدا نہیں ملتا۔
جیسے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی شخص ہرگز اپنے رب سے
نہ ملے گا جب تک مر نہ جائے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اور میرا ملنا،
میری ملاقات بھی ضروری ہے۔ غرض کہ اشتیاق حق کا اس نسبت کے
وجود کے لیے ہے ؎

يَحِنُّ الْحَبِيبُ إِلَى رُؤْيَتِي
میرا دوست میرے دیدار کے لیے بیقرار و
مشتاق ہے

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جذبیت باہم

وَ ... اِلَیْہِ اَشَدُّ حَنِیْنًا

...ن کے لیے اُن سے زیادہ مشتاق و بیقرار ہوں۔

وَتَہْوَی النُّفُوْسُ وَیَاْبَی الْقَضَا

نفوس کو دوست رکھتے مگر تقدیر انکار کرتی ہے۔

فَاَشْکُوْا الاَنِیْنَ وَیَشْکُوْا الاَنِیْنَا

ادھر میں آہ و نالہ کرتا ہوں ادھر وہ آہ و نالہ کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ میں نے اس میں اپنی روح پھونکی۔ تو درحقیقت وہ اپنا آپ ہی مشتاق ہے۔

اللہ نے بندے کو اپنی صورت اپنے رنگ ڈھنگ پر پیدا کیا۔ کیونکہ بندہ اس کی روح سے ہے چونکہ اس کی نشأت وخلقت ان ارکان اربعہ سے ہے یعنی آب، آتش، خاک و باد سے جو جسد میں پہنچ کر اخلاط کہلاتے ہیں یعنی صفرا۔ خون۔ بلغم۔ سودا۔ اس نفخ سے رطوبت غریزی جسد میں ایک اشتعال پیدا ہوتا ہے جو حرارت غریزی کا سبب ہے۔ پس اپنی نشأت و خلقت کی وجہ سے روح کیا ہے۔ ایک شعلۂ آتش ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے موسیٰ سے صورت آتش میں کلام کیا۔ اور اسی کو آگ کی ضرورت لگادی۔ اگر انسان کی نشأت و پیدائش طبیعی ہوتی۔ یعنی غیر عنصری و آسمانی ہوتی تو اس کی روح نور ہوتی۔ اور روح کے ساتھ نفخ اور پھونکنا اس لیے فرمایا کہ اس میں اشارہ کیا جائے نفس رحمانی کی طرف یعنی یہ روح نفس رحمانی سے پیدا ہوئی ہے۔ یہ نفس رحمانی ہی ایک نفخ ہے جس سے روح انسانی اور اس کی حقیقت نارح وصفی میں ظاہر ہوئی اور منفوخ فیہ یعنی محل کی استعداد کے موافق روح و نفس رحمانی نار ہوئی، نور نہ ہوئی۔ پس نفس حق یا روح حق اس چیز میں جا چھپی جس سے انسان انسان ہے۔

پھر انسان ہی میں سے یعنی آدم میں سے اسی کی صورت وشکل کا ایک دوسرا انسان یعنی حوا کو پیدا کیا۔ پھر آدم کو حوا کا اس طرح شوق پیدا ہوا جس طرح انسان اسے موجود کر چاہتا ہے اور حوا آدم کو چاہنے لگیں جیسے کوئی اپنے وطن اور اصل کو

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جو دوست منتم

دوست رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مرد عورت سے محبت کرتا ہے۔ کیونکہ اللہ بھی اُس مخلوق کو دوست رکھتا ہے جو اُس کی صورت اُس کے رنگ ڈھنگ پہ ہے۔ اور ملائکہ نوری سے اُن کو سجدہ کرا دیا۔ باوجودیکہ اُن کی قدر و منزلت اُن کی خلقت و نشأت طبعی کے لحاظ سے عظیم الشان ہے یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ اور انسان کامل میں مناسبت ہے۔ اور صورت ہی سے مناسبت اعظم و اجل و اکمل ہوتی ہے۔ یہی صورت انسان کامل ع وجود حق کی جوڑی سے ہے تصویر ہے۔ جیسے عورت اپنے وجود سے مرد کی جوڑی اور زوجہ بن گئی ہے۔ اس وقت تین چیزیں ظاہر ہوئیں (۱) حق تعالیٰ (۲) مرد (۳) عورت۔ مرد آدمی اپنے رب کا مشتاق ہے جو اس کی اصل ہے جس طرح عورت مرد کی مشتاق ہے جو اُس کی اصل ہے۔ اللہ نے عورت کو مرد کا محبوب بنا دیا۔ جس طرح اللہ کی صورت یعنی انسان کامل اللہ کا محبوب ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ مرد کو اپنی فرع اپنے جزو سے محبت ہے یعنی عورت سے اور خدائے تعالیٰ کو مرد سے محبت جس سے مرد وجود میں آیا۔

یہی وجہ ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حُبِّبَ میرے دل میں محبت ڈال دی گئی اور یہ فرمایا میں محبت کرتا ہوں یعنی خدا کو جس کی صورت آپ ہیں سے

منظور یہ تھا ظہور سے حضرت کے
بندے بھی تو دیکھ لیں خدا کی صورت

حاصل یہ کہ محبت ایک فطری غیر اختیاری شے ہے۔

حضرت کا (انسان کامل کا) اپنی بیوی کو چاہنا بھی اتباع خداوندی سے کہ خدا نے اپنی فرع یعنی مرد کو چاہا تو مرد نے بھی اپنی فرع یعنی عورت کو چاہا تخلقوا باخلاق اللہ اللہ کے اخلاق پیدا کرو۔

جب مرد کو عورت کی محبت فطری و لازمی ہے۔ تو اُس نے وصال اور بالکل ایک ہو جانے کو چاہا اس نشأت عنصری اور مادی دنیا میں پیوند

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جنابت بمعنی

ہو جانے ایک ہو جانے کا طریقہ نکاح کے سوا نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ شہوت وشوق تمام اجزا میں پیدا ہوتا ہے۔ اسی واسطے نہانے کا حکم دیا گیا تاکہ طہارت بھی کامل ہو۔ اس لیے کہ وقت شہوت اس پر فنا عام ہو گئی تھی۔ اور بیخودی چھا گئی تھی۔ حق تعالیٰ اپنے بندے پر بڑا غیور ہے۔ کیوں بندے نے غیر خدا کی طرف توجہ کی، کیوں سمجھا کہ وہ غیر خدا سے لذت یاب ہوتا ہے۔ لہذا اس کو غسل کا حکم دے کر پاک کر دیا۔ تاکہ عورت جس میں فنا ہو گیا تھا۔ اس میں بھی توجہ الی الحق کرے۔ یہی غفلت عن اللہ تو موجب غسل ہے۔ جب مرد عورت میں حق کو مشاہدہ کرے۔ اس کی طرف توجہ رکھے تو یہ منفعل معمول۔ متاثر میں شہود ہے۔ مشاہدہ ہے۔ اگر خود میں حق کو دیکھے اس نظر سے کہ عورت اس سے پیدا ہوئی ہے تو یہ فاعل میں مشاہدۂ حق ہے۔ اگر حق کو خود میں دیکھے اور اپنی فرع عورت کی صورت کا خیال نہ رہے تو اس وقت مرد منفعل اور حق فاعل متصرف بالواسطہ ہے۔ غرضکہ مرد کا حق کو عورت میں مشاہدہ کرنا اتم واکمل ہے۔ کیونکہ اس وقت حق کو خود باعتبار فاعل کے عورت میں باعتبار منفعل کے نیز خود میں اس اعتبار سے کہ حق فاعل و موثر اور خود منفعل و متاثر ہے مشاہدہ کرتا ہے۔ اسی لیے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں سے بہت محبت کی کیونکہ عورتوں میں شہود حق کامل طور پر ہوتا ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ مواد سے مجرد ہو کر کبھی نہیں مشاہدہ کیا جاتا کیونکہ اس اعتبار سے وہ تمام جہان سے مستغنی ہے۔ جب حق تعالیٰ کا مادے سے پاک ہو کر مشاہدہ نہیں ہو سکتا۔ اور مشاہدہ ہو سکتا ہے تو صرف مادے میں تو عورتوں میں شہود کامل ہوتا ہے ؎ اتحاد و وصال اعظم اسباب نکاح میں حاصل ہوتا ہے اور یہ نظیر ہے مخلوقات پہ توجہ الٰہی کی خصوصاً انسان کامل پر کہ اس کی صورت پر ہے کہ وہ خلیفۂ حق ہے۔ حق تعالیٰ اس میں اپنی صورت دیکھے بلکہ خود کو دیکھے کیونکہ وہ تصویر قدرت ہے انسان کو صاف درست کیا اس کے جسد میں اپنی روح پھونکی ۔

کیا فرشتوں کو خبر تھی کہ یہ خاکی پتلا
جان بیٹھے تھی طلسمات کا پتلا ہو گا

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزولیت: مرد کا ظاہر خلق ہے اور باطن حق ہے۔ اسی لیے روح مدبر بدن ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی روح کے واسطے سے تدبیر کرتا ہے۔ آسمان سے لے کر زمین تک۔ اعلیٰ علیین سے لے کر اسفل السافلین تک۔ کیونکہ اجزائے عالم میں سے بظاہر سب سے پست زمین ہی ہے۔ عورتوں کو عربی میں نسا کہتے ہیں۔ یہ صیغہ جمع کا ہے۔ اس کا واحد اس کے مادّے سے نہیں ہے۔ بلکہ امرأۃ ہے۔ اسی لیے حضرت علیہ السلام نے فرمایا مجھے تمہاری دنیا سے تین چیزیں محبوب ہیں نسا یعنی بیویاں۔ اور یہ فرمایا امرأۃ یعنی عورت۔ عورتوں کے تأخر اور بعد پیدا ہونے کی رعایت کی۔ کیونکہ نسا کے معنی تاخیر کے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انما النسیٔ زیادۃ فی الکفر۔ کبیسہ کے مہینے کو حج میں تاخیر کرنا کفر میں زیادتی ہے اور بیع بنسیہ اُدھار خریدنے میں بھی تاخیر ہے۔ اسی وجہ سے لفظ نسا فرمایا۔ لہٰذا انسان کامل اپنی بیوی کو مرتبے کی وجہ سے ہی دوست رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ محل انفعال ہے۔ عورتیں مردوں کے لیے ایسی ہیں جیسے طبیعت حق کے لیے ہے۔ جس توجہ ارادی اور امر الٰہی سے صور عالم نمایاں ہوتے ہیں۔ یہ امر الٰہی ایسا ہے جیسے نکاح، عالم صور عنصری میں۔ اور ہمت، عالم ارواح نورانی میں، اور صغریٰ و کبریٰ کا ملنا انتاج میں۔ یہ سب گویا نکاح ہے فردیت اولیٰ یعنی تثلیث کا۔ ان سب صورتوں میں۔

جو اپنی بیویوں کو اس طریقے اور حیثیت سے محبت کرے تو وہ خدا ہی کی محبت ہے اور جو صرف شہوت طبیعی کی غرض سے محبت کرے تو اس کو اس محبت کا علم صحیح ہی نہیں ہے۔ وہ ایک قسم کا حیوان ہے۔ جو سر و راز محبت سے جاہل ہے۔ اس کی محبت صورت بے روح ہے۔ اگرچہ یہ صورت نفس الامر میں جاندار ہے۔ مگر اس جاہل کو کیا شہود و معلوم ہوگا جو اپنی بیوی کے پاس آتا ہے یا کسی اور عورت کے پاس آتا ہے۔ چاہے کوئی ہو۔ صرف شہوت رانی لذت یابی کی خاطر۔ مگر وہ نہیں جانتا کہ یہ طلب کس کی ہے۔ یہ طرق کس کے لیے ہے جیسے اپنے حال سے انجان ہی

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جاہل ہے۔ نا واقف ہے جتنا اُس کا غیر اُس کے حال سے نا واقف ہے
جب تک وہ اپنے منہ سے نہ کہے اور اُس کے غیر کو علم نہ ہو۔ اور نادان جو
سمجھ۔ جمع الوجود حقیقت عشق محبت ذاتی ہی مرد میں محبت بن کر جلوہ گر ہے
اور عورت میں محبوب بن کر نمودار ہے۔ بعض شعرا نے کہا ہے ؎

صَحَّ عِنْدَ النَّاسِ اِنِّیْ عَاشِقٌ

لوگوں کو اتنا تو ثابت ہو گیا کہ میں عاشق ہوں۔

غَیْرَ اَنْ لَّمْ یَعْلَمُوْا عِشْقِیْ لِمَنْ

مگر انھیں کیا معلوم میں کس کا عاشق ہوں۔

اسی طرح شہوت را اوغ لذت طلب۔ لذت کا طالب ہے تو اس کے
محل عورت کا بھی طالب ہے مگر افسوس وہ روح مسئلہ مغز سخن سے
جاہل ہے، جانتا تو معلوم ہوتا۔ کہ کون کس سے لذت پا رہا ہے۔ اس وقت
وہ انسان کامل ہوتا۔ مرد عاقل ہوتا۔

مرد سے عورت پیدا ہوئی اس لیے اس کا مرتبہ مرد سے پست ہے
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ مردوں کو عورتوں پر ایک
درجہ فضیلت ہے۔ اسی طرح مخلوقات کا مرتبہ بھی خالق کے مرتبے سے
کم ہے گو کہ مخلوق خالق ہی کی صورت اور اس کے کمالات کا ظہور ہے۔
حق تعالیٰ کا وہ مرتبہ و درجہ جس کی وجہ سے وہ مخلوق سے ممتاز ہے:
اسی کی وجہ سے عالمین سے غنی ہے معبود و بے نیاز ہے۔ وہ فاعل اول ہے۔
اور صورت فاعل ثانی ہے۔ پس حق تعالیٰ کو جو اولیت ہے وہ مخلوق
کو نہیں۔

جب اعیان و حقایق باعتبار مراتب کے ایک دوسرے سے ممتاز ہیں
تو عارف ہر مستحق کو اُس کا حق ادا کرتا ہے۔
اسی لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیبیوں سے محبت کرنا
محبت الٰہی پر مبنی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر شے کو اس کی استعداد کے موافق عطا
کرتا ہے یعنی اُس کا حق عطا کرتا ہے۔ حکیم علی الاطلاق ہر شے کو اس کے

khatmenabuwat Android Application

جواب بحث پنجم

استحقاق کے مطابق دیتا ہے یعنی ہر شے کے اقتضائے ذات و حقیقت کے مطابق دیتا ہے یہی عین حکمت ہے۔

دیتا ہے ہر اک کو حکیم (حضرت) جس کی جیسی لیاقت ہے

رسول اللہ صلعم نے نساء کے ذکر کو مقدم کیوں کیا۔ تین محبوب چیزوں میں عورت کو پہلے کیوں بیان فرمایا۔ اس لیے کہ عورت محل انفعال اور قابل اثر ہے۔ اور قابل مقبول سے پہلے ہوتا ہے جیسے کہ طبیعت کل، ہر شخص طبعی سے یعنی اس شے سے کہ طبیعت کل سے مخصوص صورت میں موجود ہوئی۔ یہی طبیعت اسمائے الٰہی کے تاثیرات قبول کرتی اور امہات عالم علوی وسفلی کو شامل اور ان کے استعدادات کو حاوی ہے۔ یہ طبیعت کلیہ کیا ہے۔ نفس رحمانی ہے۔ اسی میں عالم کی صورتیں اعلیٰ سے لے کر اسفل تک نفخ کی گئی ہیں یعنی ڈالی گئی ہیں۔ کیونکہ نفخ رحمانی عالم اجرام و اجسام کے جوہر ہیولانی و مادی میں جاری و ساری ہے۔ اور نفخ الٰہی کا سریان ارواح نورانی و اعراض میں ایک دوسرا ہی سریان ہے۔ پھر حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں تانیث کو تذکیر پر غالب فرمایا۔ حضرت کا مقصد عورت کی اہمیت ظاہر فرمانا ہے۔ لہٰذا آپ نے ثلٰث فرمایا ثلاثۃ نہ فرمایا۔ عربی میں ثلٰث عورت کے لیے اور ثلاثۃ مرد کے لیے آتا ہے۔ باوجودیکہ اس میں طیب کا لفظ بھی ہے جو مذکر ہے۔ حالانکہ عربوں کی عادت ہے کہ مذکر کو مونث پر غالب کرتے ہیں۔ عرب لوگ کہتے ہیں۔ عورتیں اور زید نکلے۔ گئے اور نہیں کہتے نکلیں۔ گئیں۔ مذکر کو مونث پر غالب کیا۔ اگرچہ مذکر ایک ہے اور مونث جمع ہے۔ آپ تو عرب تھے افصح العرب والعجم تھے تانیث کو تذکیر پر غالب کر کے آپ نے ایک معنی خاص کی رعایت وقصد فرمایا۔ اور وہ مشاہدۂ حق میں اہتمام ہے۔ اگر یہ اہتمام نہ ہوتا تو ماسوائے حق یعنی بیوی سے محبت ہی نہ کرتے۔ جو آپ کو معلوم نہ تھا اس کی تعلیم اللہ نے دی۔ حضور پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔ اس لیے تو آپ نے تانیث کو تذکیر پر تغلیب اور ثلٰث فرمایا نہ کہ ثلاثۃ۔ ما شاء اللہ

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

حضرت حقائق کو کس قدر جاننے والے ہیں۔ اور حقوق کی کس قدر رعایت فرمانے والے ہیں۔ جزو بست و ہفتم

پھر آخر میں بھی مثل اول کے مونث لفظ ہی لائے۔ یعنی پہلے نسا کا لفظ تھا وسط میں طیب کا لفظ اور آخر میں صلوٰۃ کا لفظ۔ نسا و صلوٰۃ دونوں مونث ہیں۔ ان دو مونث لفظوں میں طیب کا لفظ مذکر لایا ہے جیسے آپ ذات مقدسہ اور عورت کے درمیان۔ ذات مقدسہ سے مرد۔ اور مرد سے عورت ظاہر ہوئی ہے۔ ذات مقدسہ میں تانیث لفظی اور امرأۃ و عورت میں تانیث حقیقی ہے اسی طرح نسا میں تانیث حقیقی ہے اور صلوٰۃ یعنی نماز میں تانیث لفظی ہے اور لفظ طیب مذکر ہے۔ جو ان دو مونثوں کے درمیان مذکور ہے جیسے آدم ذات مقدسہ اور حوا کے درمیان کہ آدم ذات مقدسہ سے پیدا ہوئے۔ اور حوا آدم سے پیدا ہوئیں۔ اب چاہو تو انسان ذات سے پیدا ہوا کہو یا صفت سے یا قدرت سے یہ سب الفاظ مونث غیر حقیقی ہیں۔ جو طریقہ اختیار کرو مونث غیر حقیقی آدم سے یا انسان کامل مقدم ہوگی۔ دنیا کے علل و معلول کے پھندے میں پھنسے ہوئے بھی۔ جو حق تعالیٰ کو علت عالم و علۃ العلل سمجھتے ہیں۔ وہ بھی آخر یہی مرجع کی طرف دیکھتے ہیں جو لفظ علت ہے جو مونث ہے۔

حضرت نے نسا اور عورت کے بعد طیب و خوشبو کا ذکر کیوں فرمایا عورت میں ہر مرد اپنی خوشبو محسوس کرتا ہے کیونکہ وہ مرد سے بنی ہے۔ عربی مثل ہے الطیب الطیب عناق الحبیب بہترین خوشبو دوست کے گلے ملنا ہے۔ معانقۂ یار بہ کہ گلاب کا ہار۔ رسول مقبول اصلی بندے پیدا ہوئے تھے۔ تو آپ نے کبھی سرکشی سر دارانہ نہ کی۔ ہمیشہ سربسجود تھے۔ بندگی سر افگندگی میں تھے۔ اور دوا ما اللہ تعالیٰ سے منفعل و متاثر تھے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا کیا پیدا کیا۔ آپ کو رتبۂ فاعلیت و تاثیر عطا کی۔ آپ کے تاثیرات علم اور واح وانفاس میں ہیں جو نہایت عطر آمیز ہیں۔ بس خوشبو آپ کو پسند تھی۔ اسی لیے آپ نے نسا کے بعد ہی خوشبو کا ذکر فرمایا۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

اسی لیے آپ نے حق تعالیٰ کے درجات کا لحاظ رکھا اور اُن کی مراعات کی۔ رعایت کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رفیع الدرجات ذوالعرش بلند مراتب و درجات والا صاحب عرش حکومت ہے۔ وہ اپنے اسم رحمان سے سب پر چھایا ہوا ہے سب پر اُس کی رحمانیت کا غلبہ ہے۔ اُس کے زیر عرش جتنے ہیں۔ جو کچھ ہے، سب کو اُس کی رحمانیت الٰہی سے حصہ ملتا ہے۔ فرماتا ہے۔ ورحمتی وسعت کل شیئ میری رحمت میں سب کی سمائی ہے۔ اُس کا تخت حکومت ہر شے کی وسعت رکھتا ہے۔ رحمان حاکم علی الاطلاق ہے۔ وہ سب پر مستوی و مستولی و غالب ہے۔ اُس کی حقیقت تمام عالم میں جاری وساری ہے۔ اس مسئلے کو ہم نے اس فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ میں متعدد دفعہ بیان کیا ہے۔ حق تعالیٰ نے طیب وخوشبو کو عکس ارتباط النکاح میں سیدتنا عائشہ کی برات میں بیان فرمایا ہے الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات والطیبات للطیبین والطیبون للطیبات اولئک مبرءون مما یقولون ناپاک باتیں یا عورتیں، ناپاک مردوں کی ہوتی ہیں۔ ناپاک مرد، ناپاک باتوں یا عورتوں کے لیے ہیں۔ پاک باتیں یا عورتیں پاک مردوں کے لیے ہیں اور پاک مرد پاک باتوں یا عورتوں کے لیے ہیں۔ یہ لوگ مبرا و پاک ہیں ان ناپاک باتوں سے کہ لوگ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی باتوں کی ہوا کو خوشبو فرمایا۔ کیونکہ بات بھی سانس ہے اور وہی بو ہے۔ سانس ہی سے خوشبو اور بدبو دونوں نکلتی ہیں۔ خوش بو، بدبو، بات کی صورت ہے۔ اچھی بات معطر ہوتی ہے۔ اور بُری بات مکروہ، بدبودار۔

یہی سانس جب بلا واسطہ منسوب الی اللہ ہو تو طیب اور خوشبودار بھی ہے۔ اور شرعی مدح و ذم کے لحاظ سے طیب بھی ہے، خبیث بھی ہے۔ پاک بھی ہے ناپاک بھی ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم لہسن کی بدبو کے متعلق فرماتے ہیں۔ وہ ایک درخت ہے جس کی بدبو مجھے مکروہ معلوم ہوتی ہے۔ آپ نے یہ فرمایا میں اُس سے کراہت کرتا ہوں۔ کسی شے کی ذات مکروہ نہیں ہوتی۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

بلکہ اُس کے آثار و صفات مکروہ ہوتے ہیں۔ آثار و صفات کی وجہ سے کراہت
کئی طریقے پر ہوتی ہے۔ عرفاً یعنی سب لوگ اُس کو بُرا سمجھتے ہیں یا طبیعت یا
غرض۔ یا شرعاً۔ یا نقصان کمال مطلوب کی وجہ سے اس کو لوگ مکروہ سمجھتے ہیں
بہرحال دُنیا میں انہی اسباب کی وجہ سے کراہت پیدا ہوتی ہے۔
جب ثابت ہو چکا کہ اشیا کی دو قسمیں ہیں خبیث۔ بدبودار۔ ناپاک۔
اور طیّب۔ خوشبودار۔ پاک۔ اس لیے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو
پاک خوشبودار شے محبوب تھی۔ اور ناپاک متعفن چیز نامرغوب۔
آپ نے فرمایا کہ بدبودار اشیا سے فرشتوں کو ایذا ہوتی ہے۔ اس
نشأت عنصری و جسم آدمی ہی میں عفونت ہے۔ کیونکہ متعفن کیچڑ سے مخلوق ہے۔
قرآن شریف میں ہے من صلصال من حمأ مسنون۔ یعنی آدم بنا ہے
کھنکھنانے والی اور بجنے والی مٹی سے جس کی اصل سڑی کیچڑ تھی۔ اس لیے
فرشتے بذاتہٖ متعفن شے سے کراہت کرتے ہیں۔
دیکھو جُعل یعنی گوہ کے کیڑے کو اپنے مزاج کی وجہ سے بوئے گلاب
سے ضرر ہوتا ہے۔ جو شخص صورت سیرت، ظاہر باطن میں مثل جُعل کے ہو جائے تو
حق بات اُس کو بُری لگتی ہے اور باطل سے خوش ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے والذین اٰمنوا بالباطل وکفروا باللہ جو لوگ باطل پر ایمان لاتے ہیں اور
اللہ سے کفر کرتے ہیں۔ اُن کی صفت ناکامی کے بارے میں فرماتا ہے۔
اولئک ھم الخاسرون الذین خسروا انفسھم یہی لوگ ہیں نقصان
اٹھانے والے جنھوں نے اپنی جان کو نقصان پہنچایا۔ کیونکہ جس کو نیک و بد
کی تمیز نہیں۔ وہ بے حس ہے۔ بے ادراک ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
ہر شے میں سے طیب و پاک ہی پسند تھا۔ حضرتؐ کے پاس کلہا چیزیں تو تھیں
یعنی خیر پسندی۔
کیا ممکن ہے کہ عالم میں کوئی ایسا مزاج ہو جو ہر شے میں سے طیب
اور اچھے ہی کو لے۔ اور بدبو ناپاک کو جانے بھی نہیں۔ اس کا جواب
یہ ہے کہ کوئی شخص جس نے بُری چیز کو پایا بھی نہ ہو۔ جانا بھی نہ ہو ممکن نہیں۔ دیکھو

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جذبیت و تنعم

خدائے تعالیٰ جس سے تمام عالم ظاہر ہوا ہے۔ وہ بھی تو بعض چیزوں کو پسند کرتا ہے بعض کو ناپسند۔ خبیث وبد وہی تو ہے جو مکروہ و ناپسند ہو۔ اور طیب و مرغوب وہی تو ہے جو محبوب و پسندیدہ ہو۔ ملائم طبع ہو۔ عالم صورت حق پر ہے۔ اور انسان محل خیر و شر دونوں ہے۔ یا انسان کو حق تعالیٰ اور عالم دونوں سے ارتباط ہے۔ لہذا عالم میں ایسی کوئی شئے، کوئی مزاج نہیں، جو ہر شے سے ایک ہی چیز کا ادراک کرے۔ بلکہ عالم میں بعض مزاج ایسے ہیں جو طیب و خبیث و خیر و شر کا ادراک کرتے ہیں۔ اُن میں تمیز کرتے ہیں۔ وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ یہ ذوق کے ساتھ خبیث تو ہے اور بغیر ذوق کے طیب ہے۔ وہ طیب کے ادراک میں مشغول ہو کر خبیث کے احساس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ مگر ایسا کبھی کبھی ہوتا ہے۔

لیکن عالم وموجودات سے خبیث کو بالکل خارج کر دینا نکال دینا یہ ناممکن ہے۔ رحمت الٰہی خبیث و طیب سب سے متعلق ہوتی ہے۔ خبیث کے پاس خبیث ہی طیب معلوم ہوتا ہے۔ اور اُس کے پاس طیب خبیث ہے۔ دُنیا میں کسی شے کو طیب کہتے ہیں، تو وہ خاص وجہ کے لحاظ سے۔ خاص مزاج کے حق میں خبیث ہے۔ اور بالعکس۔ اب رہ گئی تیسری چیز سے فردیت اولیٰ کی تصدیق ہوتی ہے یعنی نماز۔ اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز کر دی گئی ہے۔ کیونکہ صلوٰۃ مشاہدہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز اللہ اور بندے میں مناجات اور سرگوشی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ۔ تم میری یاد کرو میں تمہاری یاد کرتا ہوں۔ صلوٰۃ و نماز کیا ہے۔ ایک عبادت ہے۔ جو اللہ اور بندے میں منقسم ہے۔ ایک حصہ خدا کے متعلق ہے۔ ایک بندے کے متعلق جیسے کہ صحیح حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ نماز مجھ میں

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

میرے بندے میں نصفا نصف تقسیم کی گئی ہے۔ اس میں سے آدھی تو میری ہے۔ اور آدھی میرے بندے کی۔ اور بندہ جو مانگے گا اُسے مل جائے گا۔ بندہ کہتا ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں شروع کرتا ہوں یا کام کرتا ہوں نام سے اللہ کے جس کی رحمت امتنانی بھی ہے یعنی ابتدائی بلا معاوضہ اور وجوبی بھی یعنی جزائے عمل۔ یا اُس کی رحمت متعلق بہ عام بھی ہے اور رحمت متعلق بہ خاص بھی۔ یا رحمت متعلق بر مومن و کافر دونوں ہے اور مختص بہ مومنین بھی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میرے بندے نے میری یاد کی میرا ذکر کیا۔ بندہ کہتا ہے الحمد للہ رب العٰلمین۔ تعریف تو تمام جہانوں کے پروردگار کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میرے بندے نے میری حمد کی۔ میری تعریف کی بندہ کہتا ہے الرحمٰن الرحیم دُنیا میں بھی وہی رحم کرنے والا ہے۔ اور آخرت میں بھی وہی رحم کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری صفت بیان کی ثنا بیان کی۔ میرے گُن گائے۔ بندہ کہتا ہے مالک یوم الدین روز جزا کا مالک ہے۔ قیامت کے دن جو کچھ ہوگا خدا ہی کا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی۔ اور اپنے سب کام میرے حوالے کر دیے۔ یہ پورا نصف سورہ خالص خدا کا ہے۔ پھر بندہ کہتا ہے ایاک نعبد و ایاک نستعین ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ بندگی کرتے ہیں۔ انتہائی خاکساری دکھاتے ہیں۔ اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ اور تجھی کو اپنا کارساز سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے۔ بندہ جو مانگے گا اُس کو دیا جائے گا۔ یہ آیت مشترک ہے۔ بندہ کہتا ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین ہم کو سیدھا راستہ دکھا۔ چلا اُن لوگوں کا راستہ جن کو تو نے نعمت دی۔ انعام و اکرام سے سرفراز کیا۔ نہ اُن لوگوں کا راستہ جن پر تیرا غضب اترا ہے

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جز دلجنہ ہفتم

بد اعتقاد ہیں ، بے دین ہیں ، یا یہودی ہیں ۔ اور نہ اُن لوگوں کا راستہ جو گمراہ ہیں ۔ بدکردار ہیں ۔ گنہگار ہیں ۔ نصرانی ہیں ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ آیتیں میرے بندے کے لیے ہیں ۔ اور بندہ جو مانگے گا اُس کو مل جائے گا ۔ یہ آیتیں خالص بندے کے لیے ہیں جیسے کہ ابتدائی آیتیں خالص اللہ کے لیے تھیں ۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب ہے جس نے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی ۔ اُس نے وہ نماز نہیں پڑھی جو اللہ اور بندے میں منقسم ہے ۔

چونکہ نماز مناجات ہے ۔ لہٰذا وہ ذکر ہے ۔ یادِ الٰہی ہے ۔ جس نے یادِ حق کی اُس نے ہم نشینیٔ حق حاصل کی ۔ اور حق نے ہم نشینیٔ بندہ کی ۔ کیونکہ خبرِ الٰہی یعنی صحیح حدیث قدسی سے ثابت ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ انا جلیس من ذکرنی میں اُس کا ہمنشیں ہوں جو میرا ذکر کرتا ہے ۔ میری یاد کرتا ہے ۔ اور جو ہمنشینِ حق ہے ، جو اُس کی یاد میں ہے ۔ جو صاحبِ بصر و بینائی ہے ۔ اپنے ہمنشیں کو دیکھتا ہے ۔ پس یہ مشاہدہ ہے ۔ دیدار ہے ۔ اگر ذاکر کی تیز بینائی نہیں ۔ قلبی بصیرت نہیں تو وہ حق تعالیٰ کو نہ دیکھے گا ۔ یہیں سے نمازی اپنے رتبے کو ، اپنے مقام کو سمجھتا ہے ۔ کیا اُس کو دیدارِ حق ہے ۔ اس نماز میں یا نہیں ۔ اگر اُس کو مشاہدہ و دیدار نہیں ۔ تو ایمان ہی کے ساتھ عبادت کرے گویا کہ وہ حق تعالیٰ کو دیکھتا ہے ۔ خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ اُس کی مناجات کے وقت اُس کے اور قبلے کے درمیان ہے ۔ حق تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ آرہا ہے اُس کو کان لگا کر سنے ۔ اگر وہ اپنے عالمِ انسان کا امام ہے تو وہ اُن فرشتوں کا بھی امام ہے جو اس کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں ۔ ہر آدمی جو کہ تنہا بھی نماز پڑھتا ہے ۔ وہ امام ہوتا ہے ۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر آدمی تنہا نماز پڑھتا ہے تو فرشتے اُس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں ۔ بہر حال نمازی کو رتبۂ رسول ملتا ہے ۔ یعنی اللہ کی نیابت و خلافت جب بندہ سمع اللہ لمن حمدہ کہتا ہے یعنی سن لی اللہ نے

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

اُس شخص کی تعریف جو اُس نے اللہ کی کی۔ جب یہ کہتا ہے، تو وہ خود کو اور مقتدیوں کو سناتا ہے کہ اللہ نے اُس کی تعریف کرنے کو سن لیا پھر ملائکہ اور حاضرین مقتدی کہتے ہیں ربنا ولک الحمد۔ اے ہمارے پروردگار تعریف تیرے ہی لئے ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے بندے کی زبان سے فرمایا سمع اللہ لمن حمدہ۔ حدیث ہشتم

ذرا نماز کے مرتبہ بلند کو دیکھو کہ اُس نے نمازی کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا۔ جس کو نماز میں درجۂ دیدار حاصل نہ ہوا۔ وہ نہ مقصد نماز کو پہنچا۔ نہ نماز میں اُس کو آنکھوں کی ٹھنڈک پیدا ہوئی۔ کیونکہ اُس نے دیکھا ہی نہیں۔ اُس کو جس سے مناجات کرتا ہے۔ اگر دیدار سے بھی محروم ہے۔ اور حق تعالیٰ کے پاس سے جو وارد ہوتا ہے اُس کو سنتا بھی نہیں ہے۔ تو وہ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں۔ جن کے لیے وارد ہوا ہے القی السمع وھو شہید جس نے کان لگا کر سنا اور وہ حاضر دل بھی ہے۔ اور جو شخص نہ دیکھتا نہ سنتا ہے اور نماز میں اپنے رب کے پاس حاضر بھی نہیں ہے یعنی حاضر دل نہیں ہے۔ تو وہ بالکل مصلی نمازی ہی نہیں ہے اور نہ القی السمع وھو شہید کا مصداق ہے۔

کوئی عبادت نماز کے سوا ایسی نہیں ہے جو غیر عبادت کام میں شغل و تصرف سے روکے۔ نماز میں اللہ کا ذکر بھی بہت بڑا ہے۔ کیونکہ اس میں اقوال بھی ہیں۔ افعال بھی ہیں۔ ہم نے فتوحات مکیہ میں۔ نماز میں انسان کامل کا کیا حال ہوتا ہے بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الصلوٰۃ تنہیٰ عن الفحشاء والمنکر تحقیق نماز بے حیائی اور ناپسند افعال سے منع کرتی ہے۔ روکتی ہے۔ کیونکہ نمازی کے لیے حکم ہوا ہے کہ جب تک نماز میں ہے۔ نمازی کہلا رہا ہے۔ نماز کے سوا دوسرا کام نہ کرے ولذکر اللہ اکبر اللہ کا اپنے بندے کو یاد کرنا بڑی چیز ہے۔ اللہ کا اپنے بندے کو یاد فرمانا۔ سوال کا جواب دینا۔ دعا کو قبول کرنا۔ بندے کی مدح و ثنا فرمانا۔ بندے کے خدا کی یاد کرنے سے

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جلوت دہنم

بزرگ تر ہے۔ کیونکہ کبریائی۔ بزرگی اللہ جل وعلا کے لیے ہے اسی لیے فرماتا ہے والله یعلم ما تصنعون اور اللہ جانتا ہے تم جو کرتے ہو۔ اور فرماتا ہے او القی السمع وھو شھید یا کان لگا کر سنا اور وہ حاضر دل ہے۔ نمازی کان لگا کر سنتا ہے۔ نماز میں اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو کس طرح یاد فرماتا ہے۔

اسرار صلوٰۃ میں یہ بھی ہے کہ چونکہ عالم کا وجود ایک عقلی حرکت تجلی الہٰی سے ہے جو عالم کو عدم اضافی یعنی علم سے وجود عینی کی طرف منتقل کرتی ہے تو نماز بھی جمیع حرکات کو شامل ہوا ہے۔ حرکات تین قسم کے ہیں۔ حرکت مستقیم اور وہ نمازی کی حالت قیام میں ہوتی ہے۔ اور حرکت افقی اور وہ مصلی کی رکوع کی حالت میں ہوتی ہے۔ اور حرکت منکوسہ سرنگوں حرکت۔ وہ حالت سجود مصلی میں ہوتی ہے۔ پس انسان کی حرکت مستقیم ہے اور حیوان کی حرکت افقی ہے اور حرکت نبات کی منکوسہ ہے۔ جماد کو تو حرکت ذاتی ہے ہی نہیں۔ اگرچہ حرکت کرتا ہے تو بالغیر حرکت کرتا ہے۔ دوسرا اس کو متحرک کرتا ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا وجعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں کر دی گئی ہے۔ آپ نے جعلت فعل مجہول فرمایا فعل کو اپنی طرف منسوب نہ فرمایا۔ کیونکہ حق تعالیٰ کی تجلی مصلی کے لیے حق تعالیٰ کی طرف راجع ہوگی نہ کہ مصلی کی طرف۔ اگر قرۃ عین کی صفت وکیفیت اپنے لیے فرماتے۔ تو حق تعالیٰ آپ کو حکم دیتا کہ بغیر تجلی حق کے نماز پڑھیں۔ کیونکہ تجلی بھی آپ کے لیے بطور امتنان کے تھی۔ یعنی ابتدائی اور کسی عمل کے مقابل نہ تھی۔ تو یہ مشاہدہ بھی بطور امتنان کے تھا۔ اسی لیے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وجعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ یعنی میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ محبوب کے مشاہدہ کے سوا محب کی آنکھ ہرگز ٹھنڈی نہیں ہوتی عاشق کی آنکھ محبوب کے دیدار کے سوا کسی اور کو نہیں دیکھتی نہ کسی شے کی صورت میں۔ دیکھتی اور شے میں۔ اس لیے ممانعت کی گئی ہے کہ نماز میں التفات نہ کرے یعنی ادھر ادھر نہ دیکھے التفات سے شیطان بندے کی نماز اچک لیتا ہے سچ تو یہ ہے کہ اگر اللہ کو محبوب سمجھے تو نماز میں قبلے کو چھوڑ کر ادھر ادھر کیوں مڑ کر دیکھتے۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

جزئیت مقدم

آدمی اپنے حال سے زیادہ واقف ہوتا ہے کہ یہ عبادت خاص اس مرتبہ وشہود پر ہے یا نہیں فان الانسان علی نفسہ بصیرۃ ولوالقی معاذیرہٗ آدمی اپنا حال خوب جانتا ہے۔ اپنے نفس کے باطن سے خوب واقفیت رکھتا ہے۔ اگرچہ لاکھ باتیں بنائے۔ عذر و معذرت کرے۔ اپنے جھوٹ سچ کو خوب تمیز کرتا ہے۔ کوئی شخص اپنے حال سے جاہل نہیں رہتا۔ کیونکہ حال اُس کا ذوقی امر ہے۔

پھر یعنی حقیقت صلوٰۃ کی دو قسمیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو حکم دیتا ہے کہ اُس کی صلوٰۃ و نماز پڑھیں اور یہ بھی فرمایا کہ وہ بھی ہمارے لیے صلوٰۃ ورحمت فرماتا ہے۔ پس صلوٰۃ طرفین سے ہے ہماری طرف سے بھی اور اس کی طرف سے بھی۔ وہ صلوٰۃ بھیجتا ہے تو اُس کا نام ہی خدا ہوتا ہے۔ اُس کی تجلی وجود بندے کے بعد ہوتی ہے۔ اور وہ ایک لحاظ سے عین حق ہے۔ اس تجلی کو بندہ اپنے دل میں پیدا کرتا ہے۔ خواہ نظر فکری یا تقلید سے وہ معبود اعتقادی اپنے محل کی استعداد کے لحاظ سے نوع بنوع ظاہر ہوتا ہے۔ کسی نے جنیدؒ سے پوچھا معرفت خدا کیا ہے؟ اور عارف کون ہے؟ تو فرمایا لَونُ المَاءِ لَونُ اِنَائِہٖ یعنی پانی کا رنگ وہی نظر آتا ہے جو ظرف کا رنگ ہوتا ہے یہ ایک درست جواب ہے جو واقع کے مطابق ہے۔ نفس الامری ہے یہ تجلی الٰہی ہے جو ہم پر صلوٰۃ و رحمت نازل فرماتی ہے ہمارے اعتقاد کے مطابق اور ہمارے اعتقاد کے بعد ہوگی۔ اور ہم جب صلوٰۃ و نماز پڑھیں تو ہمارا نام دوسرا اسی کا ہوگا۔ اور ہم اس مقام میں ایسے ہوں گے جیسے مصلی ہونے کی صورت میں تجلی الٰہی آخر تھی۔ پس ہم حق تعالیٰ کے پاس اپنے حسب حیثیت ہوں گے۔ وہ ہم پر نظر فرماتا ہے سو ہمارے عقیدے کے موافق۔ اس واسطے کہ مصلی میدان سباق۔ اور گھوڑ دوڑ میں سابق کے بعد ہوتا ہے۔ عربی میں گھوڑ دوڑ کے پہلے گھوڑے کو سابق۔ دوسرے کو مجلی تیسرے کو مصلی کہتے ہیں۔ ان تین گھوڑوں کو انعام ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَہٗ وَتَسْبِیْحَہٗ ہر ایک جانتا ہے اپنی صلوٰۃ اور تسبیح کو۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

حدیث پنجم یعنی ہر ایک جانتا ہے کہ وہ اپنے پروردگار کی عبادت کرنے میں ناقص و متاخر ہے۔ تسبیح و تنزیہ بھی کرتا ہے۔ تو ایسی کہ اس کی استعداد کے لائق ہے۔ ہر ایک تسبیح کرتا ہے۔ اپنے رب حلیم و غفور کی حمد کے ساتھ۔

یہی وجہ ہے کہ ہم عالم کے تمام افراد کی بالتفصیل تسبیح نہیں سمجھتے۔ یہاں ایک اور صورت بھی ہے کہ اِن مِن شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ میں بحمدہ کی ضمیر شے کی طرف پھرے۔ اس وقت یہ معنی ہوں گے کہ کوئی شے ایسی نہیں جو اللہ کی تسبیح نہ کرتی ہو۔ اپنی حمد کے ساتھ۔ یعنی وہ حمد و ثنا جو خود اس تسبیح کرنے والے کی۔ جس طرح کہ ہم نے اعتقاد رکھنے والے کے متعلق کہا۔ کہ وہ اس معبود کی حمد و ثنا کرتا ہے جس کا وہ اعتقاد رکھتا ہے۔ اور جس سے خود کو وابستہ کیا ہے۔ چونکہ معبود اعتقادی معتقد کا بنایا ہوا ہے۔ اپنے معنوی دیوتا کی تعریف حقیقت میں خود کی تعریف ہے۔ اس نے خود اپنی ثنا و صفت بیان کی کیونکہ مصنوع کی تعریف صانع کی تعریف ہے۔ مصنوع کا حسن و قبح صانع کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اعتقادی معبود اس کے دیکھنے والے کا مصنوع ہے۔ اس کی صنعت ہے۔ اپنے اعتقادی معبود کی ثنا و صفت کرنا خود کی ثنا کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ آدمی دوسروں کے اعتقادی معبود کی مذمت کرتا ہے۔ اگر منصف مزاج ہوتا تو مذمت نہ کرتا۔ مگر معبود خاص کا عابد ہمیشہ جاہل رہتا ہے۔ وہ دوسروں پر اعتراض کرتا ہے اپنے عقیدے کے خلاف ہونے کی وجہ سے۔ اگر وہ جنیدؒ کے اس قول کو سمجھتا لَوْنُ الْمَاءِ لَوْنُ إِنَائِهٖ۔ ہر معتقد کے معبود خیالی کو بھی تسلیم کر لیتا۔ اور ہر صورت میں حق کو جانتا۔ ہر معتقد ایک قسم کا ظن رکھتا ہے۔ اس کو حقیقی علم ہی کب ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي میرا بندہ میرے متعلق جیسا گمان کرتا ہے میں ویسا ہی اس کے پاس رہتا ہوں؛ یعنی اس کے اعتقاد کے مطابق ظہور کرتا ہوں۔ چاہے مطلق رکھے یا مقید سمجھے کر اس کو محدود گھیر لیں۔ یہ وہی معبود ہے جس کی سمائی بندے کے دل میں ہے۔ کیونکہ معبود مطلق کسی ایک میں نہیں سماتا۔ کیونکہ وہ بندۂ خاص کا بھی عین ہے۔

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

لیحصہ معتقم اور سب کا بھی عین ہے علو رشے کو کہا نہیں جاتا کہ وہ خود کو سماتا ہے یا نہیں سماتا۔ کما فہم وَاللّٰهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَيَهْدِي السَّبِيلَ۔

تمت

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

فصوص الحکم — ابن عربی
ترجمہ۔ مولانا عبدالقدیر صدیقی

افادات شیخ محی الدین ابن عربی — شیخ محب اللہ الہ آبادی
ترجمہ۔ شاہ غلام مصطفےٰ مرونڈوی
شاہ محمد باقر آلہ آبادی

خصوص الکلم فی حل فصوص الحکم — مولانا اشرف علی تھانوی

کشف المحجوب — ابوالحسن سید علی بن عثمان ہجویری
ترجمہ۔ محمد علی چراغ

معالی الھمم (ہمتوں کی بلندی) — حضرت جنید بغدادیؒ

احوال و افکار حضرت جنید بغدادی — ترجمہ۔ محمد علی چراغ

فوائد الفوائد — ملفوظات حضرت نظام الدین اولیاءؒ
ترجمہ و تہذیب۔ رضیہ بیگم ممتاز لیاقت

واقعات صوفیہ — خالد مصطفےٰ صدیقی

فتوح الغیب — حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ
ترجمہ۔ محمد علی چراغ

اسلامی قانون

قانون شرع محمدیؐ — سید امیر علی

اصول شرع اسلام — سرڈنشا فریدون جی
ترجمہ۔ مولوی مسعود علی

www.maktabah.org

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

اصول الشاشی	**اسحاق بن ابراہیم شاشی**
	ترجمہ غلام قادر لاہوری

سوانح

تذکرہ حضرت صابر کلیرؒ	تعارف راجا رشید محمود
تذکرہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ	سید بلاق شاہ
تذکرہ اولیائے کاملین	علامہ عالم فقری
تذکرہ حضرت شاہ جمالؒ	محمد دین کلیم
سیرت سلیمان فارسیؓ	علامہ فضل احمد عارف
اولیائے کشمیر	پیرزادہ محمد طیب حسین نقشبندی
کلیر کا چاند (حضرت علاؤالدین صابرؒ)	ڈاکٹر ظہور الحسن شاوب
حضرت میاں میرؒ	اقبال احمد
پیر کامل (حضرت داتا گنج بخشؒ)	حاجی محمد منیر قریشی
یار کامل (حضرت ابوبکر صدیقؓ)	حاجی محمد منیر قریشی
علم حدیث اور چند اہم محدثین	سالم قدوائی
حضرت ابوبکر صدیقؓ	محمد علی چراغ
حضرت عمر فاروقؓ	محمد علی چراغ
حضرت عثمان غنیؓ	محمد علی چراغ
حضرت علیؓ	محمد علی چراغ
خلفائے راشدینؓ	محمد علی چراغ
[illegible]	[illegible]

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

کشف المحجوب	حضرت ابوالحسن سید علی بن عثمان ہجویری / محمد علی چراغ
فصوص الحکم	ابن عربی / مولانا عبدالقدیر صدیقی
خصوص الکلم فی حل فصوص الحکم	مولانا اشرف علی تھانوی
افادات شیخ محی الدین ابن عربی	شیخ محب اللہ الہ آبادی
	ترجمہ = شاہ علامہ مصطفیٰ سرونجی
شمس العارفین	حضرت سلطان باہوؒ / محمد علی چراغ
اسرار قادری	حضرت سلطان باہوؒ / محمد علی چراغ
رسائل باہوؒ	حضرت سلطان باہوؒ / محمد شریف نوری
اورنگ شاہی / نور الہدیٰ	حضرت سلطان باہوؒ / محمد علی چراغ
کلام باہوؒ	حضرت سلطان باہوؒ / محمد دین کلیم
معالی الہمم (بلند ہمتوں والے)	حضرت جنید بغدادیؒ / محمد علی چراغ
بزم غوث اعظمؒ	حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ
فوائد الفواد	حضرت نظام الدین اولیاء
	ترجمہ = رضیہ بیگم ممتاز لیاقت
کلام بلھے شاہؒ (کلیات بلھے شاہؒ)	حضرت بلھے شاہؒ
کلام میاں محمدؒ (سیف الملوک)	میاں محمد
کلام فریدؒ	خواجہ فرید / غفار پاشاہ

khatmenabuwat Android Application

https://khatmenabuwat.ahlesunnats.com/

Maktabah Mujaddidiyah
www.maktabah.org

This book has been digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org).

Maktabah Mujaddidiyah does not hold the copyrights of this book. All the copyrights are held by the copyright holders, as mentioned in the book.

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah, 2012

Files hosted at Internet Archive [www.archive.org]

We accept donations solely for the purpose of digitizing valuable and rare Islamic books and making them easily accessible through the Internet. If you like this cause and can afford to donate a little money, you can do so through Paypal. Send the money to ghaffari@maktabah.org, or go to the website and click the Donate link at the top.

khatmenabuwat Android Application